ایک نوجوان کی داستان، جسے ایک روح کی مدد حاصل تھی

تیاگی

صابر علی ہاشمی



ڈاکٹر صابر علی ہاشمی کا تعارف

نام صابر علی ہاشمی، تخلص صابؔر، پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں۔ بی ایس سی، اور ایل ایل بی..... کراچی یونیورسٹی سے کی۔ ۱۹۸۰ء سے ڈائجسٹوں میں مختلف قلمی ناموں سے لکھ رہے ہیں جواب تک جاری ہے۔

آپ نہ صرف ڈائجسٹوں میں لکھتے رہے ہیں بلکہ انکی ادارت بھی سنبھالے رکھی۔ پندرہ روزہ ''اخبارِ عوام'' کے دو سال تک اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے۔ پندرہ روزہ ''شرف'' کے چار سال تک معاون ایڈیٹر رہے۔ سات برس تک ایک پبلشنگ ادارے میں اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے، جسکے زیرِ ادارت ''فیشن میگ''، ''سٹار اینڈ سٹائل''، ''فاصلہ''، ''MSM(Medical Science Monitor'' اور ''بیوٹی فل'' چھپتے ہیں۔ تین برس تک ماہنامہ ''رابطہ'' اور پندرہ روزہ ''کمپیوٹر ورلڈ'' کے بھی سب ایڈیٹر رہے۔ آج کل ماہنامہ ''رابطہ'' میں ایسوسی ایٹ ایڈیٹر اور ماہنامہ ''عمران ڈائجسٹ'' میں ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

صابر علی ہاشمی نے بہت سے ڈائجسٹوں سے وابستگی کے دوران، لاتعداد طبع زاد کہانیاں اور دوسری زبانوں سے تراجم کیے۔ آپ نے تقریباً ہر موضوع پر لکھا لیکن سائنس فکشن آپ کو زیادہ پسند ہے۔ آپ کی کہانیاں ''عمران ڈائجسٹ''، ''مسٹری میگزین''، ''ایڈونچر ڈائجسٹ''، ''نئے اُفق''، ''نیا رخ''، ''آنچل''، ''مسرت ڈائجسٹ''، اور ''خواتین ڈائجسٹ'' میں چھپتی رہی ہیں۔

تیاگی ایک حیرت انگیز اور پراسرار ناول ہے جو یقیناً قارئین کو پسند آئے گا۔

ادارہ کتاب گھر

ایک نوجوان کی پرتجسس وحیرت انگیز داستانِ حیات
اسے ایک روح کی مدد حاصل ہوگئی تھی

تیاگی

ڈاکٹر صابر علی ہاشمی

پبلشرز: کتاب گھر http://www.kitaabghar.com

پیش لفظ

ادارہ کتاب گھر http://www.kitaabghar.com جنوری ۲۰۰۲ء میں قائم کیا گیا تھا، اور ادارہ کتاب گھر نے نئی نسل کو کتابیں پڑھنے کی طرف راغب کرنے کے لئے مُفت کتابوں (e-books) کی فراہمی کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدا میں وسائل کی کمیابی اور وقت کی کمی کے باعث یہ سلسلہ ذرا سست رہا، لیکن اب الحمدللہ بے شمار لوگ ہم سے رابطہ کر رہے ہیں اپنی تصانیف کتاب گھر میں بھجوانے کے لئے اور اس کے لئے ہم ان حضرات کے مشکور ہیں کہ وہ اس کارِ خیر میں ہمارے ساتھی بنے۔ کتاب گھر پر موجود کتابوں کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں، لیکن ہمارے بہت سے قارئین کا اصرار تھا کہ تنقید نگاری اور تجریدی ادب کے ساتھ ساتھ دلچسپ، عام فہم اور مشہور و معروف ادیبوں، مصنفین اور شعراء کرام کی کتابیں بھی آن لائن کی جائیں۔ اگرچہ کہ ہمیں بہت سے حضرات اپنی کتابوں کی کمپوزنگ بھیج رہے ہیں لیکن ہم نے خود سے کمپوزنگ کروانے کا سلسلہ بھی بند نہیں کیا ہے۔

تیاگی ایک ایسی اچھوتی اور منفرد داستان ہے، جسے پڑھتے ہوئے قارئین اس کی دلچسپیوں اور رنگینیوں میں کھو جائیں گے۔ امنگوں، آرزؤں اور جذبوں سے بھرے ایک نوجوان کی داستان، دُنیا نے اسکے ساتھ بہت سی زیادتیاں کیں، ان رویوں سے تنگ آ کر، اس نے اپنی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ ابھی اسکی زندگی میں بہت سے واقعات پیش آنے تھے جو دلچسپ بھی تھے اور انوکھے بھی۔ ایک پراسرار اور ان دیکھی قوت اسکے ساتھ شامل ہوگئی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اس کے لیے تخلیق کی گئی ہے اور اسے اس کے لیے زندہ رہنا ہوگا۔ اس انوکھی اور پراسرار قوت نے اسکی زندگی کا رُخ یکسر تبدیل کر دیا۔ اسکی زندگی حیرت انگیز واقعات سے پُر ہوگئی، وہ بھی اس قوت کو چاہنے لگا، جس نے اسکی زندگی کا دھارا تبدیل کر دیا تھا۔ زندگی سے فرار حاصل کرنے والے اس نوجوان کی داستانِ حیرت ضرور پڑھیں۔

ادارہ کتاب گھر کی کوشش ہوگی کہ ہم مزید ایسی ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ناول آپ کے لئے پیش کر سکیں اس کے لئے ہمیں آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ آپ بھی اگر اپنی پسندیدہ کتاب ''کتاب گھر'' پر دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ای میل کیجیے یا اسکی کمپوزنگ ہمیں بھجوائیں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ آن لائن کریں گے۔ ہمیں آپ کی آراء، تنقید اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔

حسن علی خان (ویب ماسٹر)

ادارہ کتاب گھر

kitaab_ghar@yahoo.com

میری داستان پڑھنے والے یقیناً اس بات پر تعجب کا اظہار کریں گے کہ ایسا کیسے ممکن ہے...... کیا آتمائیں وجود میں آتی ہیں؟...... کیا کوئی ان کا انتظار بھی کرتا ہے۔؟ یہ حقیقت ہے اور اس کا زندہ ثبوت میں ہوں۔

میں آج جب اپنے ماضی پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میں خود بھی تعجب میں پڑ جاتا ہوں...... کیا واقعی یہ واقعات میرے ساتھ بیتے ہیں یا پھر میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن...... کیا خواب اتنے طویل ہوتے ہیں۔؟

لوگ مجھے رنجیت کمار ورما کے نام سے جانتے ہیں، ماتا جی میرے بچپن میں ہی مر گئی تھیں، آج تک ان کی کوئی تصویر تک دیکھنے کو نہ ملی۔ میرا تعلق ریاست بھوپال سے ہے۔ پتا جی کی ریاست کے قریب بہت بڑی جاگیر تھی، جسے بیچ کر وہ آج شپنگ ایجنسی کھول کر کروڑوں روپے بنا رہے تھے۔ گھر کے ایک پرانے وفادار خادم سے کبھی سنا تھا کہ میرے پتا جی پرکاش کمار ورما شادی سے قبل کچھ نہ تھے، جاگیر میری ماتا جی اپنے ہمراہ لائی تھیں اور ان کے مرنے کے بعد پتا جی اس جاگیر کے مالک ہو گئے تھے اور وہ شخص جو صرف پتی تھا اب کروڑ پتی ہے اور اب بمبئی جیسے خوب صورت شہر میں ایک بہت بڑی کوٹھی میں رہتا ہے، جبکہ اس کا سپوت اب تک ہوسٹل کے چھوٹے سے کمرے میں مستقبل کے حسین خواب دیکھ رہا ہے، اس کے اردگرد انجینئرنگ کی کتابوں کا ایک ڈھیر ہے، جہازوں کے مختلف ماڈل ہیں اور وہ خود تصور ہی تصور میں آسمان کی وسعتوں کو چھو رہا ہے اور گہرے نیلے بادلوں کی دبیز چادر میں چھپ کر اپنی منزل کی جانب پرواز کر رہا ہے، ایسی حسین تصوراتی دنیا میں نے بچپن سے اپنے ذہن میں سما رکھی ہے اور آج اس کی تکمیل کے لیے دل وجان سے محنت کر رہا ہوں، پتا جی کے کروڑوں روپے میرے اس خواب کی تکمیل میں صرف اس حد تک ساتھ دے سکتے ہیں کہ میں پائلٹ کورس کرتا ہوں، پھر یہ میرے لیے بے کار ہیں، ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ایک معقول رقم کا چیک مجھے ہوسٹل پہنچ جاتا ہے اور یہ رقم میرے لیے کافی ہوتی ہے، پتا جی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں کہ ان کا سپوت کیا پڑھ رہا ہے...... آیا پڑھ بھی رہا ہے یا بے کار اپنا وقت اور ان کا روپیہ ضائع کر رہا ہے۔ انہیں میرے کچھ بننے نہ بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے فلائنگ کلب کے میس میں مجھے صرف ایک نوجوان پسند آیا جو میری ہی طرح کروڑ پتی باپ کا بیٹا تھا لیکن مجھ سے بے حد مختلف تھا۔ وہ روپیہ ٹھکانے لگانا جانتا تھا، جبکہ میں کچھ نہ کچھ پس انداز کر ہی لیا کرتا تھا۔ بڑا فرق تھا اس میں اور مجھ میں...... وہ ایک رات میں جوا کھیل کر ہزاروں روپے ہار جاتا تھا اور میں کمرے کے باہر تاریک راتوں میں کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ کے کش لگاتا رہتا تھا۔ میرے ذہن میں میرا مستقبل تھا اور اس کے ذہن میں اپنے باپ سے مزید روپیہ اینٹھنے کا خیال...... پھر بھی وہ مجھے پسند تھا...... میرا بے حد احترام کرتا تھا۔ اس روز جب وہ آدھی رات کو شراب کے نشے میں دھت لڑکھڑاتا ہوا، اپنے کمرے کی طرف آ رہا تھا تو مجھے راہداری میں کرسی پر بیٹھا دیکھ کر چونک گیا۔

”رنجیت بھیا...... اتنی رات گئے آپ یہاں بیٹھے ہیں۔“ وہ دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا تھا۔

”ہاں رمیش! تمہیں کچھ کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا لیکن جب تم واپس آ کر سو جاتے ہو تو شاید مجھ پر نیند غالب آنے لگتی ہے اور میں بھی اپنے کمرے میں چلا جاتا ہوں، تب یہ کرسی خالی ہو جاتی ہے۔“

”ارے رنجیت بھیا، کیوں اتنی تکلیف کرتے ہیں وہ تو ولسن کے کمرے میں برج جمتی ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں۔“

محض میرے احترام میں یہ سادہ سا جھوٹ بہت بھلا معلوم ہوا لیکن میں اسے احساس دلانا چاہ رہا تھا کہ سب کچھ ولسن کے کمرے یا نائٹ کلبوں اور رنگین سیال میں ہی مقید نہیں جسے وہ بے طرح چڑھا جاتا ہے، دنیا کسی اور انداز سے بھی دیکھی جا سکتی ہے، دیکھنے والی آنکھ ہونی چاہیے۔

”رمیش! تاش کے باون پتے ہر کسی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، کوئی انہیں پھینٹتے ہوئے وقت گزار دیتا ہے اور کوئی میز پر پھیلا کر اور اس پر رقم لگا کر تم اپنے پتے دوسرے انداز میں اڑا رہے ہو اور ایک دن وہ آئے گا جب تاش کی یہ چکنی اور خوب صورت سی گڈی تمہارے ہاتھوں کی اسیر نہ ہو گی، اس سے قبل کہ یہ تمہاری اسیری سے رہائی پا سکے، تم اسے دوسرے انداز میں اڑانا چھوڑ دو، لیکن تمہیں اس سے قبل وہ زہر بھی چھوڑنا ہو گا جس کا کوئی

تریاق نہیں، تمہارے پتا جی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے، آج ہی دہلی سے تار آیا ہے۔''

میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا' اپنے پتا کے بارے میں سن کر وہ پریشان نہیں ہوا بلکہ نیم وا آنکھوں سے میرا پہلا لیکچر سن رہا تھا' زندگی کی داستان سن کر بھول جانا اس کا معمول تھا۔ میں نے پھر کہا۔

''اور اس کی وجہ صرف یہ ہے رمیش کہ تمہارے پتا جی نے اس زہر کو حلق سے اتارنا شروع کر دیا تھا۔ کیا تم بھی محض دل کے ایک یا دو دوروں میں زندگی کی یہ بازی ہارنا چاہتے ہو؟''

''نہیں مگر رنجیت بھیا میں کل ہوش میں سوچ کر اپنا فیصلہ یا فلسفہ زندگی سناؤں گا ویسے ایک بات کہوں، جب سامنے کوئی ایسا شخص آ جائے جس کی نس نس میں ایک ایسا سیال گردش کر رہا ہو جس نے اس کی قوت سماعت اور قوت گویائی سلب کر رکھی ہو تو اتنی قیمتی اور اہم باتوں کو اس وقت تک کے لیے محفوظ رکھ لینا چاہیے جب اس کی آنکھیں کھلی ہوں۔''

یہ کہہ کر رمیش دیوار کا سہارا لیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عجیب چیز ہے شراب بھی، کیسی کام کی بات کہہ گیا تھا وہ..........!

دوسرے دن رمیش میرے کمرے میں آیا تو مجھے کسی قدر حیرت ہوئی کہ یہ اتنی جلدی کیسے اٹھ گیا جبکہ یہ گیارہ بجے سے پہلے اٹھنے کا عادی نہ تھا۔

''رنجیت بھیا، پتا جی سے ٹیلیفون پر بات ہوئی ہے، بہت معمولی سا دورہ تھا' فیملی ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ کوئی تشویش کی بات نہیں، پتا جی بھی اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہیں مگر میں ایک دن کے لیے دہلی جانا چاہتا ہوں تاکہ انہیں اپنی نگاہوں سے دیکھ کر مطمئن ہو سکوں۔''

پرکاش نے آتے ہی کہنا شروع کر دیا تھا اور اپنی بات کہہ چکنے کے بعد وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بے حد اچھی بات ہے، تم دہلی جا رہے ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں' وہاں سے شملہ چلیں گے۔''

''منظور، بے حد مزہ آئے گا۔'' رمیش میرے ساتھ جانے کا سن کر اچھل پڑا۔

''اس میں اتنی بھرپور خوشی کی آخر کیا بات ہے، کیا گزشتہ برس دس روز کی تعطیل میں ہم شملہ نہیں گئے تھے۔؟''

''گئے تھے، یقیناً گئے تھے، لیکن وہ موسم بہار تھا اور اب شملہ برفباری سے حسین تر ہو گیا ہوگا۔''

''اچھا جاؤ، جا کر اپنا سامان لے کر آؤ..........''

''جا رہا ہوں، مگر گزشتہ شب کی باتوں کی معافی چاہتا ہوں۔''

''معاف کیا..........'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ کمرے سے باہر چلا گیا اس کے جانے کے بعد میں سوٹ کیس میں کپڑے رکھنے لگا۔ ایک دن دہلی ٹھہر کر ہمیں شملہ پہنچنا تھا۔ رمیش دہلی میں اپنے پتا جی کی عیادت کرتا اور میں دہلی کی سڑکیں ناپتا..........زندگی ایک محدود محور کے گرد گھوم رہی تھی، تنہائی زندگی کا ایک لازمی جزو بن کر رہ گئی تھی۔ رمیش کی طرح میں دل لبھانے اور بہلانے کے طریقوں سے واقف تو تھا مگر انہیں اپنانا نہ چاہتا تھا کہ زندگی کا یہ چلن بے حد برا اور گھناؤنا ہے، کم از کم میرے نزدیک مگر مجھ میں اور رمیش میں ایک اور بڑا فرق تھا وہ اپنے پتا جی سے مل سکتا تھا، اس کے پتا اسے یاد کر سکتے تھے، جبکہ میں نہ تو اپنے پتا سے مل سکتا تھا، کبھی اتفاق ملاقات کو میں نے شمار نہیں کیا، ان کے احساسات اگر کچھ تھے تو میں اس سے لاعلم تھا' میں ان کی سیوا کرنا چاہتا تھا لیکن بچپن سے لے کر اب تک ان کا رویہ میرے سامنے تھا وہ کسی اور منزل کے مسافر تھے اور میں کسی اور منزل کا وقت نے خون کے رشتوں کو اجنبیت بخشی تھی اور بہرحال اس اجنبیت کو ہم دونوں کو قبول کرنا تھا اس لیے کہ یہ وقت کا فیصلہ تھا۔

رمیش کی کار کا ہارن سن کر میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ میرے لیے چھوڑ دی۔

''نہیں رمیش، ڈرائیونگ تم ہی کرو گے، میں کچھ تھکن سی محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے اٹیچی کیس پچھلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا، وہ متعجب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا، میں اس کے برابر میں بیٹھ گیا، مجبوراً اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' کار آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

دہلی میں رمیش اپنے پتا جی کی عیادت میں مصروف رہا اور میں بلاوجہ سڑکوں کی خاک چھانتا پھرا۔ رات ہم نے دہلی میں ہی گزاری تھی اور اگلے دن شملہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

شملہ میں پتا جی کا ایک خوب صورت کاٹیج تھا، اس کاٹیج میں پتا جی کی ایک پرائیویٹ سیکرٹری کامنی اور کاٹیج کا چوکیدار دوارکا رہتے تھے، میرے وہاں پہنچنے پر وہ میرا مخصوص کمرہ کھول دیتے، کامنی کو پتا جی نے کچھ عرصہ قبل ہی ملازمہ رکھا تھا، جبکہ دوارکا ایک طویل عرصہ سے پتا جی کا ملازم تھا اور وہ ہمارے پرانے ملازموں میں سے ایک تھا، پہلے وہ بمبئی کی کوٹھی میں چوکیدار تھا، پھر نہ جانے کیوں اسے شملہ کے کاٹیج پر بھیج دیا گیا تھا، ایک دفعہ جب میں یہاں آیا تھا تو پتا جی کے کچھ غیر ملکی مہمان یہاں مقیم تھے چنانچہ میں نے اپنا زیادہ تر وقت کاٹیج سے باہر گزارا تھا، لیکن دوبارہ جب گیا تو کامنی اور دوارکا کے علاوہ کاٹیج میں کوئی اور نہ تھا، میرا سامان دوارکا نے کمرے میں لا کر رکھ دیا تھا اور بتیسی باہر نکالتا ہوا بولا۔

''چھوٹے سرکار سردی بہت جیادہ ہے.........!''

''ہاں، مگر تم تو اس کے عادی ہو گئے ہو گے۔؟'' میں نے کھڑکیوں پر پڑے پردے سرکاتے ہوئے کہا۔

''ہاں سرکار، ہم تو عادی ہو گئے ہیں پر آپ ناہیں برداشت کر سکیں گے۔'' اس کی بتیسی بدستور باہر نکلی ہوئی تھی۔

''کیا کریں دوارکا، زندگی کے دن تو گزارنے ہی ہوتے نا، یہاں پہاڑوں پر گرتی ہوئی برف دیکھ کر ہی گزاریں گے۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں سرکار، بھگوان آپ کا جیون رکھے، کیا پئیں گے آپ؟''

''فی الحال کافی پھر ذرا سوئیں گے۔''

''بہت اچھا چھوٹے سرکار.....'' وہ کافی لینے باہر چلا گیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر کی جانب دیکھا، چھوٹی بڑی پہاڑیوں پر برف نے ڈیرا جما لیا تھا۔ برفباری کے یہ دلکش منظر زندگی کے کسی خوشگوار جھونکے کی مانند تھے۔ سپید سپید اولے مسلسل گر رہے تھے، درختوں پر، پہاڑیوں پر، ہر سو سفید برف بکھری تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں چونک پڑا، کامنی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی، کافی کی خوشگوار مہک میرے نتھنوں سے ٹکرائی۔

''دوارکا کہاں ہے کامنی دیوی؟'' میں نے اوورکوٹ اتارتے ہوئے پوچھا۔

''کچن میں ہے..........''اس نے آہستگی سے کہا، پھر میری طرف دیکھتی ہوئی چند لمحے بعد بولی۔

''کافی بناؤں۔؟''

'جی ہاں بنا دیجئے اور بیٹھ کر بنائیے۔''

مجھے اس کا کھڑا رہنا کچھ عجیب سا محسوس ہوا جیسے وہ پتا جی کی نہیں میری ملازمہ ہے۔

''شکریہ......'' وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور میرے لیے کافی بنانے لگی۔ کافی بنا کر اس نے میز پر رکھ دی۔ ساتھ ہی ٹرالی پر خشک میوے کی ایک پلیٹ بھی رکھ دی' میں نے کن اکھیوں سے اس کا جائزہ لیا۔

''آپ کے پتا بہت بڑے آدمی ہیں رنجیت جی۔''

''میں سمجھا نہیں.......!''

''وہ میرے محسن ہیں۔''

''ان کے بارے میں میں کچھ کہہ نہیں سکتا، اس لیے کہ وہ کاروباری مصروفیات میں مگن رہتے ہیں اور میں اپنی تعلیم میں......اس لیے ان سے بہت کم ہی ملاقات ہو پاتی ہے میں تو ان کے بزنس کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا۔''

''تو کیا اب بھی آپ کا تعلیمی سلسلہ جاری ہے۔؟''

''نہیں، اب ختم ہوگیا ہے، البتہ ٹریننگ باقی ہے اور یہیں سے میرے کیریئر کا آغاز ہوتا ہے۔''

میں نے کافی پیتے ہوئے جواب دیا۔ کافی پی کر میں نے سگریٹ سلگالی۔

''عجیب بات ہے، آپ تنہا ہی سگریٹ پیتے ہیں۔''

''تو کس کے ساتھ پیوں۔؟'' اس کی باتیں میرے سمجھ سے بالاتر تھیں۔

''میرے علاوہ یہاں اور تو کوئی نہیں......''اس نے کمرے میں نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ پینا چاہیں تو میز پر پیکٹ اور لائٹر موجود ہے اٹھایئے اور شوق فرمایئے۔''

اس نے سعادتمندی سے میرے حکم کی تعمیل کی اور دھوئیں کے مرغولے بنانے لگی۔ کچھ عجیب سا انداز تھا' جسے میں کوئی نام نہ دے سکا۔ کافی کی پیالی ٹرالی میں رکھ کر وہ ٹرالی لے کر باہر نکل گئی۔

طبیعت بوجھل بوجھل سی ہو رہی تھی' چنانچہ میں باتھ روم میں گھس گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے لباس پہنا اور ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

ڈرائنگ روم کے ایک خوب صورت گوشے میں چھوٹا سا بار تھا۔ تین چار اسٹول، خوب صورت و نازک کانچ کی چھوٹی بڑی بوتلیں، ہلکی ہلکی روشنی ، یہ سب کچھ اہتمام سرور تھا۔

کامنی ایک اسٹول پر بیٹھی برانڈی پی رہی تھی۔

''ہیلو سویٹ رنجیت......!''اس نے جام اٹھاتے ہوئے مجھے پکارا۔

ہر چند کہ میں نوجوان تھا، شناسا لڑکیوں کے خیال میں میں کافی خوب صورت و ہینڈسم تھا، باوقار و سنجیدہ تھا چارمنگ پرسنالٹی کا حامل تھا، لیکن عشق کرنے کا سر دست میرا کوئی پروگرام نہ تھا۔ کامنی سے یوں بھی تکلف کی حدوں کو مضبوط رکھنا چاہتا تھا کہ یہ پتاجی کی پرسنل سیکرٹری ہے۔

''کیا پیش کروں۔؟''

کامنی اسٹول سے اتر کر میرے قریب آ گئی۔ میں نے حسین زندگی کا تصور کیا اور کافی کا کہہ دیا۔

''رنجیت صاحب لوگ اتنی شدید سردی میں برفباری سے لطف اندوز ہونے جب شملہ آتے ہیں تو اپنا آپ گرم رکھنے کے لیے وسکی اور برانڈی کا سہارا لیتے ہیں۔''

''شکریہ، مجھے کافی کا سہارا ہی بہت ہے۔''

''تعجب ہے۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، آپ دوارکا تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ مجھے کافی کی ایک پیالی درکار ہے، فوری اور اسی وقت............!'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''بہت اچھا......'' وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی واپس باہر کی طرف چلی گئی۔

''کامنی دیوی خیال رہے کہ میں راہ چلتا کوئی نوجوان نہیں ہوں بلکہ آپ کے اکلوتے باس کا اکلوتا سپوت ہوں۔''

میرے لہجے کی سختی اس نے فوراً محسوس کر لی اور فوراً ہی بولی۔

''یس سر......'' میرے لبوں پر مسکراہٹ رچ گئی۔

عشق کا بھوت ایک لمحے میں اتر گیا تھا۔ وہ بار سے کچن کی طرف چلی گئی تھی اور ڈرائنگ روم کی دیوار پر ٹنگی ہوئی رائفل پر میری نظریں مرکوز ہوگئیں۔ بھوپال کا خوفناک جنگل اور اس میں شکار بے حد عمدہ رہے گا۔ مجھے رمیش کا خیال آیا وہ شکار کے معاملے میں بڑی حد تک واقفیت رکھتا تھا۔ میں نے سوچا، کیوں نہ اس سے رابطہ قائم کیا جائے اور بھوپال کے جنگلات کا مزہ لوٹا جائے، چنانچہ اس خیال کے تحت میں صوفے پر سے اٹھ کھڑا ہوا

اور ٹیلی فون کے نمبر ملائے۔

''رمیش..........!'' میں نے پوچھا، دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''وہ سو رہے ہیں۔''

''اس سے کہیے کہ اس کے پتا جی اپنے کاٹیج میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''جی، جی بہت بہتر ابھی اٹھاتی ہوں۔'' گھبرائی ہوئی آواز مجھے فون پر سنائی دی اور میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی چند لمحے بعد رمیش کی آواز فون پر سنائی دی۔

''جی پتا جی، کیسے یاد کیا۔؟''

''نالائق سپوت کو گولی مارنے کا خیال ہے۔''

''جی ہاں، بہت اچھا خیال ہے، ویسے اس کام کے لیے کل کا دن کتنا موزوں رہے گا۔''

''اچھا رہے گا، لیکن شملہ سے باہر جانے کا ارادہ ہے۔''

''بے حد اچھا ارادہ ہے لیکن کہاں جانے کا..........؟''

''بھوپال، دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا نشانہ کیسا ہے۔؟''

''بھیا رنجیت، کیا یکسانیت سے اکتا گئے ہو۔؟''

''ہاں رمیش، جب تک ٹریننگ شروع نہیں ہو گی' اسی کیفیت سے دوچار رہنا پڑے گا سوچ رہا تھا کہ بھوپال چلتے اور شکار میں کچھ وقت گزارتے تو جی بہل جاتا۔''

''غلط سوچ ہے شکار اتنے خوب صورت موسم میں مناسب نہیں رہے گا' بہتر یہ ہے کہ تم میرے کاٹیج آ جاؤ تاکہ تمہیں بوریت سے دور ہونے کی ٹریننگ دے سکوں۔''

''اپنی ٹریننگ سے مجھے تو باز رکھو۔'' میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا، میں رمیش کی بات کا مطلب بخوبی جانتا تھا۔

''کس سوچ میں گم ہو گئے ہو۔؟'' رمیش کی آواز آئی۔

''کچھ نہیں، اچھا چھوڑو اگر تمہارا ارادہ نہیں تو پھر میں بھی نہیں جاتا۔'' رمیش ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا اور میں نے بھی اس پر زور دینا مناسب نہیں سمجھا۔

''برا مان گئے رنجیت، اچھا تم میرا انتظار کرو، میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے میرا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ میں نے بے دلی سے ریسیور کریڈل پر رکھا اور سگار بکس سے ایک سگار نکال لیا۔ سگار پیتے ہوئے میں نے سوچا۔

کیا عجیب سی زندگی ہو گئی ہے، پھیکی پھیکی، بے کیف سی زندگی...... فطرتاً میں تنہائی پسند تھا، رمیش کے علاوہ میرا کوئی دوست نہیں تھا لیکن کامنی کو ڈانٹنے کے بعد سے میں کچھ زیادہ ہی جھلا گیا تھا' مجھے اپنے تنہا ہونے کا شدت سے احساس ہو رہا تھا، اتنے میں کامنی میرے لیے کافی کا کپ لیے نمودار ہوئی۔ بلاشبہ کامنی ایک اچھی ساتھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن اس کی ذومعنی گفتگو اور خطرناک ادائیں مجھے کھلتی تھیں۔ بنیادی طور پر مجھ میں چند خامیاں تھیں، میں لڑکیوں سے زیادہ بے تکلفی پسند نہیں کرتا تھا...... شراب سے بے پناہ نفرت کرتا تھا...... خواہ وہ کسی بھی مقصد کے لیے استعمال کی جائے، میرے مسلمان ساتھی میری ان ہی خامیوں کی بناء پر مجھے بے حد پسند کرتے تھے اور میں بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ اس لیے کہ ان میں بھی یہی خامیاں تھیں کہ وہ گناہوں سے دور بھاگتے تھے۔ پہلی بار جب میں شملہ آیا تو مجھے پتا جی کے کاٹج میں اس سجے ہوئے بار کو دیکھ کر قطعاً حیرت نہ ہوئی

تھی۔ وہ بے تحاشا دولت کماتے تھے اور دولتمندوں کی نظر میں دولت کا صحیح مصرف یہی ہے کہ وہ شراب پی کر خدمت خلق کریں۔ نازک نازک شیشے جیسی نازک دوشیزاؤں کے جسموں کو روندیں، اور انہیں موٹی موٹی رقمیں دیتے رہیں تا کہ انہیں اپنے جسم کے پامال ہو جانے کا کوئی ملال نہ ہو اور ان موٹی رقموں سے وہ اپنی اور دوسروں کی ضروریات پوری کر سکیں۔

ہر چند کہ رمیش میں بھی یہی برائیاں تھیں، وہ ایک دولتمند باپ کا بگڑا ہوا بیٹا تھا' دنیا بھر کی عیاشیوں میں باپ کی دولت استعمال کرتا' فلیش کھیلنے بیٹھتا تو کئی دنوں تک اپنے کمرے سے باہر نہ نکلتا' شراب پینے بیٹھتا تو اس وقت تک شراب ہاتھ سے علیحدہ نہ کرتا جب تک کہ اس کا رواں رواں شراب سے سیراب نہ ہو جائے، اس کے مساموں سے پسینے کی جگہ شراب کے قطرے نمودار نہ ہو جائیں' کسی حسینہ سے دوستی کرتا تو اس وقت تک اس کا ساتھ نہ چھوڑتا جب تک کہ وہ حسینہ رمیش سے تنگ نہ آ جاتی، ان تمام برائیوں کے باوجود رمیش ایک اچھا اور مخلص دوست تھا۔ یہ تمام حرکتیں وہ میرے سامنے نہیں کرتا تھا بلکہ ان کے ذکر تک کو زبان پر نہ لاتا تھا۔

''رنجیت صاحب! کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔''

کامنی کی آواز پر میں چونک گیا۔

''اتنا سوچنا اچھا نہیں ہوتا رنجیت صاحب۔'' وہ آہستہ سے بولی۔ میں نے سگار ایش ٹرے میں رکھا اور کپ اٹھا لیا۔

''دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنا ایک ساتھی چن لیتے ہیں، کسی ایک چیز سے پیار کرتے ہیں' مجھے بس اپنی سوچوں سے پیار ہے...... یہ میری تنہائی کی ساتھی ہیں۔''

''لیکن رنجیت صاحب ایسے لوگ خود پرست ہوتے ہیں' دوسروں کے احساسات کی قدر نہیں جانتے۔'' کامنی اپنے دستانے ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

''کامنی دیوی، آپ سچ کہتی ہیں، ایسے لوگ واقعی بے حس ہوتے ہیں ایک مقررہ وقت تک جب انہیں ان کے خوابوں کی تعبیر مل جاتی ہے، یہ لوگ کسی قابل ہو جاتے ہیں تو ان سے زیادہ حساس کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔''

''شاید آپ ہی ٹھیک کہتے ہوں، لیکن اگر انسان سوچوں میں ڈوبا رہنے کی بجائے کوئی کام کرے، کچھ تخلیق کرے، زندگی کی بے شمار دلچسپیوں میں حصہ لے تو انسان ایک ایسی شخصیت اختیار کر جاتا ہے جسے دنیا اس کے نام سے پہچانتی ہے، یہ نہیں جانتی کہ ان کا محبوب فنکار بھوکا ہے یا اس کا پیٹ بھرا ہوا...... وہ امیر ہے کہ غریب بس وہ اس کی تخلیقات سے اس کے فنکارانہ احساسات سے اس کی قدر کرتی ہے، اسے پہچانتی ہے۔''

''ہر ایک نے اپنا فلسفہ زندگی اپنایا ہوا ہے اور بس اسی سے پیار کرتا ہے، اس لیے اس بحث کو جانے ہی دیجئے...... خیالات کی ہم آہنگی محض اتفاق پر مبنی ہوتی ہے، ورنہ ہر پہلا انسان دوسرے انسان کے خیالات سے اختلاف رکھتا ہے۔''

میں کامنی کی فلسفیانہ گفتگو سے عاجز آ گیا تھا، اس لیے میں نے بحث کا خاتمہ کر دیا۔ کافی کا کپ خالی کر کے کامنی کو تھما دیا اور صوفے پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''سرکار، رمیش بابو آئے ہیں۔'' دوارکا نے اطلاع دی۔

''اسے اندر بھیج دو۔''

دوارکا واپس چلا گیا اور چند لمحے بعد رمیش اندر داخل ہوا۔ وہ تنہا نہیں تھا، اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ کامنی میرے قریب ہی کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی رمیش مجھے نظر انداز کرتا ہوا کامنی کے قریب آیا۔

''مجھے رمیش کہتے ہیں، اور آپ..........؟''

''رمیش، یہ کامنی ہیں، پتا جی کی پرائیویٹ سیکرٹری، اور آج کل یہاں چھٹیاں گزارنے آئی ہیں۔''

کامنی کی بجائے میں نے جواب دیا۔

''اور امیر زادوں سے بے پناہ نفرت کرتی ہیں۔'' میں نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''وری سیڈ نیوز......'' وہ ہاتھ ملتا ہوا بولا اور اپنے لباس پر سے برف جھاڑنے لگا۔

''تمہارے پتاجی نے شاید ایٹی کیٹس نہیں سکھائے ورنہ تم برف باہر جھاڑ کر آتے۔''

''اس میں میرا کیا قصور پتاجی، آپ نے ٹریننگ ہی غلط دی ہے۔'' وہ مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا' اس بات پر کامنی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''آپ بھی تشریف رکھیے۔'' میں نے اس کی ساتھی لڑکی سے کہا۔

''پتاجی، اس بار شملہ میں برف کچھ زیادہ ہی پڑ رہی ہے۔'' اس نے کامنی کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں لیکن احمق اور نالائق سپوتوں کے پتا سردی کا احساس ختم کرنے کے لیے محض کافی پر گزارہ کر لیتے ہیں جبکہ تم جیسے نالائق سپوت ان رنگین سہاروں کا سہارا لیتے ہیں۔''

''بچپن میں اگر آپ مجھے کافی کی اہمیت کا احساس دلا دیتے تو یہ گستاخی کبھی سرزد نہ ہوتی۔''

وہ مزاح آمیز شرمندگی سے بولا۔ اس کے لبوں پر چند لمحے قبل والی شریر مسکراہٹ اچانک غائب ہو گئی تھی۔

''اگرچہ یہاں یہ رنگین سہارا کافی مقدار میں موجود ہے لیکن میں آپ کی خاطر تواضع کافی سے کر سکوں گا۔''

''اور میں سعادتمندی سے خاطر تواضع قبول کر لوں گا۔'' وہ پے در پے طنز سے جھلا سا گیا تھا' میں نے کامنی کی جانب دیکھا جو ابھی تک ہم دونوں کی گفتگو میں دلچسپی لے رہی تھی۔

''مناسب سمجھیں تو ان بن بلائے مہمانوں کی کچھ خاطر کر دیں۔''

''بہت بہتر..........'' وہ واپس کچن میں چلی گئی۔

''یہ میری کزن ہے سادھنا...... جب میں کاٹیج پہنچا تھا تو یہ وہاں پہلے سے موجود تھیں۔''

رمیش نے صفائی پیش کی، وہ میرے ساتھ ہی شملہ آیا تھا اور میں اسے کاٹیج چھوڑتا ہوا اپنے کاٹیج پر آ گیا تھا۔

''اگر سادھنا دیوی تمہاری کزن ہیں، تب فون پر میری آواز سن کر گڑ بڑا سی کیوں گئی تھیں۔؟''

''تم تو بلاوجہ بال کی کھال اتارنے میں مصروف ہو جاتے ہو۔'' رمیش نے مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا مگر اس کے آنکھ مارنے میں بھی بے چارگی تھی۔

''سادھنا دیوی، آپ مائنڈ نہ کیجئے گا رمیش مجھے بہت عزیز ہے، اگرچہ اس کی حرکتیں بڑی حد تک ناگوار ہیں لیکن اس کے سدھرنے کے وسیع امکانات ہیں۔''

''اوہ مائی ڈیڈ...... ان تمام تفصیلات کی آخر کیا بات ہے، بس آپ مجھے عزیز ہیں اور میں آپ کو، اتنا بہت ہے۔''

''تم چپ رہو نالائق۔'' میں نے اسے ڈانٹا اور پھر سادھنا سے مخاطب ہوا۔

''میں اس کی ناگوار حرکتوں کا ذکر کر رہا تھا یہ شراب پیتا ہے، مجھ سے چھپا کر، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ شراب کو بری چیز سمجھتا ہے اور اسی لیے مجھ سے چھپاتا ہے، اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جو مجھ سے چھپائی جاتی ہیں، لیکن میرے علم میں کسی نہ کسی طرح آ جاتی ہیں، اس لیے یہ قابل معافی ہے۔''

جانے کیوں میں رمیش کو زک پہنچانے پر تلا بیٹھا تھا شاید اس لیے کہ اس نے سادھنا کی وجہ سے شکار پر جانے سے انکار کر دیا تھا اور اپنے طور پر کوئی خوب صورت بہانا تراشتا رہا تھا۔

''رنجیت صاحب! رمیش مجھ سے آپ کا ذکر کر چکے ہیں، میں ان کی کزن نہیں، درحقیقت میں بمبئی کی اعلیٰ درجے کی کال گرل ہوں، میرا ایمان

پیسہ ہے، رمیش مجھے میری خدمات کا معقول معاوضہ دیں گے اور اس کا کچھ حصہ میں پیشگی وصول کر چکی ہوں، یہ سچ ہے کہ میں آپ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی شملہ پہنچ چکی تھی، انہوں نے آپ کے پتا جی کا بھی ذکر کیا تھا اور آپ کے پتا جی مجھ سے بڑی اچھی طرح واقف ہیں نہ صرف مجھ سے بلکہ بمبئی کی بیشتر کال گرلز سے......''

سادھنا کے اس انکشاف پر مجھے قطعاً حیرت نہ ہوئی' میں نے اطمینان وسکون سے اس انکشاف کو سنا، جبکہ رمیش کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی، وہ میری موجودگی کا لحاظ کر کے خاموش بیٹھا رہا ورنہ شاید وہ سادھنا کو اٹھا کر باہر پھینک دیتا' اسے میرے اطمینان پر حیرت تھی اور وہ متعجب نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔

''سادھنا دیوی......! نہ تو یہ قصور آپ کا ہے کہ آپ میرے پتا جی سے واقف ہیں اور نہ ہی یہ ان کا کہ وہ آپ جیسی بے شمار کال گرل سے واقف ہیں' بات صرف اتنی ہے کہ یہ تمام کھیل پیسہ کے بے قابو ہو جانے کی وجہ سے عمل پذیر ہوتے ہیں۔ میں ان کھیلوں میں کیوں نہیں دلچسپی لیتا یہ ایک الگ سوال ہے۔''

''اس پر مجھے حیرت ہے......!'' سادھنا نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''حیرت کی کوئی بات نہیں، باوجود اس کے کہ میں ان کھیلوں میں بڑی آسانی سے حصہ لے سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میرے پتا جی کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا، لیکن مجھے ایک مقررہ رقم مل جاتی ہے جس میں سے جو خرچ ہوتا ہے وہ کرتا ہوں اور باقی رقم ایک اکاؤنٹ میں جمع کراتا رہتا ہوں، اس لیے کہ پیسہ جب بے قابو ہو جاتا ہے تو انسان ایک ایسی کشتی کی مانند ڈولتا ہے جو بھرے سمندر میں طوفان کی لپیٹ میں جا رہی ہوتی ہے، اور پھر آہستہ آہستہ مکمل طور پر طوفان کی لپیٹ میں آ جاتی ہے تب شاید وہ جمع شدہ تھوڑی بہت رقم پتا جی کے لیے سہارا بن جائے، مگر میرے خیال میں شاید ایسا کوئی وقت جلد نہیں آئے گا۔''

میں نے مسکراتے ہوئے خوش دلی سے سادھنا کو تفصیلات سے آگاہ کیا۔

''آپ میری سمجھ سے بالاتر ہیں رنجیت......'' رمیش مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

میں نے سادھنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سادھنا دیوی آپ رمیش کو کیا دے سکتی ہیں، کیا زندگی کا وہ انوکھا سکون، جس کا ایک انسان طلب گار ہوتا ہے۔ نہیں، آپ چند لمحوں کے طوفان کو سکون نہیں کہہ سکتی، اگر محض جسموں سے آسودگی حاصل ہوتی یا شراب پی کر زندگی پر سکون ہو جاتی تو انسان کو ایسی کوئی جدوجہد نہ کرنا پڑتی جس کا آخری سرا سکون ہوتا ہے، جس کی منزل سکون ہوتی ہے، زندگی سمندر کی ایک بے حد حسین لہر ہے جو تیزی سے ساحل پر جاتی ہے اور اس بے چینی سے سمندر میں مل جانے کی ناکام کوشش کرتی ہے آخر تھک ہار کر ساحل پر بکھر جاتی ہے تب ایک ٹھہراؤ سا آ جاتا ہے چند لمحے کو سمندر کی لہریں پر سکون ہو جاتی ہیں اور آہستگی سے ساحل کا رخ کرتی ہیں کہ اطمینان سے ساحل پر بکھریں۔''

''بھگوان، بھگوان......اے انسانی شکل کے دیوتا یا تو مجھے اپنے جیسا بنا لے یا چپ سادھ لے کہ ہم گمراہ لوگ ہیں۔''

رمیش تیزی سے میرے قریب آ کر دونوں ہاتھ جوڑنے لگا۔

''سرکار کے چرنوں کو چھو لو رمیش بابو کہ ان چرنوں سے بڑا سکون ملے ہے۔''

دوارکا ٹرالی دھکیلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر بولا۔ رمیش نے دوارکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اپنے سرکار سے اجازت دلا دو۔''

''کیا پاگل پن ہے رمیش، آرام سے بیٹھو اور کافی پیو۔''

''سرکار کافی کھود ہی بنا لیویں، اپنے بس کی بات نا ہیں۔'' دوارکا نے بتیسی دکھائی۔

''جاؤ جا کر کامنی کو بھیجو۔''

''میں بنا دیتی ہوں۔'' سادھنا اٹھ کر ٹرالی کے پاس آ گئی اسی اثناء میں کامنی بھی آ گئی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مہمانوں کو زحمت دی جائے۔'' وہ مسکراتے ہوئے سادھنا سے مخاطب ہوئی اور کافی بنانے لگی۔

''انہیں مہمانوں کا بڑا خیال رہتا ہے رمیش......!'' میں نے کامنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور کامنی جھینپ گئی۔ رمیش نے سگریٹ سلگا لیا۔

سادھنا شاید گرمی محسوس کر رہی تھی، اس لیے اس نے اوور کوٹ اتار دیا۔

''شنکر کا کچھ پتہ چلا۔؟'' میں نے رمیش سے پوچھا، شنکر اس کا بڑا بھائی تھا جو گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔

''پولیس میں چلے گئے ہیں۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''کوئی بڑا عہدہ۔؟''

'ہاں، سنا ہے کہ کوئی بڑا عہدہ مل گیا ہے، کلکتہ میں پوسٹنگ ہے آج کل ان کی......!''

''بہت خوب، تو اسے جینے کا ڈھنگ آتا تھا باپ کی مالی حیثیت کو زندگی کا سہارا نہ بنایا۔''

جواباً رمیش مسکرا دیا شاید وہ مسلسل میری چبھتی ہوئی باتوں پر سدھرنے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔

پھر کافی کا دور شروع ہو گیا۔ کامنی نظریں جھکائے بیٹھی تھی جبکہ سادھنا ڈرائنگ روم کی آرائش کا معائنہ کر رہی تھی۔

''یہ پینٹنگ کس کی ہے رنجیت صاحب۔؟'' اس نے ایک قد آدم پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا۔

''میں لاعلم ہوں، شاید کامنی دیوی آپ کو کچھ بتا سکیں۔'' میں نے کامنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ پینٹنگ ایک ایسی فنکارہ کی ہے جسے نام کمانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔''

کامنی کسی قدر اداس لہجے میں بولی۔

رمیش کپ خالی کرتے ہوئے بولا۔

''میں سمجھ گیا کس کی ہے۔؟''

'کس کی ہے۔؟'' سادھنا رمیش کی جانب متوجہ ہوئی۔

''کامنی دیوی کی......!'' رمیش کے جواب دینے سے قبل ہی میں بول اٹھا اور کن انکھیوں سے کامنی کا جائزہ لیا جس کی آنکھوں میں اداسی کی مدھم چمک تھی۔

''آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔؟'' سادھنا نے ایک معصوم سوال داغ دیا۔

''پہلے معلوم نہ تھا۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''میرے خیال سے آپ کی بوریت دور ہو گئی۔'' رمیش مجھ سے مخاطب ہوا۔

''بڑی حد تک، اس لیے یہ طے پایا ہے کہ ہم چاروں تاش کھیلیں گے رات بھر اور پھر صبح سو جائیں گے، آپ کا کیا خیال ہے۔''

میں نے پروگرام بتا کر کامنی سے پوچھا، اس نے اقرار میں گردن ہلا دی، رمیش اور سادھنا بھی آمادہ تھے، چنانچہ رمیش نے کہا۔

''میرے خیال سے پہلے ڈنر کی تیاری کر لی جائے اگر یہ دونوں دیویاں راضی ہوں اور دیوتا اجازت دیں۔''

''اجازت ہے......'' میں نے شاہانہ انداز میں آواز کو باوقار بناتے ہوئے کہا اور دونوں دیویاں مسکراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئیں۔

''سر، ایک پرسنل سوال کر سکتا ہوں۔''

ان کے جانے کے بعد رمیش قریب آتا ہوا بولا، میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''آپ اور کامنی میں کچھ انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی ہے۔''

''تعجب ہے، میری تمام باتیں، میرے خیالات سننے کے بعد بھی تم ایسا احمقانہ سوال کر رہے ہو......؟''

''معافی کا خواستگار ہوں، بس کامنی کے انداز نے شک میں مبتلا کر دیا تھا۔''

''رمیش، تمہارا رنجیت زندگی میں ایک ہی بار کسی کو چاہے گا اور اپنانے کے خیال سے اور اگر حالات نے ساتھ دیا تو اپنا کر اپنی ایک علیحدہ دنیا بسائے گا۔''

''اچھی سوچ ہے، لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کسی کو کبھی، زندگی کے کسی موڑ پر چاہنے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں۔'' اس نے شریر انداز میں پوچھا۔

''شاید......!'' میں نے مختصر سا جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

اور پھر میں کھانے کے انتظار میں سگریٹ سے دل بہلانے لگا اور رمیش کسی انگریزی رسالے کی ورق گردانی میں مصروف ہو گیا۔

رات بھر تاش کی بازی جمی رہی، کامنی اور سادھنا نے تاش میں جوش وخروش سے حصہ لیا' مختلف کھیل ہوتے رہے کبھی رمی کبھی کورٹ پیس، آخر کار صبح ساڑھے پانچ بجے ہم نے کھیل بند کیا۔ رمیش میرے ساتھ ہی بستر پر دراز ہو گیا تھا اور سادھنا کامنی کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ رمیش لحاف تان کر سو گیا تھا میں بستر سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گیا، سگریٹ جلائی اور پاؤں پھیلا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ ہی دیر مجھے بیٹھے ہوئے ہوئی تھی کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کوئی نظر نہ آیا میں نے اسے اپنا واہمہ سمجھ کر پھر سگریٹ کے کش لینے لگا لیمپ کی مدھم روشنی میں مجھے اس طرح بیٹھا رہنا بیحد اچھا معلوم ہوا چند لمحے اسی طرح گزر گئے

اچانک پھر مجھے محسوس ہوا کہ کوئی ڈرائنگ روم میں آیا ہے اور پھر میرے خیال کی تصدیق ہوگئی سادھنا محتاط قدموں سے چلتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔

''رنجیت سرکار! جانے کیوں مجھے یہ احساس ہوا کہ آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں اور میں اپنے خیال کی تصدیق کرنے چلی آئی آپ کو اس طرح میرا آنا برا تو نہیں معلوم ہوا۔؟''

وہ دھیمے لہجے میں بولی، اس کے خوب صورت بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے، ایک شریر لٹ ماتھے پر آ گئی تھی آنکھوں میں ویرانی تھی چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو اور رمیش کو ایک کمرے میں یکجا نہ رکھ سکا۔''

''مجھے آپ کی عظمت کا اعتراف ہے رنجیت صاحب سب کچھ پیسہ ہی تو نہیں ہوتا' انسان کے احساسات اور اصول بھی کوئی چیز ہوتے ہیں۔''

''مگر میں تو بہت بے حس شخص ہوں، جسے بے شمار لوگ خود پرست بھی کہتے ہیں۔''

''اس وقت میں آپ کے پاس ایک درخواست لے کر آئی ہوں امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے، بلکہ یہ خیال کر کے کہ میں ایک گمراہ لڑکی ہوں، میری درخواست قبول کر لیں گے۔''

میں خاموش رہا زندگی میں کبھی کسی کال گرل سے واسطہ نہ پڑا تھا، لیکن مشاہدے بے پناہ تھے۔

''کہیے سادھنا دیوی، بلا تکلیف کہیے۔''

''میں برانڈی پینا چاہتی ہوں حلق خشک ہو رہا ہے اور سردی کا احساس بہت تکلیف دہ ہے۔''

''سامنے بار ہے، جتنی پینا چاہیں پی سکتی ہیں...... آپ پر کوئی پابندی نہیں، البتہ رمیش کو اجازت نہیں ہے۔''

''شکریہ......'' سادھنا بار کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔ میں اسے شراب پیتے دیکھنے لگا' زندگی کی چند گھڑیوں کو شراب کی نذر کر کے لوگ سکون

حاصل کرتے تھے اور پھر بے اطمینانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا میں نے دوسری سگریٹ سلگالی تھی۔

''رنجیت صاحب! آپ نے کبھی پریم کیا ہے۔؟''اس نے دوسرا پیگ بناتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں کیا ہے............!''

''کس سے۔؟''

'اپنے آپ سے، اپنے مستقبل کے خواب سے......!''

''آپ کیا ہیں آخر۔ کیا کبھی کوئی آپ کو سمجھ سکا ہے۔؟''

''جو خود اپنا آپ سمجھ لیتے ہیں انہیں دوسروں کو سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔''

میرے جواب پر وہ خاموش ہوگئی اور خاموشی سے اپنا حلق تر کرنے لگی۔

کچھ دیر بیٹھ کر میں واپس اپنے کمرے میں چلا گیا اور لحاف اوڑھ کر سو گیا۔

دوسرے دن دوپہر کے بعد آنکھ کھلی تو دوارکا کمرے میں داخل ہوا۔

''رمیش کہاں ہے۔؟''میں نے اس کا بستر خالی دیکھ کر پوچھا۔

''سرکار، وہ تو کبھی کے واپس چلے گئے۔''

''اچھا.....''

''آپ غسل کرلیں تو میں ناشتے کا انتظام کرتا ہوں۔''یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا رمیش بغیر بتائے چلا گیا تھا شاید وہ سادھنا کو دی ہوئی رقم سے مکمل طور پر فیض یاب ہونا چاہتا تھا اور میری موجودگی میں اس کے لیے یہ ناممکن تھا۔

بے چارہ.......... مجھے اس کی حالت پر ترس آنے لگا، کیسے سہارے اپنائے ہیں اس نے۔ غسل سے فارغ ہوا تو کامنی میز پر ناشتہ سجائے میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بلیک ٹراؤزر اور چمڑے کی کالی جیکٹ پہنے ہوئے تھی، آج اس کا چہرہ میک اپ سے عاری تھا، البتہ ایک چھوٹی سی خوب صورت نتھ کا اضافہ تھا۔ سیاہ اور لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

''کامنی دیوی، آپ تو مستقل یہاں رہتی ہیں کیا شملہ جیسے خوب صورت سرسبز پہاڑی علاقے میں کسی رومان نے جنم لیا۔''

میں نے ایک بے تکا سا سوال کیا، مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ اس نے گفتگو کی جائے ورنہ وہ کس قدر سیریس ہوگئی تھی۔

''آپ تو رومانی دنیا کے باسی نہیں پھر اس سوال کا مقصد۔؟''اس نے متعجب نظروں سے مجھے دیکھا۔

''بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا، میں ہر اس رومان کا انجام جاننا چاہتا ہوں جو بڑے جوش و خروش سے شروع ہوا ہو۔''میں نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔

''جو انسان آغاز محبت سے ہی واقف نہ ہو اسے محبت کرنے والوں کے انجام سے دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔''

کامنی خفگی سے بولی، اس کے بعد میں کچھ نہ بولا بس چپ چاپ ناشتے میں مصروف رہا ناشتے سے فراغت پا کر سگریٹ سلگا کر بیٹھ گیا۔ کامنی نے بھی بلا اجازت سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال لی تھی۔ مجھے اس کی یہ حرکت کسی قدر کھلی لیکن میں نے اسے کچھ نہ کہا۔

اتنے میں دوارکا کمرے میں داخل ہوا، چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

''کیا بات ہے دوارکا، پریشان کیوں ہو۔؟''

''چھوٹے سرکار، ایک پولیس افسر آئے ہیں بڑے سرکار کا پوچھ رہے تھے، میں نے کہا وہ نہیں ہیں پر چھوٹے سرکار ہیں وہ آپ سے ملنے کا کہہ رہے تھے۔''

''پولیس افسر پتاجی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔؟'' میں نے کامنی کی طرف دیکھا، وہ سراسیمہ سی مجھے دیکھ رہی تھی۔

''انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں وہیں آ رہا ہوں۔'' میں نے دوارکا سے کہا اور کپڑے تبدیل کرنے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو ایک قد آور شخص پولیس کی وردی میں صوفے پر بیٹھا پائپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں ایس پی شنکر رائے ہوں۔'' اس نے مصافحہ کرتے ہوئے تعارف کرایا۔

''مجھے رنجیت کہتے ہیں۔'' جواباً میں نے اپنا تعارف کرایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''غالباً آپ پرکاش کمار ورما صاحب سے ملنے آئے ہیں۔''

''جی ہاں، مگر معلوم ہوا کہ وہ تو موجود نہیں، اس لیے سوچا آپ ہی سے ملتا جاؤں۔''

وہ اپنی خوب صورت انداز میں تراشی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

''فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔؟'' میں نے دریافت کیا ایس پی شنکر رائے نے ایک لحظے کے لیے مجھے دیکھا، پھر جیکٹ کی جیب سے ایک پاسپورٹ سائز کی تصویر نکال کر میری طرف بڑھا دی۔

''ان صاحب کے بارے میں آپ کے پتاجی سے دریافت کرنا تھا۔''

میں تصویر کو بغور دیکھنے لگا، ایک غیر ملکی کی تصویر تھی جس کی چینی طرز کی باریک اور لمبی مونچھیں تھیں' شکل سے وہ یورپین لگتا تھا۔ عمر میرے انداز کے مطابق پچاس کے لگ بھگ تھی۔

''سوری، میں تو ان صاحب سے ناواقف ہوں اگر یہ صاحب پتاجی کے دوستوں میں سے ہیں تو میں ان کی پرسنل سیکرٹری کو بلاتا ہوں، شاید وہ آپ کی کچھ مدد کر سکیں۔'' میں نے دوارکا کی طرف دیکھا جس کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا۔

''کامنی دیوی کو بلاؤ۔''

''بہتر سرکار......!'' وہ کامنی کو بلانے اندر چلا گیا۔

میں ایس پی شنکر رائے سے مخاطب ہوا۔

''آپ کی پوسٹنگ شملہ میں ہے یا..........؟'' میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''آج کل تو بمبئی میں ہے، وہاں آپ کے پتاجی موجود نہ تھے چنانچہ میں شملہ چلا آیا ویسے اس سے قبل میں کلکتہ میں تھا۔''

ایس پی شنکر رائے کی اس بات پر میں چونکا' رمیش کا بھائی شنکر بھی کلکتہ میں تھا یہ شخص کہیں اس کا بھائی تو نہیں۔

اس خیال کے تحت میں نے ایک اور سوال کیا۔

''رائے کھنہ کے صاحبزادے ہیں آپ۔؟'' شنکر رائے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میرے پتاجی سے آپ کیسے واقف ہیں۔؟''

''چند روز قبل انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، کیا آپ کو علم ہے۔؟''

''نہیں، مجھے کوئی خبر نہیں اب کیسے ہیں وہ۔؟'' شنکر رائے پہلو بدلتا ہوا بولا۔

''ٹھیک ہیں، دورہ معمولی تھا، رمیش ان سے ملنے گیا تھا اور ایک دن ان کے پاس بھی رہا تھا۔''

''آپ رمیش سے بھی واقف ہیں۔؟'' اسے مزید حیرت ہوئی۔

''شملہ میں ہی ہے وہ اس وقت..........!''

میں تفصیل سے احتراز برت رہا تھا، اور ٹکڑوں میں اسے اس کے بھائی اور پتا کے بارے میں بتا کر اس کی حیرت میں اضافہ کر رہا تھا' ابھی شاید گفتگو کا یہ سلسلہ جاری رہتا کہ کامنی دوارکا کے ہمراہ اندر داخل ہوئی۔

''کامنی دیوی، یہ ایس پی شنکر رائے ہیں اور ایک سلسلے میں آپ سے مدد درکار ہے۔''

میں نے پرسکون لہجے میں کامنی سے کہا کامنی کچھ مضطرب دکھائی دے رہی تھی اور اپنے اضطراب پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی میں نہیں جانتا کہ شنکر رائے بھی کامنی کی اس کیفیت کو سمجھ سکا تھا یا نہیں بہر حال میں نے اس کی دی ہوئی تصویر کامنی کے ہاتھ میں تھما دی۔

''کیا ان صاحب سے واقف ہیں۔۔؟'' شنکر رائے نے براہ راست کامنی کو مخاطب کیا۔

''جی کچھ یاد نہیں پڑتا کہ انہیں کہاں دیکھا ہے، صورت شناسا محسوس ہوتی ہے لیکن......؟''

''ذہن پر خوب اچھی طرح زور دیجئے، ان صاحب کو آپ نے کہاں کب آخری بار دیکھا تھا' ویسے یہ صاحب آپ کے باس پرکاش کمار ورما کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔''

شنکر رائے نے یہ جملہ چبھتے لہجے میں کہا تھا، کامنی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا اور خوفزدہ سے انداز میں بولی۔

''جی، جی ہاں مجھے معلوم ہے۔'' اس کے چہرے کی رنگت اڑ گئی تھی۔

''اب آپ بیٹھ جائیے آرام سے، تاکہ میں آپ سے تفصیلی گفتگو کر سکوں۔''

شنکر رائے نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کامنی سے کہا میں اپنی نشست پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرے خیال میں شنکر صاحب! میں آپ کی ان آفیشل قسم کی باتوں میں بلاوجہ مخل ہو رہا ہوں، جب آپ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں تو مجھے یاد کر لیجئے گا۔''

''نہیں کوئی خاص بات نہیں، ویسے آپ کی مرضی۔''

اس نے مسکراتے ہوئے کہا، میں ڈرائنگ روم سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دوارکا میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا' کمرے میں آکر میں اپنے بیڈ پر لیٹ گیا۔

''چھوٹے سرکار کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' دوارکا سرگوشیانہ انداز میں بولا، میں نے اسے بغور دیکھا، وہ سر تا پا لرز رہا تھا۔

''کیا بات ہے دوارکا، جب یہ پولیس آفسر آیا ہے، تم خوفزدہ نظر آرہے ہو۔''

''چھوٹے سرکار، وفادار کتے خطرے کی بو پا کر خوفزدہ ہو ہی جاویں ہیں۔''

''خطرہ کیسا خطرہ دوارکا، میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

''چھوٹے سرکار، ایک راز کی بات کہنا چاہتا ہوں، کوئی سن نہ لے۔''

یہ کہہ کر اس نے میرے کمرے کا دروازہ بند کر دیا' مجھے اس کے انداز پر حیرت ہوئی دروازہ بند کر کے وہ میرے نزدیک آ گیا۔

''بوہت پہلے کی بات ہے چھوٹے سرکار، جب ہم بڑے سرکار کے ساتھ شادگڑھ کی جاگیر پر رہتے تھے، آپ کی ماتا جی ہمارے سامنے بیاہ کر آئی تھیں، دیکھنے میں بوہت کھوبصورت، بوہت اچھی تھیں سب کھادموں سے پیار کرتی تھیں اپنے ساتھ بے شمار جاگیر لائی تھیں پھر آپ پیدا ہو گئے۔ اسی جمانے میں بڑے سرکار کے ایک دوست ولایت سے بھوپال کے جنگلوں میں شکار کھیلنے کے لیے شادگڑھ آئے تھے۔''

وہ ایک لمحے کے لیے رک گیا، میں دلچسپی سے اس کی کہانی سن رہا تھا، چند لمحے بعد وہ بولا۔

''ان کے اس دوست کا نام ہنری تھا، اپنے ساتھ دارو کی بوہت ساری بوتلیں لایا تھا' آپ کی ماتا جی نے بڑے سرکار کو منع کیا تھا کہ حویلی میں دارو پینے والے دوست کو نا ہی رکھا جائے مگر بڑے سرکار نہ مانے۔ ہنری حویلی میں مردان کھانے میں رہا اور پھر بڑے سرکار کے ساتھ شکار پر چلا گیا۔

آپ کی ماتا جی نے ان لوگوں کی غیر موجودگی میں دارو کی ساری بوتلیں جاگیر کی چھوٹی تلیا میں پھینکوا دیں کوئی ایک مہینے بعد بڑے سرکار ہنری کے ساتھ واپس آئے ہنری دارون کی بوتلیں نہ پا کر جب ناک ہو گیا اور اس نے بڑے سرکار سے شکایت کی۔ بڑے سرکار بہت غصے میں آپ کی ماتا جی کے پاس گئے، اور ان سے ہنری کی دارون کی بوتلوں کا پوچھا۔

آپ کی ماتا جی نے اطمینان سے جواب دیا کہ وہ بوتلیں باہر پھینکوا دی ہیں، پھر بڑے سرکار بڑی دیر تک گرم ہوتے رہے آپ کی ماتا جی ان کی سب باتیں سنتی رہیں، جب بڑے سرکار چپ ہو گئے تو انہوں نے ہنری کو حویلی سے باہر نکل جانے کا حکم دیا' میں زنان خانے کے باہر کھڑا دونوں کی باتیں سن رہا تھا بڑے سرکار ہنری کے بارے میں یہ سن کر سکھت، ناراج ہوئے مگر آپ کی ماتا جی اپنے فیصلے پر اٹل تھیں' بڑے سرکار نے گصے میں آ کر بندوق سے گولی چلا دی آپ کی ماتا جی کی ہلکی سی چیخ نکلی اور پھر ان کے گرنے کی آواز آئی' بڑے سرکار تیزی سے باہر نکلے تو میں ان کو دیکھ کر چھپ گیا۔ بڑے سرکار مردان کھانے کی طرف چلے گئے پھر رات میں ہی ان کا دوست ولایت بھاگ گیا۔ دوسرے دن جاگیر میں کھبر پھیل گئی کہ بڑے سرکار کے ولایتی دوست نے مالکن کو گولی مار دی سب کو یہی کھبر تھی پر سچی بات ہم ہی جانتے تھے۔''

''بڑے سرکار کو اب بھی نہیں معلوم کہ اس راز سے ہم واقف ہیں۔''

دوارکا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، اس انکشاف نے میرا دماغ سن کر دیا تھا۔ پتا جی قاتل تھے، میری ماتا جی کے، اتنی معمولی بات پر انہوں نے قتل کر دیا تھا اور مجھے میری ماتا جی کی شفقت سے محروم رکھا تھا۔ میری آنکھیں چنگاریاں برسانے لگیں' بازوؤں کی مچھلیاں جوش انتقام میں پھڑک اٹھیں۔

دوارکا آنسو پونچھتا ہوا بولا۔

''پھر بڑے سرکار نے جاگیر بیچ دی اور بمبئی آ گئے، تب ہنری پھر بڑے سرکار کے پاس ولایت سے آیا اور تب سے ان دونوں کی کھوب دوستی ہے۔ پچھلی بار جب آپ شملہ آئے تھے تو ہنری اور دو ولایتی میمیں بھی اس کے ساتھ تھیں یہاں رہ کر تینوں کھوب دارو پیتے تھے۔ کامنی بھی ان کے ساتھ دیتی تھیں اور پھر ہم...... ہم کو شرم آوت ہے سرکار وہ کھراب کھیل ہووت تھے یہاں کہ ہم تصور بھی نا ہیں کر سکتے' آپ کے آنے سے پہلے بڑے سرکار بھی ان کے ساتھ ایسا کھیلتے تھے ہم آپ کو جو آج یہ راز بتا رہے ہیں وہ اس لیے کہ یہ پولیس اپھسر اسی ہنری کی تصویر کے بارے میں کامنی دیوی سے پوچھ رہا ہے۔''

دوارکا خاموش ہو گیا تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا وہ شاید اس راز پر سے پردہ ہٹا کر ہلکا ہو گیا تھا لیکن میں اپنا آپ بھول بیٹھا تھا کامنی میری ماتا جی کے قاتل کی محبوبہ تھی۔ وہ گھناؤنے کھیلوں میں حصہ لیتی تھی۔

''ٹھیک ہے پرکاش، رنجیت تمہیں دیکھے گا، اب تمہارا مقابلہ تمہارے اپنے خون سے ہے۔''

میں نے دانت پیتے ہوئے سوچا' میں مجسم انتقام بن چکا تھا مجھے اس کروڑ پتی سے نفرت ہو چلی تھی' جس نے شراب کی بوتلوں کی وجہ سے ایک عظیم اور سادہ لوح عورت کو قتل کر دیا تھا' میں اس قاتل کو اپنا پتا ماننے کو تیار نہ تھا۔ دوارکا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا میرے احساسات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا بالآخر وہ بول اٹھا۔

''چھوٹے سرکار! جوانی بڑی نادان ہووے ہیں صبر کریں اور سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھائیں۔''

میرے دل نے کہا، دوارکا ٹھیک کہتا ہے، اس کا مشورہ نہایت معقول ہے چنانچہ میں خود کو پرسکون کرنے میں مصروف ہو گیا اور سگریٹ سلگا کر دھوئیں کے مرغولے بنانے لگا، میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا چند لمحے میں سوچتا رہا، پھر ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلگا کر میں ڈرائنگ روم میں آ گیا جہاں شنکر رائے کامنی سے گفتگو میں مصروف تھا۔

''غالباً آپ اپنے کام سے فارغ ہو گئے ہوں گے۔؟'' میں نے زبردستی خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔

''یقیناً آپ کے پتاجی کی پرسنل سیکرٹری سے بڑی مفید معلومات حاصل ہوئی ہیں۔''

شنکر رائے نے کامنی کو ذو معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ضرور، ضرور غالباً تصویر کا مسئلہ حل ہوگیا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''سب ہی کچھ حل ہوگیا، اب بھاگ دوڑ کا کام باقی رہ گیا ہے۔'' شنکر رائے کامنی سے کوئی خاص بات معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا اس لیے وہ ضرورت سے زیادہ مسرور نظر آرہا تھا۔

''کامنی دیوی آپ کافی کا انتظام کروائیں۔'' میں نے کامنی کو بھگانے کی غرض سے کہا۔

کامنی خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی، تب میں شنکر رائے کی طرف متوجہ ہوا۔

''مجھے تم جیسے لوگ پسند ہیں شنکر جو خود کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، محض باپ کی دولت کا سہارا نہیں لیتے۔'' میں نے بے تکلفانہ انداز میں کہا شنکر نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

''مجھے تعجب نہیں ہوا رنجیت، اس لیے کہ جو شخص میرے پتاجی کے ہارٹ اٹیک کے بارے میں اطلاع رکھ سکتا ہے، وہ یقیناً مجھ سے بھی کسی قدر واقف ہوگا، جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے تم رمیش کے دوست ہو۔''

''تمہارے خیال سے مجھے کوئی انکار نہیں ہے شنکر...... رمیش اور میری عادات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، لیکن وہ بے حد پیارا نوجوان ہے، مجھے وہ سگوں سے زیادہ پیارا ہے شملہ ساتھ ہی آیا ہے، اگر چاہو تو میں اسے یہاں بلوالوں۔''

''بلوالو، میں ایک عرصے بعد اسے دیکھوں گا۔''

''اور مل کر خوش ہوں گے۔'' میں نے اس کا ادھورا جملہ مکمل کیا اور وہ مسکرانے لگا۔

میں رمیش کے فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''ہیلو......!'' رمیش کی آواز سنائی دی۔

''فوراً میرے کاٹیج پہنچو۔''

''زہر کیوں نہیں دے دیتے پتاجی۔'' وہ بے چارگی سے بول اٹھا۔

''معذرت خواہ ہوں ایسی حرکت سپوت کیا کرتے ہیں بہر حال یہاں تمہارے ایک شناسا تمہارے منتظر ہیں اور تم ان سے مل کر یقیناً خوش ہو گے۔''

یہ کہہ کر میں نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''ہاں تو کیا معلوم کیا کامنی سے۔؟'' میں شنکر سے مخاطب ہوا۔

''ایک بے حد لمبا چکر ہے رنجیت، جس کا کوئی سر پیر نہیں ایک شخص ہنری تھامس جس کا تعلق سوئیزر لینڈ سے ہے اور جو پولیس کے ہر محکمے کو درکار ہے وجہ یہ ہے کہ وہ یہاں پر کئی قتل کے جرم میں ملوث ہے، علاوہ ازیں اس پر اسمگلنگ کا بھی الزام ہے تعجب تو اس بات کا ہے کہ وہ یہاں کس راستے سے آتا ہے، ایک عرصے سے اس کی تاک میں ہیں مگر وہ ہاتھ نہیں لگتا پھر دوران تفتیش معلوم ہوا کہ اس کے آپ کے پتاجی پرکاش کمار ورما سے دیرینہ تعلقات ہیں ہنری تھامس پر تمہاری ماتاجی کے قتل کا الزام بھی ہے، جب ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ اس کا تعلق تمہارے پتاجی سے ہے تو پھر یہ جاننے میں دیر نہ لگی کہ پرکاش کمار ورما شپنگ ایجنسی کے مالک ہیں اور وہی اسے بھارت لانے کے ذمہ دار ہیں، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ پرکاش کمار ورما کے جہاز پر ہی یہاں آتا ہے اور میں اسی سلسلے میں پرکاش کمار ورما صاحب سے ملاقات کا خواہشمند تھا ویسے کیا تمہارے علم میں یہ تمام باتیں نہیں ہیں۔؟''

"نہیں شنکر، رمیش کا اور میرا طویل عرصہ سے ساتھ ہے، وہ میری تمام مصروفیات سے واقف ہے، تمہیں اگر کوئی شک ہے تو اس سے معلوم کر کے تسلی کر لینا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں، میں اتنی مختصر سی ملاقات میں تمہاری فطرت سے بخوبی واقف ہو گیا ہوں۔"

شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے اس کی اس بات سے اختلاف تھا، لیکن میں بلاوجہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا، کیونکہ بہر حال شنکر رائے ایک معقول آدمی تھا۔

"تو کیا اب ہنری تھامس اس ملک میں موجود نہیں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"فی الحال نہیں، لیکن اس کے جلد آنے کے امکانات ہیں اور اب ہمیں محض سمندر پر نظر رکھنی پڑے گی، پورٹ پر آنے والے تمام جہازوں کو مکمل طور سے چیک کریں گے۔"

"اچھا آئیڈیا ہے، ویسے اس سلسلے میں اگر تمہیں ذاتی طور پر میری مدد درکار ہے تو میں بخوشی ہر کام کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے اسے فراخدلی سے پیش کش کی۔

"خیال رہے کہ تمہارے پتا جی اس معاملے میں بڑی حد تک ملوث ہیں۔"

شنکر نے رشتہ کا احساس دلایا۔ وہ تنبیہ کرنا چاہتا تھا کہ میرا کروڑ پتی شخص سے ایک تعلق ہے، ناتا ہے۔

"کیا اگر اس وقت پرکاش کمار ورما کی جگہ تمہارے پتا ہوتے تب تم کیا کرتے۔؟"

"فرض پیارے فرض ویسے بھی اب کیا ناتا رہ گیا اس گھر سے جہاں ہر چیز پیسہ ہے۔" شنکر نے تلخی سے جواب دیا۔

"اگر سپوتوں پر اپنے پتا کا احترام لازم نہ ہوتا تو وقت بے وقت تنگ کرنے کا خیال دم میں ضرور آتا بلکہ عملی طور پر باغی ہو کر دکھایا جاتا۔" رمیش چیختا چنگھاڑتا اندر داخل ہوا، شنکر کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گیا۔ شنکر بدستور پائپ پینے میں مصروف تھا اور چہرہ اٹھائے رمیش کو بغور دیکھ رہا تھا۔

دو جوانوں کے جسم میں ایک ہی خون گردش کر رہا تھا، لیکن ایک کھلنڈرا تھا اور دوسرا سنجیدہ اور ذمہ دار نوجوان۔

"شنکر بھیا......" وہ بے طرح شنکر کے قدموں میں پڑ گیا اداکاری میں وہ ماہر تھا مگر اس لمحے وہ اداکاری کا مظاہرہ نہیں کر رہا تھا شنکر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بال خراب ہو جائیں گے بھیا......!" رمیش بچوں کی طرح اٹھلایا اور اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ شنکر کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا، شنکر کے انداز سے احساس ہوا کہ وہ محض جذباتی نوجوان نہیں رہا۔

"بھیا یہاں کیسے آ گئے، سنا تھا کہ آپ کلکتے میں قیام پذیر ہیں۔"

"تمہاری محبت کھینچ لائی ہے انہیں یہاں......!" میں نے کہا۔

"چھوڑیں، شنکر بھیا محبت کے معنی کیا جانیں۔؟" رمیش واقعی چھوٹا بھائی بننے پر تلا بیٹھا تھا۔

"کیا کر رہے ہو آج کل۔؟" شنکر نے براہ راست رمیش سے سوال کیا۔

"پائلٹ ٹریننگ، دو ماہ بعد مکمل پائلٹ اور پھر ژوں......!" اس نے ہاتھ جہاز کی طرف فضا میں لہرایا۔

"ویری نائیس، اور دو ماہ بعد تم بھی مکمل پائلٹ......" شنکر نے مجھ سے پوچھا۔

"یقیناً، اگر سانس جاری رہی۔"

"اچھا تو میرے پائلٹ ساتھیو! مجھے اجازت دو، اب واپس بمبئی جانا ہے۔"

"اتنی جلدی۔؟" رمیش نے متعجب انداز میں کہا۔

''بہت دیر سے آیا ہوں رمیش بہر حال رنجیت تم میری طرف سے دل میں میل نہ لانا، فرائض کی انجام دہی میں جان کی بازی لگادینے کا عادی ہو چکا ہوں۔''

''مجھے خوشی ہوگی شنکر، دل میلا کرنے کا کیا سوال............؟''

شنکر اٹھ کھڑا ہوا، اس کے ساتھ ہی ہم دونوں نے بھی نشستیں چھوڑ دیں۔

رمیش میری اور شنکر کی گفتگو کا مطلب نہ سمجھ سکا تھا اس لیے اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا پھر اس نے یکے بعد دیگرے ہم دونوں سے ہاتھ ملائے اور باہر نکل گیا۔ رمیش گم سم سا صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں پراسراری خاموشی چھاگئی چند لمحے بعد کامنی اندر داخل ہوئی اس کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اندر جا کر خوب روئی ہے۔

''کامنی دیوی میں نے آپ سے کافی کے لیے کہا تھا۔؟'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں معذرت خواہ ہوں۔'' اس کے تیور بدل گئے تھے' لہجہ بھی سخت تھا' اس نے مہذبانہ جملے میں انکار کردیا۔

''میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ حق تمہیں کیسے پہنچا کہ میرے مہمان کے لیے تم نے کافی لانے سے احتراز برتا۔؟''

''میں پرسنل سیکرٹری ہوں پرکاش کمار ورما صاحب کی' آپ کی ملازمہ نہیں۔'' کامنی نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''کامنی......!'' میں بے اختیار چیخا، رمیش نے اٹھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں اس کا ہاتھ جھٹک کر کامنی کی طرف بڑھا۔

''تم جیسی موڈرن طوائفیں بہت جلد اپنی اوقات بھول جاتی ہیں۔'' میں نے اس کے قریب جا کر زہریلے لہجے میں کہا۔ اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ رقصاں تھی اور جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور ایک بھرپور طمانچہ اس کے رخسار پر پڑا' وہ صوفے پر لڑھک گئی اور اس کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں دوار کا بھی بھاگا بھاگا آیا۔ رمیش نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

''آرام سے بیٹھو رنجیت بھیا، چراغپا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کامنی کے رویے کی تبدیلی کے پاس پردہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔''

''خاص بات............ایس پی صاحب کو روک لیا ہوتا تو تمام تفصیلات تمہارے علم میں آجاتیں۔''

میں دوبارہ اپنی نشست پر آکر بیٹھ گیا۔ رمیش واقعے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کررہا تھا، لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام ہی رہا۔

''تم بے حد بدتمیز ہو............!'' کامنی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

''اور کسی قدر ضدی اور خودسر بھی......!'' میں نے جملہ مکمل کیا۔ رمیش خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

''تمہیں تھپڑ مارنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔''

''میں تم جیسی لڑکیوں سے سخت نفرت کرتا ہوں کامنی، شدید نفرت۔''

''کس کس سے دور بھاگو گے رنجیت، تم اتنے بڑے باپ کے اکلوتے بیٹے' شراب نہیں پیتے، مجھ جیسی حسیناؤں سے دور بھاگتے ہو، زندگی کی حسین گھڑیوں کو ٹھکراتے ہو، ذرا سوچو زندگی کا نیا چاند قہقہوں اور آنسوؤں اور خوابوں کی حدوں سے دُور' اَن دیکھی شفق کے جزیروں پر کبھی طلوع نہیں ہوتا تم کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی کا انتظار کرتے کرتے تھک کر سوجاؤ گے تنہائی تنہائی کا زہر تمہارے رگ و پے میں سما جائے گا تب تم جانتے ہو کیا ہوگا خوابیدہ کائنات کی سسکیاں اور چاند کی ٹھنڈی آگ تمہیں بے چین کردے گی' وقت کسی پرانے دیوتا کا پرانا خواب بن کر اپنی جگہ ٹھہر جائے گا، تب تم بہت پچھتاؤ گے اپنے پتاجی کی تعین کردہ راہوں کو چھوڑو گے تو منزل سے بچھڑ جاؤ گے اور پھر شاید تم اپنے کاندھے پر تنہائی کا بوجھ لادے لادے تھک کر گر جاؤ گے کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا، تم مر جاؤ گے، لوگ رنجیت کو بھول جائیں گے جو کبھی خوبرو جوان ہوا کرتا تھا، بلکہ ان کے سامنے ایک چہرے پر جھریاں پڑی نحیف اور لاغر لاش پڑی ہوگی، تب شاید مرنے سے قبل تمہیں کامنی یاد آئے جسے مجبور و بے کس جان کر تم نے تھپڑ مارا ہے، محض اپنی انا کی تسکین کے لیے۔''

وہ خاموش ہوگئی، خوب صورت لفظوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا تھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ جلتی ہوئی سگریٹ نے میری انگلیوں کو اپنی زد میں لے لیا ہے۔ میں نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھادی کامنی نے پتاجی کا ذکر کر کے میرے زخموں کو پھر سے تازہ کر دیا تھا۔

''کامنی دیوی............!'' میں دانت پیستا ہوا بولا ''میں اس عمارت کو ڈھادوں گا جو تمہیں عیاشیوں کا سامان فراہم کرتی ہے، یہ نہ جاننا کہ مجھے کسی بات کی خبر نہیں، میں تم لوگوں کی ایک ایک بات سے باخبر ہوں۔''

میری بات سن کر کامنی خوفزدہ سی ہوگئی۔ رمیش اور دوارکا دم سادھے ہم دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ دوارکا اس گفتگو کا پس منظر جانتا تھا جبکہ رمیش جاننا چاہتا تھا' میں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا' رمیش اور دوارکا بھی پیچھے پیچھے چلے آئے کمرے میں آ کر میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیوں پریشان ہووے ہو چھوٹے سرکار۔'' دوارکا نے ہمدردی کا اظہار کیا۔

''زندگی ایک عجیب ڈگر پر آ گئی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہوگئی ہیں رمیش......!''

''جہاں تک میرا خیال ہے شنکر بھیا یہاں آ کر آپ لوگوں کو ہراساں کر گئے ہیں۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

دوارکا کا انکشاف، پتاجی کے بارے میں شنکر کا مزید انکشاف اور خوفزدہ ہرنی جیسی کامنی کا یکلخت رویہ بدل جانا، یہ سب کچھ کیا تھا میرا سر چکرانے لگا۔ خود کو تھکا تھکا سا محسوس کر رہا تھا رمیش نے ایک سگریٹ سلگا کر مجھے تھمادی۔ میں سگریٹ پیتا رہا' دوارکا قریب کھڑا میرا جائزہ لے رہا تھا شاید سوچ رہا ہو کہ مجھے اس نے ایک راز بتا کر کہیں حماقت تو نہیں کی۔

رمیش کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا، کامنی اندر داخل ہوئی اور بولی۔

''تمہارے پتاجی آرہے ہیں۔''

''مجھے اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ان کا حکم تھا کہ تمہیں یہ اطلاع پہنچادی جائے، دوسرا یہ کہ تم ان کا انتظار کرنا۔''

یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی شاید اس نے فون کر کے پتاجی کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔

یہ تو طے شدہ بات تھی کہ وہ صرف پرکاش کمار ورماجی کی پرسنل سیکریٹری تھی، میری ملازمہ نہیں کہ اب وہ آپ، جناب سے بات کرنے کی زحمت کرتی۔

'پتاجی'............ میرے جسم میں نفرت کی لہر دوڑ گئی، کسی کے لیے یہ لفظ بے پناہ خوب صورت ہوتا ہے، اس لفظ میں شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے، لیکن میرے لیے یہ لفظ زہر ہو کر رہ گیا تھا۔ میں سوچتا رہا، اپنے ماضی کی اس داستان کے بارے میں جو دوارکا نے مجھے سنائی تھی، میں سوچتا رہا اور میری آنکھ لگ گئی۔☆

☆☆☆

جانے کتنی دیر تک سوتا رہا آنکھ کھلی تو کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ میں نے سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے لیمپ کا سوئچ آن کر دیا۔ طبیعت بوجھل سی ہو رہی تھی، لیمپ کی روشنی کمرے کی تاریکی کو دور کرنے میں کسی حد تک معاون ثابت ہوئی میں باتھ روم میں چلا گیا گرم پانی کے دو چار چھینٹے منہ پر مارے اور تولیے سے چہرہ صاف کر کے باہر آ گیا۔ سگریٹ کی طلب محسوس ہو رہی تھی، میں نے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر سلگا لی۔

گھڑی چھ بجا رہی تھی، سردی بڑھ گئی تھی، مگر میرے اندر لگی ہوئی آگ سردی کا احساس ختم کر رہی تھی، آسمان پر اڑنے کے خواب دیکھنے والا شخص زمین میں دھنستا جا رہا تھا کسی طور تکلیف دہ سوچ سے چھٹکارا ہی نہیں مل رہا تھا' میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا اور ایش ٹرے میں بجھا دی اسی اثناء میں دوارکا اندر آ گیا۔

''بڑے سرکار یاد کر رہے ہیں۔'' دوارکا نے اطلاع دی۔

''کب کے آئے ہوئے ہیں۔؟'' میں نے جیکٹ پہنتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کے سونے کے بعد ہی آ گئے تھے، بہت دیر تک کامنی دیوی سے باتیں ہوئیں، اب آپ کو بلایا ہے۔''

''بہت خوب'' میں زیر لب بولا ''ان سے جا کر کہو میں آ رہا ہوں۔''

میں نے دوارکا کو جواب دیا۔ ایک طویل عرصے بعد ان سے سامنا ہو رہا تھا۔ دوارکا اگر میری ماتا کے قتل کی بات نہ بتاتا تو شاید اس ملاقات کا کوئی اور رنگ ہوتا، مگر اس انکشاف کے بعد باقی کیا رہ جاتا تھا پھر بھی میں نے خود کو سنبھالا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

جب میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہ ایک صوفے پر بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے، سامنے ایک جام تھا اور قریب ہی ڈمپل وہسکی کی بوتل رکھی تھی۔

اب کیسی نرمی، کیسا لحاظ۔ میں نے سوچا۔

''میں آ گیا ہوں'' ...... یہ کہہ کر میں ان کے سامنے بیٹھ گیا ان کے قریب ہی کامنی ایک باریک گلابی گاؤن پہنے، جام لبوں سے لگائے باپ بیٹے کو دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں نشہ تیر رہا تھا، اور بال بکھرے ہوئے تھے ڈرائنگ روم میں بہت دھیمی روشنی تھی، بیحد پراسرار ماحول ہو رہا تھا میں نے پتاجی کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا، تفکرات کی پرچھائیاں لرزاں تھیں وہ ایک پتا سے زیادہ ایک کروڑ پتی شخص نظر آ رہے تھے۔

''آج کل تم کیا کر رہے ہو۔؟'' کمرے میں بھاری بھرکم آواز گونجی۔

''پائلٹ ٹریننگ لے رہا ہوں، ویسے معذرت کے ساتھ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے میرے بارے میں جاننے کی زحمت کیوں فرمائی۔؟'' میں لہجے کی تلخی چھپا نہ سکا۔

''رنجیت......'' وہ غرائے ''مت بھولو کہ تم اپنے پتا سے مخاطب ہو۔''

''اگر آپ اپنی پرسنل سیکریٹری کو جو صرف غیر ملکی مہمانوں کی خاطر و مدارت کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے، یہاں سے روانہ کر دیں تو تفصیلی گفتگو ہو سکتی ہے۔''

''تم جو کہنا چاہتے ہو اس کے سامنے بھی کہہ سکتے ہو۔'' پتاجی نے میری درخواست مسترد کر دی۔

''میرے کہہ چکنے کے بعد آپ کو پچھتانا پڑے گا پتاجی۔'' میں نے سمجھانے کی غرض سے کہا، میں نہیں چاہتا تھا کہ کامنی بھی اس اہم راز سے واقف ہو جائے۔

''میں زندگی کے کسی لمحے میں نہیں پچھتاتا ورنہ آج اتنا کامیاب بزنس مین نہ ہوتا۔''

وہ مجھے اپنی اہمیت کا احساس دلا رہے تھے، چنانچہ میں بھی مزید گفتگو پر آمادہ ہو گیا۔

''سب سے پہلے تو یہ احساس ختم کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کے اور میرے مابین کوئی رشتہ ہے، دوسرے یہ کہ ایس پی پولیس سے آج بیحد مفید معلومات حاصل ہوئی ہیں جو آپ کے لیے بھی یقیناً دلچسپی کا باعث ہوں گی۔''

میں نے محسوس کیا کہ میرے اس جملے پر پتا جی بے چین سے ہو گئے ہیں۔

''ایسے بے شمار ایس پی میری جیب میں پھرتے ہیں۔''

''مگر وہ جیب میں آنے والا ایس پی نہیں ہے پتا جی' اس کے قدم کھلی زمین پر نہیں پڑتے بلکہ وہ سخت زمین اور تنگ خاردار راستوں پر بڑے اطمینان سے چلنے کا عادی ہے۔''

''بکواس بند کرو، تمہیں اس کا حمایتی بننے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' ان کا انداز سخت اور تنبیہانہ تھا۔

''اپنی گستاخی پر شرمانہیں چاہتا سرکار، اس لیے کہ وہ سپوت بے غیرت ہوتے ہیں جو اپنی ماتا کے قاتل سے بار بار شما کرنے کی درخواست کریں۔'' میں نے جلتی پر تیل چھڑک دیا پتا جی شدید غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا وجود لرزنے لگا، آنکھیں شعلہ بار ہو گئیں، لیکن یہ سب مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔

''رنجیت..........!'' ان کی گونجدار آواز سنائی دی، کامنی بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔

''میرے احسانوں کا بدلہ اس انداز میں اتار رہے ہو کہ مجھے اپنی ماتا کا قاتل ٹھہرا رہے ہو؟''

''نہیں آپ کا مجھ پر کوئی احسان نہیں، دوسرے الزام نہیں دیا بلکہ حقیقت بیان کی ہے۔''

''تم اسے تاعمر ثابت نہیں کر سکو گے۔'' وہ مجھے چیلنج کر رہے تھے۔

''اس گھمنڈ میں بھی نہ رہیئے گا کہ آپ کی بے تحاشا دولت، شراب کی بوتلیں اور کامنی جیسی خوب صورت گداز حسینائیں آپ کے جرم کی پردہ پوشی کر سکیں گے۔ میں زندگی میں آپ پر جرم ثابت کرنے کے لیے قانون کا سہارا نہیں لوں گا پرکاش کمار ورما صاحب۔''

باپ بیٹے کی جنگ کی انتہا ہو گئی تھی میں بہت جلد طیش میں آنے کے موڈ میں نہیں تھا مگر پتا جی نے مجبور کیا تھا کہ میں ڈنکے کی چوٹ پر جواب دوں۔

''تم مجھے کوئی سخت قدم اٹھانے پر مجبور کر رہے ہو۔''

''میں نے کبھی آپ کو مجبور نہیں کیا، لیکن آج آپ کو ماتا جی کے قتل کے اعتراف کے لیے مجبور کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ میں نے نہیں بلکہ میرے ایک انگریز دوست نے کیا تھا۔'' پتا جی بے اختیار بولے۔

''ہنری تھامس، جو ہماری پولیس کو مطلوب ہے۔ بے شمار جرائم میں ملوث، آپ کی بیوی کا قاتل، آپ کا دوست اور ایسا دوست جو صرف آپ کی ایماء پر یہاں آتا ہے، اپنے ساتھ لڑکیاں لاتا ہے، آپ کو داد عیش کے لیے کومل دوشیزائیں فراہم کرتا ہے، اور یہ آپ کی پرسنل سیکرٹری کامنی...... ایک تھرڈ کلاس طوائف، آپ کی بوڑھی آغوش کی طلبگار نہیں بلکہ یہ ان پیسوں کی ضرورت مند ہے جو آپ کی خدمت کرنے کے عوض ملتے ہیں۔ گزشتہ سال ہنری تھامس، آپ، دو غیر ملکی لڑکیاں اور یہ کامنی اس کاٹیج میں شراب کے نشے میں دھت، عریاں بدن گھناؤنے کھیل کھیلتے رہے۔ بمبئی کی ہر چھوٹی بڑی کال گرل آپ سے واقف ہے کہ آپ انہیں منہ مانگا معاوضہ دیتے ہیں، جبکہ اکلوتے سپوت کی شکل برسوں دیکھنا پسند نہیں کرتے اور زبردستی احسان جتاتے ہیں۔ جلد یا بدیر آپ پولیس کے چنگل میں ہوں گے پرکاش کمار ورما صاحب، تب اس گستاخ سپوت کی آپ کو یاد ستائے گی۔ تب میں بہت دور ہوں گا۔''

مجھے اپنے آپ پر قابو نہ رہا تھا۔ جذبات کی رو میں جانے کیا کیا بکتا رہا، مگر سب بے کار تھا۔ اس شخص سے کیا کہنا جو اپنے آپ میں نہ ہو' جو شراب اور عورت کا رسیا ہو، جو شراب کے پیچھے اپنی بیوی کو قتل کر سکتا ہو، جو گھناؤنے مشاغل اور کاروبار میں مصروف ہو، ہر چند کہ وہ شخص میرا باپ تھا'

مجھ پر اس کا احترام لازم تھا لیکن میں کیا کرتا' خود کو کیسے کیسے سمجھاتا کہ ماتا جی کا قتل پتا جی نے ہی کیا تھا۔ دوار کا جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دیرینہ وفادار ملازم تھا' میں اس کے ہاتھوں میں پلا بڑھا تھا۔

''بکومت' یہ سب آج کل اچھی سوسائٹی کے شرفا کرتے ہیں۔ شراب پینا' لڑکیوں سے جی بہلانا کوئی برائی نہیں رہی اور رہی پولیس کے چنگل کی بات' تو وہ میری دردسری ہے تمہاری نہیں۔'' وہ کچھ برہم کچھ نرم لہجے میں بولے۔

''لعنت ہے آپ کی اس شرفا کی سوسائٹی پر جو شراب اور عورت سے جی بہلانے پر فخر محسوس کرتی ہے' مجھے آپ کے اور آپ جیسے تمام لوگوں کے ان فعلوں سے سخت نفرت ہے' یہ تھرڈ ریٹ طوائفیں اور یہ ولایتی شراب ہوا کا ایک جھونکا ہے جو خاموشی سے گزر جاتا ہے۔''

میرے اس جملے پر پتا جی کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ رچ گئی۔

''تم یہ سب بکواس اس لیے کر رہے ہو کہ تم عورت کے قابل ہی نہیں ہو۔''

ایک دھماکہ ہوا اور جیسے میری وقت سماعت نے جواب دے دیا۔ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو نامرد قرار دے دیا تھا' اب کیا رہ گیا تھا' اس شخص کے کچھ کہنے کو' اب اور کون سی گالی دی جا سکتی تھی' میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ روشنی بجھتی جا رہی تھی۔ میرا وجود بے وزن ہو گیا تھا اور لہرانے لگا تھا' ڈولنے لگا تھا، میں کانپ رہا تھا۔ نوجوان مرد کی آنکھوں میں آنسو بہت برے محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن کہیں چپکے سے دو قطرے میری آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر آ گئے تھے' میری چوڑی چھاتی پھٹ گئی تھی، دل کا شیشہ چیخ گیا تھا۔ میں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ چند لمحے قبل جو تلاطم کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ اس کا دور دور تک پتا نہ تھا۔

نہ جانے کتنی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ گم سم، خاموش، آنکھیں موندے ہوئے۔ ہوش آیا تو کمرے میں تنہا تھا' میں بڑی مشکل سے اُٹھ پایا اور بے جان قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ دوار کا میرے اٹیچی کیس میں کپڑے رکھ کر اسے بند کر رہا تھا۔

''چلے جاؤ چھوٹے سرکار، اس گناہوں کی دلدل سے نکل جاؤ، ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔''

اس نے اٹیچی کیس میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جھریاں بھرے چہرے پر شفقت پدری تھی۔ پھر اس نے اچانک مجھے گلے لگایا اور بے طرح رونے لگا۔

''جاؤ بیٹا بھگوان ہر جگہ خوش رکھے۔''

''چلا جاؤں؟'' میں نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

''پھوراً......اسی وقت۔'' دوار کا جانے کہاں سے یہ جملے لایا تھا کہ میری محبت میں پاگل ہوا جا رہا تھا۔ پھر اس نے میرا ماتھا چوما اور میں پرکاش نرائن کے کمرے کے پاس سے ہوتا ہوا باہر نکل آیا' کمرہ بند تھا اور یقیناً وہ تنہا نہ تھے۔

کاٹیج سے باہر نکلا تو سرد ہوا کا جھونکا جسم میں چبھتا چلا گیا۔ برف کے اولے پڑ رہے تھے' چاروں طرف تاریکی کا راج تھا' پہاڑوں اور درختوں پر برف ہی برف تھی' مجھے زندگی کی کوئی خواہش نہ رہی تھی۔ سسک سسک کر جینا نہ چاہتا تھا' یہ احساس جاگزیں تھا کہ ماتا جی کو میرے پتا نے قتل کیا تھا۔

میں گرتا پڑتا آگے بڑھتا رہا اور پرکچھ نہ اوڑھا تھا چنانچہ جسم یخ ہوا جا رہا تھا۔ پرہول، تنگ اور غمزدہ فضاؤں میں غم حیات کا غمزدہ چراغ بجھتا جا رہا تھا۔ سارے عالم پر جھکی ہوئی زندگی اور پھیلی ہوئی تاریکی حد نگاہ چھایا ہوا تاریکیوں کا غبار، اس تاریکی میں میری ویران آنکھیں آگے کو دیکھ رہی تھیں۔ کوئی دیوانہ ہی ہوگا جو اس تاریک راہوں پر زیست کی اسیری سے رہائی پانے کی جدوجہد میں یوں بے سروساماں نکلا ہوگا۔ کون سی ایسی قوت تھی جو مجھے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ایک جگہ ٹھہر کر میں نے پلٹ کر دیکھا' دور بہت دور، سفید برف کے پہاڑ کے ساتھ ایک تاریک کاٹیج پر چمکتی ہوئی روشنی کی کرن نظر آئی' چند لمحے میں تاریکی میں اس روشنی کی کرن کو دیکھتا رہا' پھر پلٹ کر چل پڑا، ایک پہاڑی پر سے پھسلا تو نیچے شاہراہ پر آ گیا' اٹیچی

کیس بھی بچھڑ ا گیا تھا' لمحے تیزی سے دوڑ رہے تھے اطراف میں بلند و بالا درخت شاہراہ پر اپنی شاخیں جھکائے میری بے کسی پر قہقہے لگا رہے تھے۔ سنسان اور ویران شملہ مجھ سے روٹھ گیا تھا کہ مجھے کوئی الوداع بھی نہ کہہ رہا تھا۔ شاہراہ پر برف قدرے کم تھی۔ اچھا خاصا پھسلنے کے بعد بھی ایک خراش تک نہ آئی تھی' البتہ جسم پر برف نے ڈیرا جما لیا تھا۔

میں اُٹھ کر پھر چل پڑا۔

''تم تنہا رہ گئے ہو رنجیت، تم مظلوم ہو، تمہیں زندہ نہیں رہنا چاہیے' جلتے دیپ کو بجھنا ہی پڑے گا۔ تم اس عالم سے ناتا توڑ لو۔ یہ ظالموں کی آماجگاہ بن چکی ہے اور آگے بڑھو، کسی کھائی میں خود کو بجھا دو، یہ بہت اچھا وقت ہے' دنیا تمہیں بجھتا نہ دیکھ سکے گی' دیپ ہمیشہ جلا نہیں کرتے۔''

میرے اندر کے آدمی نے سرگوشی کی' مجھے اس کے فیصلے سے اتفاق تھا۔ شاہراہ کے ایک پل پر آ کر میں رک گیا۔ جنگلے کو پکڑ کر نیچے جھانکا۔ بہت گہری گھائی تھی' اتنی گہری کہ اس میں چھلانگ لگانے کے بعد بچنے کی کوئی صورت نہ تھی کسی بھی پتھریلی پہاڑی سے جسم ٹکراتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

میں ہمت کر کے جنگلے پر چڑھ گیا اور آنکھیں موند لیں کہ کہیں خوف غالب نہ آ جائے اور پھر میں نے دونوں ہاتھ چھوڑ کر چھلانگ لگا دی۔ میں فضا میں تیر رہا تھا، دل بے طرح دھڑک رہا تھا، تیزی کے ساتھ نیچے جا رہا تھا۔ کچھ لمحے بعد میں مر جاتا، جلتا رنجیت بجھ جاتا' زیست کے قفس سے آزاد ہو جاتا' میرے اعضاء گہری کھائی میں بکھر جاتے، اور پھر ایسا محسوس ہوا جیسے میں رک گیا ہوں، فضا میں ٹھہر گیا ہوں پھر نیچے جانے کی بجائے اوپر جا رہا تھا۔ کوئی پراسرار قوت مجھے اوپر کی طرف لے جا رہی تھی، میرا ذہن ماؤف ہوتا چلا گیا، پھر سویا ہوا ذہن جاگ اٹھا خود کو شاہراہ پر چت لیٹا پایا' میں اٹھ کر بیٹھ گیا، حیرانی سے اطراف میں نظریں دوڑائیں، وہی پراسرار ویران ماحول، سرد ہوا، میں نے تو کھائی میں پاش پاش ہو جانے کے لیے چھلانگ لگائی تھی، مگر نہ جانے کیا ہوا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا میں کیسے بچ گیا۔

یکا یک ایک ہیولا میری نظروں کے سامنے ابھرا، ایک عجیب سی خوشبو میرے نتھنوں سے ٹکرائی۔

''نوجوان ہمت ہار گئے، تمہیں تو زندہ رہنا چاہیے......''

ایک نسوانی آواز سنائی دی، مگر اس اثناء میں ہیولا غائب ہو گیا تھا۔ میں نے حیرت سے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، ہیولا غائب تھا۔ آواز کس کی تھی' سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

''پریشان نہ ہو نوجوان، میں تمہاری ہمدرد ہوں، دنیا میں خود کو تنہا نہ سمجھو، آؤ میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں زندگی گزارنے کا طریقہ بتاؤں۔'' نسوانی آواز پھر آئی۔

میں چیخ کر پوچھنا چاہتا تھا کہ تم کون ہو، تمہیں میری خیر خواہی سے کیا غرض، مجھے جانے کیوں نہ دیا، مگر ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس کے حکم کا تابع ہو گیا ہوں' ایک سفید ہیولا پھر میری نظروں کے سامنے اجاگر ہوا وہ مجھے ہوا میں اڑتا ہوا ایک سایہ سا محسوس ہو رہا تھا۔

''آؤ نوجوان میرے ساتھ آؤ......'' نسوانی آواز پھر سنائی دی اور میرے قدم بے اختیار آگے بڑھنے لگے، نسوانی ہیولا میری رہنمائی کر رہا تھا اور میں گرد و پیش سے بے خبر آگے بڑھتا رہا۔ برفباری مجھ پر اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پراسرار نسوانی ہیولا مجھ پر حکومت کر رہا تھا اور میں اس کے حکم کا تابع تھا۔ میری نظروں کے سامنے وہ دھندلا سایہ تھا، ذہن کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا، آنکھیں اس ہیولے کو دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھ پا رہی تھیں، حالات ایک عجیب انداز میں کروٹ لے رہے تھے۔ یکلخت ہیولا میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا، میں چلتے چلتے رک گیا، مجھ پر خوف غالب آ گیا بے شمار سوالات میرے ذہن میں پنپ رہے تھے۔

کیا واقعی میں کسی پراسرار قوت کا تابع ہو گیا تھا یا محض میرا وہم تھا۔

اچانک فضا فائر کی آواز سے گونج اٹھی، میں نے پلٹ کر دیکھا ایک پہاڑی پر واقع کاٹیج کے باہر سرچ لائٹ کی تیز روشنی میں وہ سرتاپا سیاہ لباس پہنے ہوئے شخص ہاتھ میں رائفل لیے کھڑا تھا اور ایک بار پھر میرا نشانہ لے رہا تھا۔ اس سے قبل کہ میں اس کے نشانے کی زد سے بچنے کی کوشش کرتا

لگا تار دو فائر ہوئے، لیکن خوش قسمتی سے نشانہ درست نہ تھا۔ ایک اجنبی شخص رات کی اس تاریکی میں میری جان لینے کے درپے ہو گیا تھا اور اس تاریکی میں نشانہ لینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی ماہر نشانہ باز تھا، چوتھا فائر ہوا مگر اس کے ساتھ ہی وہ تڑپ کر گر پڑا اور پھسلتا ہوا میرے قریب شاہراہ پر آ گیا میں نے قریب جا کر غور سے اس کا چہرہ دیکھا، وہ قطعی اجنبی تھا، اس سے قبل میں نے اسے کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے اس کے جسم کو ٹٹولا، گردن پر ایک چھوٹا سا چاقو پیوست تھا اور سرخ خون شاہراہ پر بچھی برف کی چادر پر پھیلتا جا رہا تھا۔

''دیکھا نوجوان، میں نے کہا تھا کہ میں تمہاری ہمدرد ہوں، تمہاری خیر خواہ ہوں، تمہارے تمام دشمنوں کا اس سے بھی زیادہ بھیانک انجام ہو گا مجھ پر اعتبار کرو۔''

ایک بار پھر نسوانی آواز سنائی دی، میں سراسیمہ سا اطراف میں دیکھنے لگا، اور پھر وہ ہیولا مجھے نظر آ گیا، وہ لہراتا ہوا میرے قریب آن پہنچا تھا۔

''اپنے دشمن کے انجام پر تاسف کا اظہار نہ کرو، آؤ میرے پیچھے آؤ۔''

ایک بار پھر دل و دماغ پر وہ نسوانی آواز غالب آ گئی اور میں بے اختیار کسی معمول کی طرح شاہراہ پر چلنے لگا۔ سفید ہیولا میری رہنمائی کر رہا تھا۔

☆☆☆

شاہراہ زندگی کی طرح سنسان اور بنجر تھی۔ نسوانی ہیولے کی رہنمائی میں' میں سیدھا چلتا گیا۔ میرے پیچھے کتنے ہی سائے دبے پاؤں چلے آ رہے تھے۔ میں مڑ کر دیکھتا تھا تو سب غائب ہو جاتے تھے' مگر مجھے معلوم تھا کہ یہ سب گزرے ہوئے وقت کے سائے ہیں۔ مگر اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ میں صرف رنجیت پرکاش رہ گیا تھا...... رنجیت پرکاش ولد پرکاش کمار و رما نہ رہا تھا۔ میرے ذہن میں کوئی خیال نہ تھا بس ایک سفید ہیولا تھا ایک مترنم آواز تھی جو مجھے کشاں کشاں موت سے دور لے جاتی تھی۔ وہ جو مونس بھی تھی' غمخوار بھی تھی۔

''کون ہو تم......؟'' میں نے چلا کر کہا۔ ''کیوں بچایا ہے تم نے مجھے۔ یہ زندگی تو میری اپنی تھی اور اگر میں نے اس کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو تم نے مجھے روکنے کی کوشش کیوں کی۔'' میری آواز تار کول کی سخت سیاہ سڑک پر ایک لمحے کو گونج کر پھیل گئی۔

ایک ہلکا سا قہقہہ گونجا' دھوئیں کے سفید بادل سے ایک مسکراہٹ چمکی۔ ''میں اور تم جدا تو نہیں ہیں رنجیت۔'' آواز آئی ''میں تم ہوں اور تم میں ہو۔ اتنی جلدی مرنے کی خواہش کے آگے سر جھکا دیا تھا۔''

''ہاں......'' میں نے کہا۔ ''یہاں کوئی میرا نہیں ہے۔ ہر چہرہ جھوٹا چہرہ ہے...... ہر آنکھ میں اک ہرجائی ہے۔ میرا باپ میرا نہیں ہے، اس نے میری ماں کو قتل کر دیا۔ سانپ تو میری ہی آستین میں تھا' اب میں کس کو روؤں۔ اس ماتا کو جو میرے جوان ہونے سے پہلے مر گئی، اپنی آنکھوں میں نہ جانے کتنے سپنے لیے یا اس پتا کو جو زندگی بھر ایک شفیق و مہرباں سائے کی طرح مجھ پر سایہ فگن رہا اور جب میں نے اسے دیوتا جانا تو وہ پاپی نکلا یا اپنے اوپر روؤں کہ زندگی کو گزارنے کا سلیقہ نہ سیکھ سکا۔ زندگی بھر ایک امیر باپ کی فرمانبردار اولاد کا بورڈ اپنے ماتھے پر لگائے گھومتا رہا۔ پر یہ نہ جان سکا کہ ہر مورکھ میں ایک راکھشش بھی ہوتا ہے' اب میرے پاس کیا ہے' ایک زندگی کا تمنا تار رنجیت ہی تو ہے جو نہ بھی ہو تو دنیا یوں ہی چلتی رہے گی۔''

''بہت مایوس ہو'' آواز ہنسی۔ ''کیسی باتیں کر رہے ہو' مگر اب تم میری نظروں میں آ گئے ہو' اب کوئی بھی تمہاری زندگی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا نہ دنیا کا کوئی اور شخص اور نہ خود تم......''

اور میں نے اپنے آپ کو ایک بے بس شخص محسوس کیا۔ ایک قیدی...... دنیا کا باسی جو نہ ہنس سکتا تھا اور نہ رو سکتا تھا۔ جو نہ فیصلہ کر سکتا تھا، نہ ارادہ رکھ سکتا تھا۔ سفید سایہ میرے آگے آگے چل رہا تھا۔

"رنجیت۔" آواز آئی "جاؤ اپنے دوست کے پاس چلے جاؤ۔"

"کون دوست......؟" میں نے کہا۔ "کوئی کسی کا دوست بھی ہوتا ہے۔"

"رمیش تمہارا دوست ہے" آواز نے آہستہ سے کہا۔ "یہ میں جانتی ہوں شاید تم بھی جانتے ہو' اس کے پاس چلے جاؤ۔"

"مگر میں مرنا چاہتا ہوں" میں نے چلا کر کہا۔ "مجھے مرجانے دو۔ رمیش پر میں اپنے غموں کا سایہ تک نہیں ڈالنا چاہتا' تم نہیں جانتیں وہ بہت معصوم ہے۔ وہ شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے اور نت نئی لڑکیوں کو اپنے بستر کی زینت بناتا ہے۔ وہ دنیا کے سارے گناہ کرتا ہے' مگر پھر بھی وہ بہت معصوم ہے کیونکہ وہ مخلص ہے۔ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہی اس کی زبان پر ہے' اسی لیے میں اس کو اپنے غموں میں شریک نہیں کرنا چاہتا۔"

"رنجیت' تمہارے دو ہی تو سہارے تھے۔ ایک تمہارے پتا جی اور دوسرا رمیش' ان دونوں میں سے تمہیں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔"

"ایک تیسرا سہارا بھی تو ہے دیوی" میں ایک تلخ ہنسی ہنسا۔ "موت' جہاں گھور سیاہ تاریکی ہے اور کوئی خیال' کوئی اندیشہ' کوئی وسوسہ نہیں کسی سہارے کی امید نہیں اور کسی زیاں کا خوف نہیں۔"

"تم رمیش کے پاس جاؤ گے" آواز کا لہجہ تحکمانہ تھا "رات تمہیں وہیں بسر کرنی ہے۔"

میں نے کچھ کہنا چاہا مگر میری زبان نے میرا ساتھ نہ دیا۔ میں نے احتجاج کرنا چاہا مگر لفظ دغا دے گئے۔

"رنجیت" آواز پھر آئی' اس دفعہ اس میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ "رنجیت تم صرف اپنے لیے تخلیق نہیں کیے گئے ہو' کوئی اور بھی ہے جو تم سے کچھ امیدیں رکھتا ہے' جو تمہیں چاہتا ہے' تم سے پیار کرتا ہے۔ اپنی زندگی کو صرف اپنے لیے مت سمجھو رنجیت' کیونکہ زندگی وقت کی زنجیر کی ایک کڑی ہوتی ہے ایک ایسی کڑی جو ہزاروں لاکھوں کڑیوں سے ایک لافانی رشتہ رکھتی ہے تمہارے چاہنے والے' تم سے حسد کرنے والے' تمہارے دوست اور تمہارے دشمن یہ سب ان ہزاروں زنجیروں کی کڑیوں کی طرح ہیں جو وقت نے تمہارے گرد پھیلا رکھی ہیں' تم ان سے ناتا نہیں توڑ سکتے رنجیت' کیونکہ یہ ناتے صرف تمہاری مرضی سے نہیں ٹوٹ سکتے۔ جب تک اس دنیا میں تمہارا ایک بھی چاہنے والا موجود ہے اس وقت تک تمہارا وجود اس دنیا کے لیے لازمی ہے جس دن دنیا میں کوئی بھی تم سے محبت کرنے والا نہ رہے اس دن شوق سے مرجانا رنجیت۔"

"وہ دن آج ہی کا دن ہے دیوی۔" میں زہریلے لہجے میں بولا۔ "کہ اس دن دنیا میں میرا کوئی چاہنے والا نہیں ہے' کوئی بھی تو نہیں۔"

"تمہاری غلط فہمی ہے رنجیت" آواز آہستہ سے آئی۔ "کیونکہ تم بہت سیدھے نوجوان ہو، ورنہ شاید تم یہ نہ کہتے۔"

"کیا مطلب۔" حیرت میرے لہجے میں واضح تھی۔

"کوئی نہ کوئی تمہیں ضرور چاہتا ہے رنجیت' جو تمہیں پیار کرتا ہے جو تمہیں مرتے نہیں دیکھ سکتا جو تمہیں موت کے سیاہ ہاتھوں سے بچالیتا ہے۔ سوچو رنجیت' ایک لمحے کے لیے سوچو' کوئی تو ہے جو تمہیں مرنے نہیں دیتا۔ جو چاہتا ہے کہ تم زندہ رہو۔ اس بھری پری دنیا میں جہاں تمہارے نزدیک اب کوئی جینے کی امنگ نہیں رہی۔ کوئی تو ہے جو تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر اطمینان دیکھنا چاہتا ہے' جو تمہیں کسی قیمت پر مرنے نہیں دے سکتا۔"

آواز آہستہ ہوتے ہوتے اب ایک سرگوشی میں بدل گئی تھی۔ میرے دل کو جیسے کسی نے دونوں ہاتھوں سے مسل دیا۔

"میں تمہیں چاہتی ہوں" آواز ہولے سے لہرائی۔ "میں تمہیں کسی قیمت پر مرنے نہیں دے سکتی۔"

میں حیران رہ گیا' میرے کان سن ہو گئے تھے اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"تم میری پناہ ہو رنجیت" وہ پھر بولی' اس کی آوازیں یوں گونجتی تھی' جیسے کسی ویران معبد میں کوئی تہا راہبہ ہنستی ہو۔ "اور میری پناہ میں تمہارے لیے سکون ہے' تمہیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری زندگی میری پناہ میں ہے۔ بس ایک بنتی ہے رنجیت' میری ہدایات سے کبھی روگردانی نہ کرنا۔ مجھے کچھ بھی سمجھ لینا' داسی یا پریمیکا۔ پر میری باتیں مان لینا' کیونکہ انہی میں تمہاری بھلائی ہوگی۔ اس دنیا کو ٹھوکروں میں

رکھنا جو تمہیں کچھ نہ دے سکی ہے۔‘‘

’’اس سے فائدہ۔؟‘‘

’’آج سے تم ایک نئے جیون کا آغاز کرو گے رنجیت‘ جہاں تمہاری راہ میں آنے والا ہر پتھر خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔ ہر قدم پر میں تمہاری سہائتا کروں گی۔ شکست کا لفظ تمہاری لغت سے نکل جائے گا رنجیت پرکاش جاؤ رمیش کے کاٹیج میں جاؤ۔ رات تمہیں وہیں بسر کرنی ہے۔‘‘

وہ دھندلا نسوانی ہیولا دھیرے دھیرے غائب ہونے لگا‘ فضا میں تحلیل ہونے لگا‘ اس کے نقوش مدھم پڑتے گئے اور ایک خوشبو ہر جانب بکھرتی گئی‘ میں نے اسے روکنا چاہا۔ میں نے چاہا کہ اس سے کہوں‘ ابھی تو رات باقی ہے اور دل محبت کا پیاسا ہے اور تو اتنی خنک‘ اتنی شیریں، اتنی پیاری ہے کہ میں جدائی کے اس کرب کو سہہ نہ سکوں گا‘ مگر میں خاموش کھڑا اسے غائب ہوتے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر پہلے جہاں وہ تھی‘ وہاں کچھ نہ رہا بس ایک مہک رہ گئی جو اس دھندلے نسوانی ہیولے کی یاد دلاتی تھی اور اس کے قرب کا احساس رہ گیا۔ گہری تاریک رات میں اس سنسان سڑک پر میں تنہا کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

رات کے اس پہر رمیش مجھے اپنے کاٹیج کے دروازے پر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

’’رنجیت بھیا‘ آپ۔‘‘ وہ دروازہ کھول کر مجھے اندر آنے کا راستہ دیتا ہوا بولا‘ ’’خیریت تو ہے۔؟‘‘

’’ہاں‘‘ میں نے جیکٹ اتارتے ہوئے کہا۔ ’’تم سے ملنے کو جی چاہ رہا تھا‘ تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا میں نے۔؟‘‘

’’کیسی باتیں کرتے ہو‘‘ وہ بولا۔ ’’اس کاٹیج کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے ہوئے ہیں‘‘ اس کے لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ میں سمجھ گیا وہ یقیناً اپنے شغل میں مصروف تھا۔ کاٹیج اندر سے اتنا گرم تھا کہ باہر کی برفانی ہواؤں کا تصور بھی محال تھا‘ میں ایک صوفے پر گر پڑا۔

’’کیا کر رہے تھے۔ ‘‘میں نے پوچھا

’’جی۔‘‘ وہ کچھ بوکھلا سا گیا۔ ’’میں......ایسے ہی......ذرا سادھنا سے باتیں کر رہا تھا۔‘‘ یہ معصوم سا جھوٹ مجھے بہت پیارا لگا۔ وہ اپنی شراب نوشی کو مجھ سے چھپانا چاہتا تھا‘ پر چھپا نہ پاتا تھا۔

’’رمیش‘‘ میں نے کہا۔ ’’آئی ایم سوری۔ میں خاصے غلط وقت پر آ گیا۔ غالباً تم سادھنا کے ساتھ میرا مطلب ہے کچھ مصروف تھے شاید......‘‘

’’پلیز رنجیت بھیا۔‘‘ رمیش بولا۔ ’’وہ محض ایک کال گرل ہے اور بس اس سے زیادہ وہ کچھ بھی نہیں‘ آپ مجھے شرمندہ مت کیا کریں‘‘ وہ میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے۔

’’آپ کچھ پریشان لگتے ہیں رنجیت بھیا۔؟‘‘

’’میں‘‘ میں نے ہنس کر کہا۔ ’’میں پریشان نہیں ہوں رمیش‘‘

’’جھوٹ بول رہے ہو بھیا۔؟‘‘

’’اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں رمیش۔‘‘

’’رنجیت بھیا‘‘ رمیش تڑپ کر بولا۔ ’’بات کیا ہے۔؟‘‘

’’رمیش۔‘‘ میں نے ایک لمبی سانس بھری۔ ’’ہم کل شملہ چھوڑ دیں گے آج کی رات ہماری شملہ میں آخری رات ہے۔‘‘ خلاف توقع رمیش نے حیرت کا اظہار نہ کیا۔ مجھے حیرت ہوئی۔

''تم نے حیرت کا اظہار نہیں کیا.....؟''

''اس میں حیرت کے اظہار کی کیا بات ہے۔آپ نے ایک بات کہی میں نے مان لی۔بس بات ختم ہوگئی۔کیا ضروری ہے کہ ہر بات' ہر حرکت کی وجہ بھی دریافت کی جائے۔کیا ایک شخص کا دوسرے شخص پر اعتماد کافی نہیں۔''

''گڈ'' میں نے کہا۔''اب تو تم لاجواب بھی کرنے لگے ہو۔''

''آپ کی صحبت کا اثر ہے۔'' وہ ہنستا ہوا بولا۔''مگر آپ میرے سوال کا جواب گول کر گئے۔''

''کیا...........؟''

''آپ پریشان کیوں ہیں......؟''

میں دیر تک اس کو گھورتا رہا۔

''اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتایئے۔'' وہ بولا۔

''پتاجی سے میرا جھگڑا ہوگیا ہے۔'' بالآخر میں نے کہا۔''میں ہمیشہ کے لیے دولت کے اس محل کو لات مار آیا ہوں جو بچپن سے میرا اپنا گھر تھا شاید زندگی کا سامنا کرنے کے لیے یا شاید زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے.....''

میری توقع کے خلاف وہ اس دفعہ بھی حیران نہیں ہوا تھا۔

''اگر آپ رمیش کے ساتھ ہیں رنجیت بھیا تو آپ کو کسی قسم کے فکر کی ضرورت نہیں۔نہ رہنے کے لیے جگہ کی' اور نہ خرچ کرنے کے لیے رقم کی۔ ویسے گستاخی نہ ہو تو پوچھوں کہ آپ کا اپنے پتاجی سے جھگڑا کس بات پر ہوا تھا.....؟''

''یوں دیکھو رمیش تو بات زیادہ بڑی نہیں ہے۔'' میں نے کہنا شروع کیا۔''معمولی سی بات ہے مگر شاید میں کچھ جذباتی آدمی ہوں۔دوارکا ہمارا خاندانی ملازم ہے' وفادار اور قابل اعتماد' میں اسی کے ہاتھوں میں پلا بڑھا ہوں۔اس لیے یہ بات تو تقریباً ناممکن لگتی ہے کہ وہ کسی خاندانی معاملے میں کوئی جھوٹی بات کہے یا محض مالک کی وقتی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی بے بنیاد راز کا انکشاف کرے۔وہ گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے رہا ہے اور ہمارے شیش محل کے اندر کھیلے جانے والے کتنے ہی رنگین کھیلوں اور حسین داستانوں سے واقف ہے' مگر اس نے کبھی بھی اس بات پر فخر کا اظہار نہیں کیا۔اس نے خود اپنی ایک حیثیت متعین کی اور اس پر یوں قائم رہا جیسے اس حد فاصل سے آگے وہ فنا ہو جائے گا۔اسی نے مجھے ایک بات بتائی ہے رمیش اور اب میں سوچتا ہوں کہ میں بھی کتنا بے وقوف' کتنا سادہ لوح تھا کہ پتاجی کی شفقت کو نہ سمجھ سکا۔

تمہیں پتہ ہے رمیش کہ پائلٹ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ میں ہر ماہ میرے نام ایک مقررہ رقم کا چیک آجاتا تھا' جب کہ پتاجی خود برسوں کے بعد مجھ سے ملتے تھے۔میں نے زندگی ہوسٹلوں اور بورڈنگ ہاؤسوں میں۔یہ اہتمام کس کے لیے تھا رمیش۔وہ چاہتے تو میں کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزار سکتا تھا یا ان کے کاروبار میں ان کے ساتھ رہ کر ان کا ہاتھ بٹا سکتا تھا مگر انہوں نے مجھے خود سے دور رکھا' میری یہ زندگی جواب تک عیش و آرام سے عبارت رہی۔دراصل ایک گناہ کا کفارہ تھی رمیش' کیونکہ پتاجی نے ہی میری ماں کو قتل کیا تھا۔''

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا' سینے میں اک درد دھڑکتا تھا۔

''اوہ نو'' رمیش کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

''وہ چاہتے تو کچھ بھی نہ کرتے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔''میرا پائلٹ بننے کا یہ خواب جو دو ماہ بعد شرمندہ تعبیر ہو جائے گا' ان ہی کا مرہون منت ہے۔وہ چاہتے تو کچھ بھی نہ کرتے' مگر ایک عدالت انسان کے اندر بھی ہوتی ہے جو حق کا اور باطل کا ثواب کا اور عذاب کا فیصلہ کرتی ہے۔سو اگر پتاجی نے ماتاجی کو قتل کرنے کے بعد ان کی وسیع و عریض جاگیر اور لاکھوں کروڑوں کا کاروبار پر قبضہ کرنے کے بعد اس منافع میں سے ایک حصہ مجھے دینے کا فیصلہ کیا تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔یقیناً یہ فعل انہوں نے اپنے اندر کی عدالت کو مطمئن کرنے کے لیے کیا ہوگا۔یہ میری ماں کی

زندگی کی خیرات تھی۔ رمیش، جو میں نے بصد شکر یہ وصول پائی اور دنیا نے دیکھا کہ سند رہے گا اور وقت پڑنے پر کام آوے گا۔ رنجیت پرکاش، دیکھنے والے کہیں گے۔ لعنت ہے تم پر، تم نے اپنی ماں کے قاتل کو اپنا محسن سمجھا، اس کی دولت پر تم جوان ہوئے۔ تمہارا کیریئر، تمہاری نیک نامی، تمہارا وجود، سب تمہاری ماں کے قاتل، تمہارے پتا کے مرہون منت ہیں۔''

رمیش خاموش بیٹھا آتشدان میں جلتی لکڑیوں کو گھورتا رہا۔ میں نے اٹھ کر میز پر پڑی ہوئی سگریٹ اور لائٹر اٹھایا اور سگریٹ سلگائی، دھواں سکون کی طرح میرے اندر اترتا چلا گیا۔

''اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔'' رمیش بولا۔

''شملہ سے روانگی۔'' میں نے دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''یہاں اب کچھ بھی نہیں رہا۔ کم از کم میرے لیے، تم چاہو تو یہاں ٹھہر سکتے ہو، مگر یہ جگہ اب مجھے کاٹنے کو دوڑتی ہے، یہاں کی ہر چیز باہر آسمان سے گرتی برف اور سرد ویرانوں میں بنی ایئر کنڈیشنڈ کاٹیجوں میں بیٹھے یہ امیر لوگ اور مہنگی کال گرلز اور یہاں کی ساری چمک دمک، یہ سب مجھے ماتاجی کی یاد دلاتی ہیں، میرا دل روتا ہے رمیش۔ مجھے ہنستے لوگ زہر لگتے ہیں اور خوب صورت چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں۔ تم چاہو تو شوق سے یہاں رک سکتے ہو۔''

''رنجیت بھیا۔'' رمیش بولا اس کا لہجہ زخمی تھا۔ ''تم کیا سمجھتے ہو رمیش تمہارے بغیر کچھ ہے۔''

''پھر سامان باندھ لو۔'' میں نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی۔ ''ہم کل صبح ہی جا رہے ہیں۔''

اچانک کاٹیج کا اندرونی دروازہ کھلا اور سادھنا اندر داخل ہوئی۔

''کون کل صبح کہاں جا رہا ہے۔'' وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔ میں نے دیکھا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور باریک نائٹ گاؤن سے اس کے خوب صورت جسم کا تناسب واضح تھا۔ اس کی آنکھوں میں لال ڈورے تیر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک سی پڑی۔

''اوہ دیوتا آئے ہیں۔'' وہ بولی۔ ''یہ آکاش باسی دھرتی پر کیسے اتر آئے۔؟''

''سادھنا۔'' رمیش سخت لہجے میں بولا، غالباً وہ اسے مزید کچھ بولنے سے یا کمرے کے اندر آنے سے منع کرنا چاہتا تھا، مگر میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''آیئے سادھنا دیوی۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔ ''بیٹھیے۔'' میں نے دیکھا، رمیش کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر میری موجودگی کو ملحوظ رکھ کر خاموش تھا۔

سادھنا نے ایک نظر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی واپس بیڈروم میں چلی گئی۔ رمیش نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ سادھنا کی یہ حرکت میری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر میں ہی وہ بیڈروم سے دوبارہ برآمد ہوئی۔ اس دفعہ اس کے ہاتھ میں اسکاچ وہسکی کی بوتل اور نازک شیشے کے منقش جام تھے۔ رمیش نے بوکھلا کر میری طرف دیکھا۔

''گستاخی کی معافی چاہتی ہوں رنجیت جی۔'' وہ بولی۔ ''پر گناہ کا خیال دیوتا کی موجودگی سے ہی تو پیدا ہوتا ہے، جہاں عذاب کا ڈر ہو، وہیں تو دراصل گناہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ رنگین سیال پینے کی اجازت چاہتی ہوں۔''

''سادھنا۔'' رمیش کھڑا ہو گیا، میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر بٹھا لیا۔ سادھنا نے طنزیہ نظروں سے رمیش کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔

''بیٹھو سادھنا۔'' میں نے کہا اور سادھنا دھیرے دھیرے چلتی ہوئی آئی اور میرے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے گھبرا کر اپنے پیر پیچھے کھینچ لیے، میری گھبراہٹ پر وہ ہنسی۔

''اپنے چرنوں میں بیٹھنے دیجیے۔'' وہ بولی۔ ''شراب پینے کی اجازت آپ دے ہی چکے ہیں۔''

''ہاں، اب تو میں ہر چیز کی اجازت دے چکا ہوں۔''

''آج دیوتا کچھ پریشان ہیں۔''

''دیوتا پریشان نہیں ہوتے سادھنا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''اور اگر آج تمہیں میرے چہرے پر پریشانی کی کوئی لکیر نظر آتی ہے تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ میں دیوتا نہیں ہوں کوئی گیانی' کوئی سیانی' کوئی مجذوب نہیں ہوں' دیوتا ہوتا تو معمولی انسانی پریشانیوں میں یوں پریشان نہ ہوتا۔''

''رنجیت صاحب......'' سادھنا اچانک سنجیدہ ہوگئی۔ ''ایک مشورہ دوں آپ کو۔''

''فرمایئے۔'' میں نے اک بے بسی کے عالم میں کہا۔ سادھنا نے ایک جام بھرا اور میرے سامنے رکھ دیا۔

''آپ یہ پیا کریں دیوتا۔'' وہ بولی۔ ''افاقہ ہوگا۔'' ایک چھنا کا ہوا۔ میں جوں کا توں بیٹھا رہ گیا۔

''سادھنا۔'' رمیش نے چلا کر کہا۔ ''بکواس بند کرو۔''

کئی لمحے یوں ہی گزر گئے۔ سادھنا جام میرے سامنے رکھنے کے بعد پرامید نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ رمیش غصے سے سادھنا کو گھورتا رہا اور میں شیشے کے نازک جام میں بھرے ہوئے اس رنگین سیال کو دیکھتا رہا جس کا ذائقہ آج تک میری زبان نے محسوس نہیں کیا تھا۔ رنجیت پرکاش میں نے اپنے آپ سے کہا' کہنے کو تم ایک بااصول آدمی ہو اور یہ بات کہہ کر یا سن کر تم بہت فخر محسوس کرتے ہو کہ تمہاری زندگی کسی اونچے آدرش کی روشنی میں مرتب ہوئی ہے' تمہیں اپنے اصول اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہیں' مگر اس گھڑی میں تم کیا محسوس کرتے ہو۔ کیا دیا اس زندگی نے تمہیں' کوئی رتبہ کوئی اعزاز کوئی حیثیت......کوئی فائدہ۔ کچھ بھی تو تمہیں نہ ملا اس زندگی سے جو خط مستقیم کی طرح سیدھی رہی۔ یہ تمہارے سامنے جو سیال تمہارے اس جام میں بھرا ہوا ہے۔ اس کو جانے کتنی محفلوں میں' جانے کتنے مرمریں ہاتھوں سے پیش کیے جانے کے باوجود تم نے یوں ٹھکرایا ہے جیسے تم ریاست شاد گڑھ کے ولی عہد نہیں بلکہ کوئی ولی ہو جس کی مثالیں دے کر آئندہ نسلیں درس ایمان اور نیکی حاصل کریں گی لیکن یہ دنیا ہے رنجیت پرکاش۔ اس جگہ کوئی کسی کا بھی نہیں' رہنے دو یہاں کسی نیکی کا صلہ نہیں' کسی گناہ کا عذاب نہیں' کسی بھلائی کا ثواب نہیں کسی ظلم کا بدلہ نہیں' کسی جبر کا انتقام نہیں' یہاں جو ہے' سو ہے جو نہیں ہے' وہ نہیں ہے۔

''سوچتے کیا ہیں دیوتا۔'' سادھنا ہنسی۔ ''پاپ سے ڈرتے ہیں یا دنیا سے' جو پاپ کرنے کے بعد دیوتا سمجھنا چھوڑ دے گی۔''

''سادھنا۔'' رمیش بولا۔ ''اندر جاؤ'' اس کے لہجے میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میری موجودگی کے احساس اور میری شخصیت کے احترام کی وجہ سے، وہ کچھ نہ کہہ پا رہا تھا جو وہ کہنا چاہتا تھا۔

اسی لمحے ایک عجیب بات ہوئی۔ میں سادھنا سے یہ کہنے والا تھا کہ دیوتا اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے نہیں ڈرتے' کیونکہ پاپ اور دنیا دونوں ہی ان کی تخلیق ہوتے ہیں۔ مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی ایک دھیمی سی سرسراہٹ ہوئی۔ ایک ریشمی سرسراہٹ...... میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی بھی نہ تھا' پھر جیسے کوئی ہولے سے ہنسا۔ ایک ہنسی کسی جلترنگ کی طرح پھیلتی گئی' یہاں سے وہاں تک زمین سے آسمان تک۔ ہر جگہ وہ مترنم ہنسی چھا گئی۔ ایک مانوس سی خوشبو میرے گرد پھیلتی گئی۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ میں نے چلا کر کہنا چاہا۔ کیا کوئی لمحہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوسکتی ہے جب میں تمہیں نہ پہچانوں' کیا ہوا جو تمہاری کوئی صورت نہیں ہے اور کیا ہے جو یہ آواز جس وجود سے نکلتی ہے وہ میرے پاس نہیں' میں اسے محسوس نہیں کرسکتا' چھو نہیں سکتا' پا نہیں سکتا' حاصل نہیں کرسکتا مگر پھر بھی کچھ تو پہچان ہے جو مجھے تمہاری قربت کے احساس سے ہے کچھ تو سلسلے ہیں جو میرے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں کہ انہیں سلسلوں سے میں تمہیں جانتا ہوں۔

آواز ہنسی۔ ''رنجیت۔'' وہ بولی' میں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا رمیش بدستور سادھنا کو گھور رہا تھا اور سادھنا لاتعلق سی مطمئن بیٹھی تھی۔ کسی نے بھی اس کی آواز کو نہیں سنا تھا' مجھے حیرت ہوئی۔

''گھبراؤ مت۔'' وہ ہنس کر بولی۔ ''تمہارے علاوہ کوئی بھی میری آواز نہیں سن سکتا۔ تم بھی مجھ سے جو کچھ کہو گے اسے بھی کوئی نہیں سُن سکے گا۔

ہمارے درمیان کوئی نہیں آ سکتا رنجیت۔‘‘

اس دفعہ اس کی آواز میں ایک عجب سپردگی سی تھی۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے میں کوئی نوعمر لڑکا ہوں اور مجھے کسی انجانی لڑکی سے پہلا عشق ہو گیا ہے۔

’’کیا...... کیا بات ہے۔‘‘ میں نے بمشکل تھوک نگل کر رمیش اور سادھنا کی طرف دیکھ کر کہا مگر یا تو وہ بہرے ہو گئے تھے یا اس پراسرار دوشیزہ کی قوت واقعی بے پناہ تھی۔ دونوں میں سے کسی نے بھی پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھا۔

’’تمہیں یاد ہے رنجیت۔‘‘ وہ بولی۔ ’’میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہیں اب اپنی زندگی کو یکسر بدل دینا ہے۔ اب تم صرف اپنے لیے جیو گے‘ دنیا کے لیے نہیں کیونکہ دنیا نے تمہیں کچھ نہیں دیا ہے۔ تم اب صرف اپنے لیے زندہ رہو گے‘ یا یا میرے لیے......!‘‘

مجھے اس کی سابقہ گفتگو یاد آ ئی۔

’’کہنا کیا چاہتی ہو تم۔‘‘ میں نے کہا۔

’’پچھلی زندگی کو بھول جاؤ رنجیت۔‘‘

’’اس سے کیا ہوگا۔؟‘‘

’’سادھنا کی بات مان لو۔‘‘

’’کیا...........؟‘‘ میں اچھل پڑا‘ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔

’’کوئی انہونی بات تو نہیں کہی میں نے۔‘‘ وہ بولی۔ ’’کوئی احمقانہ اصول‘ کوئی زندگی کو درست طریقے سے گزارنے کا فیصلہ سود مند نہیں ہوتا رنجیت۔ زندگی کو نئے انداز سے بسر کرنے کا فیصلہ تم کر چکے ہو‘ اس زندگی کی ابتداء آج سے ہی ہوگی‘ تمہارے سامنے یہ جو جام جو رکھا ہوا ہے‘ اسے اٹھاؤ اور پی جاؤ۔‘‘

’’مگر میں شراب نہیں پیتا۔‘‘

’’جملہ غلط ہے۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’تم شراب نہیں پیتے تھے‘ جملے کا تعلق ماضی سے ہے جو حال سے علیحدہ اور مستقبل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا اگر تم یہ کہو کہ میں ماضی میں شراب نہیں پیتا تھا تو بہتر رہے گا۔ اس ماضی میں‘ جس میں تمہارے ایک پتا جی تھے جو ایک ریاست کے مالک تھے اور تمہاری ماتا جی تھیں جو مر چکی تھیں اور اس ماضی کی آخری سرحد پر تم اتنے مایوس تھے کہ زندگی کو الوداع کہہ رہے تھے‘ اب تمہارے پاس ایک نئی زندگی ہے۔ اس نئی زندگی میں تم وہ سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتے ہو تم نے پچھلی زندگی میں نہیں کیا تھا۔‘‘

’’مگر...... شراب......؟‘‘ میں نے کمزور لہجے میں کہا‘ شاید میں ہار رہا تھا۔ ’’میں شراب نہیں......‘‘

’’جام اٹھا لو رنجیت۔‘‘ آواز نے کہا۔ ’’یہ رات پھر کبھی نہ آئے‘ کیا معلوم اب تم رنجیت پرکاش ولد پرکاش کمار ور ماسکنہ ریاست شادگڑھ نہیں ہو۔ تم صرف رنجیت پرکاش ہو‘ تمہارا کسی سے کوئی ناتا نہیں‘ کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ تم اپنے مالک ہو‘ اپنے مختار ہو‘ جام اٹھاؤ اور پی جاؤ‘ نئی زندگی مبارک ہو۔‘‘

’’رنجیت بھیا۔‘‘ رمیش کی آواز سن کر میں چونکا۔ ’’سادھنا دراصل اپنے حواس میں نہیں ہے‘ میں آپ سے‘ آپ سے معافی چاہتا ہوں۔‘‘

’’معافی۔‘‘ سادھنا ہنسی‘ ’’کس بات کی معافی۔ شراب سامنے رکھنے کی یا پینے کی دعوت دینے کی یا دیوتا کے تقدس کو پامال کرنے کی۔؟‘‘

’’یہ سخت نشے میں ہے۔‘‘ رمیش اس کو نظر انداز کر کے بولا۔ ’’اس کی طرف سے میں معذرت خواہ ہوں‘ آپ کو شراب پیش کرنے کی غلطی......‘‘

’’کوئی بات نہیں‘ رمیش۔‘‘ میں نے رک رک کر کہا۔ وہ جھک کر میرے سامنے رکھا ہوا جام اٹھانے لگا۔ میرے گرد ریشم سرسرایا۔ ایک خوشبو نے کچھ کہا۔ شاید کوئی حکم دیا‘ کہیں دور کوئی جلترنگ بجا‘ ایک آواز گونجی اور جیسے کسی نے دھیرے سے مجھے اپنی معطر بانہوں میں جکڑ لیا۔ ’’جام اٹھا لو رنجیت۔‘‘ آواز گونجی میں نے کان بند کرنے چاہے مگر سماعت ختم ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ’’جام اٹھا لو رنجیت‘ میں‘ تم ہوں اور تم میں

ہو۔ پھر یہ کیسی دوری ساجن ہر رات مری' ہے رات تری۔ پھر یہ کیسی دوری ساجن۔'' آواز گونجی اور اس کے دھمک دور تک لرزتی چلی گئی۔

''رمیش۔'' میں نے کہا۔ ''رک جاؤ۔'' جام اٹھاتے اٹھاتے رمیش نے رک کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''کیا مطلب۔؟''

''رہنے دو۔'' میں نے جام کی طرف اشارہ کیا۔

حیرت سے مجھے دیکھتا رہا۔ ''بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے رنجیت بھیا۔؟''

''بات صاف ہے۔'' میں نے کہا اور سچ تو یہ ہے کہ میں نے یہ کہنا نہ چاہا تھا مگر کوئی انجانی قوت تھی جو مجھ پر حاوی آ گئی تھی' مجھ پر چھا گئی تھی۔

''جام میرے سامنے سے نہ ہٹاؤ۔''

''کیوں۔؟''

''کیونکہ میں شراب پینا چاہتا ہوں۔'' میں نے چلا کر کہا۔ ''بہت غم ہیں رمیش جو میرے دل میں کسی زخم کی طرح تکلیف دیتے ہیں۔ مجھے ماتا جی یاد آتی ہیں' گزری ہوئی زندگی یاد آتی ہے جو میری ماں کے قاتل میرے باپ کی دولت کے سہارے گزری۔ یہ سب باتیں مجھے مجبور کرتی ہیں...... رمیش کہ میں بھی کوئی سہارا ڈھونڈوں، اپنے غموں کو ڈبونے کا، اپنے زخموں کو بھلانے کا۔'' میں نے اس سے یہ نہیں کہا کہ مجھے کوئی مجبور کرتا ہے' ان باتوں کے لیے کوئی مجھ پر زور ڈالتا ہے' میں نے اسے نہیں بتایا کہ کوئی ہے جس کی پردہ داری ہے' کوئی ہے جو میرے لیے ہنستا ہے' جو مجھے زندہ دیکھنا چاہتا ہے اور جس کے کہنے پر ہی آج میں اس تلخ مشروب کو پینے کا عزم ظاہر کر رہا ہوں جو آج تک میرے نزدیک ایک غلط تصور رہا ہے۔

''آپ کی طبیعت۔'' مگر رمیش کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔

''نہیں رمیش۔'' میں نے کہا' ایک دھندسی دماغ پر چھائے جاتی تھی۔ میں نے سر جھٹک کر دھند کو دور کرنے کی کوشش کی۔ ایک آواز کی گونج پھر دھمک بن کر لہرائی۔

میں نے جام اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔

ایک آگ میرے حلق سے بہتی ہوئی میری آنتوں تک چلی گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے تیز نوکیلے کانچ سے میرے اندر تک نرم گوشوں کو کھرچ دیا ہو۔ تیز اور سرد شراب، روح کے گناہ کی طرح میرے اندر کہیں چبھتی گئی۔ اچانک مجھے یوں لگا جیسے کوئی میرے قدموں سے لپٹا ہوا ہے' میں نے آنکھیں کھولیں۔ وہ سادھنا تھی۔

''تم واقعی دیوتا ہو۔'' وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ رمیش حیران کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔

''سوری رمیش۔'' میں نے کہا۔ ''تمہیں حیرت تو ہوئی ہو گی' ایک اور پیگ بناؤ۔''

''جی۔'' وہ بوکھلا کر بولا' ''جی اچھا بہتر ہے۔'' اس نے بوتل اٹھا کر اگلا پیگ بنایا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ دیر تک وہ میرے سامنے کھڑا مجھے اگلا جام خالی کرتا دیکھتا رہا۔

''قصور آپ کا بھی نہیں۔'' وہ صوفے پر گر گیا۔ ''اور اگر کوئی آپ کو الزام بھی دیتا ہے دیتا ہے' رنجیت بھیا تو یہ اس کی ناسمجھی ہے۔''

''بکواس بند کرو۔'' میں خالی جام میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ شراب نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ ہر شے یکا یک گھومتی نظر آتی تھی۔ کمرہ بھی اور فرش پر پڑی ہوئی گلابی سادھنا بھی اور صوفے پر بیٹھا رمیش بھی..........!

''تیاری شروع کرو۔'' میں نے رمیش سے کہا۔

''کہاں کی تیاری۔'' سادھنا چونک پڑی۔

''جہنم کی۔'' رمیش نے بھنا کر کہا اور اندر چل پڑا۔

''ہم کل شملہ چھوڑ رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور سادھنا کا رنگ فق ہو گیا۔

''کیوں۔؟''

'''اس سوال کا جواب نہ میں دینا چاہتا ہوں اور نہ تم سمجھ سکو گی۔'' میں نے کہا۔'' فی الحال اتنا ہی سمجھ لو کہ شملہ ہمیں راس نہیں آیا۔ اس لیے ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔''

رمیش اندر سے دو سوٹ کیس اٹھائے نکلا اور انہیں مسہری پر پٹخ کر الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھول کر اس نے اپنے کپڑے نکالے اور سوٹ کیس میں بھرنے لگا۔

''کیا تم بھی جا رہے ہو۔ ''سادھنا رمیش سے مخاطب ہوئی۔

''ظاہر ہے۔'' رمیش نے پلٹ کر کہا۔'' آدمی کے پاس بصارت اور بصیرت ہو تو وہ بغیر یہ سوال پوچھے' یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے' کیونکہ ابھی ابھی رنجیت بھیا نے مجھے تیاری کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد میں نے سوٹ کیسوں میں کپڑے بھرنے شروع کیے ہیں تو یہ حرکت محض تفریح کے لیے نہیں کی جا رہی ہے' ظاہر ہے کہ میں ان کے ساتھ ہی جا رہا ہوں۔''

''مگر۔'' سادھنا بے قراری سے بولی اس کے لہجے سے نشے کی لڑکھڑاہٹ غائب تھی۔'' مگر...... مگر اتنی جلدی!''

رمیش نے اپنی جیب سے پرس نکالا اور نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی۔

''کچھ زیادہ ہی ہوں گے' مگر باقی ادھار سہی' پھر کبھی شملہ آنا ہو گا تو تمہاری خدمات حاصل کروں گا۔'' وہ دوبارہ سوٹ کیس میں کپڑے بھرنے میں مصروف ہو گیا۔ سادھنا نوٹ ہاتھ میں لیے کھڑی رہ گئی۔

''بیٹھیے دیوی۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔'' ایک پیگ تو بنائیے کچھ سوڈا بھی ڈال دیجیے گا۔ نیٹ پیتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے انگارے چبا رہا ہوں۔'' سادھنا کا چہرہ خفت سے زرد پڑ گیا۔ نوٹ اپنے پرس میں رکھ کر وہ میری طرف بڑھی۔ خالی جام میں سوڈا اور وہسکی ڈال کر اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔

''تھینک یو۔'' میں نے کہا۔'' دراصل تھوڑا پاپ کرنے میں مزہ نہیں آتا۔ جی بھر کر پاپ کرنے میں ایک فائدہ ضرور ہے' آدمی دیوتا کا لیبل لگا کر پھرنا بھی چاہے تو نہیں پھر سکتا۔ سورج پر کوئی دھبہ یا تو پڑنا ہی نہیں چاہیے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو پھر اس سورج سے دھرتی تک پہنچنے والی ہر کرن میلی ہونی چاہیے' پھر کوئی کرن ایسی نہ ہو جو شفاف ہو' جو مصفا ہو۔'' میں نے ایک ہی سانس میں جام خالی کیا اور سادھنا کے سامنے رکھ دیا۔

''وہ سورج نہیں ہوتا رنجیت صاحب۔'' سادھنا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔'' جس کی کرنیں شفاف نہ ہوں اور وہ دیوتا نہیں ہوتا جو پاپ کرے۔''

''تو گویا میں دیوتا نہیں ہوں۔''

''یہ کیسے اندازہ لگا لیا آپ نے۔؟''

''میں نے تو ابھی ابھی ایک پاپ کیا ہے۔'' میں نے کہا۔'' میں نے شراب پی ہے۔''

میں اس معمولی کال گرل کی قیافہ شناسی پر دنگ رہ گیا۔

باہر صبح کا اجالا پھیلتا جا رہا تھا اور کھڑکی کے دھندلے شیشے سے باہر برف سے آتی ہوئی سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ سادھنا نے اپنا اوورکوٹ پہن کر پرس اٹھایا۔

''گڈ بائی رمیش۔'' اس نے کہا۔'' رنجیت صاحب آپ بھی آپ شاید مجھے ہمیشہ یاد آئیں گے۔'' وہ مڑی اور کاٹیج کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

میں نے رمیش کی طرف دیکھا' وہ بھی سوٹ کیس لیے تیار کھڑا تھا۔

''شہنشاہ معظم۔'' اس نے تقریباً رکوع کی کیفیت میں جاتے ہوئے کہا۔

''خادم سفر کی تیاری مکمل کر چکا ہے اور عالم پناہ کے ابرو کی اس جنبش کا منتظر ہے جو کوچ کا اشارہ ہو۔''

''اجازت ہے۔'' میں نے سر ہلا کر کہا۔ ''چند لمحوں میں سورج نکلتے ہی ہم روانگی کا اعلان کر دیں گے' جب تک تم ہمارے غسل کا بندوبست کرنے کا اعزاز حاصل کر سکتے ہو۔''

رمیش نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اندر چل پڑا۔

شملہ سے بمبئی تک کار میں جانا آسان نہیں ہے' کیونکہ مسلسل ڈرائیونگ سے انسان تھک جاتا ہے' مگر رمیش بڑے حوصلے سے کار چلاتا رہا۔ میں نے دو تین دفعہ اسے آرام کرنے کو کہا مگر اس نے کسی صورت مجھے ڈرائیونگ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ تھک ہار کر میں خاموش بیٹھ گیا۔ خاصی دیر کے بعد مجھے سڑک پر وہ نظر آیا جس کا میں متلاشی تھا۔

''روک دو۔'' میں نے کہا۔ ''فوراً......!''

''کار روک دوں۔'' رمیش نے ایسے مشتبہ لہجے میں پوچھا جیسے اسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو۔

''ہاں.........!''

''مگر کیوں۔؟''

''اس کی کئی وجوہات ہیں۔'' میں نے کار رکنے کے بعد کہا۔ ''پہلی وجہ تو وہ بھوک ہے جو مجھے بچپن سے لگتی رہی ہے مگر آج تک میرا پیٹ نہ بھر سکا ہے۔ دوسری وجہ سڑک پر بنا ہوا یہ سائن بورڈ ہے جس پر انگریزی میں لکھا ہوا ہے۔ گرانڈ ریسٹورنٹ۔''

''اوہ۔'' رمیش نے ایک لمبی سانس بھری اور کار گرانڈ ریسٹورنٹ کے پارکنگ ایریا میں گھسا دی۔

''ایک بات سمجھ لو۔'' میں نے اندر داخل ہونے سے قبل کہا۔ ''بل تمہیں ہی دینا پڑے گا۔ میری جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی زیادہ دولت رکھنا نقصان دہ ہے۔ چور اچکوں کی نظروں میں آ جاتے ہیں اور جاہ و جلال اور جان و مال خطرے میں پڑ جاتے ہیں اور پھر دولت تو آنی جانی چیز ہے' بقول شاعر' سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔''

''ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔'' اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''بل میں دے دوں گا۔''

ریسٹورنٹ اچھا خاصا تھا اور اندر پہنچ کر ہی احساس ہوا کہ وہ ایئر کنڈیشنڈ بھی تھا۔ ایک میز منتخب کر کے ہم بیٹھ گئے۔ گزرے ہوئے سفر کی تھکن ہمارے چہروں سے چپکی ہوئی تھی۔

''عزیزم''! میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں ذرا ہاتھ منہ دھو آؤں۔ یوں تو مجھے منہ دھونے نہ دھونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میں ویسے ہی اچھا خاصا اسمارٹ ہوں۔ مگر سفر کی تھکن کے پیش نظر سوچتا ہوں کہ منہ دھو ہی لوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ تنگ آ کر بولا۔

''تو پھر اجازت ہے۔'' میں نے شرارت سے جھک کر پوچھا۔

''خدا کے لیے رنجیت بھیا۔'' اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''مجھے تو بخش ہی دیں۔''

میں مسکراتا ہوا باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ ریسٹورنٹ کے ایک کونے میں باتھ روم کی ایک لمبی لائن تھی۔ سیاہ رنگ کے دروازے پر لکھا ہوا تھا۔ ''فار جینٹلس اونلی'' باقی تین خواتین کے لیے مخصوص تھے۔ شرافت اور عقل کے اصول اور وسائل استعمال کرتے ہوئے میں نے حضرات کے لیے بنائے گئے باتھ روم کا دروازہ کھولا اور اندر سے کنڈی لگالی۔ اچانک میرے پیچھے ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی' میں نے پلٹ کر دیکھا میری آنکھیں

کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

بلاشبہ وہ خاصی خوب صورت تھی، حسن کے مروجہ اصولوں پر تقریباً پوری اترتی تھی، خوفزدہ تھی اور یقیناً تنہا تھی کیونکہ مجھے باتھ روم کے سفید ٹائلوں کی دیواروں کے درمیان اپنے اور اس کے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔

''خاتون۔'' میں نے کہا۔ ''یا تو آپ انگریزی سے نابلد ہیں یا پھر اپنی جنس سے متعلق کسی شبہے میں مبتلا ہیں۔ یہ باتھ روم صرف مردوں کے لیے ہے' آپ غلط آ گئی ہیں۔''

''آپ......آپ۔'' اس نے زبان لبوں پر پھیرتے ہوئے کہا۔ ''کیا آپ میری...... میری مدد کر سکتے ہیں؟''

میں نے غور سے اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ اس کا رنگ فق ہو رہا تھا اور ہونٹ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔ رنجیت پرکاش' میں نے اپنے آپ سے کہا۔ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا' کون جانے یہ لڑکی کون ہے۔ کیا کرتی ہے۔ کیا اس ریسٹورنٹ میں آنے والے تمام لوگوں سے اس کی ملاقات اسی جگہ پر انہی حالات میں ہوتی ہے۔ کہیں کسی مشکل میں نہ پھنس جانا۔

''کچھ لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔'' اس کا لہجہ کانپ رہا تھا۔ ''آپ مجھے بچا لیں تو میں زندگی بھر آپ کی احسان مند رہوں گی۔''

''تم مجھے سہارا سمجھ رہی ہو۔'' میں بولا۔ ''میں تو خود بے سہارا ہوں۔ کسی کو میں کیا سہارا دوں گا۔''

وہ بے یقینی سے مجھے گھورتی رہی' مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھے جھوٹا سمجھ رہی ہوگی۔ سوچ رہی ہوگی کہ میں نے اسے ٹالنے کے لیے ایک چھوٹا سا جھوٹ بولا ہے۔ وہ یک ٹک مجھے گھورتی رہی۔

پھر اچانک مجھے ایک ریشمی سرسراہٹ سنائی دی۔ خوشبو کسی نغمے کی طرح پھیلتی گئی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ آ گئی ہے' آنکھ کے سامنے کوئی نہیں ہے مگر جہاں پہلے ہزار رنگ تھے، وہاں اب ہزار رنگ اور آ گئے ہیں اور جہاں پہلے خوشبو نہ تھی وہاں اب وہی مانوس مہک تھی جو میری زندگی کی ضامن تھی۔ جاناں۔ میں نے چلا کر کہا مگر میرے لبوں سے کوئی صدا نہ نکلی۔ یہ میری مہک ہے کہ لب یار کی خوشبو' کس راہ کی جانب سے صبا آتی ہے دیکھو۔ میرے پاس کوئی جلترنگ گونجا۔ کس سمت سے نغموں کی صدا آتی ہے دیکھو۔

''رنجیت۔'' ایک آواز گونج بن کر دور تک لہراتی چلی گئی۔ ''یہ لڑکی بے سہارا ہے' اس کی مدد کرو۔''

''مگر......'' میں نے کچھ کہنا چاہا مگر کچھ نہ کہہ سکا۔

''تمہیں اس لڑکی کی مدد کرنی ہے رنجیت' اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔'' آواز بولی' پھر وہ ہنسی اور ہنسی کسی گیت کی طرح چاروں طرف پھیلتی گئی۔ سنو شیام......تمہارے میں گن گاؤں، جنم جنم سکھ پاؤں اور وہ دھندلا ہیولا شرما کر مدھم ہوتا گیا۔ برندرابن کی گلی' ہائے کس سے کہوں' چاہے متھرا رہوں چاہے گوکل بسوں......آواز ختم ہو گئی' مگر گیت باقی رہا۔ گیت کی گونج باقی رہی۔ نیند رنجیت جلاؤں تمہارے درشن کروں' سنو شیام تمہارے میں گن گاؤں۔ گیت آہستہ ہوتا گیا اور آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ میں نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا۔

وہ بدستور باتھ روم کی دیوار سے پشت لگائے خالی خالی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم مڑی اور دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ دروازہ کھول کر یقیناً باہر نکلنا چاہتی تھی، میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک لیا۔

''کیا بات ہے۔؟'' اس نے پلٹ کر تیز لہجے میں پوچھا۔

''کون لوگ ہیں وہ۔؟''

''کون۔؟''

''وہی جو تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔''

''ظاہر ہے کہ وہ دوست تو ہیں نہیں' دشمن ہی ہیں۔''

''تمہارا پیچھا کیوں کر رہے ہیں۔؟''

اس نے ایک نظر غور سے میری طرف دیکھا۔''آپ اگر مجھے بچا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ سوال پوچھنے کا تکلف بھی فضول ہے۔''

ہم دونوں دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے'یونہی اپنی اپنی جگہ کھڑے......!

''ٹھیک ہے۔''میں بولا۔

''کیا ٹھیک ہے۔؟''

''میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔''میرا لہجہ مضبوط تھا۔اطمینان اس کے خوفزدہ چہرے پر کسی نرم سائے کی طرح چھاتا گیا۔

''باہر ایک میز پر میرا دوست بیٹھا ہے'رمیش۔بائیں طرف کی غالباً تیسری میز ہے۔اس کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ۔''

''جی نہیں۔''

''کیا مطلب۔؟''

''مطلب یہ کہ آپ پہلے باہر نکلیں اور اپنے دوست کے پاس جا کر بیٹھ جائیں۔میں بعد میں آؤں گی۔''وہ عجیب سرکش لہجے میں بولی۔دنیا کے دیگر مردوں کی طرح مجھے بھی ایک احمقانہ ضد کے آگے سر جھکانا پڑا۔

رمیش میز پر اپنے آگے ناشتہ نما چائے کے لوازمات سجائے میرا منتظر تھا۔

''پتاجی'کہاں چلے گئے تھے۔''وہ مظلوموں کے سے انداز میں فریاد کرتا ہوا بولا۔

''ناشتہ کتنے آدمیوں کا ہے۔''میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''کیا مطلب۔؟''

سوال انتہائی واضح اور معقول تھا۔''ناشتہ کتنے آدمیوں کی شکم پری کر سکتا ہے۔''

''دو آدمیوں کی۔''رمیش بولا۔''ظاہر ہے'ہم دونوں کے علاوہ۔''

''ایک آدمی کے لیے اور انتظام کرو۔''میں نے کہا۔''ویٹر کو فوراً آرڈر دے دو۔''

''اگر آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کر اتنی بھوک لگ رہی ہے کہ آپ دو آدمیوں کے برابر............!''

''یہ بات نہیں ہے۔''

''پھر کیا بات ہے۔؟''

''کوئی مہمان آ رہا ہے۔''میں نے کہا۔''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر تم ناشتہ منگواتے ہوئے ہچکچا کیوں رہے ہو'پیسے کم ہیں کیا۔؟''

''یہ بات نہیں ہے۔''وہ جھینپ کر بولا۔''معاملہ کچھ پراسرار'دہشت ناک'ہیبت ناک اور سنسنی خیز قسم کا لگ رہا ہے۔''

''اصلاحی'رومانی'معاشرتی اور فلاحی کا اضافہ میری طرف سے کر لو۔''

''رومانی۔''وہ اچھل پڑا۔

''بکواس بند کر دو۔''میں نے کہا۔''ناشتہ منگواؤ......!''رمیش نے چٹکی بجا کر ایک ویٹر کو متوجہ کیا اور جھجکتے ہوئے اسے ایک اور ناشتے کا آرڈر نوٹ کروایا۔ویٹر نے آرڈر نوٹ کیا اور افسوس سے سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔غالباً دنیا کی خوش خوراکی پر اسے صدمہ ہوتا تھا۔رمیش میز پر طبلہ بجانے لگا جو موسیقی کے اصولوں کے عین خلاف تھا۔میں خاموش بیٹھا سنتا رہا وہ اچانک باتھ روم کی طرف سے برآمد ہوئی۔ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تقریباً تمام افراد نے پلٹ کر دیکھا اور اس وقت ہی شاید مجھے احساس ہوا کہ وہ بے انتہا خوب صورت ہے اور اس کی چال پر رقص کا گمان ہوتا تھا۔وہ ہر قدم اتنی نزاکت سے زمین پر رکھتی تھی جیسے اس کے قدموں تلے سخت زمین نہیں بلکہ پھولوں کی نرم سیج ہو۔اس کے کھلے ہوئے سیاہ گھنے بالوں کے

درمیان اس کا شاداب چہرہ طلوع ہوتے ہوئے ماہتاب کی طرح لگتا تھا۔

میں نے اٹھ کر کرسی گھسیٹ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ مسکرائی اور بیٹھ گئی۔ رمیش حیرت سے منہ کھولے کبھی مجھے اور کبھی اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں یقیناً کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''یہ رمیش ہے۔'' میں نے اس کا تعارف کروایا۔ آدھا تعارف کرواتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میں غلطی کر بیٹھا ہوں۔ کیونکہ لڑکی کا نام تو مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔ رمیش بھی اب منتظر نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

اسی وقت میرے کانوں میں کسی انجانی آواز نے سرگوشی کی۔ ''رنجیت! لڑکی کا نام پریما ہے'' آواز نہ جانے کہاں سے آئی تھی' مگر اس لہجے کو میں خوب جانتا تھا۔ یہ لہجہ' میرا لہجہ تھا۔ کیونکہ یہ میرے لیے تھا یہ آواز اسی کی تھی۔

''اور یہ پریما ہے۔'' میں نے رمیش کی طرف دیکھ کر کہا' پریما نے چونک کر میری طرف دیکھا' اسے یقیناً حیرت ہوئی ہوگی کہ مجھے اس کا نام کیسے معلوم ہو گیا' کیونکہ اس نے تو اپنا نام مجھے نہیں بتایا تھا۔

''مزید تعارف مختصراً یوں ہو سکتا ہے۔'' میں نے رمیش سے کہا۔ ''کہ جس طرح تم میرے دوست ہو اسی طرح پریما میری......''

میں کچھ کہتے کہتے رک گیا' ایک لمحے کو میں نے اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھا جو کچھ خوفزدگی سے' کچھ حیرت سے اور کچھ استعجاب سے میری ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہہ کر مخاطب کروں کیا تھی وہ میرے لیے۔ کبھی کبھی حیثیت کا تعین کرنا بھی بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ انسان عام انسان تو ایک دوسرے کو رشتوں سے اور لہجوں سے اور دوستیوں سے اور حالات سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ میرا اس لڑکی سے کیا رشتہ تھا۔ چند لمحوں کی شناسائی' اور بس' اور کچھ بھی تو نہیں۔

''اسی طرح......'' میں نے رمیش کی تیز نظروں سے بچتے ہوئے کہا۔

''اسی طرح پریما بھی میری دوست ہیں۔''

میں نے دیکھا' پریما نے بھی اطمینان کا سانس لیا تھا مگر رمیش بدستور تیز نظروں سے مجھے ہی گھور رہا تھا۔ اس نازک مرحلے پر ویٹر رحمت کا فرشتہ بن کر نازل ہوا' اس کی آمد سے ماحول کا تناؤ اچانک کم ہو گیا۔

میں نے پریما کو مخاطب کیا۔ ''تکلف کے بغیر ناشتہ شروع کر دو۔ آج شام تک بمبئی پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم وقت کم سے کم ضائع کریں۔'' پریما نے الجھے ہوئے انداز میں میری طرف دیکھا اور سر جھکا کر ناشتہ کرنے لگی۔ رمیش نے پہلے پریما کو دیکھا' پھر مجھے اور پھر ناشتے کو۔ غالباً اسے ناشتہ سب سے زیادہ خوب صورت نظر آیا تھا' کیونکہ وہ بھی ناشتے پر پل پڑا تھا۔ اصول جمہورت کے تحت میں نے بھی اکثریت کی بات ماننے میں ہی عافیت جانی۔

خاصی دیر کے بعد رمیش نے اچانک سر اٹھا کر کہا۔

''آپ لوگ غالباً کبھی کلاس فیلو رہے ہوں گے۔''

''جی۔'' پریما نے بوکھلا کر کہا۔ ''جی ہاں۔''

پریما کی بوکھلاہٹ پر مجھے ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔ اسے معلوم تھا کہ رمیش کالج کے زمانے سے میرا کلاس فیلو اور دوست ہے اور میری تمام دوستیوں سے بخوبی واقف ہے۔

مگر رمیش پر شرارت سوار تھی۔ ''کالج میں پڑھتے ہوں گے آپ لوگ ایک ساتھ۔'' اس نے پھر پریما سے پوچھا۔

''جی نہیں۔'' پریما کی بجائے میں نے کہا۔ ''تیسری جماعت میں ہم لوگ ایک ساتھ پڑھتے تھے اور جب اسکول سے چھٹی ہوا کرتی تھی تو ہم ایک ساتھ گھر جایا کرتے تھے' کیونکہ یہ ہمارے پڑوس میں ہی رہتی تھیں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔؟''

''جی نہیں، مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے' بچپن کے ساتھیوں کے معاملات میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''سوال کم کیا کرو اور کوشش کیا کرو کہ جن معاملات میں تمہاری ٹانگ اڑے' وہ تمہارے ہی معاملات ہوں۔''

''بہتر ......پتا جی'' اس کا لہجہ مودبانہ تھا۔

''اور اپنی احمقانہ رائے اپنے تک ہی محدود رکھا کرو۔''

''بہتر' پتا جی۔''

''بس ثابت ہوا کہ پریما کو مزید تنگ کرنے کی صورت میں تمہاری اس کھوپڑی کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہ ہمارے ساتھ ہی بمبئی جائیں گی' یہ میری ہی نہیں، تمہاری بھی دوست ہیں۔''

''جی' پتا جی......!''

''ہوٹل کے ٹیلیفون سے بمبئی کال کرو اور بیچ ماؤنٹ ہوٹل میں تین کمرے ریزرو کرواؤ۔ سنگل سوٹس' ہم تینوں کے لیے۔''

''دو کمرے ریزرو نہ کروا لوں۔؟''

''کیا بکواس ہے۔'' میں نے آنکھیں نکالیں۔

''میرا مطلب ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں ہنسا۔ ''میرا مطلب ہے دیکھیے نا ہم دونوں تو ایک کمرے میں سو سکتے ہیں اور مس پریما دوسرے کمرے میں۔''

''جیسا میں کہہ رہا ہوں' ویسا ہی کرو۔'' میرے لیے سنجیدگی برقرار رکھنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

''شیور سر۔'' وہ اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف چل پڑا' پریما اس کے جاتے ہی میری طرف مڑی۔

''آپ مجھے بمبئی لے جا رہے ہیں۔'' اس کی آواز میں ایک عجیب سا اضطراب تھا۔

''تمہارا گھر کہاں ہے۔'' میں نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا۔ اس نے مجھے دیکھا اور دھیرے سے سر جھکا لیا۔

''کہانی گھسی پٹی سی ہے۔'' وہ بولی۔ ''ماں باپ بچپن میں مر گئے تھے اور ایک دور پرے کے رشتے کے چچا نے پرورش کی تھی' جب میں ان کے سایہ عاطفت میں گئی تھی تو چھوٹی سی تھی۔ مگر اب دس سال کے عرصے میں جہاں میں جوان ہو گئی تھی' وہاں میرے چچا کا لڑکا بھی جوان ہو گیا تھا۔ آپ کا نام ویسے میں پوچھنا بھول گئی تھی۔''

''میرا نام رنجیت پرکاش ہے۔''

''اچھا ہاں تو رنجیت صاحب، جب میرے چچا کے لڑکے نے مجھ پر غلط نظریں ڈالنی شروع کیں تو میں اس چار دیواری سے باہر نکل آئی۔ جس میں رہ کر بھی میرے لیے کوئی پناہ نہ تھی قلعے تو بنائے ہی اسی لیے جاتے ہیں کہ جب رہزن حملہ کریں تو مضبوط دیواروں کے اس پار رہنے والے محفوظ رہ سکیں لیکن اگر خود قلعے میں ہی رہزن بستے ہوں تو کیا ہو سکتا ہے۔'' وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ ''میں گھر سے نکل آئی۔ مگر رنجیت صاحب! رہزن کہاں نہیں ہوتے۔ دو دن تک میں اپنی ایک سہیلی کے گھر ٹھہری تو اس کا بھائی تیسرے دن سے میرے پیچھے عشقیہ شعر پڑھنے لگا۔ لڑکی کا جوان ہونا بھی اچھا خاصا جرم ہے رنجیت صاحب۔'' وہ اچانک خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا۔ رمیش بھی واپس آ رہا تھا۔ وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

''پریما۔'' میں نے میز پر جھک کر کہا۔ ''مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو تو میرے ساتھ چلو۔'' اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کو یوں ہی گھورتے رہے' ہمارے درمیان میز تھی، مگر ایک لمحے کو مجھے یوں لگا جیسے وہ کوئی ننھی سی بچی ہے اور رات بہت سیاہ اور اندھیری ہے اور سرد ہواؤں کے جھکڑ موت کی طرح سائیں سائیں کرتے ہوئے چلتے ہیں اور وہ خوفزدہ سی ننھی بچی میرے سینے سے لگی کانپ رہی ہے اور میں مضبوط اور طاقتور نہ ہونے کے باوجود اس کے سیاہ بالوں کو یوں تھپک رہا ہوں جیسے اس پناہ کے بعد اسے کسی پناہ کی ضرورت

نہیں، ہم ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔

''معاف کیجئے گا۔'' رمیش نے کہا۔ ''میں نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔؟'' وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''جی نہیں۔'' میں نے دانت پیس کر کہا۔ ''بڑی خوشی ہوئی آپ کے آنے سے......!''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ مجھے مزید مشتعل کرنے کے لیے ہنسا۔ ''اکثر لوگوں کو میرے آنے سے کافی خوشی ہوتی ہے۔''

''کام ہو گیا۔؟''

''جی ہاں۔ بیچ ماؤنٹ میں تین سنگل سوٹ ریزرو ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایک ایک کپ کافی پی کر روانگی کا قصد کیا جائے۔''

اس نے ویٹر کو بلایا جو کافی کے آرڈر پر مزید حیران ہوا۔ شاید اسے ہر بات پر حیران ہونے کی عادت تھی۔ کیونکہ ہر چیز کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کی مقدار بڑھتی جاتی تھی۔ آرڈر نوٹ کرنے کے بعد اس نے جانے سے قبل ایک آخری نظر حیرانی کی ہم تینوں پر ڈالی اور چلا گیا۔

کافی آنے تک ہم تینوں خاموش بیٹھے رہے۔ پریما اپنے ناخنوں کو دیکھتی رہی اور میں پریما کو دیکھتا رہا اور رمیش مسلسل مجھے دیکھتا رہا جس کی وجہ سے مجھے بار بار اپنی توجہ اس کے حسین چہرے سے ہٹا کر کافی کے برتنوں پر جمانی پڑتی تھی۔ تنگ آ کر میں نے نظریں جھکائیں اور خاموشی سے کافی پینے لگا۔

''شکر ہے۔'' رمیش بڑبڑایا۔

''کیا۔؟''

''جی۔'' رمیش نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ''کچھ نہیں۔''

باہر سورج طلوع ہو چکا تھا اور سڑکوں پر پڑی ہوئی برف کی نرم تہہ اب پگھل چکی تھی۔ ویٹر نے بل ہمارے سامنے رکھ کر پہلے بل کی رقم کو اور پھر ہمیں حیرانی سے دیکھا۔ ٹپ کی رقم دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''کیا اس ہوٹل میں بیروں کو ٹپ نہیں دی جاتی۔'' تنگ آ کر رمیش نے پوچھا۔ ویٹر کے چہرے پر مزید حیرت آ گئی۔

''تھینک یو سر۔'' اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

باہر سڑکوں پر برف پگھل چکی تھی اور ہر طرف سڑکیں گیلی ہو رہی تھیں پارکنگ ایریا میں ہماری کار کے ساتھ ہی ایک پولیس کار کھڑی تھی۔ پریما ہمارے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ میں جیسے ہی کار کا دروازہ کھولنے کے لیے بڑھا' پولیس کار کا دروازہ کھلا اور کسی نے نکل کر آگے بڑھ کر مجھے روک لیا' میں نے چونک کر دیکھا۔

وہ شنکر تھا...... ایس پی شنکر رائے...... رمیش کا بڑا بھائی۔ میں حیران رہ گیا۔

''کیا حال ہے رنجیت صاحب' اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''شنکر' میں نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ ''تم یہاں کیسے۔''

رمیش بھی کار میں بیٹھتے بیٹھتے رک گیا تھا۔ شنکر پر نظر پڑتے ہی وہ بھاگتا ہوا آیا اور اس سے لپٹ گیا۔

''بھیا۔'' وہ بولا۔ ''اتنی جلدی ملاقات ہوگی' یہ مجھے معلوم بھی نہ تھا۔''

''بوائز۔'' شنکر ہنستا ہوا بولا۔ ''تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟'' اس نے ایک نظر کار کے اندر بیٹھی پریما پر ڈالی۔

''خاتون کا تعلق۔'' وہ بولا۔ ''ظاہر ہے کہ تم سے ہوگا۔'' اس کا اشارہ رمیش کی طرف تھا۔

''جی نہیں۔'' رمیش نے آنکھ دبائی۔

''وہاٹ۔؟''

''خاتون کا تعلق ان سے ہے۔'' اس نے انگوٹھے سے میری طرف اشارہ کیا۔

''نہیں......؟''

''ہاں۔'' رمیش نے قہقہہ مارا۔ شنکر نے حیرانی سے میری طرف دیکھا پھر کچھ سنبھل کر وہ بولا۔

''تم نے بتایا نہیں، تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟''

''بمبئی۔''

''خاتون بھی ہمراہ جائیں گی۔؟''

''ظاہر ہے۔'' رمیش نے سر ہلا کر کہا۔ ''جب خاتون کا تعلق ان سے ہے تو وہ بمبئی تو کیا آخری سفر تک......''

''رمیش..........!'' میں نے تنبیہ کی۔

''جی پتا جی۔''

''بکواس بند کرو۔'' میں نے کہا۔

''اور گاڑی میں جا کر بیٹھو۔'' شنکر بولا رمیش نے بڑا سا منہ بنا کر پہلے میری طرف اور پھر شنکر کی طرف دیکھا۔ پھر وہ مڑا اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔

''دراصل مجھے تم سے کچھ بات بھی کرنی تھی۔'' شنکر نے میرے ساتھ ساتھ اپنی کار کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

''بات مجھے بھی تم سے کرنی تھی۔'' میں نے کار میں بیٹھ کر کہا۔

''کرو۔'' وہ بولا۔ میں ایک لمحے کے لیے جھجکا۔

''شنکر۔'' بالآخر میں نے کہا۔ ''میں شملہ چھوڑ کر بمبئی جا رہا ہوں۔ دراصل......دراصل پتا جی سے میرے شدید اختلافات ہو گئے تھے لہٰذا مجھے وہ عالیشان زندگی، وہ امیرانہ ٹھاٹ باٹ، سب چھوڑنے پڑ گئے ہیں۔ فی الحال رمیش کا سہارا ہے، آگے کا حال کوئی نہیں جانتا۔ پتا جی سے میرے جو اختلافات ہوئے، وہ دراصل ایک ایسی بات پر ہوئی جو مجھے جوان ہونے کے بعد معلوم ہوئی۔ مجھے اس گزری ہوئی زندگی پر افسوس ہوتا ہے جو میرے پتا جی کی دولت کے سہارے گزری، میری تعلیم، میری پائلٹ ٹریننگ کا وہ کورس، جس کی تکمیل میں اب صرف دو ماہ رہ گئے ہیں سب کچھ مجھے ایک خیرات کی طرح لگتے ہیں جو مجھے اس بات سے لاعلم رکھ کر میری نادانی، میری لاعلمی، میری بے خبری کے عوض میری جھولی میں ڈال دی گئی ہے، وہی بات میں تمہیں بتانا چاہتا تھا شنکر کیونکہ تم ایک پولیس آفیسر ہو اور وہ بات بھی جرم سے متعلق ہے۔''

شنکر اطمینان سے بیٹھا سنتا رہا۔ ''اور وہ بات کیا ہے۔؟''

''تمہیں پتا ہے شنکر۔'' میں نے کہا۔ ''میری ماتا جی کو قتل کیا گیا تھا۔ پولیس کی فائلوں میں یہ کیس............''

''ہاں۔'' وہ میری بات کاٹ کر بولا۔ ''پولیس کی فائلوں میں یہ کیس اب تک ہے۔ تمہاری ماتا جی کو ہنری تھامس نامی ایک شخص نے قتل کیا تھا، وہی شخص جس کی تصویر لے کر میں تمہارے پتا جی کی کاٹیج پر آیا تھا اور جہاں کامنی نے تمہارے پتا جی کی سیکرٹری نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ہنری تھامس تمہارے پتا پرکاش کمار ورما کا دوست ہے، ہنری تھامس نے یہ قتل تقریباً بیس سال قبل کیا تھا اور اس کے بعد سے وہ مفرور ہے، وہ ہندوستان آتا ضرور ہے مگر اتنے خفیہ طریقے سے کہ پولیس آج تک اسے گرفتار نہ کر سکی۔ ہنری تھامس ہی تمہاری ماتا جی کا قاتل ہے۔''

''نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''میری ماتا جی کو ہنری تھامس نے نہیں، میرے اپنے پتا جی نے قتل کیا ہے۔''

شنکر اچھل پڑا۔ ''کیا............؟''

''ہاں شنکر۔'' میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ ''یہ سچ ہے، اس بات کا ایک گواہ بھی ہے، مگر میں نہیں چاہتا کہ وہ گواہ کسی عدالت میں گواہی دے

کیونکہ یہ جرم تو جذباتی ہو کر کیا گیا تھا۔ ایک شوہر نے زمین کے ایک ٹکڑے کی خاطر یا چند لاکھ روپے کی خاطر اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔ اس جرم کا فیصلہ بھی ضمیر کی عدالت میں ہوگا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم پرکاش کمار ورما صاحب پر نظر رکھو۔ ایک جرم سے متعلق میں نے تمہیں اطلاع دے دی ہے۔ ثبوت میں فراہم نہیں کر سکتا۔ تم سے ہو سکے تو میری مدد کر دینا۔ نہ ہو سکے تو ابھی اسی وقت انکار کر دو' کیونکہ اب میری زندگی کا ایک ہی مشن ہے' اپنی ماتا جی کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانا تم سے مدد اس لیے طلب کی ہے کیونکہ تم جرم کے خلاف ہونے والی جنگ کے ایک سپاہی ہو' میری مدد کر سکتے ہو' تم نہ ہوئے تو کوئی اور ہوگا۔ ایک نہ ہو تو دوسرا ہوگا اور کوئی بھی نہ ہوا تو رنجیت پرکاش خود ہوگا' رنجیت تنہا ہوگا کیونکہ دشمن بھی تو ایک ہی ہے۔''

شنکر خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ ''تمہیں اس بات کا یقین ہے۔؟''

''کس بات کا۔؟''

''کہ تمہارے پتا جی نے ہی یہ قتل کیا تھا۔''

''ہاں۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''کیونکہ وہ گواہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔''

''یہ بات کہتے ہوئے تمہارے لہجے میں اتنا اعتماد کیوں ہے۔؟''

''کچھ لوگوں کی ذات پر اتنا ہی اعتماد ہوتا ہے شنکر۔'' میں نے کہا۔ ''دنیا میں کوئی نہ کوئی شخص ایسا ضرور ہوگا جس پر تمہیں بھی اتنا ہی اعتماد ہوگا۔ یہ فطری چیز ہے شنکر' کیونکہ آدمی سہاروں پر جیتا ہے اور سہاروں کی پہچان بھی رکھتا ہے۔ مضبوط سہارے کی پہچان ہر انسان کر سکتا ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان کی مضبوطی سے متعلق دھوکہ کھاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' شنکر نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ ''میں تمہاری مدد کروں گا۔ اگر تمہارے پتا جی مجرم ہیں تو میں ان کے خلاف ہوں اور ہاں ایک بات پر اعتماد رکھنا' مجھے نہ خوفزدہ کیا جا سکتا ہے اور نہ خریدا جا سکتا ہے۔ میں ذرا باغی قسم کا آدمی ہوں' ساری زندگی میں نے ایک سرکش انسان کی طرح گزاری ہے۔''

''مجھے تم پر اعتماد ہے۔''

''ٹھیک ہے' جاؤ۔ رمیش تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔''

وہ میرے ساتھ ساتھ کار تک آیا۔ پچھلی سیٹ پر رمیش نیم دراز تھا اور آگے کی سیٹ پر پریما بیٹھی تھی۔

''اچھا رمیش۔'' شنکر بولا۔ ''پھر ملیں گے۔''

''گڈ بائی سر۔'' رمیش نے کھڑکی کے راستے اس سے ہاتھ ملایا۔ ''اپنا خیال رکھا کیجئے' ذرا سنجیدگی اپنے چہرے سے جھاڑ کر تھوڑی سی نوجوانی' تھوڑا سا کھلنڈرا پن بھی لگا لیجئے اور ہاں شادی وادی کا بھی کوئی پروگرام بنایئے' کارڈ میں چھپوا دوں گا بشرطیکہ بھابھی اچھی ہوں اور شادی میں مجھے بھی بلایا جائے۔''

شنکر نے ہنس کر اس کے ایک چپت رسید کی ''فکر مت کر تجھے سب سے پہلے بلایا جائے گا۔'' پھر وہ آگے میری طرف آیا' کھڑکی میں سے سر جھکا کر اس نے میرا شانہ تھپتھپایا گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی مجھے کچھ یاد آیا۔

''شنکر۔'' میں نے انجن کے شور میں نے چیخ کر کہا۔ ''تم مجھ سے کوئی بات کہنے والے تھے۔''

''ہاں۔'' اس نے بھی چلا کر کہا۔ ''مائی ڈیئر رنجیت' ایک بات یاد رکھنا۔''

''کیا۔؟''

''تمہارے بھی کچھ دشمن ہوں گے' ان سے ہوشیار رہنا۔''

''کیا مطلب۔'' میں نے چلا کر پوچھا۔

''مطلب بعد میں سمجھو گے رنجیت۔'' اس نے پیچھے ہٹ کر چیخ کر کہا۔ ''شہد میں زہر بھی چھپا ہوسکتا ہے۔'' اس نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔ اس کی بات میری سمجھ میں نہ آئی تھی۔ شہد میں زہر بھی ہوسکتا ہے' کونسا فلسفہ تھا۔ بہر حال میں نے گاڑی گیئر میں ڈالی اور چل پڑا۔ پچھلی سیٹ پر نیم دراز رمیش نے موسیقی کے اصولوں کے عین خلاف ایک خوبصورت غزل گنگنانا شروع کردی جو خاصی دیر کے بعد میری کئی عاجزانہ درخواستوں اور گاڑی کو کسی درخت سے ٹکرا دینے کی دھمکیوں کے بعد اس نے ختم کی۔

میں خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ سڑک کے دونوں طرف اونچے اونچے سرو کے درخت انجانے محافظوں کی طرح کھڑے تھے اور ان کے درمیان سے چھن کر آنے والی روپہلی دھوپ سڑک پر ان کے لمبے لمبے سایوں کے درمیان سے کسی قیدی کی طرح ہنس رہی تھی۔ میں نے کھڑکیوں کے شیشے کھول دیے۔ ٹھنڈی ہوا ہمارے چہروں سے ٹکرانے لگی۔ پریما میرے ساتھ بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔

کنکھیوں سے میں نے اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے سیاہ بال ہوا کے تیز جھونکوں سے پیچھے کی طرف اڑ رہے تھے مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی' اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی چیز سے سخت خوفزدہ ہو' کسی گزری ہوئی بات سے' یا کسی بیتے ہوئے واقعے سے' جیسے وہ کسی سخت امتحان سے گزر کر آئی ہو۔ مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے آہستہ سے گردن نفی میں ہلائی۔ ''کچھ نہیں۔'' وہ کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن بتا نہ سکی' اس لیے میں بھی سڑک کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ پیچھے سے رمیش کے خراٹے واضح ہوتے گئے۔

بمبئی میں پیچ ماؤنٹ ہوٹل کے سامنے رات کے ساڑھے گیارہ بجے جب میں نے کار روکی تو رمیش کے علاوہ پریما میرے کاندھے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ راستے کی تھکن کے باوجود اس نے جاگنے کی اور آنکھیں کھلی رکھنے کی پوری کوشش کی تھی' مگر کامیاب نہ ہوئی تھی۔ اب اس کے چہرے پر سکون تھا اور وہ اضطرابی کیفیت ختم ہوچکی تھی جو راستے میں ہوٹل سے روانگی کے وقت اس کے چہرے پر تھی۔ انجن بند کر کے ایک لمحے کو میں یونہی بیٹھا رہا اس کی سیاہ زلفیں میرے شانے پر بکھری ہوئی تھیں اور ہوٹل کے جلتے بجھتے نیون سائن کی نیلی روشنی اس کے چہرے پر پڑتی تھی تو اس کا چہرہ کسی روشن کتاب کی طرح دمک اٹھتا تھا اور اس کی گھنی پلکیں روشنی کے اس مختصر سے وقفے میں اس کے چہرے پر بے انتہا خوب صورت لگتی تھیں' اس کا ایک ہاتھ سیٹ پر اور دوسرا میرے کاندھے پر۔ میں نے دھیرے سے اس کا خوب صورت ہاتھ تھاما' میرا مقصد صرف اسے بیدار کرنا تھا۔

''اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں۔'' پیچھے سے رمیش کی آواز آئی۔ ''کہ آپ میری گہری نیند سے فائدہ اٹھا کر میری کار کی شریفانہ فضا میں کوئی غیر شریفانہ حرکت فرمالیں گے تو آپ غلطی پر ہیں۔''

''پریما۔'' میں نے جھینپ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اس کا شانہ آہستہ سے ہلا کر کہا' اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں اور اردگرد کا جائزہ لیا۔ صورت حال کا اندازہ کرتے ہی وہ ایک جھٹکے سے مجھ سے علیحدہ ہوگئی۔

''آئی ایم سوری۔'' وہ بولی۔ ''آپ کو میں نے............!''

''کوئی بات نہیں۔'' رمیش دروازہ کھول کر اترتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولا ''تکلیف کی کیا بات ہے۔''

پریما کا چہرہ سرخ ہوگیا' رمیش نے دوسری طرف سے اس کے لیے دروازہ کھولا' ہوٹل کا ایک پورٹر ہمارا سامان اٹھانے آگیا۔

''آج کل ہوٹلوں میں ٹھہرنا بھی ایک مسئلہ ہوگیا ہے۔'' ہوٹل کی طرف چلتے ہوئے رمیش بولا ''عجیب عجیب باتیں پوچھتے ہیں یہ لوگ شریف آدمیوں کا جینا حرام ہوگیا ہے۔ تفتیش اس طرح کرتے ہیں کہ جواب دینا مشکل ہوجاتا ہے کہاں سے آئے ہو۔ کیوں آئے ہو۔ کس کے ساتھ آئے ہو۔ یہاں کتنے دن ٹھہرو گے۔ اتنے دن کیوں ٹھہرو گے۔''

میں اس کی بکواس کا مطلب سمجھ رہا تھا' مگر اس وقت درگزر کرنے میں ہی عافیت تھی۔

''خیر۔'' وہ مسلسل بڑبڑاتا رہا۔ ''جب اوکھلی میں سر دے ہی دیا تو دیکھا جائے گا۔'' کاؤنٹر پر ایک گنجا سا شخص ابنِ صفی کی عمران سیریز کا پہلا کارنامہ اپنی آنکھوں سے چھ انچ کے فاصلے پر رکھ کر پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا' کتاب کی خستگی کے پیش نظر میرا اندازہ یہی تھا کہ یہ پہلے کارنامے کا پہلا ایڈیشن ہوگا۔ قدموں کی چاپ اور رمیش کی کھنکار سے وہ قطعی متاثر نہیں ہوا تھا لہٰذا میں نے لکڑی کے کاؤنٹر کو گاڑی کی چابی سے بجایا۔

''جی۔'' اس دخل در معقولات سے سخت ناراض ہو کر اس نے بادل نخواستہ سر اٹھا کر کہا۔

''ہم نے کمرے ریزرو کرائے تھے۔'' رمیش نے کہا۔ ''تین۔''

''کروائے ہوں گے۔'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''کس نام سے......؟'' اس نے رجسٹر نکال کر چھ انچ کا فاصلہ دوبارہ قائم کیا اور ایک ایک سطر پڑھتا گیا۔

''اچھا۔'' اس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ ''آپ لوگ لالہ بھگوان داس اور ان کی مسز۔''

''جی نہیں۔'' میں نے کہا۔

''نہیں۔'' اس نے دہرایا اور چند لمحوں کے دوبارہ رجسٹر میں غرق ہو گیا' برآمد ہونے پر اس نے کہا۔

''تو پھر آپ لوگ مسٹر رمیش رائے اور مسٹر اینڈ مسز رنجیت پرکاش ہوں گے۔''

''جی ہاں۔'' رمیش جلدی سے بولا۔ ''چابیاں عنایت فرمائیے۔'' کی بورڈ سے اس فارغ البال شخص نے تین چابیاں اٹھائیں اور ہمارے سامنے رکھ دیں' اس سے پہلے کہ ہم اس سے یہ پوچھتے کہ کمرے کونسی فلور پر ہیں' وہ دوبارہ ناول میں غرق ہو چکا تھا۔ ابنِ صفی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ چابی پر کمروں کے نمبر تھے لہٰذا ہمیں تھوڑی سی دشواری کے علاوہ' جو فلور معلوم کرنے میں اٹھانی پڑی' کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

''یہ کیا بکواس تھی۔'' تیسرے فلور پر پہنچ کر میں نے طویل کاریڈور میں چلتے ہوئے رمیش سے پوچھا۔ پریما ہمارے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

''جی' کیا مطلب۔؟''

''یہ تم نے ریزرویشن کرواتے وقت کیا نام لکھوائے تھے۔''

''وہ۔'' اس نے زبردستی ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''دراصل مجھے اس وقت تک ان کا نام نہیں معلوم تھا۔''

جھوٹ اس کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا' میں نے پیچھے پڑنا اور بات بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

چابیاں رمیش کے پاس ہی تھیں' کمروں کے سامنے پہنچ کر اس نے ایک چابی میری طرف بڑھائی اور ایک پریما کی طرف' پورٹر ہمارے پیچھے سوٹ کیس لے کر آ گیا تھا۔ رمیش نے اسے ٹپ دے کر رخصت کر دیا۔

''یہ تیس نمبر کی چابی آپ کو دی ہے' لہٰذا آپ تیس نمبر کمرے میں قیام فرمائیں گے۔'' اس نے مجھ سے کہا۔ ''اور مس پریما' آپ کو اکتیس نمبر کی چابی ملی ہے۔ میں بتیس نمبر کمرے کو اپنے قیام کی سعادت بخشوں گا۔''

وہ مڑا اور سوٹ کیس اٹھا کر' اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا' چند لمحوں بعد دروازہ بند ہو گیا۔ میں اور پریما ہاتھوں میں اپنی اپنی چابیاں لیے اس طویل کاریڈور میں کھڑے رہ گئے۔

میں نے کوٹ کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور ماچس نکالی اور لوہے کی ریلنگ کے پاس جا کھڑا ہوا' ہوٹل بلاشبہ عمدہ تھا۔ نیچے کمروں کے درمیان وسیع میدان نظر آ رہا تھا جس کے بیچوں بیچ ایک سوئمنگ پول تھا۔ سگریٹ سلگا کر میں نے پلٹ کر دیکھا' پریما اب تک وہیں پر ایک تذبذب کے عالم میں کھڑی ہوئی تھی۔

میں وہیں کھڑا سگریٹ پیتا رہا' خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔ سگریٹ ختم کرنے کے بعد میں کچھ دیر تک وہیں کھڑا رہا' شاید مجھے بوڑھے' ایماندار اور

شریف رنجیت پرکاش کی موت پر افسوس ہو رہا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے لائٹ آف کی اور بستر پر گر کر سو گیا۔

☆☆☆

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ ایک عجیب سی بے چینی طبیعت پر چھا رہی تھی، میں نے اٹھ کر بیڈ لائٹ آن کر دی۔ گھڑی رات کے ڈھائی بجا رہی تھی۔ میں نے اٹھ کر سگریٹ سلگائی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اچانک میری نظر کسی لڑکی پر پڑی جو لوہے کی ریلنگ کے سہارے جھکی نیچے دیکھ رہی تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر وہ مڑی۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

وہ پریما تھی۔

''کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا۔ وہ ریلنگ کا سہارا لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

''کچھ نہیں......... نیند نہیں آ رہی تھی۔''

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''پریما'' میں نے کہا۔ ''کیا سوچا ہے تم نے؟''

''کس بارے میں؟''

''اپنے بارے میں آنے والے حالات کے بارے میں اور گزرے ہوئے حالات کے بارے میں۔''

وہ خاموش کھڑی رہی۔

''کہانی کچھ عجیب سی ہے پریما۔ تم مجھے ہوٹل میں ملیں تم نے مدد کی درخواست کی اور میں تمہاری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اب تم میرے اور رمیش کے ساتھ اس ہوٹل میں مقیم ہو۔ نہ تم نے یہ بتایا کہ تمہیں کون سا خطرہ تھا جس کی وجہ سے تم نے مجھ سے مدد مانگی تھی۔ نہ یہ بات واضح کی کہ وہ کون سے لوگ تھے جو تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں ایک کروڑ پتی باپ کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ کی شپنگ ایجنسی ہے جس کے تحت نہ جانے کتنے جہاز سمندروں میں ایک ملک سے دوسرے ملک...... ایک زمین سے دوسری زمین تک مال لاتے اور لے جاتے ہیں اور پتا جی کے بینک اکاؤنٹ میں رقم بڑھتی جا رہی ہے جو نہ جانے کتنے بینکوں کی کون کونسی برانچوں میں ہیں۔ مگر اب پتا جی سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ میں کسی کو بھی کوئی سہارا فراہم نہیں کر سکتا، کیونکہ میں تو خود بے سہارا ہوں۔ تم اگر یہ سمجھ رہی ہو کہ میں تمہیں کسی قسم کی معاشی پناہ مستقلاً فراہم کر سکتا ہوں تو تم غلطی پر ہو۔ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ مجھ سے کوئی توقع رکھی جا سکے۔ یوں تم میرے ساتھ رہنا چاہو یا کسی ایسی بات کی طلب گار ہو جو میرے بس میں ہو تو میں حاضر ہوں۔ کہنے کو یہ ایک رسمی سی بات ہے مگر میں اس کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا ہوں۔''

وہ خاموش کھڑی رہی۔ اس کی خاموشی کاٹنے لگی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کوئی مجرم ہوں اور تختۂ دار کے اردگرد ہزاروں لوگوں کی طنزیہ، حقارت آمیز اور تنفر نگاہیں میرے بدن میں چبھتی جاتی ہیں وہ کچھ کہتی تو آگ نہ لگتی مگر اب وہ چپ تھی تو شرارے میرے وجود کے گرد لپٹے جاتے تھے۔

''چند دنوں کا سہارا تو دے سکتے ہیں آپ؟'' وہ بولی۔

''میں نے انکار تو نہیں کیا۔'' میں نے کہا اور سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

اسی وقت وہ آ گئی۔ ایک دھیمی سی ریشمی سرسراہٹ ہوئی اور میں جان گیا کہ وہ آ گئی ہے، کیونکہ ایک خوشبو بھی آئی جو کسی نرم جھونکے کے ساتھ ہوا میں پھیلتی گئی اور ایک آہٹ بھی ہوئی جو کسی کے نازک قدموں کی تھی۔

''رنجیت۔'' وہی آواز گونجی اور مجھے یوں لگا جیسے میں کسی وسیع دریا میں تنہا اس کے سامنے کھڑا ہوں اور تخت پر اس کے حسن کے چلو سے ستاروں

کی طرح دمکتے ہیں اور اس کے حسن کی قوت تسخیر بے پناہ ہے۔ غلام تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ میں کہتا ہوں اور میری آواز دریا کے عظیم ستونوں سے ٹکرا کر گونجتی ہوئی واپس آ جاتی ہے۔ عشق کی یہ نذر لے لے یا زندگی لے لے اور آج سنگھاسن سے ایک مسکراہٹ آتی ہے اور کچھ بھی نہیں آتا ہے۔

''رنجیت۔'' ہیولے کی آواز پھر گونجی۔ ''میری بات سنو۔''

وہ ہنسی اور اس کی ہنسی گیت بن کر چار سو پھیلتی گئی۔ ''سنو شیام تمہارے میں گن گاؤں، جنم جنم سکھ پاؤں۔ گیت کی دھمک زندگی کی طرح پھیلتی گئی۔ چاہے متھرا رہوں چاہے گوکل بسوں نین دیپ جلاؤں تم سے درشن کروں۔'' میں ساکت کھڑا گیت کی مدھم ہوتی ہوئی لے کو سنتا رہا۔ سنو شیام تمہارے میں گن گاؤں۔ جنم جنم سکھ پاؤں۔ سنو شیام تمہارے میں گن گاؤں۔ گیت آہستہ ہوتا گیا۔

''رنجیت۔'' آواز نے کہا۔ ''اس لڑکی کو دیکھو جو تمہارے سامنے کھڑی ہے۔ اس کا نام پریما ہے اور اس کی حسن کی آنچ اتنی زیادہ ہے کہ خود یہ اپنے حسن سے ڈرتی ہے۔ بتاؤ۔ کیا یہ خوبصورت نہیں ہے؟''

''کیا مطلب؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پریما کی طرف دیکھ کر کہا۔

''فکر مت کرو'' آواز بولی۔ ''میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہماری اور تمہاری باتیں کوئی نہیں سن سکتا۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔ ''پریما کے بارے میں کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

''کیا مطلب؟'' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''یہ رات تمہیں اس کے ساتھ گزارنی ہے رنجیت۔'' آواز گونجی۔ میں حیران رہ گیا۔ میرے سامنے پریما ریلنگ پر جھکی نیچے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی۔ رنجیت پرکاش میں نے اپنے آپ سے کہا۔ ''یہ لڑکی تمہارے پاس کسی اعتماد کے سہارے آ کر ٹھہری ہے۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی بات کی تو کیا یہ حرکت تمہارے اپنے اصولوں کے خلاف نہ ہوگی؟''

''مگر یہ میرے اصولوں۔''

''کون سے اصول؟'' آواز نے کہا۔ ''یاد کرو رنجیت تمہارے وہ اصول تمہاری زندگی سے خارج ہو چکے ہیں۔ تم نے ایک نئی زندگی شروع کی ہے اور اس زندگی میں تمہارے اصول دوبارہ مرتب ہوئے ہیں۔ یہ رات اس لڑکی کے ساتھ گزارو رنجیت' کیونکہ اب تم پرانے رنجیت پرکاش نہیں ہو۔ تمہاری زندگی اس احمقانہ اور فرسودہ زندگی سے ہٹ کر ہے جو تم گزارتے ہو۔ جو مرحوم رنجیت پرکاش ولد پرکاش کمار ور ما گزارتا تھا۔ تم اب ایک نئے رنجیت ہو زندگی سے لطف اٹھاؤ رنجیت۔ ورنہ زندگی تمہیں کچھ بھی نہ دے سکے گی۔'' آواز ختم ہو گئی خوشبو کم ہوتی گئی اور میں نے جانا کہ وہ چلی گئی ہے۔

پریما......میرے سامنے کھڑی تھی۔

''پریما'' میں نے کہا۔ ''ایک بات بتاؤں تمہیں......؟''

''کیا؟'' اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔

''تم بہت خوبصورت ہو۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ بات تم نے کئی دفعہ سنی ہوگی مگر اس بات سے قطع نظر یہ میری اپنی رائے ہے۔'' اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

''تم نے برا تو نہیں مانا؟'' میں نے پوچھا۔ اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔''

میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ یونہی کھڑی رہی۔ میں نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا لیا۔ کاریڈور کے اس نیم تاریک ماحول میں بھی میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ کا اندازہ کر سکتا تھا۔

''پریما۔'' میں نے کہا۔''میں نے زندگی میں کبھی محبت نہیں کی ہے مگر آج' اس لمحے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مجھے واقعی تم سے محبت ہوگئی ہے۔''

مجھے معلوم تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں مگر یہ جھوٹ بولنا اب ضروری ہوگیا تھا اور پھر اس جھوٹ کا احساس پریما کو تو بالکل نہ ہوسکا تھا وہ یونہی مسحوری کھڑی رہی۔ میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرلیا۔ اس کا پورا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

اس کے کمرے میں اندھیرا تھا مگر کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور سمندر کی طرف سے خنک ہوا کے ساتھ ہلکی سی روشنی بھی آرہی تھی جس سے کمرہ مکمل طور پر تاریک نہ تھا۔ دروازے کے پاس اسے چوم کر میں نے پوچھا۔

''پریما۔ تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟''

''محبت!'' وہ آہستہ سے بولی۔''ہاں......کی ہے۔''

''کس سے؟''

اس نے ایک نظر میری طرف دیکھا۔''ساری زندگی میں محبت سے بچتی رہی رنجیت صاحب۔ مگر کچھ لوگ زندگی میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی محبت سے بچنے کی کوشش بھی کی جائے تو آدمی ناکام رہتا ہے۔ ایسا ہی ایک شخص مجھے بھی ملا تھا۔ میں نے اس کی باتوں سے بچنے کی کوشش کی' اس کے حسن سلوک سے متاثر نہ ہونے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ دنیا میں میں نے کبھی محبت نہیں کی سوائے اس شخص کے۔''

''اور وہ کون تھا؟'' میں نے اس کی زلفوں میں انگلیاں الجھا کر کہا۔

''وہ۔'' اس نے رک رک کر کہا۔''وہ آپ ہیں رنجیت صاحب۔''

''کیا؟'' میں اچھل پڑا۔

''جی ہاں۔ رنجیت صاحب۔'' وہ آہستہ سے بولی۔''آپ کے علاوہ شاید میں کسی اور سے متاثر نہیں ہوئی ہوں'' میں نے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ اس رات کی خنکی میں وہ حرارت کی ایک لہر محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں میں لے کر محسوس کیا۔ اس کا گداز جسم میری ہر گستاخی پر یوں کانپتا تھا جیسے خزاں رسیدہ پتا ہواؤں کے جھکڑ میں لرزتا ہے۔

''رنجیت۔'' اس نے اپنی بانہیں میری گردن کے گرد حمائل کرکے کہا۔ اس کی آواز جذبات سے کانپ رہی تھی۔''رنجیت۔'' ہمارے جسموں میں جیسے کسی نے آگ لگادی تھی۔ اس کی سانسیں بے طرح بے ترتیب ہوچلی تھیں اور اس کا بدن میری ہر حرکت کے ساتھ لرزتا تھا۔ دیوار پر ہمارے جسموں کے سائے بنتے بگڑتے رہے۔ رات یوں ہی گزری کہ میں اسے چاہتا رہا کیونکہ وہ چاہنے کے لیے ہی تھی اور اسے پیار کرتا رہا کیونکہ وہ پیار کرنے کے لیے ہی تھی۔ بلاشبہ وہ حسین تھی۔

☆☆☆

جب کھڑکی کے شفاف شیشوں سے صبح کا اجالا جھانکنے لگا تو اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔

''رنجیت۔'' وہ بولی۔''یہ رات کس کی تھی؟ میری! یا تمہاری؟''

اور میں نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر کہا۔''یہ رات ہم دونوں میں سے کسی کی بھی نہ تھی۔ یہ اس محبت کی رات تھی جو مجھے تم سے اور تمہیں مجھ سے ہے۔'' وہ ہولے سے ہنسی اور آنکھیں بند کرکے سوگئی۔ میں نے اس کا لباس درست کیا۔ اس کے چہرے پر بکھری ہوئی اس کی سیاہ زلفوں کو سنوارا اور اسے کمبل اوڑھا کر باہر نکل آیا۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا۔ سامنے بستر پر مہیش لیٹا کسی رسالے کی ورق گردانی کررہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا۔

''آیئے۔آیئے۔''اس نے کہا۔''میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا تھا؟''

''میں ذرا باہر ٹہلنے گیا تھا۔''میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔''آپ کو جھوٹ بولنا نہیں آتا۔رنجیت بھیا۔''

''کیا مطلب؟''میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔

''مطلب یہ کہ رات کو اتفاق سے میری آنکھ کھل گئی تھی لگ بھگ چار بجے کے قریب میں نے سوچا کہ آپ کی طرف ایک نظر ڈال لوں۔یہاں آیا تو کمرے کا دروازہ کھلا پڑا تھا اور آپ کمرے میں نہیں تھے۔''وہ معنی خیز انداز میں ہنسا۔میں فوراً سمجھ گیا کہ کہیں باہر ٹہلنے کے لیے گئے ہوں گے ویسے بھی ٹہلنا صحت کے لیے اچھا ہے اور پھر اس مرض میں تو لوگ ٹہلتے ٹہلتے دشت و بیابان کی طرف بھی نکل جاتے ہیں۔آپ بھی آدھی رات کو ٹہلنے چلے گئے تو کیا ہوا۔ویسے ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔اگر آپ ٹہلنے کے لیے باہر کی سمت میں گئے تھے تو ابھی ابھی مس پریما کا دروازہ کھول کر کیسے برآمد ہوئے ہیں؟''

میں لاجواب ہو گیا تھا۔وہ یقیناً رات کو میرے بستر پر ہی سو گیا تھا اور صبح سے میرا انتظار کر رہا تھا۔اب سچ بولا نہیں جا سکتا تھا اور جھوٹ بولنے کی گنجائش نہ تھی۔

''ویسے ہو سکتا ہے کہ باہر ٹہل کر واپس آتے ہوئے آپ کو کوئی ایسی سرنگ مل گئی ہو جو باہر سے شروع ہوتی ہو اور مس پریما کے کمرے میں آکر نکلتی ہو اور آپ نے وقت بچانے کی خاطر اس سرنگ میں سفر شروع کر دیا ہو۔''رمیش کو موقع مل گیا تھا لہٰذا اس نے اپنی بکواس جاری رکھی۔

''میں پریما سے کچھ ضروری باتیں کرنے گیا تھا۔''میں نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا۔

''اوہ......''رمیش نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔''اور یقیناً وہ اتنی ضروری باتیں تھیں کہ صبح کا انتظار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔''میں نے بستر سے تکیہ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا اور باتھ روم میں گھس گیا۔

نیم گرم پانی کے غسل نے طبیعت کی ساری کسلمندی کو دور کر دیا اور میں بالکل تازہ دم ہو گیا۔کپڑے تبدیل کرنے کے بعد میں کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور رمیش کے کمرے میں جا پہنچا۔

''برخوردار......''میں نے کہا۔''ناشتا کرنا ہے یا نہیں۔''

''شیور......''وہ بولا۔''میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ آپ سے آکر ناشتے کے بارے میں بات کروں مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے آپ دونوں نے ساتھ ہی ناشتا کر لیا ہو۔''

''رمیش......؟''میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔

''جی......پتاجی۔''

''بہت مذاق ہو چکا۔ سیدھی طرح روم سروس والوں سے ناشتا منگواؤ اور پریما کو بھی......میرا مطلب ہے......مس پریما کو بھی بلالاؤ۔''

''ناشتا منگوا لیتا ہوں۔''وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔''مس پریما کو آپ بلا لایئے۔''میرے اٹھنے سے قبل ہی وہ جھپاک سے دروازہ کھول کر باہر غائب ہو گیا۔

ناشتے کے دوران خاموشی چھائی رہی۔رمیش وقفے وقفے سے ایک اچٹتی ہوئی نظر مجھ پر ڈال لیتا تھا۔مگر میں اب اس کے چبھتے ہوئے جملے سننے کے موڈ میں نہ تھا۔لہٰذا میں نے پریما کی بجائے ناشتے کو غور سے دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

رمیش کو یقیناً مایوسی ہوئی تھی۔ناشتے کے دوران پریما اچانک اٹھی۔

''ایکسکیوز می۔''اس نے کہا۔''میں ابھی آتی ہوں۔''اور باہر نکل گئی۔غالباً وہ اپنے کمرے کی طرف گئی تھی۔رمیش نے حیرت سے میری طرف

دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے پوچھا۔ ''کیا خاتون کچھ بھول آئیں۔؟''

''شاید۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔

''کمال ہے۔'' وہ بولا۔ ''آپ کو کوئی فکر ہی نہیں حالانکہ وہ آپ کی...... '' وہ جان بوجھ کر ایک لمحے کو رکا۔ ''حالانکہ وہ آپ کی دوست ہیں۔''

''بکواس بند کرو۔'' میں نے ایک سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔ ''اور ناشتا کرو۔''

''کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ناشتا بند کر کے بکواس شروع کر دوں؟''

میں کوئی سخت جواب دینے ہی والا تھا کہ پریما واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی شیشی تھی۔

''میں ناشتے کے وقت یہ گولی کھانے کی عادی ہوں۔'' اس نے شیشی میں سے ایک چھوٹی سی گلابی گولی نکالی اور پانی کے ساتھ نگل گئی۔ ''یہ سکون آور گولیاں ہیں۔ پورے دن شاید یہی مجھے پرسکون رکھتی ہیں۔'' اس نے شیشی پرس میں رکھ لی۔

''کافی نہیں آئی ابھی تک۔'' رمیش نے ٹیلی فون اپنی طرف گھسیٹ کر روم سروس والوں کو ایک دفعہ پھر کافی بھیجنے کی ہدایت دیں۔ چند لمحوں بعد ایک سفید وردی پوش بیرا ہاتھ میں ٹرے لیے اندر داخل ہوا اور کافی کے برتن بمعہ کافی میز پر رکھ کر چلا گیا۔

''کافی بناؤ۔'' میں نے رمیش سے کہا۔

''آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں۔'' رمیش نے پوٹ میں کافی ڈالتے ہوئے کہا۔ ''جیسے میں آپ کی پتنی ہوں ہونے کا شرف رکھتا ہوں۔'' میں نے جھینپ کر نکھیوں سے پریما کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا۔

اچانک ہر طرف سناٹا چھا گیا کوئی آواز نہ رہی۔ کوئی شور نہ رہا۔ دور کہیں ایک جلترنگ بجا وہ آ گئی تھی۔ خوشبو سمندر کی کسی سرکش لہر کی طرح اٹھی اور مجھے یوں بھگوتی ہوئی' مہک میں شرابور کرتی چلی گئی کہ پھر اس خوشبو کے سوا کچھ نہ رہا۔ سنو شیام گیت فضا میں دھڑکنے لگا۔ تمہارے میں گن گاؤں۔ لاگی ایسی لگن تن سے من میں لگی...... ایک آواز یہاں سے وہاں تک گونج گئی۔ موہن مرلی کی دھن' موری سدھ لے گئی...... موری بنتی سنو' سارے جگ کے دئی...... وہ آہستہ آہستہ کہتی گئی۔ میں کس کے دوارے جاؤں...... یونہی بس تمہارے میں گن گاؤں...... جنم جنم سکھ پاؤں۔ سنو شیام...... تمہارے میں گن گاؤں۔

''رنجیت۔'' اس نے کہا۔ ''ہوشیار ہو جاؤ۔''

''کیوں......؟'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔'' وہ بولی۔

''زندگی!'' میں ہنسا۔ ''زندگی تو تم نے اس دن بچائی تھی۔ اب تم ہی اس کی محافظ ہو۔ مجھے بھلا کسی خطرے کا خوف کیسے ہوسکتا ہے۔'' اس کی ہنسی میں وہی دوشیزگی' وہی معصومیت تھی۔

''اسی لیے تو میں تمہیں خبردار کرنے آئی ہوں کیونکہ میرے ہوتے ہوئے رنجیت نہیں بچ سکتا۔ کافی کی کیتلی کسی طرح بھی نیچے گرا دو زمین پر تاکہ کوئی بھی اس میں سے کافی نہ پی سکے۔''

''مگر کیوں......؟'' میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

وہ ہنسی۔ ''سوال بہت پوچھتے ہو...... بہر حال کافی میں زہر ہے جس کو پینے کی صورت میں تم یا رمیش یا پریما...... یا تم تینوں ہی مر سکتے ہو۔''

''کیا؟'' میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔

''کافی زہر آلود ہے۔'' وہ بولی۔ ''اس کو فوراً کسی بہانے سے نیچے گرا دو اور دوسری کافی منگوا لو۔'' وہ مخصوص سناٹا ختم ہوتا گیا۔ وہ چلی گئی تھی سو

خوشبو بھی چلی گئی اور اس کی آواز کا ترنم بھی چلا گیا اور میں جیسے ہوش میں آیا تو رمیش کافی کیتلی میں سے ہمارے سامنے رکھے ہوئے کپوں میں انڈیل رہا تھا۔

میں نے اچانک اٹھنے کی کوشش کی۔ بے خیالی کے سے انداز میں میرا ہاتھ رمیش کے ہاتھ میں موجود کیتلی پر جا پڑا اور کیتلی ایک چھناکے کے ساتھ زمین پر گر کر چور چور ہوگئی۔

''خدایا'' رمیش سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔''آدھے گھنٹے کی مسلسل درخواستوں کے بعد تو وہ سفید وردی والا ترس کھا کر کافی فراہم کرنے پر آمادہ ہوا تھا اور آپ نے ایک منٹ میں......اب جانے کب آئے گی کافی۔''

''آپ حضرات اگر مجھے اس غلطی کی تلافی کا موقع دیں تو میں خود جا کر روم سروس والوں کو کہہ آؤں۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً'' رمیش نے سر ہلا کر کہا۔''ہم آپ کو آپ کی اس غلطی کی تلافی کا موقع ضرور دیں گے۔'' میں دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

روم سروس کے کاؤنٹر پر میں نے ایک ویٹر کو روک کر پوچھا۔''تمہارا منیجر کدھر ہے۔'' اس نے ایک قریبی کمرے کی طرف اشارہ کیا اور جس رفتار سے آ رہا تھا اسی رفتار پر چل پڑا۔

''روم سروس میں کافی کون فراہم کرتا ہے۔'' میں نے منیجر سے پوچھا وہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔

''ہم ہی فراہم کرتے۔'' وہ بولا۔

''ابھی ابھی روم نمبر بتیس' تھرڈ فلور پر کافی کس نے سرو کی تھی وہ بیرا کون تھا؟ میں اس کا نام جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے میز پر مکا مار کر کہا۔ منیجر اچانک پریشان ہوگیا۔

''کیا ہو گیا......سر......'' اس نے پوچھا۔''ہماری سروس سے کوئی شکایت......''

''ہاں۔ ہاں۔ بہت بڑی شکایت ہے۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ ابھی ابھی جس سفید وردی والے بیرے نے بتیس نمبر میں کافی سرو کی تھی وہ کون ہے اور کہاں ہے؟'' منیجر نے گھنٹی بجائی اور ایک ویٹر اندر داخل ہوا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں؟'' منیجر مجھ سے مخاطب ہوا۔

''کیا؟''

''ہمارے بیروں کی وردی نیلی ہے گہرے نیلے رنگ کی۔ سفید رنگ کی وردی پہننے والا کوئی بیرا ویٹر نہیں ہو سکتا۔'' اس نے ویٹر کو جانے کا اشارہ کیا۔ ویٹر اپنی اس غیر معمولی طلبی پر حیران ہو کر باہر نکل گیا۔ منیجر کے چہرے پر وہی بے نیازی آ گئی تھی جو اس سے پہلے تھی۔''وہ ہمارا بیرا نہیں ہو سکتا سر۔'' اس نے کہا۔

''دراصل تمہیں وہ بات نہیں معلوم' جو مجھے معلوم ہے اور جس کی وجہ سے میں تھرڈ فلور سے اتر کر گراؤنڈ فلور پر آیا ہوں''

''اور وہ وجہ کیا ہے؟'' اس نے چھت کو گھورتے ہوئے کہا۔

''وہ کافی زہر آلود تھی۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ منیجر اچھل پڑا۔

''پلیز'' اس نے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے کہا۔''آہستہ بولیے۔ کہیں کوئی سن نہ لے۔'' اس نے اٹھ کر دروازہ لاک کیا اور پھر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔''اب بتائیے۔ وہ کافی کہاں ہے؟ کسی نے پی تو نہیں؟''

''نہیں......'' میں نے کہا۔''مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ہوٹل کی انتظامیہ کی موجودگی میں کوئی شخص میرے کمرے میں گھس کر مجھے زہر دینے کی کوشش کیسے اور کیوں کر سکتا تھا؟ میرے علاوہ میرے دوست بھی وہ زہر آلود کافی پینے سے بچ گئے ورنہ کل ہر اخبار کی شہ سرخی یہی ہوتی اور آپ بری طرح پھنس جاتے۔'' مینیجر کا رنگ فق ہو گیا۔

''اب ایسا نہیں ہوگا۔'' اس نے کہا۔ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے کمرے کی تمام کھانے پینے کی اشیاء میں چیک کر کے بھیجوں گا۔ امید ہے آپ اس بات کو یہیں ختم کر دیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''فی الحال آپ تین آدمیوں کے لیے روم نمبر بتیس میں کافی بھجوائیں۔'' میں ایک لمحے کے لیے رکا۔ ''اور خیال رکھے گا کہ وہ زہر آلود نہ ہو۔''

''فکر مت کیجیے سر۔'' منیجر ایک پھیکی سی ہنسی ہنسا میں واپس کمرے کی طرف چل پڑا۔

'رنجیت پرکاش' کمرے کی طرف واپس جاتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے کہا۔ ''یہ کون ہے جو تمہاری زندگی کے پیچھے یوں پڑا ہوا ہے۔ جس دن تم خودکشی کے ارادے سے نکلے تھے اور ایک پراسرار قوت نے تمہیں بچا لیا تھا' اس دن بھی ایک شخص نے تم پر فائر کر کے تمہیں ختم کرنے کی کوشش کی تھی......وشش کیا کی تھی تقریباً مار ہی ڈالا تھا۔ کیونکہ اس دن تمہاری وہ محسن تمہاری وہ مہربان تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو تم اب تک ختم ہو چکے ہوتے۔ اس وقت تو تم نے غور نہیں کیا۔ مگر رنجیت پرکاش۔ یہ دوسرا حملہ بھی ہو گیا ہے۔ کون ہے جو سات پردوں میں بیٹھا ہے اور عقل کی کوئی ڈوری ہلاتا ہے تو تم پر کوئی حملہ ہو جاتا ہے یہ کون تمہارا دشمن ہے؟ جو تمہیں جیتا جاگتا ہنستا کھیلتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ دو دفعہ تم قسمت سے یا اتفاق سے یا اس پراسرار مہربان کی وجہ سے بچ گئے ہو مگر تابکے......تمہاری زندگی کی کب تک ضمانت دی جا سکتی ہے؟ ایک دن؟ یا ایک ہفتے......؟ یا ایک ماہ؟ یا ایک سال؟ مگر مجھے پتا تھا کہ اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

''آپ کیا مذاکرات کرنے چلے گئے تھے' ہوٹل کی انتظامیہ سے۔''

رمیش مجھے دیکھ کر بولا۔ ''ایک کیتلی ہی تو ٹوٹی ہے اور تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔'' میں اس کو کیا بتاتا کہ بہت کچھ ہو چکا ہے۔ موت ہمیں چھو کر گزر گئی۔

وہ پورا دن ہم نے بمبئی کی سیر میں گزارا۔ جہاں شہر کے جلوے ختم ہوتے تھے۔ وہاں میں پریما میں محو ہو جاتا تھا۔ رات گئے جب ہم ہوٹل واپس پہنچے تو مارے تھکن کے ہم تینوں کا برا حال تھا۔ رمیش تو کھانا کھائے بغیر ہی سو گیا۔ میں نے اپنا اور پریما کا کھانا اپنے ہی کمرے میں منگوا لیا۔

کھانے کے دوران ہم میں کوئی بات نہ ہوئی۔ جب بیرا برتن واپس لے گیا تو میں نے کام کی بات شروع کی۔

''تم نے اب تک مجھے بتایا نہیں۔''

''کیا؟''

''وہ لوگ کون تھے جو تمہارا پیچھا کر رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔ ''شاید تم اس بات کو چھپانا چاہتی ہو مگر پریما......صورت حال ایسی ہے کہ تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ کم از کم یہ ضرور بتانا پڑے گا کہ وہ کون لوگ تھے جن کے تعاقب سے خوفزدہ ہو کر تم میرے ساتھ چلی آئی تھیں؟'' پریما خاموش بیٹھی رہی۔ صرف ایک دفعہ نظریں اٹھا کر اس نے میری طرف دیکھا۔ پھر وہ سر جھکا کر بیٹھی رہی۔

''میں تم سے یہ کبھی نہ پوچھتا کیونکہ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے اور اس رات کے بعد بھی جو ہماری مشترکہ رات تھی۔ اگر تم کوئی بات کوئی واقعہ' کوئی راز مجھ سے علیحدہ رکھنا چاہتی ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے مگر میں یہ بات پوچھنے پر صرف اس لیے مجبور ہوا ہوں کیونکہ آج مجھ پر ایک قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔''

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''نہیں......!'' اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''ہاں۔'' میں نے کہا۔ ''آج ہی مجھے ختم کرنے کی ایک کوشش کی گئی تھی۔ حالانکہ میں اتنی آسانی سے مرنے والا انسان نہیں ہوں۔ شاید میں نے بہت بڑا دعویٰ کر دیا ہے مگر یہ سچ ہے کیونکہ مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے اور جو لوگ زندگی میں کم دشمن بناتے ہیں وہ زیادہ عرصے تک

جیتے ہیں اور میں نے تو زندگی میں گنتی کے چند آدمیوں کو اپنا دشمن بنایا ہے مجھے یہ شبہ ہے کہ کہیں وہ قاتلانہ حملہ جسے میں اپنے لیے سمجھ رہا ہوں دراصل تمہارے لیے نہ ہو۔ جن لوگوں سی تم خوفزدہ تھیں کہیں ان لوگوں نے تمہیں ختم کرنے کے لیے یہ سارا ناٹک نہ رچایا ہو۔ اگر تمہیں ایسا کوئی خدشہ ہے تو کھل کر بیان کردو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اور تم اور رمیش بے خبر میں مارے جائیں۔ مجھے اپنا غم نہیں ہے۔ مجھے رمیش کی فکر ہے اسے میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اور اسی لیے میں نہیں چاہتا کہ میرے یا تمہارے کسی دشمن کا کوئی وار اسے بھی گھائل کر جائے۔''

وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ پھر وہ بولی۔ ''میں، میں خود ان لوگوں کو نہیں جانتی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ دہلی کے ریلوے اسٹیشن سے میرے پیچھے لگ گئے تھے میں جہاں جاتی تھی وہ میرے پیچھے آتے تھے۔ ایک سنسان گلی میں تو انہوں نے مجھے پکڑ کر تقریباً بے بس کر لیا تھا۔ مگر اسی وقت کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس اس گلی کے دوسرے سرے پر روشنی پھیلاتی ہوئی مڑیں تو مجھے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اس وقت تو بچ گئی تھی مگر وہ مسلسل میرے تعاقب میں رہے۔ نیشنل ہائی وے پر میں بمبئی جانے والی ایک بس میں بیٹھ گئی وہ لوگ بھی اس بس میں سوار ہو گئے راستے میں گرانڈ ریسٹورنٹ پر بسیں کچھ دیر کے لیے ٹھہرتی ہیں میں وہیں پر اتر کر نیچے آ گئی تھی اور ریسٹورنٹ کے ارد گرد ٹہل رہی تھی۔ اسی وقت آپ سے میری ملاقات ہو گئی اور شاید آپ کو اور رمیش کو دیکھ کر وہ لوگ ڈر گئے جب ہم ریسٹورنٹ سے باہر نکلے تھے تو میں ڈر رہی تھی کہ وہ لوگ میری وجہ سے آپ پر حملہ نہ کردیں مگر ریسٹورنٹ کے باہر ہی آپ کے پولیس والے دوست ملے تو مجھے اطمینان ہو گیا۔''

''وہ رمیش کا بڑا بھائی تھا............ایس پی شنکر۔'' میں نے کہا۔

''رمیش کے بھائی۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''ہاں'' میں بولا۔ ''اگر تم اس وقت یہ ساری بات بتا دیتیں تو ہم ان لوگوں کو وہیں پر پکڑ لیتے۔''

اس نے کچھ شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

''وہ لوگ تعداد میں کتنے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''کچھ صحیح یاد نہیں۔..........'' مجھے اس کی لاعلمی پر حیرت ہوئی۔

''کیوں؟''

''دراصل.....'' وہ کچھ گھبرا سی گئی تھی۔ ''دراصل اس وقت میں کچھ اتنی زیادہ خوفزدہ تھی کہ......''

''خیر کوئی بات نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''وہ جتنے بھی تھے؟ اب وہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکیں گے۔''

ہم دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بولی۔ ''اب میں چلتی ہوں۔''

''کہاں؟'' میں نے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں۔''

''اور اگر میں نہ جانے دوں تو؟'' وہ میری طرف دیکھ کر آہستہ سے مسکرائی اور مجھے اس کے گالوں میں نمودار ہونے والا نازک سا گڑھا اور اس کے چہرے پر ایک گلابی سا رنگ چھا گیا۔

''کیوں.....؟'' اس نے پوچھا۔ میں اٹھا اور اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''کیوں کہ یہ میری مرضی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں...... بولو'' میں نے اس کے روشن چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر چوم کر پوچھا۔ ''بولو..... کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' اور وہ ایک بارگی زور سے کانپ کر میرے بازوؤں کے حلقے میں مطمئن ہو گئی۔

''نہیں.....'' وہ آنکھیں موند کر بولی۔ ''کوئی نہیں۔''

میرے لیے دروازہ بند کر کے واپس بستر تک آنا مشکل ہو گیا کیونکہ وہ میرے ساتھ تھی اور جہاں اس کے بدن کی گرمی تھی وہاں چاہنے کے سوا

کوئی چارہ نہ تھا اور جہاں اس کے جسم کا گداز تھا' وہاں سے اپنا لینے کے علاوہ کوئی راہ نہ تھی' وہ قیامت تھی۔ میں نے اسے تمغے کی طرح اپنے بدن پر سجا لیا۔ وہ پھول کی طرح نرم اور کانٹے کی طرح تیز تھی کہ جس کی دوری آگ ہو' قریب الاؤ۔ آپ ہی سونا' آپ ہی خوشبو' کچھ اجلی' کچھ ماند۔ وہ سورج کی پہلی کرن کی طرح ایک دھیمی دھیمی حرارت لیے مجھ میں جذب ہوتی گئی۔ میں نے اس کے ہونٹوں کو چوما۔ میں نے اس کو ہونٹوں سے چوما۔ میں نے اس کی آنکھوں کے پیالوں سے پی' میں نے اس کی آنکھوں کے پیالوں کو پیا۔ اس کی خوشبو کو سونگھا' اس کے ذائقے کو چکھا۔ اس کے نظارے کو دیکھا۔ اس کی پیار بھری سرگوشیوں کو سنا۔ اسے اپنے پاس محسوس کیا۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو کھڑکی سے دھوپ اندر آ رہی تھی اور پریما ہاتھ منہ دھونے کے بعد شیشے کے سامنے بیٹھی بال بنا رہی تھی۔ آئینے میں اس کا چہرہ قدرے نکھرا نکھرا نظر آ رہا تھا۔ مجھے بیدار ہوتے دیکھ کر وہ مڑی۔

''اب اٹھ جائیے۔ رمیش صبح سے دس دفعہ آپ کو سوتا دیکھ کر واپس لوٹ چکا ہے۔'' رمیش کا نام سن کر میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ باتھ روم سے ہاتھ منہ دھو کر جب میں باہر نکلا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ دروازے میں چوکھٹ کا سہارا لیے کھڑا تھا' اس کے ہونٹوں پر وہی شرارت آمیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''بھئی ذرا جلدی بیدار ہو جایا کیجیے۔'' وہ بولا۔ ''ناشتہ کرنے کا سخت موڈ ہوتا ہے۔'' اور پریما زیر لب مسکرائی۔

اس دن ناشتے کے ساتھ روم سروس کا منیجر اپنے چہرے پر باادب بالملاحظہ قسم کا تاثر لیے حاضر ہوا اور اشاروں ہی اشاروں میں یہ بتا گیا کہ ناشتے میں اس دفعہ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ میں اطمینان سے ناشتہ کر سکتا ہوں۔

ناشتے کے بعد میں نے رمیش سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔ پریما کو میں نے اس کے کمرے میں بھیج دیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''کس بارے میں؟''

''حالات کے بارے میں۔'' میں نے کہا۔ ''کبھی سوچا تم نے کہ ہم اچانک ایک مختلف زندگی گزارنے لگے ہیں جو پچھلی زندگی سے قطعی مختلف ہے۔''

''رنجیت بھیا۔'' رمیش بولا۔ ''میں نے نہ پچھلی زندگی پر غور کیا تھا اور نہ اب اس زندگی پر غور کر رہا ہوں۔ کیونکہ زندگی غور کرنے کے لیے نہیں ہوتی۔ کم از کم میرے نزدیک۔''

''پھر بھی تمہیں کچھ فرق تو محسوس ہوتا ہوگا۔''

''ہاں۔'' رمیش نے کچھ سوچ کر کہا۔

''کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''فرق آپ میں آیا ہے رنجیت بھیا'' وہ بولا۔ ''آپ پہلے سپر نیچرل قسم کا آدمی بننے کی کوشش کرتے تھے۔ اب آپ جدید دنیا کے عام انسان کے سانچے میں اچھی طرح ڈھل گئے ہیں اور رنجیت بھیا مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ آپ کا یہ روپ آپ کے پچھلے روپ سے بہتر ہے۔ دنیا اگر احمق ہے تو ہمیں بھی احمق بننا پڑے گا۔ ہم دنیا میں مخالف سمت بن کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ کاغذ کو اسی طرف اڑنا پڑتا ہے جدھر کی ہوا چل رہی ہو۔''

''مجھے کچھ تھوڑا سا افسوس بھی ہوا ہے' رمیش۔'' میں نے کہا۔ ''اخلاق و شرافت کی حد فاصل کو پھلانگتے ہوئے ایک لمحے کو میرا دل ندامت سے دو چار ہوا ہے۔ میں نے کبھی شراب نہیں پی تھی۔ سو اب میں نے شراب بھی پی لی ہے۔ میں نے کبھی کسی لڑکی کے ساتھ راتیں نہیں گزاری تھیں مگر اب میری راتیں پریما کے ساتھ گزرتی ہیں۔ ٹھیک ہے میں اب ایک عام انسان بن گیا ہوں۔ مگر ایک عجیب بات ہوئی ہے رمیش کوئی نہ کوئی میری زندگی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے گزشتہ چند دنوں میں مجھ پر دو مرتبہ قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔''

رمیش بھونچکارہ گیا۔ ’’کب؟‘‘

’’پہلا حملہ اس روز ہوا تھا جس دن میرا پتا جی سے جھگڑا ہوا تھا اور میں تمہارے کالج کی طرف آ رہا تھا اور دوسرا حملہ کل ہوا تھا تمہیں یاد ہے۔کل ناشتے کے دوران میرا ہاتھ لگنے سے وہ کافی کی کیتلی گر کر ٹوٹ گئی تھی۔‘‘

’’ہاں۔‘‘ اس نے سر ہلایا۔

’’وہ کافی زہر آلود تھی۔‘‘ میں نے اطمینان سے کہا۔

’’کیا؟‘‘ وہ اچھل پڑا۔

’’کافی میں زہر تھا اور اگر اس کو جلد زمین پر نہ گرایا جاتا تو چند لمحوں بعد ہم تینوں فرش پر پڑے ہوتے۔‘‘

’’آپ کو کیسے پتا چلا؟‘‘ اس نے سنبھل کر پوچھا۔

’’کسی مخصوص ذریعے سے۔‘‘ میں نے کہا۔ ’’تمہیں شاید یہ بھی نہ پتا ہوگا کہ کل جو سفید وردی والا بیرا ہمارے لیے کافی لے کر آیا تھا وہ اس ہوٹل کا بیرا نہیں تھا۔اس ہوٹل کے بیروں کی یونیفارم گہرے نیلے رنگ کی ہے۔‘‘

’’اوہ گاڈ۔‘‘ وہ حیرانی سے بولا۔ ’’آپ تو باقاعدہ جاسوسی کرتے رہے ہیں۔‘‘

’’ثابت یہ ہوا رمیش ڈیئر۔‘‘ میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ ’’کہ کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو ہمیں...... بلکہ مجھے ختم کرنے کے درپے ہیں اور شاید یہ دعویٰ کرتا ہوا میں خاصا احمق لگوں‘ مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ مجھے اتنی آسانی سے نہ مار سکیں گے۔کیونکہ جو جینا چاہتے ہیں وہ جینے کے طریقے بھی جانتے ہیں اور زندگی لاکھ بے یقین سہی مگر کچھ وسیلے‘ کچھ سہارے ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کو زندگی کا یقین دلاتے ہیں۔ایسا ہی ایک سہارا میرے پاس ہے رمیش‘ جس کی وجہ سے مجھے یہ یقین ہے کہ میں کبھی بے خبر نہ مارا جاؤں گا۔‘‘

رمیش خاموش بیٹھا سنتا رہا پھر وہ اٹھا اور ایک سوٹ کیس کھولنے لگا۔کپڑوں کی تہوں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اس نے کچھ نکالا اور واپس میرے پاس آ گیا۔اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک ریوالور تھا۔اس کی نال کے سامنے ایک لمبا سا سائلنسر لگا ہوا تھا۔

’’یہ لیجیے رنجیت بھیا۔‘‘ اس نے ریوالور کا چیمبر کھول کر گولیاں چیک کیں اور ریوالور میرے سامنے رکھ دیا۔

’’یہ کہاں سے آیا تمہارے پاس؟‘‘

’’میرا نہیں ہے۔‘‘ وہ بولا۔ ’’کالج کے زمانے میں‘ میں نے ایک زبردست قسم کا عشق شروع کیا تھا۔حسب معمول‘ آپ کو تو پتا ہے کہ میرے عشق طوفانی نوعیت کے ہوتے ہیں۔دو ڈھائی ماہ بعد جب عشق کا بھوت سر سے اترا تو وہ لڑکی پیچھے پڑ گئی۔ظاہر ہے‘ ہونے والے شوہر کے ساتھ لاکھوں کروڑوں کا کاروبار بھی ہو تو کون بے وقوف لڑکی اس چانس کو مس کرے گی وہ باقاعدہ شادی پر زور دینے لگی۔میں نے تنگ آ کر اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایک اور عشق کا آغاز کر دیا۔تیسرے ہی دن وہ لڑکی یہ ریوالور لیے میرے کمرے میں داخل ہوئی اور فوری سول میرج کرنے کا مطالبہ کیا۔اس وقت میں نے بڑی اعلیٰ اداکاری کا مظاہرہ کیا۔میں آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ لے کر میں نے کہا۔مجھے معاف کر دینا شیلا دنیا میں یہ راز کسی کو نہیں معلوم مگر صرف تمہیں میں یہ بات بتا رہا ہوں۔میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔مگر اتنا سوچ لینا کہ تمہاری زندگی میں‘ میں کوئی خوشی نہ شامل کر سکوں گا شیلا۔میں عورت کے قابل نہیں ہوں۔یہاں پر ہی سین کا کلائمکس تھا‘‘ وہ ہنسا۔’’اس کے بعد وہ مجھے کبھی نہ ملی۔البتہ یہ ریوالور وہ چھوڑ گئی۔‘‘

’’تھینک یو۔‘‘ میں نے ریوالور اٹھا کر کہا۔ ’’خاصی رومانی تاریخ ہے اس ریوالور کی۔‘‘

’’اس کا لائسنس البتہ نہیں ہے۔‘‘ رمیش بولا۔ ’’مگر مجھے یقین ہے کہ جو لوگ آپ کو ختم کرنا چاہتے ہیں‘ ان پر گولی چلانے کے لیے کسی لائسنس والے ریوالور کی ضرورت نہیں ہے۔زندگی بچانے کے لیے یا کوئی زندگی ختم کرنے کے لیے کوئی بھی گولی کافی ہوتی ہے۔‘‘

''پریما کا کیا کیا جائے؟'' میں نے پوچھا۔ اس موضوع پر رمیش سے گفتگو کرنا بہت ضروری تھی۔

''کیا کرنا ہے۔؟''

''پھر بھی۔'' میں نے اصرار کیا۔ ''تمہارا کوئی نہ کوئی خیال تو ہوگا'' کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ بولا۔ ''اب آپ سننا ہی چاہتے ہیں تو سن لیجیے۔ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وہ تقریباً ایک کال گرل ہے۔''

''نہیں۔ دراصل......''

''بات سن لیجیے رنجیت بھیا۔'' وہ بولا۔ ''اس میدان میں آپ مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہ ہوں گے۔''

''وہ آج کال گرل نہیں بھی ہے تو کل ہو جائے گی کل نہیں بنی تو پرسوں بن جائے گی اور رنجیت بھیا۔ زندگی میں کبھی بھی کسی کال گرل کی باتوں پر یقین نہ کرنا۔ جس رات وہ کہے کہ اسے آپ سے پیار ہے' اس وقت اسکی بات کا یقین کر لینا مگر جب صبح کا سورج طلوع ہو تو رات کی بات بھول جانا۔ یہی رسم جہاں ہے۔ مس پریما بہت خوبصورت ہیں اور مجھے احساس ہے کہ آپ کچھ کچھ ان سے متاثر بھی ہیں مگر رنجیت بھیا۔ آپ ان لڑکیوں کی فطرت نہیں جانتے۔ یہ عام گھریلو لڑکیوں سے بہت مختلف ہوتی ہیں۔ انہیں زندگی میں سینکڑوں مرد' سیکڑوں سہارے ملتے ہیں اور یہ ہر سہارے کو اپنی بقیہ زندگی کا مستقل سہارا بنانے کی امید رکھتی ہیں۔ جو ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ اپنی باقی زندگی یہ سوچنے میں گزار دیتے ہیں کہ کیا ان کے لیے خودکشی بہتر ذریعہ موت نہ تھی۔''

''فکر مت کرو۔'' میں نے کہا۔ ''تمہارے ان گرانقدر مشوروں کی روشنی میں بندہ ظاہر ہے کہ بے وقوف نہیں بن سکتا۔''

''ان گراں قدر مشوروں کی جب بھی ضرورت پڑے۔'' وہ بولا۔ ''میں حاضر ہوں۔ مشوروں کی افادیت کی ضمانت بھی دی جاتی ہے اور غلط مشورے کی صورت میں بعد از فروخت سروس کے اصول کے تحت مشورے کو درست بھی کر دیا جاتا ہے۔'' اس کی سنجیدگی دوبارہ رخصت ہو گئی تھی۔

''یہ بکواس اب بند کرو۔'' میں نے ریوالور اٹھا کر اپنے بستر کے نیچے ڈالتے ہوئے کہا۔ ''جاؤ پریما سے کہو تیار ہو جائے۔''

''ہوٹل سے چلتے وقت یاد رکھیے گا۔'' وہ بولا۔ ''کہ بستر کے نیچے سے ریوالور نکال کر ساتھ ہی لے جانا ہے' آپ کی یادداشت ویسے ہی کمزور ہے۔ کسی اور مسافر نے اس جگہ آ کر اس کمرے میں ٹھہر کر یہ ریوالور دیکھ لیا اور خوف سے اس کے دل کی حرکت بند ہو گئی تو یاد رکھیے اس کے قاتل آپ ٹھہریں گے۔ آپ کا ضمیر کبھی آپ کو معاف......'' اس سے زیادہ سننے کی مجھ میں تاب نہ تھی۔ میں نے بستر کے نیچے سے ریوالور نکالا اور رمیش کو رخصت کیا۔ ریوالور پھر میں نے دوبارہ بستر کے نیچے ڈال دیا۔

☆☆☆

وہ دن ہم نے سمندر کے کنارے گزارا۔ جوہو کا ساحل دنیا کی خوبصورت ترین ساحلوں میں سے ایک ہے۔ وہاں پہنچ کر ہی یہ انکشاف ہوا کہ یہاں رمیش کے والد لکھن رائے صاحب کی ایک ہٹ بھی ہے۔ چوکیدار نے رمیش کو دیکھتے ہی ہٹ کھول دی اور ہم نے اپنا سامان اندر رکھ دیا۔ ساحل کا یہ حصہ نسبتاً غیر آباد اور پرسکون تھا۔ چند غیر ملکی جوڑے سمندر میں نہا رہے تھے اور نیلے پانی میں سے ان کے سفید یورپی بدن ابھرتے تھے تو ان کے چہروں کی مسرت نمایاں ہو جاتی تھی۔ جو لوگ سردیوں میں سمندر کے کنارے وقت گزار چکے ہیں۔ وہ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ سردیوں میں سمندر کا پانی نیم گرم ہوتا ہے اور اگر سورج نکلا ہوا ہو تو ریت اتنی گرم ہوتی ہے کہ نہانے کے بعد اس گرم بجری نما ریت پر لیٹنے کی خواہش بے انتہا شدید ہوتی ہے۔

شام ہونے سے قبل ہی ہم نے ہٹ میں جا کر صاف' میٹھے پانی کے شاور سے غسل کیا اور سمندر کی اس جنگلی مہک کو اور ریت کے ان باریک

ذروں کو صاف کیا جو پورے دن کے دوران ہماری پور پور میں بس گئے تھے۔

حسب معمول رات گئے ہم ہوٹل پہنچے کھانا کھا کر اپنے کمرے میں جانے سے پہلے رمیش نے پوچھا۔

''کل ہم جا رہے ہیں۔''

''ہاں۔'' میں نے کہا۔ ''صبح اٹھتے ہی تیاری شروع کر دینا۔'' اس کے جانے کے بعد پریما میرے پاس آ بیٹھی۔ ''کہاں جا رہے ہیں ہم لوگ؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''یہ تو مجھے بھی نہیں پتا۔'' میں نے کہا۔ ''شاید کلکتہ جانا ہو۔ بہر حال ہم کل بمبئی چھوڑ دیں گے۔''

کچھ دیر بعد وہ اٹھی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے لائٹ آف کی اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی اس کی چال میں وہی رقص کی سی کیفیت تھی اس رات جانے اسے کیا ہو گیا تھا' اس کے انداز میں ایسا والہانہ پن' ایسی سپردگی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ ایک گھٹا کی طرح مجھ پر چھا گئی اور کھل کر برسی۔ رات کو پہلی دفعہ میری آنکھ کھلی تو وہ اپنی بڑی بڑی روشن آنکھیں کھولے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے اپنے قریب کر لیا۔ اس کا جوان بدن دھوپ میں چھانے والے کسی بادل کے شفیق و مہربان سائے کی طرح مجھ پر چھا گیا۔ میں نے پناہ محسوس کی۔ جیسے کسی تاریک جنگل میں تیز بارش سے اور ہواؤں سے محفوظ رکھ سکتی ہو۔

دوسری دفعہ میری آنکھ کھلی تو کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی' بلب جل رہا تھا اور پریما اپنے ہاتھ میں میرا ریوالور لیے کھڑی تھی۔ میری نیند اچانک کافور ہو گئی۔

☆☆☆

رمیش کی بات درست ثابت ہوتی نظر آ رہی تھی۔ کال گرل پر اعتبار کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

''پریما............!'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''یہ کیا مذاق ہے؟''

''یہ مذاق نہیں ہے۔'' وہ سرد لہجے میں بولی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ محتاط انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''کوئی احمقانہ حرکت کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمہیں اندھیرے میں رکھ کر بھی گولی مار سکتی تھی مگر میں چاہتی تھی کہ مرنے سے قبل تم اپنی موت کی وجہ جان لو۔''

''پریما......'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہی ہو۔''

''ہاں......'' وہ مسکرائی۔ ''مجھے معلوم ہے۔ مگر مجھے اس معمولی سے کام کے عوض دو لاکھ روپے ملیں گے۔ ایک لاکھ ایڈوانس وصول کر چکی ہوں اور کام مکمل ہو جانے پر ایک لاکھ مزید۔ لہذا یہ تذکرہ یہاں بے کار ہے کہ میں اپنے حق میں اچھا کر رہی ہوں یا برا۔ بہر حال دو ناکام حملوں کے بعد یہ تیسرا اور آخری کامیاب وار ہو گا۔ تم شملہ میں جگتی کی شعلہ اگلتی رائفل سے بچ گئے اور تم نے اسے مار ڈالا۔ جگتی جیسے شخص کو مار ڈالا جو دشمن کی چاپ پر اس کی سمت کا اندازہ کر کے گولی چلا دیا کرتا تھا۔ یہاں ہوٹل میں کافی میں زہر تمہارا منتظر رہا اور تم نے کافی کی کیتلی انڈیل دی۔ مگر اب بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں دو لاکھ روپے کے عوض بازی جیتنا چاہتی ہوں۔'' پریما کا لہجہ سخت اور مضبوط ترین ہوتا چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے اسے خود پر بے پناہ اعتماد ہے اور یہ اس کا اعتماد ہی بول رہا تھا۔

''یہ دو لاکھ روپے کون تمہیں دے رہا ہے پریما؟'' میں نے اچانک پوچھا۔

ایک خیال شدت سے ستا رہا تھا۔ کون ہے وہ جو میری موت کا خواہاں ہے؟ میں نے پریما کی جانب بغیر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ''ایسی کون سی

ہستی ہے جو میری موت کی شدت سے طلب گار ہے؟''

پریما نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

''رنجیت پرکاش۔ تم بھولے نہیں ہو اور نہ ہی تمہاری موت کا طالب وہ شخص دنیا کا بیوقوف ترین شخص ہے۔ تم اپنے دشمنوں کو خوب جانتے ہو رنجیت۔'' وہ مسکرائی۔ مجھے اس کی مسکراہٹ اس لمحے زہر لگی۔

''کون ہے وہ۔؟'' میں نے چلا کر پوچھا۔ مجھے اپنے سوال کا سیدھا سا جواب چاہیے تھا اور وہ تھی کہ گھما پھرا رہی تھی۔

''میرا باس! دنیا کا عظیم ترین انسان' جس نے بھوکی لرزتی' چیتھڑے پہنی دوشیزاؤں کو اپنے سائے میں پناہ دی اور ان دوشیزاؤں کے چہرے سے اس نے غربت وافلاس کے تمام منحوس نشانات غائب کر دیئے۔ وہ ایک قوت ہے' جسے تمہارے پتا ہونے کا شرف حاصل ہے۔''

اعتماد کا نازک مجسمہ ایک آواز سے فرش پر گرا اور اس کی نازک باریک کرچیاں میرے دل میں پیوست ہو گئیں۔

''نہیں۔'' میں نے جیسے خود کو اطمینان دلانے کے لیے کہا۔ ''پتا جی اس حد تک نہیں گر سکتے۔''

''خوش فہمی کا شکار ہو رنجیت۔'' وہ بولی۔ ''رشتوں کی زنجیر اتنی مضبوط نہیں ہوتی جتنی کہ تم سمجھتے ہو۔ ذرا سے تناؤ پر ٹوٹ جاتی ہے اور پھر کوئی رشتہ' کوئی ناتا' کوئی بندھن باقی نہیں رہتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میرے ہاتھوں قتل ہونا پڑ رہا ہے مگر میں مجبور ہوں۔'' وہ ہنسی۔ ''وقت دنیا کی سب سے بڑی مجبوری ہے۔''

اسی وقت ایک خوشبو سی میری گرد پھیلتی چلی گئی وہ آ گئی تھی' میری مونس دلنواز!! میری زندگی بچانے کے لیے مجھے زندہ رکھنے کے لیے۔ ساز جاگے' پھول برسے' اک خواب...... ایک صدا' جیسے سلگتی چاہتوں کے دیس سے آتی صدا۔ اک صدا جیسے زمانوں کے اندھیروں میں صدا دیتی وفاؤں کی صدا۔ اک صدا۔ جیسے میرے دل کی صدا۔ ''رنجیت'' اور اس کی آواز سکون بن کر میرے پاس پہنچی۔ اک گیت دھیرے دھیرے ابھرنے لگا۔ سنو شیام۔ تمہارے میں گن گاؤں کوئی کہتا پھرے' تمہیں ماکھن پور۔ کوئی گولی تمہیں جانے چت چور'' وہ ہنسی اور اس کی ہنسی کا جل ترنگ کمرے میں پھیلتا چلا گیا۔ اس کا دھندلا سایہ یکا یک شرمانے لگا۔ مورے من میں بسے مورے نند کشور...... میں کس کے سیس نواؤں؟ بولو شیام۔ اس نے دھیرے سے پوچھا نین دیپ جلاؤں' ترے درشن کروں' کسی مندر میں کاہے جاؤں؟'' مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا سوائے اس کی آواز کے' مجھے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ سوائے اس کے دھندلے سفید ہیولے کے۔ وہ بولی پرسکون سمندر کی طرح' موج اڑاتی لہروں کی طرح۔

''دیکھا رنجیت تمہارے پتا جی نے تمہارے لیے کتنے جال بچھائے ہیں۔ کیونکہ تم نے ان کے منہ پر ان کی داشتہ کے سامنے اپنی ماتا کا قاتل قرار دیا۔ گناہ کے آخری ثبوت کو مٹانے کے لیے' اپنے اکلوتے پوت کی دھجیاں بکھیرنے کے لیے انہوں نے کیسے کیسے جتن کیے ہیں۔ مگر تم میری پناہ میں ہو اس کی پناہ میں' جس نے تم کو پوجا۔ یاد ہے تمہیں تمہاری پجارن نے تم سے کہا تھا کہ کوئی نہیں جو تمہارا بال بیکا بھی کر سکے آج میں پھر تمہیں بچا لوں گی' تم اپنی آنکھوں میں فکر کے سائے کیوں لہراتے ہو۔ فکر کرنے کے لیے میں موجود ہوں۔''

میں نے کچھ کہنا چاہا پر کہہ نہ سکا۔ مجھے خود پر اختیار کہاں تھا' میں دو زمانے کے بیچ تنہا کھڑا تھا۔ ایک ماضی' دوسرا حال۔ نہ ماضی میرا اپنا تھا۔ نہ حال! میری پجارن میرا سائبان تھی۔ مگر اس سائبان تلے کیسے کیسے حادثے جنم لینے لگتے تھے۔ ہر اک لمحے بعد نیا دشمن خلوص کی چلمن سے باہر نکل آتا تھا۔

''آگے بڑھو۔'' اس نے کہا۔ ''اور اس کے ریوالور کو چھین کر اسے گولی مار دو۔ تمہاری اور تمہارے پتا جی پرکاش ورما کی جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔'' اس کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ جا رہی تھی' گھنگھرو بجنے کی صدا دور ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے پریما کی طرف دیکھا۔ وہ ریوالور تھامے چوکنی کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں خون کی پیاسی دکھائی دے رہی تھیں۔

''رمیش۔'' میں نے پریما کے پیچھے بند دروازے کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہا۔ اور پریما اس دھوکے میں آ گئی۔ اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں کوئی نہ تھا۔ پھر اس نے واپس میری طرف متوجہ ہونا چاہا مگر غفلت کا وہ ایک لمحہ میں نے جان لیا تھا اور اس لمحے سے فائدہ نہ اٹھاتا

بے وقوفی تھی۔ میں نے پوری قوت دے اپنی لات اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ماری' ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اس نے ریوالور لپکنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے بالوں سے پکڑا اور اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ میرا تھپڑ پوری قوت سے اس کے رخسار پر پڑا اور وہ زمین پر جا گری۔ پھر اس نے اٹھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ وہیں فرش پر پڑی سسکتی رہی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔

''پریما۔'' میں نے سائلنسر لگے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر کے کہا۔ ''میں دھوکہ دینا اور دھوکا کھانا' دونوں کو ہی ناپسند کرتا ہوں۔'' یہ کہنے کے ساتھ ہی میں نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک ہلکی سی آواز آئی اور پریما سینے پر ہاتھ رکھے فرش پر گر پڑی۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گئی۔

رمیش حیرانی سے میری کہانی سن رہا تھا۔ بار بار اس کی نظریں فرش پر پڑی خون میں لت پت پریما کی لاش کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

''آپ کے پتاجی سے بعد میں بھی نپٹا جا سکتا ہے۔ مسئلہ اس وقت اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا ہے۔'' وہ بولا۔

رات ابھی باقی تھی اور کھلی ہوئی کھڑکی سے خنک ہوا اندر آ رہی تھی۔ میں نے رمیش کی طرف دیکھا' اس نے آگے بڑھ کر پریما کی لاش کو گھسیٹ کر میرے بیڈ کے نیچے ڈال دی۔ کمرے کے وسط میں خون کے نشانات تھے۔ اس نے پانی ڈالا اور ایک چادر سے اس جگہ کو رگڑ رگڑ کر صاف کر دیا پھر چادر بھی اس نے بیڈ کے نیچے ڈال دی۔

''رنجیت بھیا.........'' اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ رمیش کا رنگ فق ہو گیا۔

''کون ہو سکتا ہے اس وقت؟'' اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ میں نے کاندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسی لمحے دوبارہ دستک ہوئی۔

''رنجیت۔ دروازہ کھولو۔'' کسی نے باہر سے کہا۔

''اوہ۔ یہ......!'' رمیش نے اپنا سر تھام لیا'' ...... یہ تو بھیا کی آواز ہے۔''

بلاشبہ وہ شنکر کی آواز تھی۔ میرے کمرے میں ایک لاش پڑی تھی...... ایک لڑکی کی لاش' جو میرے ساتھ تھی' ہوٹل کے رجسٹر میں وہ جو مسز رنجیت پرکاش کے نام سے لکھی ہوئی تھی اور جسے خود شنکر اپنی آنکھوں سے میرے ہمراہ دیکھ چکا تھا۔ کمرے کے بیڈ کے نیچے لاش پڑی تھی اور دروازے پر شنکر دستک دے رہا تھا۔ رمیش کا بھائی۔ ایس پی شنکر۔ میں سگریٹ سلگاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر چٹخنی کھول دی۔

''بڑی دیر لگائی...... کیا سو رہے تھے؟'' شنکر نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ پھر رمیش کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

''یعنی تم دونوں رات کے اس پہر گفت و شنید فرما رہے تھے۔'' اس نے میرا جائزہ لیا میں دروازہ بند کر کے واپس مڑا' شنکر میری طرف متوجہ تھا۔

''بے خوابی کے مریض یہی کیا کرتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور شنکر کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی قریب ہی بیٹھ گیا۔

''تمہیں چپ کیوں لگی ہے۔'' شنکر نے رمیش سے سوال کیا۔

''بولوں گا تو ڈانٹ سنوں گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ خاموش بیٹھا رہوں۔''

رمیش بڑی ہمت کر کے اور زبردستی لبوں پر مسکراہٹ لاتا ہوا بولا۔

''ہاں بھئی رنجیت ...... یہ مسز رنجیت پرکاش کا کیا چکر ہے؟'' شنکر نے اپنا پائپ سلگا لیا۔

''چکر تھا...... اب نہیں ہے۔'' میں نے ایشٹرے میں سگریٹ بجھاتے ہوئے جواب دیا۔ رمیش نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' شنکر نے حیرت کا اظہار کیا۔

''اس سوال کا جواب میرے بیڈ کے نیچے ہے مائی ڈیئر شنکر۔'' میں نے شنکر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''رنجیت بھیا۔'' رمیش چیخا۔

''کیوں ڈرتے ہو۔ تمہارا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔'' میں نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

''چکر کیا ہے رنجیت! وہ لڑکی کہاں گئی؟'' شنکر کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''کوئی نیا چکر نہیں شنکر' وہی گھسی پٹی سی ایک داستان ایک بوسیدہ سا جال' مجھے مارنے کے لیے دشمن کا پرانا چکر' یہ تیسرا وار تھا شنکر' شاید آخری ہوتا اگر میں دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہوتا۔ دشمن کی تیسری ناکامی' اور اب خود کو تیار کر لیا ہے کہ چوتھا وار بے حد ظالمانہ اور انجانا ہوگا۔ سو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ میں نے اس لڑکی کو مار ڈالا اور اس کی لاش کو بیڈ کے نیچے چھپا دیا۔ صبح میں یہ ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ راجیش میرے ہمراہ ہوگا اور جب ہوٹل کی انتظامیہ کو اس قتل کی اطلاع ہوگی تو جانے رنجیت کس منزل کی جانب بڑھ رہا ہوگا۔''

''اگر میں تمہیں اسی وقت گرفتار کر لوں؟'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''میرا کچھ نہ بگڑے گا لیکن کہانی ادھوری رہ جائے گی کچھ لوگ تمہیں اور تمہارے محکمے کو الزام دیتے رہیں گے' تم دندناتے پھرو گے' مگر کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ شطرنج کی بساط تو میرے لیے بچھائی گئی ہے۔ مات تو مجھے دینی ہے اور جوں جوں میں اپنے دشمن سے جنگ کرتا ہوں گا تمہیں کامیابی کے زینے چڑھنے میں مدد ملتی رہے گی۔ لیکن خود کوئی حماقت کر کے جنگ قبل از وقت ختم کر دو گے تو سارے اصول' فرائض دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اپنے لیے راستہ خود استوار کر لو۔ جو تمہیں پسند ہو۔'' میں خاموش ہو گیا۔ شنکر کا سوال یا دھمکی حماقت پر مبنی تھا اور میں نے سیاہ و سفید اس کے سامنے رکھ دیا۔ اب اسے اپنے لیے راستہ چناؤ کرنا تھا۔ میں نے ایک نیا سگریٹ پیکٹ میں سے نکال کر سلگایا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا بالآخر اس نے کمرے کا سکوت توڑا۔

''ٹھیک ہے رنجیت! تم دونوں صبح بے فکر ہو کر ہوٹل چھوڑ دو لاش کا انتظام میں کر لوں گا۔''

میں نے رمیش کی طرف دیکھا' جس کے چہرے کا رنگ ہر چند لمحے بعد بدل رہا تھا۔ شنکر کے اس جواب پر اس نے گہری سانس لی۔

''رمیش' اپنے کمرے میں جاؤ اور سامان وغیرہ پیک کرو' تاکہ صبح اس ہوٹل کو چھوڑ دیا جائے۔''

میں نے اسے کمرے سے نکل جانے کا اشارہ کیا' اس کے چلے جانے کے بعد میں شنکر سے مخاطب ہوا۔

''اس کہانی کی کڑیاں ملاتے جاؤ شنکر! پھر پتا چلے گا کہ ابھی ابتدا ہوئی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ داستان ہے' اسے سمجھنا بہر طور ایک مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو اس کہانی کے پس منظر سے واقف نہیں۔ تمہیں اک اک قدم پر' میرے ذریعے سے ان لوگوں کو پھانسنا ہے جو تمہیں مطلوب ہیں۔''

''ٹھیک ہے' میں ہی غلط پر تھا' کم از کم مجھے ایسا احمقانہ جملہ نہیں ادا کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ امید ہے تم نے محسوس نہیں کیا ہوگا۔'' شنکر خفت سے بولا۔ وہ اپنی رو میں کہہ گیا تھا کہ اس نے مجھے دھمکا کر غلطی کی تھی۔ میں بے وقوف نہ تھا۔ حالات نے سب کچھ سکھا دیا تھا۔

☆☆☆

صبح میں نے اور رمیش نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ شنکر نے میرے کمرے کی چابی اپنے پاس رکھ لی تھی۔ رمیش حیران تھا کہ شنکر میری باتوں میں کیسے آ گیا۔ وہ میرے لیے بہت فکر مند تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شنکر آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں' وہ اپنے اصول نہیں چھوڑ سکتا' اپنے فرائض سے کوتاہی نہیں برت سکتا' یہ اور بات کہ اس نے کسی مصلحت کے تحت ہمیں وہاں سے نکلنے دیا ہو۔ رمیش کی بات درست تھی اس لیے کہ انسان کا نظریہ اس دنیا میں جتنا ہے' محض مصلحت پر مبنی ہے۔ انسان مصلحتوں کے تحت ہی اپنے اصول بناتا اور توڑتا ہے۔ شنکر نے بھی ایک مصلحت کے تحت اپنے جملے پر خفت کا اظہار کیا تھا۔ اسے پرکاش کمار ورما اور اس کے ساتھی ہنری تھامس کے بارے میں مکمل ثبوت چاہیے تھا اور یہ کام وہ صرف میرے ذریعے ہی سے کر سکتا تھا۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ میں شنکر کی بساط کا ایک اہم مہرہ تھا۔ جسے پیٹ دینے کا مطلب بساط الٹ دینا تھا لیکن مجھے ان حالات میں پیٹنا آسان تھا؟ اگر اس دنیا میں میرا کوئی نہ تھا تو میں اتنا کمزور گردانا جانے لگا تھا کہ شنکر جیسا ایس پی مجھے دھمکی دے سکے۔ نہیں! میری محافظ'

میری پجارن غافل نہ تھی۔ میرے دشمن پرکاش کمار ورما کے تین وار ناکام گئے تھے اور یہ بروقت اس سفید ہیولے کے آجانے کی بنا پر ہوا تھا۔ پھر میں کمزور کیسے تھا۔ میری پشت پر ایک پراسرار قوت تھی جو دوسری تمام قوتوں پر بھاری تھی۔

''کہاں چلیں؟'' رمیش نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''واپس ہوسٹل۔'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔ میں کچھ سوچ رہا تھا۔ آئندہ زندگی کا لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔ صورت حال بے پناہ عجیب تھی۔ ایک جانب ایک کروڑ پتی بلکہ ارب پتی دشمن تھا۔ جس کے پاس مجھے ختم کرنے کے لیے بے شمار وسائل تھے' دوسری جانب میری ایک پراسرار ہمدرد اور مجھے یوں محسوس ہوتا جا رہا تھا جیسے شنکر بھی دشمن کی اس ٹیم' جو مجھے نیست و نابود کرنے پر مامور کی گئی ہے اس کا ایک خاص فرد ہے۔ ایک ایسا شخص جو قانون کا محافظ تو ہے لیکن قانون شکن لوگوں کا ساتھی بھی ہے' سارے فرائض و اصول بالائے طاق رکھ دیے گئے اور ان کی آڑ میں گھناؤنا کردار شنکر' میرے دوست رمیش کا بڑا بھائی' گھر سے باغی ایک شخص!

''رمیش! تمہارا شنکر کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے رمیش کو ٹٹولا۔ میرے اس سوال پر وہ چونک پڑا۔

''کیا آپ شنکر کی جانب سے مشکوک ہو گئے ہیں۔'' اس نے کار ایک دم سڑک کے کنارے پر روکتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ کچھ.......... حتمی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتا' جانے میرے ذہن میں یہ خیال کیوں کر سما گیا ہے کہ شنکر میرے دشمن کا ساتھی ہے' بالفرض نہیں بھی ہے تو ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟''

''ہر چند کہ وہ میرا بڑا بھائی ہے' لیکن مجھ میں اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن ایک پرخلوص دوست نہیں ہو سکتا' مجھ میں دنیا بھر کی خرابیاں' کردار میں جگہ جگہ جھول ہے لیکن میں ایک وفادار کتا ہوں' دغا دینا میری فطرت میں نہیں۔ دوست میرے نزدیک قابل احترام ہی نہیں بلکہ ایک ایسا ساتھی ہے جو میرا اپنا ہے اور پھر تم جیسا دوست رنجیت...... خوش نصیبوں کو ملتا ہے۔ شنکر نے اگر تمہاری طرف آنکھ بھی اٹھائی تو میں تمام رشتے بھول جاؤں گا۔ دنیا چھوڑ دوں گا مگر رنجیت کے خلاف کوئی سازش میں قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔'' رمیش جذبات کی رو میں بہک گیا تھا۔ بے شک وہ ایک ایسا دوست تھا جس پر فخر کیا جا سکتا تھا۔

''تو پھر رمیش تیار ہو جاؤ کہ اب ہمارا مقابلہ پرکاش کمار ورما سے قبل شنکر سے ہے' اس کو راہ سے ہٹانا ہوگا۔ طریقہ کار تم خود سوچ لو۔'' میں نے اسے تیار کر لیا تھا۔

''ایک قتل رنجیت کے ہاتھوں' دوسرا میرے ہاتھوں' تاکہ ہم میں یہ امتیاز نہ رہے کہ ایک قاتل ہے اور دوسرا سادھو' خواہ قتل کسی بھی مصلحت یا جذبہ کے تحت کیا گیا ہو۔''

رمیش بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا اور نہایت سلجھی ہوئی گفتگو کر رہا تھا۔

''اگرچہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا رمیش کہ تمہیں تمہارے بڑے بھائی کے خلاف اکساؤں لیکن تنہا کب تک ان جھمیلوں میں پھنستا رہوں گا' کوئی پتا نہیں آج کہاں ہیں تو کل کہاں ہوں گے' حالات جس تیزی سے کروٹ لے رہے ہیں اسے مدنظر رکھتے ہوئے' ہمیں پل پل پر نگاہ رکھنی ہے۔ جانے کس سمت سے کون حملہ آور ہو اور ہم اندھیرے میں مارے جائیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم زیادہ تر وقت ساتھ گزاریں' حالانکہ یہ بات تمہارے خلاف جائے گی' اگر یہ فرض کرو کہ شنکر میرا دشمن ہے تب وہ تمہارا میرا ساتھ کب تک برداشت کر سکتا ہے' بصورتِ دیگر تم میرے ساتھ رہ کر میرے دشمنوں کے حملوں کا نشانہ بننے لگو گے' اس لیے ہر پہلو پر غور کر لینا تمہارے لیے بہت مناسب رہے گا۔''

''کیا میری دوستی کا امتحان لینا چاہتے ہو؟'' اس نے مجھے عجیب سی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''پاگل ہو گئے ہو تم۔ کتنے امتحان دوستی کے لوں گا۔ مگر یہ کچھ زیادہ اچھا نہیں رہے گا کہ میرے دشمن تمہارے بھی مخالف ہو جائیں۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں ان دشمنوں سے خود ہی نپٹ لوں گا۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اسے اپنے میرے دشمنوں پر غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ میرے سمجھانے سے نالاں تھا۔

''دشمن، دشمن، قدم قدم پر دشمن، کوئی زندہ بچ گیا ان میں سے تو میرا نام بھی رمیش نہیں۔'' اس نے کلچ چھوڑ کر تیزی سے کار کی اسپیڈ بڑھائی، وہ زیر لب بڑبڑاتا جا رہا تھا، مجھے اس کے اس انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔ وہ مسلسل بڑبڑاتا جا رہا تھا اور اپنا سارا غصہ اسٹیئرنگ ایکسلریٹر پر اتار رہا تھا۔

''تو طے یہ رہا کہ ہم اپنے دشمنوں کے حملوں سے تو بچ جائیں لیکن کار کے حادثے میں دنیا کو چھوڑ دیں۔'' میں نے اسے مزید اشتعال دلایا۔ وہ ہنس دیا۔ غصہ اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ ''اب ہم ہوسٹل میں داخل ہو رہے ہیں۔'' اس نے کار گیٹ سے اندر داخل کرتے ہوئے اعلان کیا۔ ہوٹل نے میرے زخموں کو پھر سے ہرا کر دیا تھا۔ شملہ جانے سے قبل میں یہاں ایک پرسکون زندگی گزار رہا تھا، دنیا کے ہنگاموں سے دور، اپنے کمرے میں مقید، یا پھر راہداری کا پرسکون گوشہ، مگر اب تو میری دنیا بدل گئی تھی۔ میں قاتل ہو چکا تھا یہ اور بات کہ قتل میں نے اپنے دفاع میں کیا اور اپنی پجارن کے حکم پر کیا۔ زمانہ تو مجھے قاتل گردانتا اور پھر ایس پی شنکر اس قتل کا گواہ...... !یوں لگا جیسی کوئی بہت بھیانک جال تیار کیا جا رہا ہے مجھے مارنے کے سہل طریقوں کی جگہ کسی خوفناک اور تکلیف دہ طریقہ نے لے لی ہے۔ شنکر کی جانب سے میں کھٹک گیا تھا۔ رمیش دوستی کی خاطر اسے قتل کرنے پر آمادہ تھا۔ لیکن میں کوئی جلد بازی کر کے کھیل بگاڑنے کے حق میں نہ تھا، میں شنکر کے آئندہ رویے پر کھنا چاہتا تھا۔ اس کے اندر جھانکنا چاہتا تھا۔ میں انہی خیالات میں غرق تھا کہ کار ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔

''کمرے کے سامنے پولیس جیپ پولیس موجود ہے لیکن سیٹ جیپ کی خالی ہے۔''

''کوئی خطرہ؟'' میں نے رمیش سے سوال کیا۔

''عین ممکن ہے رنجیت۔ چلیں یا کار موڑ لیں؟'' رمیش نے پوچھا۔

''نہیں۔ چلو۔ ہم نے خطرات سے بھاگنے کا عہد نہیں کیا رمیش بلکہ مقابلہ کرنے کی ٹھانی ہے۔''

''او کے باس۔ دشمن، دشمن ہے اور کبھی بھی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔''

اس نے یہ کہہ کر کار آگے بڑھا دی۔ عین پولیس جیپ کے پاس اس نے کار روک دی۔ میرا کمرہ کھلا ہوا تھا۔ کوئی اندر موجود تھا۔ شنکر......؟ میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ رمیش بھی میرے پیچھے پیچھے آ گیا۔ ہمیں کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر جیپ میں سوار پولیس والوں نے اپنی رائفلیں پکڑ کر حکم کے انتظار میں تیار ہو گئے۔

شنکر ہمارے استقبال کے لیے موجود تھا، لیکن وہ تنہا نہ تھا ایک نوجوان غیر ملکی جوڑا بھی اس کے ہمراہ تھا۔ لڑکے کی عمر تقریباً چوبیس کے قریب ہوگی جب کہ لڑکی کی عمر مشکل سے اٹھارہ برس، خوبصورت جوڑا تھا، لیکن ان کا تعلق دنیا کے گمراہ طبقے سے تھا جو منشیات کے عادی اور اسمگلنگ میں ملوث تھے، یہ بات ان کے حلیے سے ظاہر تھی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور چہروں پر ہوائیاں برس رہی تھیں۔

''تمہاری رفتار کچھ زیادہ ہی تیز ہے شنکر۔'' میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''فرض ڈیئر۔ ان دونوں کو بمبئی ایئر پورٹ سے گرفتار کیا گیا ہے، دس من چرس اور ایک سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا جس پر ''ورلڈ پیس'' کے الفاظ کندہ ہیں۔'' شنکر نے سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیتے ہوئے کہا۔

''سگار ہوگا تمہارے پاس؟'' میں نے سونے کے ٹکڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ شنکر نے سیلوفین میں لپٹا ہوا غیر ملکی سگار مجھے تھما دیا۔ میں نے سگار اس غیر ملکی لڑکی کے منہ میں دے دی، اس کی آنکھوں میں شکریہ کا لفظ میں نے پڑھ لیا تھا۔ سگار سلگا کر میں شنکر کی طرف متوجہ ہوا۔

''انہیں میرے پاس لانے کا مطلب؟ کیونکہ ایشیا اور خاص طور سے برصغیر میں ایسے جوڑے آئے دن پکڑے جاتے ہیں۔''

''ورلڈ پیس۔'' شنکر نے میری وجہ ایک بار پھر سونے کے ٹکڑے کی جانب مبذول کرائی۔ کسی خیال کے تحت میں بیڈ کے قریب میز پر رکھے

ہوئے لیمپ کی طرف گیا اور اس کی لائٹ آن کر دی' سونے کا ٹکڑا میں نے میز پر رکھ دیا اور میز کی درمیانی دراز کھول کر اس میں سے ایک عدسہ نکالا' عدسہ آنکھ کے قریب لا کر میں سونے کے ٹکڑے کو غور سے دیکھنے لگا' ''ورلڈ پیس'' ایسی کوئی خاص بات نہ تھی' دنیا بھر میں چھوٹی موٹی تنظیمیں ایسی تھیں جو منشیات کی اسمگلنگ کرتی تھیں اور کوئی نشان اور کوئی نام رکھ لیتی تھیں' باہمی شناخت کے لیے۔ میں نے سونے کے ٹکڑے کا رخ پلٹ دیا۔ ایک چھوٹا سا دھبہ' چند لمحے میں نے اس دھبے پر نظریں جمائے رکھیں' بہت باریک سا H.T کندہ تھا۔ تب میں نے لیمپ آف کیا اور عدسہ دوبارہ دراز میں رکھ کر سونے کا ٹکڑا اٹھا لیا۔

''کیا دیکھا؟'' شنکر نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہارے مجرم کے نام کا مخفف۔'' میں نے مختصر سا جواب دیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

رمیش لمحے میرے محافظ کا کردار انجام دے رہا تھا۔ وہ چاق و چوبند دروازے کے قریب کھڑا تھا غیر ملکی جو' شنکر کے قریب کھڑا تھا۔

''یہ ٹکڑا فی الحال میرے پاس رہنے دو شنکر اور اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ لڑکی کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھول دو' یہ میرے پاس رہے گی۔'' شنکر نے متحیر انداز میں مجھے دیکھا اور کسی سپاہی کو آواز دے کر اندر بلا لیا۔ سپاہی مسلح تھا' ہاتھ میں رائفل تھامے ہوئے۔

''رائفل جیپ میں چھوڑ کر آؤ۔'' رمیش نے خونخوار لہجے میں اسے حکم دیا۔ شنکر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ رمیش! اس کا چھوٹا بھائی' ایک کھلنڈرا اور شوخ نوجوان' وہ اچانک تبدیلی کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

''رمیش یہ تمہارے ماتحت نہیں ہے۔'' شنکر نے اسے سخت لہجے میں تنبیہ کی۔

''کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں اس چہار دیواری میں میرا حکم چلتا ہے۔ یہ میری ریاست ہے مائی ڈیئر ایس پی۔ چاہو تو آزما لو۔ اپنی جیپ گیٹ کی طرف واپس بھیجو' اگر یہ وہاں سے نکل سکیں تو ٹھیک ورنہ ان کا انجام دیکھ لینا۔''

''مت بھولو کہ میں تمہارا بڑا بھائی بھی ہوں۔''

''سوری ایس پی۔ رشتے گھر کی چہار دیواری میں مقید ہو جاتے ہیں۔ فی الوقت ہم دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ہمارے مقابلے میں تم زیادہ ہو' آئندہ تم یہاں نہتے آؤ گے۔ مسلح افراد لانے کی اجازت نہیں۔'' رمیش کا لہجہ اکھڑا ہوا تھا۔

''رمیش۔'' شنکر چیخا۔

''بحث کا وقت نہیں ہے اپنے ماتحت سے کہو کہ رائفل جیپ میں رکھ کر آئے اور اس لڑکی کی ہتھکڑیاں کھول دے۔'' رمیش کا لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

''تم کیا کہتے ہو رنجیت۔'' شنکر اب مجھ سے مخاطب ہوا۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں شنکر' وہ تمہارا بھائی ہے اور میں بھائیوں کے بیچ کچھ بولنا پسند نہیں کروں گا۔ عین ممکن ہے تم دونوں اپنی جگہ درست ہو اور یہ بھی ممکن کہ دونوں ہی غلط رویہ اور انداز رکھے ہوئے ہو۔'' میں نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے جواب دیا۔ شنکر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا ماتحت سپاہی عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' چند لمحے بعد اس نے سکوت توڑا۔ ''تم رائفل جیپ میں چھوڑ کر آؤ۔'' اس نے اپنے ماتحت سے کہا۔ رمیش کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ رچ گئی۔

''رنجیت میں تنہائی میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' شنکر مجھ سے مخاطب ہوا۔

''ضرور کرو۔ رمیش تم اس لڑکی کی ہتھکڑیاں کھلواؤ میں شنکر کو لیے جا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا شنکر نے بھی میری تقلید کی۔ کمرے میں داخل ہو کر میں اپنی مخصوص نشست کی جانب بڑھا۔ میں نے دو کپ کافی لانے کو کہا اور شنکر سے مخاطب ہوا۔ ''کہو۔ کیا کہنا چاہتے

ہو؟''

''میں رمیش کے رویے پر اپنی حیرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ آخر ایسی کونسی وجہ ہے کہ اس نے اتنا سخت رویہ اختیار کیا؟'' شنکر نے تھکے تھکے سے لہجے میں پوچھا۔

''میں نہیں جانتا شنکر!''

''میں اس کے انداز سے پریشان ہوں' وہ ایک دم تمام ناتے ختم کر بیٹھا۔''

''میں رمیش کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔'' میں نے بظاہر اسے تسلی دی۔

''تمہارا اب کیا ارادہ ہے' کیا تمہارے خیال میں وہ لڑکی ہمارے لیے کار آمد ثابت ہوسکتی ہے؟'' شنکر نے کافی پیتے ہوئے کہا۔

''عین ممکن ہے......اور ہاں کوشش کرنا کہ مجھ سے جلد نہ ملو' میں اس کو پوری طرح جال میں گھیرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کپ خالی کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے تو پھر ہم چلتے ہیں' لڑکے پر کڑی نگاہ رکھی جائے؟'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں! مگر تشدد سے پرہیز کرنا۔'' میں نے جواب دیا۔

''رنجیت' مجھے کچھ یوں محسوس ہونے لگا کہ تم مجھ سے کام لینا چاہتے ہو۔'' شنکر جیب سے سگار نکالتے ہوئے بولا۔

''یعنی تم اپنے آپ کو میرا ماتحت تصور کرنے لگے ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

''ہاں بڑی حد تک۔'' اس نے جواب دیا۔ وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ میں نے لائٹر کا شعلہ دکھایا اور شنکر سگار سلگا کر بولا۔

''مجھے امید ہے کہ تم ایک اچھے ساتھی اور شہری کی طرح میری اور قانون کی بھرپور مدد کرو گے۔''

''کوشش کروں گا۔'' میں اس کے ہمراہ واپس چلتے ہوئے بولا۔ وہ چپ رہا۔ میرے کمرے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے رمیش کو اداس نظروں سے دیکھا اور نوجوان غیر ملکی کو جیپ میں بٹھا کر لے گیا۔ شنکر کو رخصت کرکے میں رمیش کی طرف متوجہ ہوا۔

''یس باس؟'' وہ اٹینشن ہوگیا۔ ''کیا میں نے اپنا کردار بخوبی نبھایا؟''

''کسی حد تک۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دیا اور کمرے میں داخل ہوگیا۔ غیر ملکی نوعمر دوشیزہ ایک صوفے پر بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی' چہرے پر اطمینان کی گہری دبیز چادر تھی۔

''باس!'' رمیش نے مجھے پکارا۔ میں نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔ ''دو عدد آتشی اسلحہ رکھنے کی اجازت چاہیے۔''

''کیا بہت ضروری ہے؟''

''یس باس! دشمن ہم کو تنہا سمجھ بیٹھے ہیں۔'' رمیش نے وضاحت کی۔

''انہیں ہمیں تنہا ہی سمجھنے دو' اسی میں ان کی موت پوشیدہ ہے۔ ہم کسی ہتھیار کو رکھنے کا رسک نہیں لے سکتے' بالخصوص ان حالات میں کہ شنکر بھی ہماری جانب سے مشکوک ہوگیا ہے۔''

میں نے تنبیہ کی' میں بلاوجہ کسی مصیبت کو دعوت دینے کے موڈ میں نہ تھا۔

''کیا ہم نہتے ان پر بھاری ہیں؟'' رمیش نے ایک سوال داغا۔

''اب تک نہتے ہی ہیں' اب تم ہی بتاؤ کیا ہمارے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے؟''

''نو سر! لیکن کیا ضروری ہے کہ آئندہ بھی وہ ناکام رہیں؟'' اس کی بات معقول تھی لیکن وہ لاعلم تھا کہ میری ایک ہمدرد تھی' جو مجھ سے پیار کرتی تھی' جو میری پجارن تھی' وہ میری مونس و غمخوار تھی اور پھر میری محافظ تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میری تلاش میں برسوں سے سرگرداں تھی اور جب

میں اسے مل گیا تو سارے جہاں کی خوشیاں اس کی جھولی میں آن گریں۔

''میں اپنے کمرے میں جانا چاہتا ہوں؟'' رمیش نے اجازت چاہی' وہ میرے اور اس نوعمر غیر ملکی دوشیزہ کے درمیان مخل نہیں ہونا چاہتا تھا' یہ بات اس کے لہجے سے ظاہر تھی۔

''ہاں تم بہت تھک چکے ہو گے...... جا کر آرام کرو۔''

''ویسے یہ قانون کی خلاف ورزی ہے کہ ایک خاتون ہوسٹل کی چہار دیواری میں موجود ہیں۔''

''بکواس بند کرو۔ میں یہاں کے قانون تم سے بہتر طور پر جانتا ہوں۔''

''سب کچھ کہہ سکتے ہیں آپ باڈی گارڈ جو ٹھہرے۔'' پھر وہ میرے جواب سننے کے لیے رکا نہیں' تیزی سے چلا گیا۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' مجھے رمیش کی دوستی پر فخر تھا وہ ایک عظیم دوست تھا۔ اس کی رفاقت بوریت کے لمحے دور کرتی تھی۔ رمیش کے جانے کے بعد میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور اس نوعمر دوشیزہ کے قریب جا بیٹھا۔ سگریٹ کا پیکٹ نکال کر میں نے ایک سگریٹ اس کی طرف بڑھائی' اس نے شکریہ کے ساتھ سگریٹ لے لی پھر ایک سگریٹ میں نے اپنے لبوں میں دبائی اور لائٹر کے شعلے سے پہلے اس کی پھر اپنی سلگائی' دھوئیں کے مرغولے فضا میں چھوڑتا ہوا میں اس سے مخاطب ہوا۔

''تمہارا نام؟''

''جین...... برطانیہ کی رہنے والی ہوں۔''

''ہندوستان کیسے آنا ہوا۔''

''میرے خیال سے اس پولیس افسر نے تمہیں تمام تفصیل بتا دی ہو گی۔''

''اسمگلنگ کا الزام ہے تم پر۔ لیکن یہ کافی نہیں۔'' میں نے جیب سے سونے کا ٹکڑا نکالا۔ ''یہ ورلڈ پیس کیا ہے۔؟''

''میرے گروہ کا نام۔''

''اور باس کا نام؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''باس کو گروہ کا کوئی فرد نہیں جانتا' ایک دوسرے کے ذریعے احکامات موصول ہوتے ہیں۔'' جین کے بات کرنے کے انداز سے میں نے محسوس کیا کہ وہ چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہے مگر شاید وہ اس میدان میں نوزائیدہ ہے ورنہ ایک روایتی انداز کی داستان بیان نہ کرتی۔ بہر حال وہ ایک حسین دوشیزہ تھی...... بھر پور الہڑ جوان دوشیزہ' جس کی نس نس میں تپش تھی اور میں اتنے فاصلے پر بیٹھا اس کی تپش سے محفوظ نہ تھا۔ وہ ان عام جیسی اسمگلروں سے مختلف تھی جو اپنی باتیں نہیں بتاتے جنہیں اپنے لباس کا ہوش نہیں ہوتا۔ میں بے خود ہوا جا رہا تھا' میری بے خودی کا عالم وہ چہرے پر نمایاں جذبات سے بخوبی لگا رہی تھی اور شاید وہ آمادہ تھی' اپنا آپ میرے حوالے کر کے قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کے لیے۔ میں انہی سوچوں میں محو تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

''باس!'' دوسری طرف رمیش تھا۔ ''اس لڑکی کو ہوٹل کے کمرے میں رکھنا کسی طور مناسب نہیں' میں نے جوہو بیچ پر ایک ہٹ بک کرا دیا ہے۔ میری کار آپ کے کمرے کے باہر کھڑی ہے' اسے استعمال میں لائیں اور فوراً اس لڑکی کو لے کر جوہو بیچ کا رخ کریں۔ میں جلد آپ سے رابطہ قائم کروں گا' فی الحال ایک پتا میرے ہاتھ لگ چکا ہے۔ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ یہ کلکتے کا نامور اور پیشہ ور قاتل باندو ہے۔ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہوسٹل کی چہار دیواری کے اندر پایا گیا ہے۔''

''مگر رمیش اس شدید سردی میں ساحل سمندر کا رخ کوئی بیوقوف کرے گا۔''

''وقت کم ہے۔ نیک تمناؤں کے ساتھ کہ آپ اس حسین دوشیزہ کو مکمل طور پر اپنے جال میں پھانس لیں کہ زندگی کے دن تھوڑے ہیں اور موت

سائے کی طرح پیچھے لگی ہوئی ہے۔'' یہ کہہ کر رمیش نے فون بند کر دیا۔ مجھے اس پر شدید غصہ آیا اور کوئی ہاتھ نہیں لگا تو باندو کے پیچھے ہی چل پڑا۔ بہر حال' اس کا مشورہ نہایت معقول تھا۔ جین کو یہاں رکھنے سے بلاوجہ لوگ میرے کردار کی جانب سے مشکوک ہو جاتے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے وارڈ لاک سے کچھ پیسے نکالے' ایک گرم سوٹ اٹیچی کیس میں رکھا اور ساتھ ہی سگریٹ کا ایک کارٹن۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے جین کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ باہر نکل کر میں نے کمرے کو لاک کیا اور رمیش کی کار میں آ بیٹھا' جین میرے ساتھ کی نشست پر براجمان ہو گئی۔ چابی کار میں لگی ہوئی تھی میں نے کار اسٹارٹ کی اور گیئر بدل کر آگے بڑھا دی۔

☆☆☆

جوہو بیچ پر رمیش کے ہٹ سے میں بخوبی واقف تھا۔ بیحد خوبصورت ہٹ تھا' اندر دو بیڈ روم تھے۔ ایک چھوٹا ڈرائنگ روم' کچن' باہر برآمدہ' یہ ہٹ ایک پہاڑی ٹیلے پر بنایا گیا تھا۔ ہٹ کا چوکیدار کار رکتے دیکھتے ہی بھاگا ہوا آیا۔

''نمستے سرکار'' اس نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔

''نمستے۔'' میں نے جواب دیا۔

''چھوٹے سرکار نہیں آئے کیا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔ اس کی حیرت بجا تھی' میں ہمیشہ رمیش کے ہمراہ یہاں آیا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے بغیر آیا تھا۔

''ایک دو روز میں آجائیں گے۔'' میں نے اٹیچی کیس نکال کر اسے تھماتے ہوئے کہا۔

جین خاموشی سے میرے ساتھ چل رہی تھی۔ خنکی کافی تھی مگر جین نے چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی جو کسی قدر سردی سے بچاؤ کے کام آسکتی تھی۔ اندر پہنچ کر میں ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ بہت تھکا ہوا تھا میں' طبیعت بوجھل ہو رہی تھی دشمن' پولیس' پراسرار ہمدرد۔ یہ سب کچھ میرا دماغ خراب کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ ہٹ کے چوکیدار نے میرا اٹیچی کیس بیڈ روم میں پہنچا دیا اور ڈرائنگ روم میں آکر ہیٹر آن کر دیا۔ ہیٹر آن کرنے سے کسی قدر سردی کا ناگوار احساس ختم ہوا' مجھے اپنی پرواہ نہ تھی بلکہ جین کی فکر تھی' جس نے سردی سے بچنے کے لیے کوئی گرم لباس نہیں پہن رکھا تھا۔

''پانی گرم کر دوں سرکار...... غسل کے لیے؟'' چوکیدار نے مودب انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا' وہ غسل کے لیے پانی گرم کرنے چلا گیا تب میں جین کی طرف متوجہ ہوا جو ایک جانب بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔

''میرے خیال سے تم یہاں خوش نہیں ہو؟'' میں نے اسے سگریٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

''ڈیئر بات خوشی کی نہیں۔ سوچ رہی ہوں کہ میری حیثیت اب ایک قیدی کی ہے یا ایک آزاد انسان کی؟'' اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''فی الحال تم اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھو۔ پولیس آفیسر میری مرضی کے خلاف تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ اور جب تک تم میرے ہمراہ ہو' کوئی شخص بھی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔'' میں نے اسے تسلی دی' اسے اطمینان دلایا۔ مجھے پرکاش کمار ور ما سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مجھے شنکر سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور پھر میں اپنا ماضی بھولنا چاہتا تھا' میں ایک نیا انسان بن گیا تھا۔ کس کے لیے...... اس کے لیے' جس نے مجھے مرنے سے بچایا تھا جس نے مجھے تحفظ دیا تھا۔ جس نے میرے دشمنوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ مجھے اس نوعمر حسینہ سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی جین نے سردی کا احساس ختم ہو جانے پر جیکٹ

اتار کر صوفے کی پشت پر رکھ دی تھی۔ چلنے میں اس کے جسم کے ملائم خطوط لچکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے' اس کے سینے کا مخروطی ابھار سنہری لانبے اور گھنے بال' خوبصورت' دلکش آنکھیں' سرخ ہونٹ' یہ سب کچھ مجھے پاگل کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میں جو ان چیزوں سے دور بھاگتا تھا کبھی اب ان میں دلچسپی لینے لگا تھا' میری یہ دلچسپی فطری تھی' میں نے ایک طویل عرصہ نفس کشی کی تھی' اپنے کردار کو بہت بلند رکھا تھا۔ میں بہت ثابت قدم تھا لیکن حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ سیاہ چٹانیں پل بھر میں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ ادھر ڈائنا مائیٹ لگایا' ادھر ایک دھماکہ کے ساتھ وہ بکھر گئیں۔ سو میں اب میں صرف رنجیت تھا' جلتا بجھتا رنجیت' جس کی روشنی کبھی مدھم ہو جاتی تھی اور کبھی ماحول کو روشن کر دیتی تھی' زندگی کا فلسفہ اگر یہ تھا کہ ان کومل دوشیزاؤں کو بازوؤں میں جکڑ کر تحفظ کا احساس دلا کر ان کے شیریں لبوں کا رس چوس لیا جائے یا مزید اس فلسفہ کو دوآتشہ کرنے کے لیے شراب کا سہارا لیا جائے' تو عجیب فلسفہ تھا۔ ماضی کے رنجیت کے اس فلسفہ سے بے حد مختلف پریم سے مجھے نفرت ہو گئی تھی' اب تو میں خود سے بھی پریم کا قائل نہ رہا تھا۔

''سرکار......! غسل کے لیے پانی تیار ہے۔'' چوکیدار نے آ کر اطلاع دی۔

''مسز جین پہلے آپ غسل کر لیں۔'' میں نے جین سے کہا پھر چوکیدار سے مخاطب ہوا۔

''میم صاحب کو باتھ روم کا راستہ دکھا دو۔'' اور پھر جین اس کے ہمراہ غسل کرنے چلی گئی۔

جین کے غسل کے لیے جانے کے بعد میں کچھ سوچنے لگا' جین کی بابت' کہیں یہ بھی شنکر کی کوئی چال نہ ہو وہ میری اس کمزوری سے واقف ہو چکا تھا کہ میں ہر عام آدمی کی طرح لڑکیوں میں دلچسپیاں لینے لگا ہوں اور کہیں یہ سوچ کر ہی تو اس نے جین کو میرے سامنے کیا تاکہ وہ میری اس کمزوری سے فائدہ اٹھا سکے' میری کوئی کمزوری پکڑ لے میں عجیب آدمی ہوا جا رہا تھا' ہر کسی پر شک کرنے لگا تھا حتیٰ کہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے لگا تھا۔ میں نے سگار کیس میں سے سگار نکال کر سلگا لیا۔ دھوئیں کے مرغولے بناتا ہوا میں اپنی سوچ کا دائرہ وسیع کرتا چلا گیا۔ وہ طوفانی سرد شب میں کبھی نہ بھول سکتا تھا۔ جب میں کالج چھوڑ کر خودکشی کے لیے نکلا تھا' مجھے اس پراسرار سفید ہیولے' جسے مجھ سے ہمدردی تھی' جو مجھے زندہ دیکھنا چاہتی تھی' مجھے موت کے شکنجے سے بچا لیا۔ بقول اس کے کہ وہ میری ہمدردی تھی' مجھے دنیا گزارنے کا نیا انداز سکھانا چاہتی تھی۔ سو میں نے اس کی بات مان لی' خود کو بدل لیا۔ اپنا ماضی کس قدر فراموش کر دیا تھا۔

جین غسل کر کے بیڈ روم سے باہر نکل آئی تھی' اس نے ایک اونی گاؤن پہن رکھا تھا' اس لباس میں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ اس کے پاس کہاں سے آیا مگر میرے پوچھنے سے قبل ہی وہ بول اٹھی۔

''ڈیئر وارڈ روب میں بہترین لیڈیز کپڑے رکھے ہوئے ہیں اور دیکھو۔ یہ میرے بالکل فٹ ہے۔''

''رمیش کا بچہ! ہر چیز کا اہتمام رکھتا ہے۔'' میں زیر لب بڑبڑایا۔

''کیا تمہیں یہ پسند نہیں آیا؟'' جین نے پرتجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بہت عمدہ ہے؟ بے حد خوبصورت۔'' میں نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بلاشبہ وہ اس گاؤن میں بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ شانوں پر بکھرے سنہرے بال میک اپ سے عاری چہرہ' مسحور کن مہکتی ہوئی خوشبو' جو یقیناً اس نے رمیش کے وارڈ روب سے نکال کر لگائی تھی۔ کچھ بھی ہو جین کی رفاقت میں کچھ دن شاندار گزریں گے۔ یہ میرا اپنا فیصلہ تھا اور شاید جین کا بھی' وہ بڑی حد تک مجھ سے متاثر نظر آ رہی تھی' جانے کیوں؟

''ڈیئر کیا تم شاور نہیں لو گے؟'' اس نے اپنے سنہری خوبصورت بال تولیے میں لپیٹ کر باندھ دیے تھے۔ تازہ دم ہونے کے لیے ضروری تھا کہ میں نہا لیتا۔ چنانچہ میں نے جلتا ہوا سگار ایش ٹرے میں رکھا اور کوٹ اتار کر بیڈ روم میں کی طرف بڑھ گیا۔ میں جین کی جانب سے چوکنا تھا چنانچہ بیڈ روم کا دروازہ بھیڑ کر میں چھوٹی سے درز میں سے جین کو دیکھنے لگا۔ جو صوفے پر پاؤں پسارے میرے بقیہ سگار سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ چند لمحے میں یوں ہی کھڑا رہا پھر کوٹ بیڈ پر پھینک کر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں بیڈ پر ہی دراز ہو گیا۔ شدید نیند سوار تھی مجھ پر۔ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ مگر عین اس وقت جب میں اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا چاہ رہا تھا جین اندر آ گئی۔

''کتنی گھٹن ہے اس بیڈروم میں۔'' اس نے گاؤن کے اوپری بٹن کھولتے ہوئے کہا۔

''بیڈروم کی کھڑکیاں ساحل کی طرف کھلتی ہیں جین...... اگر اس گھٹن کو ختم کرنے کے لیے ہم نے یہ حماقت کر ڈالی تو سرد ہوا کے جھونکے ہمیں ٹھٹھرنے پر مجبور کر دیں گے۔''

''اوہ تو.......... اتنے خوبصورت ہٹ میں اسکاچ تو ضرور ہوگی۔ یہ ضروری ہوگا کہ سمندر کی اٹھتی ہوئی لہروں کی سردی کے احساس کو ختم کرنے کے لیے ہم اسکاچ پئیں۔'' وہ ایک ادائے ناز کے ساتھ بولی اور کھڑکی کے پٹ کھول دیئے۔ سرد ہوا کا جھونکا تیزی کے ساتھ کمرے میں در آیا۔

''ڈیئر۔ وسکی نہیں ہوگی یہاں؟'' جین نے ساحل کا نظارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''کچن میں جاؤ' شاید کسی دراز میں یا ریک میں کوئی بوتل مل جائے۔'' میں نے اسے مشورہ دیا وہ میرے مشورے پر عمل کرتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ چند لمحے بعد وہ ایک ہاتھ میں بلیک ڈاگ کی سیل بند بوتل اور دو گلاس لے آئی۔

''ابھی آئی۔'' یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ اب کے وہ پانی کا جگ اور برتن میں برف کی ڈلیاں لے کر آئی۔ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر وہ بوتل کی سیل توڑنے میں مصروف ہوگئی۔ کافی دیر تک وہ سیل توڑنے میں لگی رہی لیکن سب بے سود! چنانچہ اس نے التجائیہ نظروں سے میری جانب دیکھا۔ چہرے پر بے چارگی تھی۔

''پلیز اس کی سیل توڑ دو۔''

''لاؤ۔'' میں نے بوتل لے لی اور جیب سے ایک چھوٹا سا چاقو نکال کر سیل کاٹنے لگا۔ سیل کھل گئی تھی۔ میں نے بوتل دوبارہ جین کے ہاتھ میں تھما دی۔ وہ دونوں گلاسوں میں بلیک ڈاگ انڈیلنے لگی' حسب ضرورت اس نے پانی ملا کر اور برف کی تین تین ڈلیاں ڈال کر ایک گلاس میری طرف بڑھا دیا۔

''فرض کرو میں نہ پیوں تو؟'' میں نے گلاس تھامتے ہوئے کہا۔

''تو کیا واقعی ہندوستانی شراب سے پرہیز کرتے ہیں؟'' اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ میں بہرحال نہیں پیتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تو گویا اب پی لیتے ہو۔'' اس نے گھونٹ بھر کر شرارت بھرے انداز میں کہا۔ پھر اس نے ایک ہی سانس میں پورا پیگ حلق تلے اتار لیا۔ دوسرا پیگ بنا کر وہ پرسکون انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئی۔ دوسرا گلاس خالی کر کے اس نے بیڈ سے ملحق میز پر رکھ دیا اور سینے کے بل لیٹ کر کہنیاں آگے بڑھائیں۔ وہ آہستہ آہستہ تقریباً گھسٹتی ہوئی میرے قریب آ رہی تھی۔ میں اپنا گلاس خالی کر چکا تھا۔

''مشرق کے لوگ بہت گرم ہوتے ہیں مگر تم بہت مختلف ہو۔ تمہیں کھڑکی سے سرد ہوا آنے پر اعتراض ہے۔ کیوں؟''

''میں یہ نہیں کہتا کہ میں مشرقی نوجوانوں سے بہت مختلف ہوں لیکن خود کو منفرد رکھنے کی کوشش کرتا ہوں جین؟''

''اوہ ڈیئر میں تمہارا نام پوچھنا تو بھول گئی؟'' اس نے اچانک کہا۔

''رنجیت مگر تم مجھے کسی بھی نام سے پکار سکتی ہو۔''

''نہیں! رنجیت اچھا نام ہے۔ چھوٹا سا' پیارا سا یاد رہنے والا۔'' اس کی ادائیں خطرناک ہوتی جا رہی تھیں' اب وہ آہستہ آہستہ گاؤن کے بٹن کھول رہی تھی' اس سے پہلے کہ وہ گاؤن کی قید سے آزاد ہو جاتی میں نے اسے دوسرا پیگ بنانے کا حکم دیا۔ وہ سست روی سے بیڈ پر سے اٹھی اور میرے لیے اور خود اپنے لیے پیگ بنانے لگی' مگر اس بار اس نے پانی نہیں ملایا تھا۔ ''خوب۔'' میں نے دل میں سوچا۔ ''زہر پینا ہی ٹھہرا تو اس میں ملاوٹ کیا معنی؟''

''یہ میرے ہاتھ کا پیگ ہے رنجیت' اپنا آپ بھول جانے کے لیے' غموں سے نجات پانے کے لیے۔''

اس کے اس جملے پر میرا ماضی یاد آ گیا۔ کوئی تو ہو جہاں میں جو میرے درد کا مداوا کر سکے۔ کب تک شراب اور عورت کے سہارے زندگی کی حسین گھڑیاں گزاری جا سکتی ہیں۔ میں نے دوسرا پیگ آدھا پی کر میز پر رکھ دیا۔ وہ دوبارہ سینے کے بل بیڈ پر لیٹ گئی تھی' اس کے نازک و حسین ہاتھ گاؤن کے بٹن کھولنے میں مصروف تھے۔ شراب مجھ پر اپنا رنگ جما رہی تھی' جین کے بال گھنے' تابان سمور کی طرح نرم' پر پرواز سے طویل تر' ملائم اور ان میں گرم حیات لرز رہی تھی۔

اس کی پشت کا کچھ سے زیادہ حصہ اس کے سنہرے اور لانبے بالوں سے ڈھپا ہوا تھا۔ یہی بال پھیلتے ہوئے اس کے عریاں بدن کے نیچے ہوتے ہوئے زانوؤں کے پاس جمع ہو گئے۔ میں اسے اس حال میں دیکھ کر بے خود ہو گیا اور آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ اس نے کسی اعتراض کا مظاہرہ نہ کیا۔ میں اس کے گلابی رخساروں پر اپنی انگلیاں پھیرتا ہوا بولا۔

''جین! تم جیسی خوبصورت دوشیزہ مجرموں کی صف میں شامل ہو گئی تمہیں تو کسی آہنی مرد کی آغوش میں ہونا چاہیے تھا۔ کسی چٹان کی چھاؤں میں ہونا چاہیے تھا۔ زندگی اتنی ارزاں تو نہ تھی کہ تم دولت کے لیے اپنا آپ فراموش کر دو۔ بولو۔ جواب دو۔ تمہارا یہ انداز سپردگی کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ تم کسی مرد کی آغوش کی طلب گار ہو' تمہیں کسی پناہ گاہ کی تلاش ہے؟''

کچھ شراب کا اثر' کچھ اس مہ جبیں کا' جانے کیا کیا بکواس کرتا رہا یکلخت اس نے گاؤن اتار پھینکا۔ اس کا دودھیا سرخی مائل جسم میرے سامنے کھلی کتاب کی طرح تھا۔

''مجھے پناہ دو' رنجیت' مجھے زندگی دو۔ مجھے اپنا لو میں تمہاری بن کر رہوں گی' مجھے کسی وفادار پالتو جانور کی طرح۔'' اس نے میرے سینے کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ اس کے شیریں لب بے اختیار میرے لبوں میں پیوست ہو گئے۔ بہت دیر گزر گئی' دونوں کے جسموں میں آگ برپا تھی' جیسے عرصہ دراز سے پیاسے تھے' ہم اب پانی نظر آیا ہے تو پیاس بجھانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

''میری ماں نے کہا تھا۔ تو ملکہ وکٹوریہ ہے' میرے بے وفا منگیتر نے مجھے مونا لیزا کا خطاب دیا تھا۔ لیکن سب دغا باز تھے۔ سب فلرٹ کرتے تھے' جسموں سے کھیلنا چاہتے تھے اور رنجیت میں آج بھی پاک مریم کی طرح صاف ہوں' پاک ہوں۔'' اس نے میری آغوش سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا اور لڑکھڑاتے ہوئے شراب کا پیگ بنانے لگی۔

اچانک ایک ہلکی سی' کلک' کی آواز آئی اور میرے شانے میں جیسے آگ لگ گئی ہو۔ میں بے طرح اٹھ کر کھڑکی کی طرف بھاگا لیکن صرف اتنا دیکھ پایا کہ ایک جیپ فراٹے بھرتی ہوئی تیزی سے آگے نکل گئی۔ جیپ کا رنگ سرخ تھا۔ نمبر پلیٹ دیکھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ جین کو شاید اس حادثے کی خبر نہ ہو سکی' شاید شراب کے نشے میں ہونے کی وجہ سے' میرا بایاں شانہ زخمی ہو گیا تھا اور خون رسنے لگا تھا۔ میں نے میز سے بلیک ڈاگ کی بوتل اٹھائی اور زخم پر تھوڑی سی انڈیل دی پھر جیب سے رومال نکال کر میں نے زخم پر باندھ دیا۔

فی الوقت خون بند کرنے کے لیے اتنا کافی تھا۔ زخم کچھ زیادہ ہی شدید تھا' شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا' سامنے ایک بھیانک شکل کا قدر آور شخص ہاتھ میں خنجر لیے کھڑا تھا۔

''مجھے باندو کہتے ہیں سرکار' کیا اندر آنے کی اجازت دیں گے۔'' اس نے کرخت لہجے میں خنجر گھماتے ہوئے کہا۔ میں ایک جانب ہٹ گیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر جین پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور پھر میری طرف متوجہ ہوا۔

''سرکار مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ نشانہ کچھ غلط ہو گیا ہے چنانچہ مجھے پھر آنا پڑا' اب میں آپ کو اپنے خنجر چلانے کی مہارت سے آگاہ کروں گا۔'' وہ ایک ہاتھ سے اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا بولا۔

''باندو!'' اس کے عقب سے ایک گونجدار آواز آئی اور ایک سیاہ ریوالور اس کی کنپٹی پر آ لگا۔

''مہاراج!'' باندو خوفزدہ سے انداز میں بے اختیار بولا۔

''خنجر پھینک دو!'' اور باندو نے خنجر پھینک دیا' اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

☆☆☆

آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ بھلا میں اپنے اس دوست کی آواز نہیں پہچان سکتا تھا جو شاید اس پوری دنیا میں میرا واحد مخلص دوست تھا۔ جو ہر لمحہ میرے لیے جان وارنے کو تیار رہتا تھا۔ جس نے میرے دشمن سے نمٹنے کا تہیہ کیا تھا اور جس نے کہہ دیا تھا کہ میں سو جاؤں وہ ہزار آنکھوں سے جاگ رہا ہے۔ بھلا میں اس دوست کی آواز نہیں پہچان سکتا تھا۔

اور اس وقت۔ اس وقت بھی اس نے میری بروقت مدد کی تھی۔ میرا شانہ زخمی تھا اور باندو کافی قد آور اور تندرست' میں بھی کوئی کمزور انسان نہیں ہوں اور نہ حالات سے خوفزدہ ہونے والا۔ اس حالت میں بھی باندو آسانی سے میرے اوپر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن میرا دوست میری حفاظت سے غافل نہیں تھا وہ اس وقت بھی جاگ رہا تھا۔

''ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور آگے بڑھو۔'' رمیش کی کرخت آواز سنائی دی۔ اور باندو نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ رمیش نے اندر داخل ہو کر اس کا خنجر اٹھا لیا تھا۔ ''اب سیدھے ہو جاؤ باندو۔'' رمیش نے کہا اور باندو نے اس کی طرف رخ کر لیا۔

''تم کون ہو مہاراج؟'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

''بڑا بے وقوف تھا تمہارا باس' جس نے تمہیں صرف رنجیت کے بارے میں بتایا۔'' رمیش مسکراتا ہوا بولا۔

''میں نہیں سمجھا مہاراج۔'' باندو نے پلکیں جھپکائیں۔

''رمیش کے بارے میں تمہیں نہیں بتایا گیا تھا؟''

''نہیں۔'' باندو بے ساختہ بولا۔ پھر اس نے زبان دانتوں میں دبالی۔ شاید اسے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

''تو میں بتائے دیتا ہوں۔ رمیش رنجیت کا ڈیوٹ ہے۔ اسے ہواؤں سے بچائے رکھنا رمیش کی ذمے داری ہے اور رمیش فولاد کا بنا ہوا ہے اسے ٹریپ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔''

''نن۔ نہ جانے تم کیا بکواس کر رہے ہو۔'' باندو سنبھل گیا۔

''اوہ۔ بکواس.......... بکواس تو ابھی بتائے دیتا ہوں تمہیں۔'' رمیش نے غراتے ہوئے۔ اور پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

''سنبھالنا پتاجی۔ میں ذرا اس کا بندوبست کر لوں۔'' اس نے پستول میری طرف بڑھایا اور پھر شاید اسے میرے بازو کا خون نظر آ گیا۔

''ارے...... تم زخمی ہو۔ کیسے؟'' وہ بے اختیار میری طرف بڑھا ایک لمحے کے لیے اس کی نگاہ باندو پر سے ہٹی تھی اور باندو نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس نے پوری قوت سے رمیش کی کمر پر لات رسید کر دی۔ رمیش دھوکا کھا گیا اور بری طرح دیوار سے جا ٹکرایا۔ میں پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ میں بھی رمیش کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

باندو کا خیال تھا کہ شاید اس طرح رمیش کے ہاتھ سے پستول نکل جائے لیکن رمیش نے گرتے گرتے بھی پستول نہیں چھوڑا تھا۔ باندو نے محسوس کر لیا تھا کہ میں زخمی ہوں اور کمزور پڑوں گا۔ چنانچہ دوسری چھلانگ اس نے میرے اوپر لگائی اور نہایت پھرتی سے مجھے اپنی ڈھال بنا لیا' اس نے میری گردن میں ہاتھ ڈال لیا تھا۔

''اگر تم نے ایک منٹ میں پستول نہ پھینک دیا تو میں اس کی گردن دبا کر مار ڈالوں گا۔'' وہ غرایا اور رمیش جس نے سنبھل کر پستول سیدھا کیا تھا' ٹھٹک گیا۔

لیکن میرے جسم میں چنگاریاں بھر گئی تھیں اب میں اتنا کمزور' اتنا بزدل بھی نہیں تھا کہ اس کی ڈھال بن جاتا۔ بازو کا زخم بھی ایک لمحے کے لیے میرے ذہن سے نکل گیا۔ میں نے بدن کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور پھر زخم کی پرواہ کیے بغیر میں نے باندو کے بھاری بھرکم بدن کو کمر پر لاد کر سامنے پھینک دیا۔ باندو چاروں شانے چت گرا تھا اور رمیش نے ایک قہقہہ لگایا۔ باندو نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''مقدر ہی خراب ہے سالا۔ اپن کیا کرے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہاہا۔ اندازہ ہو گیا مقدر خراب ہے۔ چنانچہ اب بہتر یہی ہے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرو۔'' رمیش نے پستول ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو مہاراج۔؟'' باندو نے پوچھا۔

''ایسے نہیں' سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کیا تمہارا یہاں کوئی دوسرا ساتھی بھی موجود ہے؟'' رمیش نے پوچھا۔

''کوئی نہیں ہے مہاراج' اپن بولا نا...... مقدر ہی خراب ہے' ورنہ اپن ساتھی نہیں رکھتے۔'' باندو مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

لیکن پھر اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے کا وقت نہیں ہے کیونکہ وہ زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا اور ایک درمیانے سے قد کے چھوٹے سے آدمی نے اسے اٹھا کر پھینکا ہے۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس نے اپنا ہاتھ مونچھوں پر سے ہٹا لیا۔

''چلو ٹھیک ہے لیکن' اے لڑکی۔'' اچانک رمیش نے سفید فام لڑکی کو مخاطب کیا جو اب تک پاگلوں کی طرح ایک کونے میں سمٹی ہماری شکل دیکھ رہی تھی۔ رمیش نے دوبارہ اسے پکارا اور وہ سہمی ہوئی سی قریب آ گئی۔

''جاؤ۔ کوئی رسی تلاش کر کے لاؤ۔ یہاں ضرور مل جائے گی!'' رمیش نے اسے حکم دیا۔

''رسی کی کیا ضرورت ہے رمیش...... وہ سامنے کچھ کپڑے پڑے ہوئے ہیں۔'' میں نے اشارہ کیا اور رمیش نے گردن ہلا دی۔

باندو اسی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا اور ٹکر ٹکر ہماری جانب دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس شخص کی آنکھوں میں بے حد مکاری تھی۔ میں نے اس سے اندازہ لگایا کہ ہمیں اس شخص کی جانب سے چوکنا رہنا چاہیے وہ کسی بھی وقت اٹھ کر ہم پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔

لڑکی کپڑے اٹھا لائی۔ رمیش نے پستول میرے ہاتھ میں دیا اور پھر خود باندو کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے باندو کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سیدھا کیا اور اٹھا لیا۔ باندو نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ پھر رمیش نے اس کے ہاتھ پشت پر کس کے باندھ دیے۔ باندو کی نگاہیں پستول پر جمی ہوئی تھیں اور شاید وہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس نے کوئی حرکت کی تو ہم لوگ پستول چلانے میں کوئی دقت نہیں محسوس کریں گے۔ اس کے ہاتھ پشت پر کسنے کے بعد رمیش نے اس کے بال پکڑے اور اسے اٹھا کر بٹھا دیا۔ باندو کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکل گئی تھی۔ تب رمیش نے اس کے دونوں شانے گھسیٹے اور اسے ہٹ کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اس نے پستول میرے ہاتھ سے لیا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''یہ تمہارا شانہ کیسے زخمی ہو گیا؟''

''پوچھنے کی بات ہے۔؟'' میں نے مسکرا کر باندو کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ...... تو یہ وار کر گیا تھا۔'' رمیش دانت پیس کر بولا۔

''ہاں۔ تمہارا کیا خیال تھا۔''

''افسوس میں اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔'' رمیش نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر باندو کو گھورتا ہوا بولا۔

''کیا مطلب۔؟ کیا تم اس کے پیچھے تھے؟''

''ہاں۔ میں تم سے کہہ کر نہیں گیا تھا کہ مجھے کس کی تلاش ہے۔''

''اوہ۔ ہاں یاد آیا تم نے باندو ہی کا نام لیا تھا۔'' میں نے ذہن پر زور دے کر کہا۔

''خیر......چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تمہارے بازو کا زخم زیادہ گہرا تو نہیں ہے؟''

''نہیں......نہیں......بس ٹھیک ہے میں نے رومال کس لیا ہے' خون رک گیا ہے۔ گولی صرف شانے کو رگڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔''

''یہ دوبارہ اسی چکر میں آیا تھا کہ اگر گولی نے کام نہ کیا ہو تو خنجر سے مجھے قتل کر دے۔'' میں نے باندو کی طرف اشارہ کر کے کہا اور رمیش خونخوار نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

''دیکھ لوں گا اس کتے کو............!'' رمیش غرایا اور پھر آہستہ آہستہ باندو کے نزدیک پہنچ گیا۔

''فائر کس وقت کیا تھا تم نے۔'' اس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''جیپ سے کیا تھا اس کھڑکی کے قریب سے۔'' باندو نے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ۔ تو تم فائر کرتے ہوئے آگے نکل گئے تھے؟''

''ہاں۔''

''تو پھر واپس کیوں آئے؟'' رمیش نے پوچھا۔

''مجھے احساس ہو گیا تھا کہ گولی نشانے پر نہیں بیٹھی ہے۔'' باندو نے جواب دیا۔

''تو تم اسے خنجر سے قتل کرنے آئے تھے؟''

''ہاں۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔

''تمہارے پستول میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔''

''ہاں۔''

''مگر تم اسے قتل کیوں کرنا چاہتے تھے۔؟'' رمیش میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''بس میرا کام ہی یہ ہے۔ میرا خیال تھا کہ ان لوگوں کے پاس مال ضرور ہو گا پہلے میں اسے قتل کر دوں۔ واپس آ کر یہاں تلاشی لے لوں گا۔'' باندو نے جواب دیا اور رمیش نے معنی خیز انداز میں گردن مٹکائی۔

''ہوں۔ تو جھوٹ بولو گے؟''

''کوئی جھوٹ نہیں ہے۔'' باندو نے لاپرواہی سے کہا۔

''سچ بول دے میری جان۔'' رمیش بڑے پیار سے بولا۔

''بکواس مت کرو میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو' بس اب تم مجھے جانے دو۔''

''ارے کہاں جاؤ گے۔ پہلی ہماری تسلی تو کر دو۔'' رمیش اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ پھر اس نے ایک زوردار ٹھوکر باندو کی پنڈلی پر ماری۔ باندو کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکل گئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پنڈلی پکڑنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ تو پشت پر بندھے ہوئے تھے چنانچہ وہ اوندھا گر گیا۔ پنڈلی میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ رمیش ایک بار پھر آگے بڑھا اور اس نے باندو کی کمر پر ٹھوکر رسید کی تھی۔ ریڑھ کی ہڈی پر پڑنے والی یہ ضرب بھی کافی شدید تھی۔ باندو دوبارہ چیخا اور پھر زمین پر مچلنے لگا۔

''بتا دے بیٹا' بتا دے۔ کیوں موت آئی ہے۔'' رمیش نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے ہنسنے بولنے' کھانے پینے والے رمیش کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔ میرے بازو کے زخم نے اسے دیوانہ بنا دیا تھا اور وہ ہر قیمت پر باندو سے یہ معلوم کر لینا چاہتا تھا کہ کس نے اسے اس کام کے لیے مجبور کیا ہے۔

''میں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ دیکھو مجھے کھول دو ورنہ اچھا نہ ہوگا میں اسے لوٹنے کے لیے یہاں آیا تھا۔'' باندو اب کسی قدر بوکھلایا ہوا نظر آنے لگا تھا لیکن اس کی بات پوری طرح ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ رمیش نے ایک اور ٹھوکر اس کی پنڈلی پہ ماری۔ باندو بری طرح چلانے لگا۔

رمیش نے پستول سیدھا کر لیا لیکن دروازے پر آنے والا ایس پی شنکر رائے تھا۔

''کیا ہو رہا ہے۔'' شنکر رائے نے حیرت سے پوچھا۔

''ایک ڈرامے کی ریہرسل ہو رہی ہے بھیا۔ ہم بہت جلد ایک ڈرامہ کرنے والے ہیں۔'' رمیش مسکراتے ہوئے بولا۔

''یہ کون ہے؟'' شنکر نے باندو کی طرف اشارہ کیا۔

''ارے تم اسے نہیں جانتے بھیا؟'' رمیش نے تعجب سے پوچھا اور شنکر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے عجیب سے تاثرات نظر آئے پھر اس نے رمیش کو گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں نہیں جانتا کون ہے یہ؟''

''ایک بہت بڑا اداکار۔ کیا نام بتایا تھا تم نے۔ باندو...... ہاں بھیا اس کا نام باندو ہے۔''

''ہاں ہاں۔ میرا نام باندو ہے۔ مگر افسر صاحب یہ دونوں بدمعاش مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے ہیں۔ دیکھو! انہوں نے میرے ہاتھ بھی باندھ دیے ہیں اور مجھے مار رہے ہیں۔'' باندو نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

''اوہو۔ تم تو واقعی شکل سے شریف آدمی نظر آتے ہو۔ لیکن یہ لوگ تمہیں یہاں کیوں لے آئے تھے؟'' ایس پی شنکر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بس میں نہیں جانتا۔ شاید یہ میری جیپ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں یونہی پریشان حال سا آدمی ہوں' آوارہ گردی کرتا ادھر نکل آیا تھا۔ ان لوگوں نے اشارے سے جیپ روکی اور پھر پستول دکھا کر مجھے یہاں لے آئے۔'' باندو نے فریادی انداز میں کہا۔

''تمہاری کیا رائے ہے بھائی؟'' ایس پی شنکر نے پوچھا۔

''بس بھیا۔ باقی باتیں تو اس نے ٹھیک ہی کہی ہیں سوائے اس کے کہ اس نے پستول سے فائر کیا تھا اور پستول اس کے پاس سے ضرور نکل آئے گا۔ گولی کا زخم رنجیت بھیا کے شانے پر تلاش کر لو۔ پھر اسے احساس ہوا کہ بھیا قتل نہیں ہوئے ہیں تو یہ یہاں آیا۔ یہ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اتفاق سے میں اس کا پیچھا کرتا ہوا یہاں آ گیا اور میں نے بھیا کی جان بچالی۔''

''جھوٹ ہے۔ بھگوان کی سوگند یہ جھوٹ ہے۔'' باندو نے کہا۔

''پھر یہ زخم کیسا ہے؟'' ایس پی شنکر نے پوچھا۔

''میں۔ میں کیا جانوں؟''

''جیپ کہاں ہے تمہاری؟''

''یہاں سے تھوڑی دور کھڑی ہے۔'' باندو نے جواب دیا۔

''پستول ہے تمہارے پاس؟''

''نہیں...... ہاں ہے......'' باندو نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''خنجر بھی تمہارا ہوگا......؟'' ایس پی شنکر نے پوچھا۔

''نہیں...... یہ میرا نہیں ہے۔''

''پستول میں سائلنسر بھی ضرور ہوگا بھیا......'' رمیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے رمیش...... کیا رنجیت کے شانے کا زخم زیادہ گہرا ہے؟''

''نہیں۔ کوئی خاص نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

''تب رمیش۔ تم رنجیت کو سنبھالو میں اس کتے کو لیے جاتا ہوں۔ دیکھ لوں گا اچھی طرح۔'' ایس پی شنکر نے کہا۔

''مگر میری بھی تو سنو افسر صاحب؟'' باندو نے کہا۔

''سن لوں گا۔ اچھی طرح سن لوں گا۔'' ایس پی شنکر نے کہا اور پھر اس نے ہتھکڑی نکال کر باندو کے ہاتھ میں ڈال دی اور اس کے بعد وہ اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا۔

رمیش نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے بھی اس وقت ایس پی شنکر کا یہ رویہ عجیب سا لگا تھا۔ وہ جس طرح باندو کو لے گیا تھا' وہ کچھ غیر فطری سا انداز تھا۔ بہر حال اس وقت کچھ بولنا مناسب نہیں تھا اس لیے ہم نے ایس پی شنکر کو خاموشی سے چلا جانے دیا۔ باہر جیپ اسٹارٹ ہوئی اور پھر وہ آواز دور ہو گئی۔ تب رمیش نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''اب کیا خیال ہے پتا جی۔''

''کوئی خیال نہیں ہے رمیش۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''میرا خیال ہے ٹھیک نہیں ہو' چلو یہاں سے چلتے ہیں یا پھر......'' رمیش نے معنی خیز انداز میں جین کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں یار......!'' میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔ ''اس وقت ان ساری باتوں کی گنجائش کہاں ہے۔'' میں نے پھیکے سے انداز میں کہا۔

''ارے واہ......نروس ہو گئے رنجیت بھیا۔''

''یہ سب تو جیون کی باتیں ہیں۔ جیون کے ساتھ چلتی رہیں گی اور یہ بھی۔'' اس نے سفید فام جین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ میرے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ آ گئی۔

''کچھ بھی ہے رمیش۔ چلو یہاں سے چلتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے بھیا۔ چلو چلتے ہیں۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔ یہاں سے کوئی سامان تو نہیں لینا؟''

''نہیں کسی سامان کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔ رمیش جلدی سے شانے ہلا کر دوسری طرف مڑ گیا۔ پھر میں نے جین کو اشارہ کیا اور ہم تینوں ہٹ سے باہر نکل آئے۔ باہر رمیش کی کار موجود تھی۔ اس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ راستے بھر رمیش نے کوئی بات نہ کی اور ہم واپس اپنے ہوٹل میں آ گئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں رمیش کا اپنا بھی کوئی مکان ہے یا نہیں' بہر حال اس نے ہوٹل میں قیام کرنا پسند کیا تھا۔ مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر اس نے مجھ سے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

''کیا خیال ہے بھیا؟ ڈاکٹر کو بلاؤں؟''

''نہیں رمیش......میں کہہ چکا ہوں کہ زخم زیادہ گہرا نہیں ہے' گوشت رگڑ کھا گیا تھا' خون رک گیا ہے۔ کوئی ایسی ہی دوا لگا لیں گے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''دوا تو منگوا لیں بھیا۔'' رمیش بولا۔

''اُفوہ......تم پاگل آدمی ہو۔ بیٹھو دوسری بات کرتے ہیں' اس کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔''

''تمہیں تکلیف تو ہو رہی ہو گی؟'' رمیش کی محبت یہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی کہ میں تکلیف میں رہوں......پھر وہ ایک دم چونک کر بولا۔ ''میں برانڈی منگواتا ہوں!'' وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو ایک ویٹر اس کے ساتھ تھا۔ ٹرے میں برانڈی کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے' جین ندیدے انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی لیکن رمیش کافی ہوشیار تھا۔ بیرا ٹرے رکھ کر واپس جانے لگا تو رمیش نے ویٹر کو آواز دی اور بیرا رک گیا۔ ''بوتل کھولو۔'' رمیش بھاری آواز میں بولا۔ اور ویٹر نے سعادت مندی سے گردن ہلا کر بوتل کھول دی پھر اس نے

تینوں گلاسوں میں تھوڑی تھوڑی برانڈی نکالی اور اسے ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ رمیش نے مسکراتے ہوئے ایک گلاس اٹھایا اور ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔

''لو...... پیو...... تم بھی میری جان۔''

''مم...... میں نہیں پیوں گا جناب۔'' ویٹر نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

''پیو......'' رمیش غرایا اور ویٹر نے بے بسی سے چاروں طرف دیکھا اور بولا۔ ''ڈیوٹی کے اوقات میں' میں نہیں پیتا جناب مجبوری ہے۔''

''لیکن یہ برانڈی ہے' نشہ نہیں ہوگا۔ پیو ورنہ۔'' رمیش نے کہا اور گلاس ویٹر کے منہ سے لگا دیا۔ ویٹر نے دانت نکالتے ہوئے برانڈی معدے میں انڈیل لی تھی پھر وہ مسکرانے لگا۔

''ٹھیک ہے دفعان ہو جاؤ'' رمیش خشک لہجے میں بولا اور ویٹر شاید اسے پاگل سمجھتے ہوئے باہر نکل گیا۔ لیکن میں رمیش کی بات سمجھ چکا تھا۔ کافی والی بات سے وہ ڈرا ہوا تھا اور اسے شبہ تھا کہ کہیں برانڈی میں بھی کوئی ایسی چیز نہ ہو جو ہمیں نقصان پہنچا دے۔

برانڈی کے کئی پیگ میں نے پئے اور مجھے اپنے بدن میں توانائی محسوس ہونے لگی' جین بار بار بوتل کی طرف لپک رہی تھی اور رمیش نے بوتل اس کے سامنے سے ہٹالی تھی جس پر وہ کھسیائے ہوئے سے انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

''پی لینے دو بیچاری کو' بوتل خالی ہی ہو جائے گی اور منگوا لینا۔'' میں نے کہا۔

''اوہو...... اگر پتاجی کی آ گیا ہے تو ضرور......'' رمیش نے بوتل لڑکی کی طرف کھسکا دی اور اس نے ہاف پیگ نکالنے کی بجائے آدھے سے زیادہ گلاس برانڈی سے بھر لیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس کی چسکیاں لینے لگی۔

''خوب تماشا ہے یہ بھی بھیا...... مگر کیا تھا...... کیا تم نے نوٹ کیا؟''

''نہیں یار...... بس وہ کمبخت آمرا تھا۔''

''اوہ...... ہاں...... اس کمبخت کے بارے میں کیا خیال ہے رنجیت بھیا۔'' رمیش نے پوچھا اور میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر بولا۔

''میں نے محسوس کیا تھا رمیش کہ تم خود بھی اس کی جانب سے مشکوک...... ہو......''

''ٹھیک محسوس کیا تھا لیکن اکیلا باندو کی جانب سے نہیں بلکہ......''

''بلکہ کیا......!'' میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہیں بتا کے گیا تھا نا بھیا کہ میں اس شخص کی تلاش میں جا رہا ہوں؟''

''ہاں مجھے یاد آ گیا تھا۔'' میں نے کہا۔

''بس سمجھ لو...... اس وقت سے میں اس کا پیچھا کر رہا تھا...... کچھ معلوم کرنے کے لیے...... لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ یہ کمبخت ہماری ہی طرف کا رخ کرے گا۔ جب یہ ہماری ہٹ کی طرف بڑھنے لگا تو میں نے محسوس کیا کہ ضرور اس کے دل میں کوئی خطرناک ارادہ ہے اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ہٹ کے سامنے سے یہ کمبخت اس طرح گزر گیا کہ مجھے احساس بھی نہ ہو سکا۔ دراصل فاصلہ کافی تھا۔ اگر میں قریب ہوتا تو ضرور دیکھ لیتا کہ یہ کمبخت کیا حرکت کرنے لگا ہے۔''

''ہاں...... شاید یہ گولی چلاتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔''

''بالکل...... اور اس کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا نشانہ شاید کارگر نہیں رہا ہے۔ سو یہ واپس پلٹا۔ مگر اس گدھے نے ایک غلطی کی......'' رمیش بولا۔

''وہ کیا؟''

''پستول......میرا خیال ہے یہ جیپ میں ہی چھوڑ آیا تھا' کیا یہ عقل کی بات تھی۔''

''ہاں......عقل کی بات تو نہیں تھی' اگر یہ پستول لے کر آتا تو ہمارے لیے خاص مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔''

''بالکل......ویسے میں اس کے قد و قامت کو دیکھ کر ہی سمجھا تھا کہ کوئی خاص بات نہ ہو جائے۔'' میں نے کہا۔

''ارے نہیں۔ ایسے کیسے ہو سکتی ہے بھیا اور پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم تو اتنے پُر امید ہو' حالات سے ذرا بھی نہیں گھبراتے پھر تمہارے منہ سے یہ بات کیسے نکل رہی ہے۔'' رمیش نے کہا اور میرے ذہن میں ایک پُر اسرار سی خوشبو رچ گئی لیکن یہ خوشبو اس کی یاد کی تھی۔ نہ جانے وہ کہاں تھی' نہ جانے اسے ان حالات کا کوئی علم کیوں نہ تھا اور اگر علم تھا تو اس نے حسبِ معمول' حسبِ وعدہ میری مدد کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی' یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ لیکن میں رمیش سے اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ہاں میرے دل میں اپنی پُر اسرار ہمدرد کی یاد چٹکیاں لینے لگی۔ اس کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ نہ جانے کیوں اس وقت شدت سے اسے یاد کر رہا تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا جیسے اس کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ اس کے بدن کی حسین خوشبو اور اس کی مدھر آواز اب میرے لیے کوئی حیثیت اختیار کر گئی ہو۔ اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں اور اس وقت بات صرف اپنے مقصد کی نہیں بھی اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ آ کر میری مدد کرے۔ خطرہ تو ٹل گیا تھا۔ اس وقت تو کان اس کے پیار بھرے گیت کی طلب کر رہے تھے۔ وہ گیت جن کی کوئی لے نہیں ہوتی تھی جس کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی تھی۔ بس بے پناہ محبت کا اظہار گیت کے بول میں ہوتا تھا۔

سندر۔ شیام۔ مون موہن۔ مدھ بھرے۔ مدھر چھلکاتے نین والے۔ گن تمرے گاؤں۔ چاہے متھرا رہوں۔ چاہے گوکل بسوں نین دیپ جلاؤں۔ تمرے درشن کروں۔ جنم جنم سکھ پاؤں سندر شیام مدھر چھلکاتے نین والے۔

''پتا جی......!'' رمیش نے مجھے آواز دی اور میں خیالات سے چونک پڑا۔ ''کہاں کھو گئے پتا جی؟''

''کہیں نہیں۔''

''اس الو کی پٹھی کو دیکھو۔ بوتل کی تلچھٹ بھی چاٹ گئی ہے۔ میرا خیال ہے بھیا کہ اب تم اس کے ساتھ آرام کرو۔ دل بھی بہل جائے گا تکلیف بھی کم ہو جائے گی اور......اور......''

''جاؤ......پھر بھاگ جاؤ۔'' میں نے کہا اور رمیش ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ میرا خیال تھا کہ جین آؤٹ ہو گئی ہے اور اب وہ حواس کی باتیں نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کی خاموشی اسی وقت تک رہی تھی جب تک رمیش یہاں موجود تھا۔ اس کے جاتے ہی جیسے اس کے حواس واپس آ گئے اور وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ بند کر لیا تھا اور پھر وہ میرے نزدیک آ گئی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے ڈارلنگ؟'' اس نے میرے سینے پہ ہونٹ چپکاتے ہوئے کہا۔

''بہت خوب۔ آپ کو کچھ نہیں معلوم؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے کیسے معلوم ہو۔ تم لوگ ایسی زبان میں گفتگو کرتے ہو وہ صرف اپنی مقصد براری چاہتی تھی۔'' میرے ساتھ کیا ہوا ہے اسے اس سے کوئی غرض نہیں تھی اور میں بھی اس سے زیادہ حیثیت نہیں دیتا تھا اور چونکہ اس وقت میں ذہنی طور پر ٹھیک نہیں تھا اس لیے اس دل بہلانے والے سامان سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ ایک بار پھر جین کا دودھیا جسم دنیاوی تکلفات سے آزاد ہو گیا تھا اور اس کے ہونٹوں کا نشہ میرے حواس پر چھاتا چلا گیا۔

کیا ہوا تھا۔ کیا ہو گیا تھا۔ ان ساری باتوں سے بے نیاز ہو گیا۔ بس جین کے بدن سے پھوٹی روشنی حواس پہ چھاتی چلی گئی۔ ٹیوب لائٹ کی چاندنی نے حواس چھین لیے اور پھر صبح کو ہی آنکھ کھلی۔ ذہن پر کوئی بار نہیں تھا' بدن ایک لذت آمیز تھکن سے چور تھا اور بس۔ جین اب میرے نزدیک نہیں تھی۔ کمرے میں بھی نہیں تھی۔ نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ کافی دیر تک میں بستر پر پڑا رہا۔ پھر جب میں نے محسوس کیا کہ کوئی اس وقت اس طرف

نہیں آئے گا' جب تک میں نہ بلاؤں تو میں خود ہی اٹھ گیا اور رمیش کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

رمیش مزے سے ایک صوفے میں دراز' اخبار پڑھ رہا تھا۔ پاؤں میز پر پھیلے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے پاؤں سکوڑ لیے اور پھر اخبار میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''نمسکار پتاجی......!'' اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''نمسکار'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جاگ گئے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ آرام سے سونے دوں۔ جب تک خود نہ جاگو نہ اٹھاؤں۔'' رمیش نے کہا۔

''تمہارا شکریہ......!'' میں نے بیزار سے انداز میں جواب دیا۔ رمیش کے ہونٹوں پر اس کی مخصوص شرارت آمیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور وہ شریری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''کیا بات ہے پتاجی موڈ آف ہے۔؟'' چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

''کوئی بات نہیں ہے وہ نہ جانے کہاں چلی گئی؟''

''کون......؟ جین......؟''

''ہاں......!''

''جائے گی کہاں سسری' باتھ روم میں ہے بھیا یہ گوری چمڑی والے اوپر سے جتنے صاف ستھرے نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی گندے ہوتے ہیں اور پھر یہ نگر نگر پھرنے والے آوارہ گرد تو......تم دیکھ ہی چکے ہو۔ بڑی مشکل سے سالی کو نہانے پر رضامند کیا ہے!''

''کیوں۔اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟'' میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ایک بات تو بتاؤ بھیا۔تم میری اس حرکت سے ناراض تو نہیں ہو؟''

''کونسی حرکت سے؟''

''سالی خود اٹھ کر آ گئی تھی' نشے سے چور تھی۔ میں تو سو چکا تھا اس نے زور زور سے جھنجھوڑا تو اٹھ گیا۔ کہنے لگی مسٹر رنجیت تو مر چکے ہیں اور......''

''اور سوتے میں ذہن یونہی بے قابو ہوتا ہے' اس لیے میں بھی بے قابو ہو گیا۔'' رمیش جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ ویسے میں نے ایک بات خاص طور سے نوٹ کی تھی' اس سے قبل جب میں ان چکروں میں نہیں تھا تو رمیش میرا بے تکلف دوست ہونے کے باوجود اپنی ان حرکتوں کو مجھ سے چھپاتا تھا۔ اور ان معاملات میں جھوٹ بولتا تھا لیکن اب وہ ان باتوں کو چھپانا ضروری نہیں سمجھتا تھا اور کھل کر بات کر لیتا تھا۔

بہرحال میری زندگی تو اب بہل ہی گئی تھی۔ ان باتوں کی پرواکون کرتا۔ لیکن اس دلچسپ بات پر میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ضرور آ گئی تھی کہ جین نے رمیش کو بھی تنہا نہیں سونے دیا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو بھیا؟'' رمیش مجھے خاموش دیکھ کر بولا۔

''جین ہی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اس کا اب کیا کرو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''ظاہر ہے بیکار چیز ہے' زیادہ عرصے تک ساتھ بھی نہیں رکھ سکتے۔ کمبخت نے ایک بار بھی اپنے ساتھی کے بارے میں تشویش نہیں ظاہر کی۔'' رمیش نے تعجب کا اظہار کیا۔

''بڑی صابر اور قانع معلوم ہوتی ہے۔'' میں مسکرا کر بولا۔ اور اسی وقت وہ صابرہ باہر نکلی آئی۔ نہانے سے نکھر گئی تھی خوبصورت تو پہلے بھی تھی اب اور خوبصورت نظر آنے لگی تھی۔

''ہیلو جین!'' میں نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا۔

''ناشتا۔'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں بھئی۔ منگواؤ اس کا حق بنتا ہے۔'' میں نے کہا اور رمیش اٹھ کر ناشتے کا بندوبست کرنے چلا گیا۔ جین اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بال جھٹکنے لگی تھی۔ پھر وہ اپنے دانتوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی۔

''مجھے تم دونوں ہی بے حد پسند آئے ہو؟ اگر تم مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جاؤ تو میں اپنے ساتھی کے پاس کبھی واپس جانے کی کوشش نہ کروں۔''

''خوب۔ وہ چھوڑے گا تمہیں......؟''

''اوہو میرے اور اس کے درمیان چھوڑنے یا نہ چھوڑنے کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔'' جین نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''بس۔ اگر وہ محسوس کرے گا کہ میں اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو وہ مجھے ساتھ رکھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔''

''کمال ہے۔ حالانکہ تم اس کی کتنے عرصہ کی ساتھی ہو۔''

''ہم لوگ عرصے کا تعین نہیں کرتے۔'' جین نے جواب دیا۔

''اچھے ہو تم لوگ۔'' میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اور اسی وقت رمیش واپس آ گیا۔ ویٹر اس کے ساتھ تھا' جو ناشتا کی ٹرے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔ انہوں نے ٹرے میز کے نزدیک لاک کر رکھی اور ہم لوگ ناشتے میں مصروف ہو گئے۔ جین بے تکلفی سے ناشتے پر ہاتھ صاف کر رہی تھی' عجیب سی لڑکی تھی۔ بہرحال ناشتے کے دوران ہم لوگوں نے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی اور پھر ناشتا ختم ہو گیا۔ جین نے کرسی کی پشت سے ٹک کر پاؤں پھیلا دیئے۔ بظاہر اس کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے پاس سے جانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے لیکن ہم اس کی موجودگی میں کوئی گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

''جین۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''ہاں۔'' اس نے میری طرف دیکھا۔

''تمہارا اب کیا پروگرام ہے؟''

''میرے پروگرام میرے اپنے کہاں ہیں۔''

''بس تو تم آرام کرو۔ ہم لوگ ذرا گفتگو کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' جین کمرے سے اٹھ کر چلی گئی اور اب کمرے میں رمیش اور میں رہ گئے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر رمیش کی طرف دیکھا۔

''اب بتاؤ کیا پروگرام ہے؟''

''جو آپ کا پروگرام پتاجی۔''

''نہیں رمیش...... یہ جو کچھ ہو رہا ہے میرے خیال میں ہمارے لیے ایک بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں تہیہ کر چکا ہوں کہ اپنی ماتاجی کے قاتل کو کیفر کردار تک ضرور پہنچاؤں گا اور پرکاش کمار ورماجی نے جس طرح اپنا جال بچھایا ہے' جتنی پھرتی سے وہ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ یہ بات میرے ذہن میں جس کر رہ گئی ہے کہ پتاجی جلد از جلد مجھے اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ بھگوان کی سوگند رمیش۔ اگر پتاجی کو میری جان کی ضرورت تھی تو میں بخوشی اپنا پران ان کے حوالے کر دیتا۔ لیکن اس شکل میں جب وہ میرے پتا کی شکل میں میرے سامنے آتے لیکن اب وہ ایک قاتل کی حیثیت سے میرے سامنے آئے ہیں۔ میری ماں کے قاتل کی حیثیت سے اور میں گندہ خون نہیں ہوں

کہ اپنی ماں کا انتقام نہ لے سکوں۔‘‘

’’بس میری تمنا ہے کہ میں اپنی ماں کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچاؤں۔‘‘

’’میں ہر طرح تمہارا ساتھی ہوں۔‘‘

’’کرنا کیا چاہیے اب......؟‘‘ میں نے پوچھا۔

’’بس اس معاملے میں اپنی کھوپڑی ست ہے۔ ہاں تم ایک قدم بھی مجھے پیچھے نہ پاؤ گے۔‘‘

’’مسئلہ یہ ہے رمیش......کہ میں پتا جی کے خلاف کوئی ایسا کام بھی نہیں کرسکتا جو براہ راست انہیں یہ احساس دلادے کہ ان کی اولاد نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ انہوں نے میری جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے یار......معاملہ ہی ایسا ہے بھلا باپ بیٹے کے درمیان بھی کوئی جنگ ہوتی ہے۔‘‘ رمیش ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔

’’نہیں رمیش میرا خیال ہے انہوں نے اپنے اور میرے درمیان سے باپ اور بیٹے کا رشتہ ختم کردیا ہے۔‘‘

’’رشتے کہاں ختم ہوتے ہیں رنجیت بھیا بس بھگوان جانے سنسار میں کیسے کیسے منش ہوتے ہیں، وہ سب کچھ کرلیتے ہیں جسے کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔‘‘ رمیش نے کہا۔

’’بہر حال کچھ بھی ہے رمیش۔ میں پتا جی کو معاف نہیں کروں گا۔ اور اب وہ جو کچھ کررہے ہیں انہیں اس کا جواب ضرور دیا جائے گا۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم انہیں زک پہنچانے کے لئے کونسا قدم اٹھائیں؟‘‘

’’بھیا اگر کسی دوسرے کا معاملہ ہوتا تو میں سیدھی سیدھی بات کہتا تم سے کہ پستول مجھے دو، میں جاؤں اور پوری چھ کی چھ گولیاں اس کے سینے میں اتار آؤں۔ رمیش تمہارے لیے یہ سب کچھ باآسانی کرسکتا ہے لیکن معاملہ پتا جی کا ہے اور تمہارے پتا میں انہیں بھی اپنے پتا سمان سمجھتا ہوں۔‘‘

’’ہاں رمیش ٹھیک ہے۔‘‘ میں نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے چونک کر رمیش کی طرف دیکھا اور بولا۔

’’تم خود بھی تو اس سلسلے میں الجھن کا شکار ہوگئے ہو۔‘‘

’’میں......‘‘ رمیش نے تعجب سے پوچھا۔

’’ہاں......شنکر رائے کچھ بھی ہے تمہارا بھائی تو ہے۔‘‘

’’تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے بھیا؟‘‘

’’فرق تو بہت پڑتا ہے رمیش۔ تمہارا بھائی میرے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے لیکن اب تو مجھے یہ یقین ہوچلا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح پرکاش کمار ورما کا معاون ضرور ہے۔‘‘

’’ہم اس یقین کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے بھیا۔‘‘ رمیش نے کہا۔

’’اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا نام باندو ہے؟‘‘

’’باندو......‘‘ رمیش بھاری آواز میں بولا۔ ’’مجھے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی تھیں اور اس کے نتیجے میں میں اس کے پیچھے وہاں تک پہنچ گیا۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ لیکن بھیا اس کو جس انداز میں لے گئے ہیں، اس کے بارے میں معلوم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے اس کا کیا کیا؟‘‘

’’میرا خیال ہے تم مجھے اجازت دو۔ میں سب سے پہلے اس بارے میں معلوم کرتا ہوں، اس سے کم از کم یہ بات تو کھل کر سامنے آجائے گی کہ ایس پی شنکر رائے کس حد تک اپنے فرائض کی انجام دہی کررہے ہیں اور کس حد تک کسی کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔‘‘

’’بہت بڑا کام ہے رمیش۔ میں تمہارے اس احسان کو سر سے کیسے اتار سکوں گا۔‘‘

''پتاجی' بے کار باتیں نہ کریں۔ میں آپ کی گردن پر گھونسہ بھی رسید کرسکتا ہوں۔'' رمیش نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر رمیش مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔ جو کچھ ہو گیا تھا جو کچھ ہو رہا تھا یہ بس خواب کی باتیں معلوم ہوتی تھیں لیکن بہر حال اس خواب کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں جواب سے کچھ عرصے قبل ایک کروڑ پتی باپ کا بیٹا تھا اب ایک قلاش انسان کے سوا کچھ نہ تھا۔

ہاں......! ایک ایسا انسان جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں تھی جو فی الحال اپنے ایک دوست کے رحم وکرم پر تھا۔ اگر رمیش جیسا دوست مجھے نہ ملا ہوتا تو نہ جانے مجھے کہاں کہاں مارا مارا پھرا پڑتا! اور پھر...... ایک بار...... مجھے وہ یاد آ گئی۔ ہاں ایک اور ہستی۔ جو نہ جانے کون تھی' جس کے بارے میں۔ میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن جو میرے قدم قدم کی ساتھی تھی۔ دل ایک بار پھر زور سے دھڑکا۔ یہ اس کی یاد تھی۔ آخر وہ اتنی دیر سے کہاں غائب تھی۔ میرے پاس کیوں نہیں آئی تھی۔

میں نے خلوص دل سے اسے یاد کیا...... کہاں ہو تم...... کہاں چلی گئی ہو میں تنہا ہوں۔ کیا تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے میرے منہ سے مدد بھری آواز نکلی اور اس نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ خوشبو کا ایک جھونکا میرے نتھنوں سے ٹکرایا اور میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ ریشمی لباس کی سرسراہٹ میرے کانوں سے ٹکرائی اور میں چاروں طرف آنکھیں پھاڑنے لگا۔

''پران ناتھ......'' ایک شیریں آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کہاں چلی گئی تھیں تم۔ مجھے کیوں چھوڑ گئی تھی۔ دیکھو میرے اوپر کیا بیت گئی۔ تم...... میں تمہیں اس لیے یاد نہیں کر رہا تھا کہ تم میری مدد کرو...... بس...... میرا دل اندر سے تمہیں پکار رہا تھا۔ بتاؤ۔ تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تھا۔ کیوں بھول گئی تھیں مجھے۔ میں کسی بھی حیثیت سے تمہارا قرب چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ...... پران ناتھ' سندر شیام' گن تمرے گاؤں' چاہے متھرا رہوں۔ چاہے گوکل بسوں' نین دیپ جلاؤں' تمرے درشن کروں جنم جنم سکھ پاؤں۔ اس کا مدھ بھرا گیت میرے کانوں میں گونجنے لگا اور مجھ پر وہی سحر کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک انوکھی کیفیت' ذہن سرور میں ڈوب گیا تھا۔ یہ آواز یہ ہستی پورے طور سے میرے اوپر حاوی ہو چکی تھی۔ نہ جانے کن کن چکروں میں پھنس گیا تھا۔ پتاجی کی باتوں نے ذہن خراب کر دیا تھا' زندگی کا رخ نہ جانے کس طرف مڑ گیا تھا بہت سے خیالات۔ بہت سے افکار پریشان ذہن کو پراگندہ کیے ہوئے تھے اور اوپر سے یہ آواز۔

مدھر بھرا گیت جاری رہا اور پھر کھنکتی ہوئی سی ہنسی سنائی دی۔

''تم سے دور رہ کر کیسے زندہ رہوں گی پران ناتھ......'' اس نے کہا۔

''زندہ......'' میں نے متحیر انداز میں کہا۔

''ہاں پران ناتھ۔ میں اپنے من میں زندہ ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''یہ ٹھیک ہے کہ تمہاری آنکھیں مجھے نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن میرا جیون پر دھک شکشا ہے' میں جنم جنم کی کرموں جلی ہوں' سنسار کشٹ بھوگ رہی ہوں پرنت سمے' ضرور آئے گا جب جیون اپردے دھا دن ہوگا۔ تب تم مجھے دیکھ بھی سکو گے۔''

''اوہ...... لیکن میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں؟''

''کچھ نہ جانو مہاراج...... کچھ جاننے کی کوشش نہ کرو میرے سندر شیام' بس داسی کو سیوا میں رہنے دو' سمے آنے پر تمہارے چرنوں میں آ جاؤں گی...... ابھی ایسے ہی رہنے دو۔''

''میں پریشان ہوں۔ کیا تم مجھے اپنا نام بھی نہ بتاؤ گی۔؟''

''نام......'' اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔ چند ساعت خاموش رہی' پھر وہ کہنے لگی۔

''میرا نام کہیں تمہیں سنگھٹ میں نہ ڈال دے۔ تم پریشان نہ ہو جاؤ۔''

''نہیں......میں تمہارا نام جاننا چاہتا ہوں......'' میں نے ضد کی۔

''رُوپا'' اس نے کہا۔ لیکن میرے ذہن میں کوئی خاص تصور بیدار نہیں ہوا تھا اور مجھے گہری گہری سانسوں کی آوازیں اپنے نزدیک سنائی دیں۔ چند ساعت خاموش رہی پھر میں نے کہا۔

''تمہارا نام بھی اس خوشبو کی طرح سندر ہے جو تمہارے آنے سے پھیل جاتی ہے میں شدت سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔''

''میں خود بھی تو تم سے دور رہنا نہیں چاہتی شیاموُ پرنت راستوں کے پتھر میرے پیر گھائل کر دیتے ہیں۔ بڑے کشٹ اٹھانے پڑتے ہیں تم تک آنے کے لیے۔'' وہ اداس لہجے میں بولی۔

''لیکن پھر تم میرے پاس کیوں آتی ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''تمہارے درشن کرنے' تمہاری رکھشا کرنے۔ تم جو جیون مرن کی ایک ہی کہانی ہو۔''

''تم اگر مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گی تو میں تمہاری طرف سے الجھا ہی رہوں گا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ تم میرے پاس آؤ۔ مجھ سے ملو لیکن میں کتنا مجبور ہوں کہ اپنی مرضی سے تمہیں اپنے نزدیک بھی نہیں بلا سکتا۔'' رنجیت نے کہا۔

''سندر شیام' گن تمرے گاؤں' میں خود بھی تم سے دور رہنا نہیں چاہتی' مگر میں کہہ چکی ہوں کہ ابھی جیون کے بہت سے کشٹ بھوگنے ہیں۔ بھگوان کرے اس کے بعد ہمارے راستے میں کوئی پتھر نہ رہے۔''

''تمہیں معلوم ہے میرے اوپر کیا بیت رہی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔''

''میں زخمی بھی ہو گیا ہوں۔''

''ہاں تم گھائل بھی ہو گئے ہو۔ مگر تمہیں کوئی ایسا خطرہ نہیں تھا کہ میں تمہاری سہائتا کو آتی مجھے معلوم تھا کہ تمہارا متر تمہارے پاس ہے۔''

''اوہ......! اچھا......؟'' میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے کوئی کام ہے پران ناتھ۔''

''کوئی کام نہیں ہے' بس تمہیں یاد کر رہا تھا۔ تم آ گئیں۔ تمہاری آواز سن لی۔ تمہاری خوشبو محسوس کر لی' دیکھ تو نہیں سکتا' میں بس اتنا ہی کافی ہے۔ ہاں ایک بات اور کہوں گا وہ یہ کہ آتی رہا کرو۔ ضروری نہیں ہے کہ جب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ تو تم میری مدد ہی کے لیے آؤ۔ ویسے بھی میں تمہارا منتظر رہتا ہوں۔'' اور چند ساعت کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی البتہ ہوا میں گہری گہری انسانی سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ جیسے وہ بے حد جذباتی ہو رہی ہے۔ جیسے اس کے سینے میں بہت سے طوفان اٹھ رہے ہوں۔

''رُوپا'' میں نے پکارا۔

''پران ناتھ......'' وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

''خاموش کیوں ہو گئیں۔''

''سوچ رہی تھی پران ناتھ' بھگوان کی سوگند۔ یہ جنم جنم کی پیاسی تھی جو آج بھی ہے۔ تمہارے من میں میری آشا پیدا ہو گئی ہے۔ یہ میری آشاؤں کا پھل ہے یہ میری برسوں کی تپسیا کا بھوگ ہے۔''

''افسوس تم سے تمہارے بارے میں پوچھتا ہوں تو کچھ معلوم نہیں کر پاتا۔ تم کون ہو' کیا ہو' بس میرے لیے تو تم صرف ایک الجھن کے سوا کچھ نہیں ہو۔''

''میں جاؤں پران ناتھ......'' آواز ابھری۔

''ایسی جلدی کیا ہے؟''

''باہر کچھ لوگ آئے ہیں۔اب وہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔''اس نے بتایا اور میں چونک پڑا۔

''کون آیا تھا۔''میں نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر محسوس کیا جیسے ریشمی لباس کی سرسراہٹ گونج رہی ہو۔شاید وہ واپس جارہی تھی۔پھر آہستہ آہستہ خوشبوئیں بھی رخصت ہوگئیں۔وہ چلی گئی تھی جس کا مجھے بخوبی احساس ہوگیا تھا۔

لیکن اس کی دی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔رمیش اور شنکر رائے دونوں دروازے تک پہنچ چکے تھے۔انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور پھر میرے پاس پہنچ گئے۔شنکر رائے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔رمیش کافی سنجیدہ نظر آرہا تھا لیکن ان دونوں کے پیچھے جو شخص اندر آیا اسے دیکھ کر مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔یہ جین کا ساتھی تھا۔وہی غیر ملکی جسے شنکر رائے نے چرس کے الزام میں پکڑا تھا۔ان کا چہرہ تاثرات سے عاری تھا سپاٹ سپاٹ چہرہ۔

''ہیلو رنجیت......''شنکر رائے نے بے تکلفی سے کہا۔

''یار یہ تمہارے منہ سے ایس پی بہت برا لگتا ہے۔کیا تم رمیش کی طرح سے مجھے بھیا نہیں کہہ سکتے؟''

''کہہ سکتا ہوں شنکر رائے جی، مگر یہ لفظ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔''

''ارے......وہ کیوں......''

''بھیا کہنے کے بعد بڑی ذمے داریاں عاید ہوجاتی ہیں اور تم جانتے ہو مجھ جیسا انسان کوئی ذمے داری پوری نہیں کرسکتا' میری اپنی حیثیت ہی کیا ہے۔دو کوڑی کا آدمی......ایک بڑے باپ کا بیٹا۔لیکن پیسے پیسے کا محتاج اور......بے شمار دشمنوں میں گھرا ہوا۔''

''تمہارا خیال غلط ہے۔''شنکر رائے نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیوں......کونسا خیال غلط ہے۔''میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''بس یہی کہ دولت کوئی حیثیت رکھتی ہے' تم چاہو تو مجھے بھیا کہہ سکتے ہو۔میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن جہاں تک دولت کا تعلق ہے مجھے دولت سے کیا سروکار۔''

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے آپ کو دولت سے کیا سروکار۔''میں نے کہا۔''بیٹھئے......شنکر رائے جی۔'' اور رمیش سفید فام غیر ملکی کے ساتھ ایک طرف بڑھ گیا۔اس نے غیر ملکی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا' شنکر رائے میرے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

''اور سنائیں بھیا کیا حال ہے۔''

''بالکل ٹھیک ہوں۔تم کیسے ہو؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں بھیا۔وہ آپ نے اس شخص کا کیا کیا؟''

''کون شخص۔''شنکر رائے' کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

''وہی جس کا نام تم نے باندو لیا تھا۔''

''وہ آدمی بہت چالاک نکلا۔میرے شکنجے سے نکل گیا۔''شنکر رائے نے جواب دیا۔اور میں نے معنی خیز انداز میں رمیش کی طرف دیکھا......رمیش کے ہونٹوں پر بھی طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

ایس پی شنکر رائے نے ہماری مسکراہٹ کو نہیں دیکھا وہ اپنے ہی خیالات میں گم تھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔پھر کافی دیر کے بعد اس نے گردن ہلائی۔

''لیکن میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔''

''اوہ......ہاں......واقعی آپ اسے کہاں چھوڑیں گے بھیا۔لیکن حیرت کی بات ہے۔وہ آپ جیسے ذہین افسر کے ہاتھ سے نکل گیا۔'' میں نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

''میں جانتا تھا تم اس بات پر ناراض ہو گے لیکن بہرحال مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں اسے یہاں سے سیدھا کسی پولیس اسٹیشن نہیں لے گیا بلکہ چونکہ رات زیادہ تھی' اس لیے میں نے سوچا رات کو اسے اپنی ذاتی قید میں رکھوں اور اس کے بعد صبح کو اسے پولیس کے حوالے کر دوں۔ اپنی دانست میں میں نے اس کے نکل بھاگنے کے سارے راستے مسدود کر دیئے تھے۔لیکن۔''

''لیکن وہ نکل بھاگا؟''

''ہاں؟''

''تم اس سے یہ بھی نہ پوچھ سکے ہو گے ایس پی بھیا کہ اس نے میرے اوپر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کیوں کی تھی۔''

''ہاں۔میں اس سے بات نہیں معلوم کر سکا تھا۔''

''تعجب کی بات ہے حالانکہ ایک پولیس افسر کی حیثیت سے تو آپ کو اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔ جب تک آپ اس سے یہ بات نہ معلوم کر لیتے۔'' میں نے کہا اور پہلی بار شاید شنکر رائے نے میرے طنز کو محسوس کیا اور اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔اس نے میری طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پولیس افسر کی حیثیت سے تو مجھے بہت سی باتوں پر سکون سے نہیں بیٹھنا چاہیے رنجیت جی۔کیا خیال ہے؟'' اس نے کہا۔

''مثلاً''

''وہ لڑکی جس کی لاش تمہارے بستر کے نیچے تھی۔کیا تمہارے لیے میں نے ایک جرم کی پردہ پوشی نہیں کی؟''

''اوہ......!'' میں نے معنی خیز انداز میں رمیش کی طرف دیکھا رمیش کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے تھے اور پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ میں نے رمیش کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور رمیش نے نہ جانے خود کو کس طرح روکا۔تب میں نے کہا۔

''شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں ایس پی صاحب......ویسے باندو کے بارے میں' میں آپ کو معلومات فراہم کر سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب۔''

''آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کی رہائش گاہ کا پتا بھی دے سکتا ہوں۔'' رمیش نے کہا۔

''ضرور چاہوں گا......بتاؤ......'' شنکر رائے نے رمیش کو گھورتے ہوئے کہا اور رمیش نے باندو کے مکان کا پتا شنکر رائے کو بتا دیا۔شنکر رائے نے اسے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا تھا۔''ان کے علاوہ بھی مجھے اس کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتے ہو؟''

''اس کے بارے میں تو نہیں......لیکن......اس کے بارے میں ضرور معلومات فراہم کر سکتا ہوں۔جس نے باندو کو مجھے قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔'' میں نے کہا۔

''اور اس بارے میں تم اپنے باپ کا نام ہی لو گے؟۔'' شنکر رائے نے کہا۔

''نہ لوں؟'' میں نے شنکر رائے سے پوچھا۔

''بھئی یہ تمہارا باپ بیٹوں کا مسئلہ ہے۔میں کیا بول سکتا ہوں لیکن ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں۔''

''ضرور شنکر جی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جب تک اس بات کا ثبوت نہ مل جائے کہ پرکاش کمار ورما تمہارے خلاف ہیں تم اس پر یقین نہ کرو۔''

''اچھی بات کہی ہے آپ نے۔لیکن اگر ثبوت مل چکا ہو تو۔''

''تمہیں ثبوت مل چکا ہے؟'' ایس پی شنکر رائے نے پوچھا۔

''ہاں......اور میں آپ کو بتا بھی چکا ہوں کہ اس وقت جب میں خودکشی کی نیت سے نکلا تھا اور پھر اتفاقیہ طور پر میری جان بچ گئی تھی تو فائر کر کے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ پھر دوسری بار مجھے ایک لڑکی کے ذریعے زہر دلوایا گیا۔ وہاں ناکامی ہوئی تو اس لیے پستول سے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی اور میرے ہاتھ سے ماری گئی اس وقت جب اس نے مجھے اپنے شکنجے میں کس لیا تھا اس نے مجھے بتایا کہ مجھے ہلاک کرنے کے لیے میرے پتا نے اسے دولاکھ روپے کی پیش کش کی ہے اور اس سے پہلے اس کا ایک ساتھی بھی مارا جا چکا ہے۔ اس کی مراد اس شخص سے تھی جس نے مجھ پر پہاڑی پر فائر کیا تھا۔

''اوہ......تو کیا تم نے اسے بھی قتل کر دیا تھا۔'' ایس پی شنکر نے پوچھا۔

''میں نے نہیں قتل کیا تھا۔''

''پھر؟''

''بس مجھے نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ لڑکی نے مجھے یہی بتایا تھا۔'' میں نے چالاکی سے بات گول کر دی۔

''ہوں...... ٹھیک ہے۔'' رنجیت تمہارے دلائل کسی حد تک وزنی ہیں لیکن تم انہیں ثبوت تو نہیں کہہ سکتے، ممکن ہے لڑکی نے جھوٹ ہی بولا ہو۔ اس کے علاوہ تم نے مجھے اپنی ماتا جی کے بارے میں بتایا تھا، میں نے اس بات کو بھی ذہن سے نکالا نہیں ہے۔''

''یعنی......؟'' میں نے پوچھا۔

''تم نے مجھے بتایا تھا نا کہ تمہاری ماں کا قاتل وہ شخص نہیں ہے۔ میری مراد ہنری تھامس سے ہے، بلکہ خود تمہارے باپ نے انہیں گولی مار کر ہلاک کیا تھا۔'' ایس پی شنکر رائے نے پوچھا۔

''ہاں...... یہ بات بالکل درست ہے۔''

''کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟''

''ایک گواہ کے سوا کوئی ثبوت نہیں۔''

''تب پھر مجھے اس گواہ کے بارے میں بتاؤ۔''

''نہیں شنکر جی۔ ابھی نہیں آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا مطلب؟ کیا تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے۔''

''بھروسے کی بات نہیں ہے۔ ایس پی صاحب بس میں اپنے طور پر بھی کچھ کر رہا ہوں۔''

''کیا کر رہے ہو؟''

''میں اپنے پتا جی کے خلاف ثبوت مہیا کر رہا ہوں اور اس کے بعد ہی میں آپ کو آگاہ کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور ایس پی شنکر رائے کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ کئی منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔

''جیسی تمہاری مرضی۔ بہرحال باندو کے بارے میں میں تحقیقات کروں گا اور اسے ضرور تلاش کر لوں گا اور اب مجھے اجازت دو۔''

''ان لوگوں کی کیا پوزیشن رہی۔ مسٹر شنکر رائے۔'' میں نے سفید فام غیر ملکی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''کون سے اسمگلر کے۔'' میں نے پوچھا۔

''اوہو۔ میری مراد اسی شخص ہنری تھامس سے ہے۔ بس یونہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا۔''

''ہلکے پھلکے سے ثبوت بھی ملے تھے، لیکن پتا چلا کہ میرا یہ اندازہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ اس قسم کے چھوٹے موٹے مسائل میں نہیں دیکھتا۔''

''تو وہ لڑکی۔'' میں نے سوالیہ انداز میں ایس پی شنکر کو دیکھا۔

''ہاں۔ اسے اس کے حوالے کر دو۔''

''ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جیسی آپ کی رائے......!'' میں نے کہا اور ایس پی شنکر رائے مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ تب میں نے سفید فام نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ خاموشی سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیا خیال ہے دوست۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''جین کہاں ہے؟'' اس نے کہا۔

''موجود ہے کیا میں اسے بلاؤں۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ہی کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟''

''تمہیں علم ہے کہ ہم لوگ قلاش ہیں' ہمارے پاس ایک وقت کی روٹی کی بھی پیسے نہیں ہیں اور انہیں حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے چنانچہ تم اگر چاہو تو جین کو کچھ عرصہ اور اپنے پاس رکھ لو مجھے کچھ اور رقم کی ضرورت ہے۔''

''اوہ......'' میں نے گردن ہلائی۔ ''تو یہ بات ہے؟''

''ہاں۔ وہ اتنی بری لڑکی بھی نہیں ہے۔''

''لیکن میرے دوست اس کے عوض تم یہ رقم کیوں وصول کرنا چاہتے ہو اور اس سلسلے میں تم کیا حق رکھتے ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ بات تمہیں جین بتا سکے گی' براہ کرم مجھے اس سے ملا دو۔''

''ٹھیک ہے مل لینا۔ ابھی تو تم یہیں آرام کرو۔ میرا دوست بھی واپس آ جائے۔ میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد تمہیں جواب دے سکوں گا۔''

'اوہو۔ کیا مسٹر رمیش کو بلا کر لاؤں۔؟'' سفید فام نے پوچھا۔

رمیش سے باہر ملاقات ہوگئی۔ وہ جین کے کمرے سے نکل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رک گیا اور سوالیہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا۔

''کیا بھیا چلے گئے۔'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیا باتیں کر رہے تھے؟''

''بہت سی باتیں......میں تمہیں تفصیل سے بتا دوں گا۔''

''اس وقت کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں۔''

''تو کہو۔''

''جین کا ساتھی میرے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔''

''کیا بھیا اسے چھوڑ گئے۔''

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''بس اس کے اوپر سے جرم ختم ہو گیا ہے۔''

''تو اب وہ یہاں کیوں بیٹھا ہوا ہے؟''

''اپنی ساتھی کو لے جانے کے لیے۔''

''اوہ ذرا جلدی نہیں ہو جائے گی پتاجی۔'' رمیش نے کہا۔

''تم بتاؤ......؟'' میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا دل تو ابھی نہیں بھرا۔ آگے تمہاری مرضی۔''

''ہم چاہیں تو اسے روک بھی سکتے ہیں' میرا مطلب ہے۔ جین چاہے تو......؟''

''اس کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے پتاجی؟'' رمیش نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''دولت......ظاہر ہے یہ لوگ دولت کے بھوکے ہوتے ہیں۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ کتے کے آگے ہڈی ڈال دو۔''

''تو اوکے۔ میں اس سے کہے دیتا ہوں۔'' میں نے کہا اور رمیش نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''لیکن مجھے تفصیل تو بتاتے جاؤ بھیا۔''

''بتادوں گا یار۔ اس سے کہہ دوں کہ جین ابھی چند روز ہمارے پاس رہے گی' لاؤ کچھ کرنسی دو۔'' اور رمیش نے اپنی جیب میں سے چند نوٹ نکال کر میرے آگے بڑھا دیے۔ جنہیں لے کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور پھر میں نے وہ نوٹ سفید فام کے سامنے ڈال دیے۔ سفید فام کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے نہایت پیار سے وہ نوٹ اٹھائے اور مسکرانے لگا۔

''بہت بہت شکریہ مسٹر۔ اب آپ جین کو جتنے دن چاہیں رکھیں لیکن میری اس سے ملاقات کروادیں۔'' سفید فام نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

سفید فام نوجوان اس کمرے میں چلا گیا جہاں جین موجود تھی اور میں نے رمیش کو آواز دے لی' رمیش میرے پاس آ گیا اور پھر وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گیا اس کی سوالیہ نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ تب میں نے اسے ایس پی شنکر رائے سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور رمیش گردن ہلانے لگا۔

''پھر اب تمہارا کیا خیال ہے بھیا۔''

''ان حالات کی روشنی میں تم خود ہی سوچ سکتے ہو رمیش اگر ہم ایس پی شنکر رائے کے بارے میں دوسرے انداز میں سوچیں تو ہمیں احساس ہوا ہے کہ باندو کو وہ صرف اس لیے نکال لے گئے تھے کہ ہمارے چنگل سے اسے بچائیں اور اسکا راز فاش نہ ہونے دیں' رہی پریما کی بات تو وہ بے وقوف لڑکی شاید جوش میں یہ سب کچھ بتا گئی تھی لیکن اب کارڈ شنکر رائے کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے۔''

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر اب ہمارا کیا اقدام ہوگا؟''

''اس سلسلے میں ایک لمبا پروگرام بنانا ہوگا رمیش...... اور میں خاصی سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ پتاجی کی ان چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کرلوں اور ان کے لیے کوئی ایسا پروگرام بناؤں جس سے میرا ارادہ پورا ہو سکے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے بھیا۔ رمیش قدم قدم پر تمہارے ساتھ ہے۔ تم اس بات کی بالکل فکر نہ کرو۔''

''مجھے کوئی فکر نہیں ہے رمیش' بلاشبہ میں تم جیسے دوست پر فخر کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش گردن ہلانے لگا۔ کافی دیر تک ہم لوگ خاموش بیٹھے سوچتے رہے۔ میں درحقیقت پتاجی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پرکاش کمار ورماجی نے جس طرح میرے خلاف سازش شروع کی

تھیں اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جلد از جلد مجھ سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے لیکن میں بھی موم کا بنا ہوا نہ تھا۔ اس کے علاوہ گوکلہ سے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ رمیش کافی دیر تک خاموش بیٹھا میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا۔

''یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی بھیا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس لڑکی کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟''

''تم اسے پسند کرتے ہو رمیش مجھے کوئی خاص دلچسپ نہیں ہے، جب تک چاہو یہاں رہو پھر یہاں سے کہیں اور چلیں گے۔'' میں نے کہا۔

''کہاں چلیں گے بھیا' کوئی فیصلہ کیا ہے۔''

''رمیش ہماری زندگی اب ایک ایسے راستے پر آ چکی ہے۔ جہاں ہم فیصلوں کے پابند نہیں ہو سکتے۔ عجیب بات ہے۔ بڑی انوکھی لیکن بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا یہ باپ اور بیٹے کی جنگ ہے۔ میں پتا جی کو کوئی ایسا نقصان پہنچانا نہیں چاہتا ہوں کہ براہ راست میرے ہاتھ سے پہنچے۔ میں ان کی ان تمام سیاہ کاریوں سمیت عریاں کر دینا چاہتا ہوں' میں دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری ماں کا قاتل یہ ہے۔ جو اپنے چہرے پر نہ جانے کتنے خول چڑھائے بیٹھا ہوا ہے جس نے اپنی بیوی کو میری ماں کو قتل کیا ہے۔'' میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''ایک بات کہوں برا تو نہ مانو گے رمیش۔''

''نہیں بھیا...... تیری بات کا برا مانوں گا۔ کہو کھل کر کہو۔''

''دیکھو رمیش میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی کس ڈگر پر چلنے والی ہے۔ میرے راستے بڑے ٹیڑھے میڑھے ہو گئے ہیں۔ مجھے خود سے دور کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ میں نہیں جانتا کہ پتا جی سے اس مقابلے میں مجھے کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا کن کن حادثات کا شکار ہونا پڑے گا۔ ہمارا مستقبل ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ہم کم از کم میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنا پائلٹ ٹریننگ کا کورس پورا کر سکوں گا یا نہیں۔ بات یہ ہے رمیش۔ انسان زندہ رہتا ہے چند ایسے سہاروں کے ساتھ جو اس کی زندگی میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ بظاہر کوئی ایسا سہارا نہیں ہے۔ ماں کی موت میرے ذہن میں تھی لیکن اس شکل میں کہ بہر حال وہ مر گئی۔ اب اس کے علاوہ باپ کا مسئلہ تھا۔ بہر صورت کیسا بھی تھا۔ پتا جی مجھ سے نہیں ملتے تھے۔ میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے بورڈنگ میں ایک مخصوص رقم کا چیک کیوں مل جاتا ہے۔ میں نے یہ اندازہ بھی نہیں لگایا تھا کہ پتا جی مجھے خود سے دور کیوں رکھتے ہیں۔ رمیش میں اپنے مستقبل سے محبت ضرور کرتا تھا۔ لیکن ماں کی آتما سے بھی مجھے محبت ہے۔ میں اپنی ماں کی روح کو بھی شانتی پہنچانا چاہتا ہوں۔''

رمیش کے چہرے پر جذبات بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھر آئی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''یہ بات کہہ کر کیا ظاہر کرنا چاہتے ہو پتا جی؟''

''ہم دونوں کی زندگی کا ایک مقصد تھا۔ ہم مستقبل میں ایک ایسی زندگی اختیار کرنا چاہتے تھے جو باوقار ہو۔ اس سے قبل میں کروڑ پتی پرکاش کمار ورما کا بیٹا تھا اس حیثیت سے میں اپنا کام مکمل کر کے عمدہ حیثیت اختیار کر سکتا تھا لیکن حالات کس قدر بدل چکے ہیں۔ میرا مربی' میرا سرپرست۔ میرا باپ اب میرا بدترین دشمن ہے کیا اس کے باوجود میں اپنے بہتر مستقبل کے بارے میں سوچ سکتا ہوں؟''

''میرا خیال ہے کافی مشکلات پیش آئیں گی۔'' رمیش نے کہا۔

''یہی میں کہنا چاہتا تھا۔ ہمارا مقابلہ ایک سرمایہ دار سے ہے۔ جو اپنے سرمائے کے بل پر جہاں ہم جاتے ہیں' ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ ہمارے لیے اس نے دشمنوں کی ایک فوج تیار کر دی ہے۔''

''بلاشبہ یہی بات ہے۔ پر؟'' رمیش نے معصومیت سے پوچھا۔ میں اس سے وہ بات صاف صاف کہتے جھجک رہا تھا۔ جو میں کہنا چاہتا تھا۔ لیکن میں سنجیدہ تھا۔

''رمیش تم خود ہی سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''کہہ دو بھیا...... کہہ دو۔ میں بے حد مضبوط دل رکھتا ہوں بڑی سے بڑی بات کہہ دوں۔ رمیش غیر ہے اور غیروں کا دل رکھنے سے کیا فائدہ۔''

''سمجھنے کی کوشش کرو رمیش۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''سمجھا دو بھیا۔''

''دل سے کہہ رہے ہو یہ بات۔'' رمیش نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

''ہاں رمیش۔ ایک دوست ہونے کے ناطے سے تمہارے بہتر مستقبل کا خواہش مند ہوں۔''

''دوستی کی بات کیوں کرتے ہو بھیا۔ سنسار میں صرف ایک ایثار پسند انسان ہے۔ جو دوستی کے ناتوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔ بڑی عزت کرتا ہے اور اس کا نام رنجیت ہے۔ صرف رنجیت پرکاش۔'' رمیش نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''رمیش۔''

''بس بس رہنے دو بھیا۔ آج تک کی محبت سے صرف تم نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ رمیش کے بارے میں تو ٹھیک ہے۔ میں چلا جاؤں گا۔ رمیش اتنا ہی نیچ انسان ہے وہ تمہارے جیسے انسان کے کام آنے کے قابل نہیں ہے۔''

''رمیش۔'' میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ ''تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''کب چلا جاؤں بھیا۔ کیا آج ہی؟'' رمیش نے پوچھا۔

''رمیش ناراض مت ہو میرے دوست۔ ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ یہ تو سوچو میں کہنا کیا چاہتا ہوں۔''

''مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو اور بس۔''

''یہ بات نہیں ہے رمیش!'' میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

''پھر تم یہی کہنا چاہتے ہو بھیا کہ رمیش ایک اچھا دوست نہیں ہے۔ تم ہو جو اپنے دوست کے مستقبل کے بارے میں سوچتے ہو۔ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دینا چاہتے۔ یہ بھی سوچو تو بھیا کوئی دوسرا بھی سینے میں جذبات رکھتا ہے۔ کوئی اور بھی۔''

''دوستی نبھانا جانتا ہے۔ میں تمہارے لیے سنسار چھوڑنے کو تیار ہوں اور تم مجھے خود سے دور کرنے کی سوچ رہے ہو۔''

''رمیش۔ میرے یار۔'' میں نے اٹھ کر اسے سینے سے بھینچ لیا۔ رمیش کی پرخلوص ناراضگی نے میرا دل بڑھا دیا تھا۔ رمیش میرے سینے سے لگا رہا۔ اور پھر سفید فام کی آمد نے ہمیں چونکا دیا۔

''اوہ۔ کیا تمہارے درمیان مخل ہوا ہوں۔ شریف آدمیو......'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''نہیں آؤ۔'' میں نے کہا اور وہ ہمارے قریب آ گیا۔

''مل گئے جین سے؟'' رمیش نے پوچھا۔

''ہاں' وہ تم لوگوں سے بہت متاثر ہے۔ تمہارے پاس سے جانے کا ارادہ ہی نہیں رکھتی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پھر اب کیا خیال ہے۔''

''وہ تمہارے ساتھ رہنے پر تیار ہے...... لیکن''

''ہم خود بھی زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہیں گے۔ جب تک ہم یہاں ہیں تم ہمارے ساتھ رکو۔''

''میں جین کے ساتھ رہوں گا۔ میرا مطلب ہے اس کے کمرے میں۔ لیکن تم بے فکر رہو۔ میں بے ضرر انسان ہوں۔'' اس نے کہا ہم خاموش ہو گئے۔ جین کا ساتھی تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ بیٹھا رہا اور پھر وہ ہم سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔

''کہاں جا رہے ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''اوہ' جناب۔ دراصل میں۔ میں تو کچھ بری عادتوں کا شکار ہوں۔ ان کی تکمیل ضروری ہے۔'' اس نے گردن گھماتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ باہر نکل گیا تھا۔

میں نے گہری سانس لے کر رمیش کی طرف دیکھا اور اس نے شانے ہلا دیئے۔ پھر ہم دونوں نے کافی دیر تک ایک دوسرے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ دونوں ہی سوچ میں گم ہو گئے۔

''رمیش۔'' میں نے رمیش کو آواز دی۔

''ہوں؟''

''تمہارے ذہن میں اس بارے میں کوئی مشورہ ہے۔''

''کس بارے میں؟''

''پتاجی کے بارے میں۔''

''افسوس۔ یہ موضوع میرے لیے بہت نازک ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''کیوں؟''

''بہرحال وہ تمہارے پتا ہیں رنجیت اگر تم ان کی طرف سے برگشتہ نہ ہوتے تو میرے لیے وہ کس قدر قابل احترام تھے۔''

''لیکن رمیش تم بھول رہے۔ پتا تو بڑی عظیم چیز ہوتا ہے تم نے سڑکوں پر بھیک مانگنے والے کسی بھکاری کو دیکھا ہے۔ جو ٹانگوں سے معذور ہوتا ہے لیکن اس کے سینے کی پوری چوڑائی میں اس کی اولاد کا سر لگا ہوتا ہے اور وہ اس کے لیے بھیک مانگتا ہے۔ بھگوان کی سوگند پتا کی حیثیت سے وہ عظیم ہوتا ہے۔''

''ہاں ٹھیک کہتے ہو۔'' رمیش نے تائید کی۔

''بھگوان کی سوگند۔ یہ تو محبت کے سودے ہوتے ہیں دولت کیا حیثیت رکھتی ہے۔''

''بالکل ٹھیک کہا تم نے۔''

''آہ رمیش۔ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ کیا حال ہوتا ہے میرے دل کا جب میں سوچتا ہوں کہ میری ماتاجی کی حیثیت شراب کی چند بوتلوں سے بھی کم کر دی گئی تھی۔ اسے شراب کی چند بوتلوں کے زیاں پر بیدردی سے گولی ماردی گئی تھی۔'' میں نے آنسو پیتے ہوئے کہا۔ رمیش بھی افسردہ ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ہی رمیش کو مخاطب کیا۔ ''میں ان سے سارے ناطے توڑ چکا ہوں رمیش۔''

''پھر بھی رنجیت تم آخر کیا چاہتے ہو۔''

''ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکا ہوں ابھی تو پرکاش کمار ورماجی کا وقت ہے۔ ابھی تو صرف بچاؤ کرنا ہے۔ وار کرنے کا وقت تو ابھی دور ہے رمیش۔ لیکن ہم وار ضرور کریں گے اور...... اس وقت......'' میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔ میری آنکھیں پرخیال انداز میں پھیل گئی تھیں۔

''بس تو ٹھیک ہے بھیا۔ نہایت سکون سے کام کریں گے کسی بھی جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں اس سلسلے میں ایک لائحہ عمل بنا لینا چاہیے۔''

''میرا مقصد بھی یہی ہے۔ رمیش۔ اتنا اندازہ تو تم ضرور لگا سکتے ہو کہ میرا ذہن ابھی زیادہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں ابھی صدمے سے دوچار ہوں۔ بھگوان کی سوگند یہ صدمہ اس لیے نہیں ہے کہ میں کروڑوں کی جائداد سے محروم ہو گیا ہوں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں اس دولت' اس جائداد پر جس کے ہوتے ہوئے میری ماتاجی کے ساتھ یہ سلوک ہوا۔ مجھے تو بس اس بات کا دکھ ہے کہ...... کہ میری ماں کے ساتھ ایسا سلوک ہوا۔''

''ہاں' دولت کی کیا ہے رنجیت۔ اسے تو جب چاہے حاصل کیا جا سکتا ہے۔''

ہم دونوں نہ جانے کب تک باتیں کرتے رہے۔ پھر رمیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اس مشترکہ محبوبہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟''

''مشترکہ ہی رہے گی۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔''

''بلا ڈالئے۔ بوریت دور ہو۔'' میں نے کہا اور رمیش باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مس جین کے ساتھ آ گیا۔ جین نے دیکھ کر آنکھیں بند کر کے مسکرائی تھی۔ ''ہیلو جین۔''

''ہیلو۔ میں کیسے یاد آ گئی۔''

''غلط فہمی کا شکار۔'' رمیش برا سا منہ بنا کر اردو میں بولا۔

''عورت ہے آخر۔''

''ہاں عورت کسی بھی ملک کی ہو۔ کیسی بھی حیثیت رکھتی غلط فہمی کا شکار ضرور ہوتی ہے۔''

''کیا تم میرے بارے میں گفتگو کر رہے ہو؟'' جین نے وہاں پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔''

''رمیش کا کہنا ہے کہ تم سے زیادہ حسین لڑکی روئے زمین پر نہیں ہوگی۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے اس سے قبل اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہیں دیکھی۔''

''اوہ شکریہ...... ہندوستانی مرد بھی مردانگی کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔'' جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں بیڑہ غرق کر رہے ہو بے چاری کا۔ اگر اسے اس بات پر یقین آ گیا تو کیا ہوگا پتا جی۔'' رمیش نے کہا۔

''یہ غلط فہمی ہی عورت کی زندگی ہوتی ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر باقی وقت ہم نے جین سے تفریح حاصل کرتے ہوئے گزارا۔ رات کو جین ہمارے ساتھ ہی تھی۔ رمیش نے وہسکی منگوائی اور جین بلانوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ رمیش کو تاؤ آ گیا اور مس جین سے مقابلہ کرنے لگا۔ بھلا ایک لڑکی اسے شراب نوشی میں مات دے رہی تھی۔ بے وقوف کو یہ احساس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ہے کون۔ نشہ جن کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ تو ایسے گندے نشے کے عادی ہوتے ہیں جن سے شیطان بھی پناہ مانگے۔

میں ان دونوں کے مقابلے میں تو نہیں پی رہا تھا۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیوں میرا بھی ہاتھ روکنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ خاصی شراب میرے معدے میں جا چکی تھی۔ میں نے نیا پیگ بنایا اور چونک پڑا۔

میری جانی پہچانی خوشبو میرے نتھنوں سے ٹکرائی تھی اور میرا ہاتھ رک گیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ تب میرے کانوں میں اس کی شیریں آواز ابھری۔

''شیام سندر من موہن مجھے تلاش کر رہے ہو۔'' میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جین اور رمیش کی شکل دیکھی اور اس کی آواز دوبارہ ابھری۔

''بھول جاتے ہو پران ناتھ میں بتا چکی ہوں کہ میری آواز تمہارے سوا اور کوئی نہیں سن سکتا۔''

''اوہ ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔ تم کہاں ہو رُوپا؟''

''تمہارے چرنوں میں۔ تمہاری سانسوں کے بالکل قریب۔''

''ہاں۔ میں تمہاری خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں میرے کان تمہارے لباس کی سرسراہٹ سن رہے ہیں۔''

''میں تمہارے بہت قریب ہوں شیام۔''

''اوہ...... رُوپا تم میرے سامنے کیوں نہیں آ جاتی۔''

''سندر شیام۔ پربھن کے حیا میں یوں آگ نہ لگایا کرو تمرے گن گاتے جیون بتاؤں۔ تیرے پریم کے بندھن جوڑوں جگت جگ پھروں، من کو

روگ لگاؤں۔ میرے بس میں ہوتا تو تیرے چرنوں میں دھول بن کر آ بستی۔ کہیں نہ جاتی...... پر...... پر ہن کے بھاگ میں ابھی کالی راتیں سو رہی ہیں۔ سویرا نکل آنے دو بھور...... ہو جانے دو۔"

"کب ہو گی بھور؟" میں نے پوچھا۔

"اوش ہو گی۔ چنتا نہ کرو۔ بھور ضرور ہو گی مہاراج۔ میرے پریم کنہیا۔"

"آہ رُوپا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"یہ وِش کیوں پی رہے ہو شیام؟"

"شراب۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اتنی نہ پیو شیام کہ سدھ بدھ کھو بیٹھو۔ بیری تاک میں ہیں۔ ان کا خیال رکھو۔"

"تم جو میری محافظ ہو۔"

"ہاں۔ پرنت مجھ سے بھی بھول ہو سکتی ہے۔ تم ہوش میں تو رہا کرو۔" وہ بولی۔

"ہوش و حواس کھونے کا مشورہ تو تم نے ہی دیا تھا رُوپا میں تو اس چیز سے بہت دور تھا۔"

"اس کی وجہ دوسری تھی۔"

"کیا وجہ تھی مجھے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"تمہارے پتا جی نے تمہارے من کو جو روگ دیا تھا اسے دور کرنے کا یہی طریقہ تھا۔ میں چاہتی تھی تم غموں سے دور چلے جاؤ۔ کوئی دکھ تمہارے سینے کو نہ جلائے۔ میں اب بھی یہی چاہتی ہوں ناتھ۔ پرنت اتنا نہیں کہ تمہارے بیری تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیں۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ میرے سامنے رکھا ہوا جام اپنی جگہ سے اٹھا اور زمین پر الٹ گیا۔ میں نے اسے دیکھا لیکن منہ سے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔

رمیش اور جین ہماری بکواس سے لاپرواہ اپنے مشاغل میں مگن تھے۔ دونوں پی رہے تھے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ دونوں اس وقت مجھے بالکل بھول چکے تھے نہ جانے کیوں میں ان کے ذہن سے نکل گیا تھا۔ یہ بھی شاید میری محبوبہ رُوپا کا ہی کارنامہ تھا۔ اس کی خوشبو بدستور نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔

اس نے مجھے پکارا۔ "رنجیت کیا سوچنے لگے؟"

"سوچنے کے لیے تو بہت سی باتیں ہیں رُوپا۔" میں نے بھی اسی پیار سے اسے پکارا۔

"اس وقت کیا سوچ رہے ہو۔"

"کہا نا۔ سوچنے کے لیے کوئی ایک بات تھوڑی ہے میرے پتا جی کا انکار۔ ان کی دشمنی۔ ماتا جی کی موت۔ اپنی بربادی۔ تمہاری دوری۔ بہت سی باتیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اتنی ساری باتیں مت سوچا کرو سندر شیام تھک جاؤ گے۔"

"میں تھک گیا ہوں رُوپا۔ میں تھکن محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"نہیں شیام جی' ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ بھگوان تمہیں جیتا رکھے۔ جیون کی ساری منوکامنائیں پوری ہوں تمہاری اور میں سدا تمرے گن گاتی رہوں تمہاری پریم پجارن بن من مندر مسکاتی رہوں۔ ناچتی رہوں۔ تمہارے چرنوں میں۔ مدلی دھر مبوا کرتی ہوں۔ تمہاری بھگوان نے چاہا تو تم سارے کشٹ بھگ لو گے اور ہر وجے تمہاری ہو گی۔"

میں اس کے لہجے کے خلوص اس کی باتوں کے پیار کی ہلکی ہلکی آنچ محسوس کر رہا تھا۔

''شیانی۔'' اس نے مجھے مخاطب کیا۔

''کیا بات ہے رُوپا۔''

''اس سمے میں تمہیں ایک بات بتانے آئی ہوں۔''

''بتاؤ۔''

''رات کو تمہیں خطرہ ہے۔''

''اوہ پتا جی کی طرف سے؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیا تم مجھے اس خطرے کی نوعیت بتاؤ گی۔'' میں نے خلاء میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''یہ دونوں گندے انسان' جیبن کا اپنا کوئی کردار نہیں ہے۔ دولت کے عوض تمہاری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔'' رُوپا نے نفرت سے کہا۔

''کون دونوں؟'' میں تعجب سے پوچھا۔

''ارے یہی دونوں۔ جن میں سے ایک تمہارے پاس موجود ہے اور دوسرا نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے۔''

''اوہ...... جیبن اور اس کا ساتھی؟''

''ہاں!'' رُوپا نے جواب دیا اور میں تعجب سے دنگ رہ گیا۔ یہ انکشاف میرے لیے واقعی حیرت انگیز تھا۔ یہ دونوں جن کا تعلق ہمارے وطن سے بھی نہیں تھا بلکہ ایک طرح ہم نے ان کی مدد کی تھی' ہمارے دشمن کیوں بن گئے لیکن رُوپا نے ایک لفظ اور بھی تو استعمال کیا تھا اور وہ لفظ تھا ''دولت'' ہاں خشکی اور پانی کی اس زمین پہ رہنے والے' جو انسان کہلاتے ہیں۔ انہیں سنہری سکوں کے غلام ہیں۔ سکے ہی ان کے لیے اقدار متعین کرتے ہیں۔ یہ سکے ہی ان کی زندگی کی' سڑک بناتے ہیں اور وہ انہیں سنہرے سکوں کی سڑک پر دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ محبت کے جذبے سے بے نیاز ہونے کی چمک کے سہارے خواہ یہ چمک انہیں کہیں لے جائے چنانچہ یہ دونوں جنہوں نے یوں بھی یہ اخلاقی قدر کو ٹھوکر مار دی تھی۔ جو انسانیت کا مذاق اڑانے کے لیے سے نکل آئے تھے۔ جو کچھ بھی کرتے کم تھا۔

اور پھر میرے ذہن کی بہت سی گرہیں کھل گئیں۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ حالات کیا تھے۔ جیبن کو ہم کیا سمجھ کر لائے تھے اور یہ اور وہ سب کچھ جوان کے نام سے وابستہ تھا۔ اوہ...... اوہ نہ جانے کیوں ذہن پر گرد آ پڑی تھی۔ میں نے جیبن اور رمیش کی طرف دیکھا۔ وہ بے چارہ سو فیصدی عورت کے چکر میں پڑا ہوا تھا اور عورت کے چکر میں پڑ کر انسان ہمیشہ سدھ بدھ کھو بیٹھتا ہے۔

''بڑی گہری سوچوں میں گم ہو شیانی۔'' رُوپا نے پوچھا۔

''ہاں رُوپا۔ میں بہت گہری سوچ میں گم ہوں۔''

''مجھے کوئی کام بتاؤ شیانی۔''

''تمہاری یہی مہربانی کیا کم ہے رُوپا کہ تم بروقت مجھے آ کر حالات سے آگاہ کر دیتی ہو۔ حالانکہ میرے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ یہ لوگ مشکوک ہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں میں سب کچھ بھول گیا تھا۔''

''میں جاؤں میں رے من مندر کے دیوتا۔''

''جاؤ رُوپا۔ تم میرے من کو ایسی پھانس ہو جو دن رات میرے دل میں چبھتی رہتی ہے۔ لیکن میں ایک نہ ایک دن اس پھانس کو نکال لوں گا ابھی وقت نہیں ہے۔ لیکن ایک دن یہ وقت ضرور آئے گا۔''

''ہاں سے ضرور آئے گا مگر تم یہ کیوں بھول جاتے ہو پریمی کہ میں بھی تو یہی چاہتی ہوں۔''

''تو پھر میرے پاس کیوں نہیں آ جاتیں۔ میری آنکھوں کی روشنی کیوں نہیں بن جاتیں۔''

''سے......ابھی سے نہیں آیا ہے۔ مجھے شما کر دو۔ میں مشرق کی عورت ہوں اور مشرق کی عورت ایک بار پریم کرتی ہے۔ جنم جنم کے لیے۔ پھر بھی وہ کسی دوسرے مرد کا خیال نہیں کرتی اور نہ ہی وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کا مرد کسی دوسری پریمیکا کی آغوش میں ہو۔ لیکن میں نے تم سے خود کہا کہ تم درختوں کے سارے پھل چکھ لو۔ جانتے ہو کیوں؟''

''جاننا چاہتا ہوں رُوپا۔''

''اس لیے کہ میں ابھی تمہارے پاس نہیں آ سکتی۔ ابھی تو تمہارے پاس آنے کے لیے مجھے بہت سے راستے پار کرنے ہیں۔ مگر وہ میرا کام ہے تم مجھے میرے کاموں کے لیے چھوڑ دو اپنے جیون کی رکھشا کرو۔''

''اوہ۔ رُوپا تمہارا من بھی تمہاری آواز کی طرح سندر ہے تمہاری شکل بھی ضرور سندر ہوگی۔ کاش میں اسے دیکھ سکتا۔''

''اوش دیکھو گے ناتھ۔ چنتا مت کرو۔ اب میں جاتی ہوں۔''

''اچھا رُوپا۔ بھگوان رکھشا کریں۔'' میں نے کہا اور خوشبوئیں دور ہونے لگیں۔ لباس کی سرسراہٹ قدموں کی چاپ' اس وقت اس کا ہیولا نمایاں نہیں تھا اور یہ سب کچھ اوجھل ہو گیا۔ اور گلاسوں کی کھنک سنائی دینے لگی۔ میں نے اس بات کو بھی محسوس کیا تھا۔ جب وہ تھی تو ساری آوازیں کانوں سے دور ہو گئی تھیں۔ گویا وہ ماحول کی ملکہ تھی۔ اور اس کی موجودگی میں سارے ماحول پر سکوت طاری ہوتا جا رہا تھا۔ وقت کی گردش اس کے تابع ہو جاتی تھی اور جب وہ چلی جاتی اور وقت کو آزادی مل جاتی۔

''ڈارلنگ۔'' جین کی مدہوش آواز سنائی دی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں چونک پڑا۔ میں نے فوری طور پر خیالات ذہن سے نکال دیئے۔ میں جانتا تھا کہ جین بلانوش ہے شراب بھلا اسے کیا مدہوش کر سکتی تھی اور اگر وہ مدہوش ہونے کا مظاہرہ کر رہی ہے تو وہ اداکاری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

''کیا بات ہے ڈیئر۔'' میں نے بھی لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ چالاکی کے جواب میں اب مجھے بھی چالاکی سے کام لینا تھا اور میں نے اس کی ابتدا کر دی تھی۔

''رک کیوں گئے......پیو۔'' جین بولی۔

''جام خالی ہے ڈیئر۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ میرے ہوتے ہوئے جام خالی کیسے رہ سکتا ہے۔'' اس نے کہا اور میرے گلاس میں شراب انڈیل دی۔ میں نے اسے دکھانے کے لیے جام اٹھا لیا تھا اور پھر میں نے اسے رمیش کی طرف مخاطب کر دیا۔

''اسے بھی تو دیکھو۔ وہ منہ بسور رہا ہے۔''

''اوہ بے چارا ساتھی......'' جین نے مسکراتے ہوئے رمیش کی طرف دیکھا اور وہ اس کے گلاس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اپنا گلاس ایک طرف انڈیل دیا تھا۔

رمیش کو بچانا اب بیکار تھا۔ وہ تو ڈاؤن ہو چکا تھا۔ چنانچہ جو کچھ اب کرنا تھا تنہا کرنا تھا۔ اس لیے میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا......اور میں نے دل ہی دل میں کئی فیصلے کیے تھے۔ جین نے کئی بار میرا گلاس بھرا اور میں نے اسے دکھانے کے لیے اتنی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیں کہ اسے اندازہ بھی نہ ہو سکا۔ باقی شراب زمین کی نذر ہوتی رہی۔

پھر ہمارے سامنے کی ساری بوتلیں خالی ہو گئی تھیں تب جین مسکرائی۔ وہ خود بھی خاصی نشے میں معلوم ہوتی تھی۔

’’مسٹر رنجیت۔‘‘ اس نے مجھے پکارا۔

’’ہوں۔‘‘

’’اس کا نام مجھ سے نہیں بنتا۔ کیا نام ہائے اس کا؟‘‘ اس نے رمیش کی طرف اشارہ کیا۔

’’رمیش۔‘‘ میں نے کہا۔

’’را......را......رمیش بنتا!‘‘ اس نے پیشانی پر ہاتھ مارا اور مسکرانے لگی۔

’’چلو کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اب زبان سننے کے قابل بھی نہیں رہا ہے۔ اسے اشاروں کی زبان سمجھاؤ۔‘‘ میں نے کہا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

’’تمہارا کیا حال ہے ڈارلنگ۔ تم مجھے زیادہ نشے میں معلوم نہیں ہوتے۔‘‘ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’مجھے دیر سے چڑھتی ہے۔ بس ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دماغ بھی ماؤف ہو جائے گا۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’تم بہت شاندار ہو۔ یہ حیثیت سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم آہنی اعصاب کے مالک ہو۔‘‘ وہ بولی۔

’’اوہ اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔ مجھ سے زیادہ طاقتور تو تم ہو۔‘‘ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’میں۔ کیوں؟‘‘ اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

’’تم نے بھی تو ہمارے برابر ہی پی ہے۔‘‘

’’اوہ وہ دوسری بات ہے۔‘‘

’’کیوں۔ دوسری بات کیوں ہے؟‘‘

’’ہم لوگ جو نشے کرتے ہیں۔ شراب ان کے آگے بے حیثیت ہے۔ وہ نشے شراب سے کہیں آگے ہوتے ہیں۔ چنانچہ شراب ذہن پر ہلکا سا سرور تو طاری کر دیتی ہے، بے ہوش نہیں کرتی۔‘‘

’’خوب۔ مجھے تمہارے سچ بولنے پر تعجب ہے۔‘‘ میں نے کہا۔ درحقیقت یہ بات اس نے سچ کہی تھی اور یہ اعتراف بہرحال دلچسپ تھا۔ وہ اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی اور اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

’’دور دور کیوں ہو ڈارلنگ۔ شراب مجھ پر بے اثر ہے شباب نہیں۔ اور تم ہندوستانی مرد اتنے بھرپور ہوتے ہو کہ یہ نشہ تمہارے سامنے دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ آؤ اب دور نہ رہو۔‘‘

’’اوہ۔ میرا دوست۔‘‘ میں نے رمیش کی طرف اشارہ کیا۔

’’وہ آسمانوں کی سیر کر رہا ہے۔‘‘

’’تم اسے زمین پر لے آؤ اور جب وہ زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو جائے تو میرے کمرے میں آ جانا۔‘‘ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

’’ارے نہیں۔ نہیں ڈارلنگ۔ آج تم دونوں پارٹنر بن جاؤ۔ تم نے ریسلنگ رنگ میں دو پہلوانوں کو بیک وقت لڑتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ آج تم دونوں بیک وقت مجھ سے مقابلہ کرو۔‘‘

’’ہمارے ملک میں یہ کشتی رائج نہیں ہے۔ یہ مشرق ہے۔‘‘ میں نے اپنی نفرت کو دباتے ہوئے کہا اور اس کے دونوں ہاتھ جھٹک دیئے۔ وہ آنکھیں بند کر کے بے حیائی سے لیٹی رہی اور پھر اس نے دونوں شانے ہلائے۔

’’جیسی تمہاری مرضی۔‘‘ اس نے کہا اور میں رمیش کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے رمیش کی جیبوں سے ساری کرنسی نکال لی۔ رمیش مجھے دیکھ کر

مسکراتا رہا۔

''دل لے لو پتا جی۔ جگر لے لو پتا جی' جان لے لؤ جو من چاہے لے لو پتا جی۔ جو من چاہے لے لو۔ ہائے ہائے۔'' رمیش نے افسردگی سے کہا اور میں مسکراتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

پھر میں نے نہایت خاموشی سے دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ ابھی اتنا وقت نہیں ہوا تھا کہ بازار بند ہو گئے ہوتے۔ باہر نکل کر بس تیز رفتاری سے چل پڑا۔ اب مجھے کچھ مخصوص دکانوں کی تلاش تھی اور اس کے لیے مجھے زیادہ دور نہ جانا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ریڈیو ہاؤس میں داخل ہو گیا اور وہاں مجھے میری مطلوبہ چیز مل گئی۔ جسے میں نے منہ مانگی قیمت پر خرید لیا۔ یہ ایک بہت چھوٹا سا لیکن انتہائی طاقتور ٹیپ ریکارڈ تھا۔ باہر رکنا مناسب نہیں تھا۔ نہ جانے کس وقت جین کا ساتھی واپس آ جائے۔

اپنے کمرے کے سامنے پہنچنے سے پہلے میں رمیش کے کمرے پر گیا اور انتہائی بے آواز اور محتاط طور پر میں نے دروازہ کھول دیا۔ پھر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

لباس تبدیل کر کے میں بستر میں لیٹ گیا۔ میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات آ رہے تھے۔ نجانے کہاں کہاں کے' بہر حال میں اپنے آپ کو زیادہ خوش نہیں پاتا تھا۔ کمرے کا دروازہ میں نے کھلا چھوڑ دیا تھا تا کہ کسی کو اندر آنے میں دقت پیش نہ آئے لیکن میں پوری طرح آنے والے وقت کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ بھرا ہوا پستول میں نے اپنے نزدیک رکھ لیا تھا۔ ایسی جگہ کہ اگر جین میرے بستر پر آ جائے تو اسے اس پستول کا احساس نہ ہو۔ اس کے باوجود میں جس وقت بھی چاہوں' ایک لمحے میں اسے نکال لوں اور آنے والے پر استعمال کر سکوں۔

زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرے کے دروازے پر قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی۔

☆☆☆

پھر یوں لگا جیسے کسی نے دروازہ پر ہاتھ رکھا ہو۔ آنے والی اگر جین نہیں ہے تو پھر اس کا ساتھی ہی ہو سکتا ہے اور میں بہر صورت ان دونوں کے استقبال کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے اس انداز میں آنکھیں بند کر لیں جیسے سو رہا ہوں۔ لیکن آنکھوں کی ایک درز کھلی ہوئی تھی کچھ اس طرح کہ آنے والا مجھے پوری طرح نظر آ سکے اور اس درز سے میں نے آنے والے کو دیکھا۔ جین ہی تھی۔ عجیب لگ رہی تھی اس وقت...... بے ترتیب بال' بے ترتیب لباس' چہرے سے عجیب طرح کریہہ نظر آ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ میری نگاہوں کا قصور ہے کیونکہ بہر حال میں ایک مشرقی مرد تھا اور وہ ایک دوسرے مرد کے بستر سے اٹھ کر آ رہی تھی۔ عورت کی توہین' عورت کی نسوانیت کا بدنما داغ۔ میں نے سوچا اور پھر مجھے خود پر ہنسی آ گئی۔ چند ساعت کے لیے میں جین کی آمد کو بھول گیا اور سوچنے لگا کہ مرد مشرق کا ہو یا مغرب کا۔ عام طور سے عورت کو اپنا محکوم دیکھنا پسند کرتا ہے۔ صرف تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ عورت بھی تو بہر حال اس کی مانند ہے اگر ایک مرد چھ عورتوں کی آغوش اپنا سکتا ہے تو کیا ایک عورت کے ذہن میں یہ بغاوت پیدا نہیں ہو سکتی۔

بہر حال اس وقت یہ ساری باتیں فضول تھیں' میں آنکھوں کی درز سے جین کو دیکھ رہا تھا۔

جین میرے نزدیک آ گئی وہ اندازہ لگا رہی تھی کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں' پھر وہ آہستہ سے جھکی اور اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مسٹر رنجیت۔ مسٹر رنجیت۔'' اس نے دوبارہ مجھے آوازیں دیں۔ لیکن میں نے آنکھیں اسی طرح بند کر لیں جیسے گہری نیند سو رہا ہوں یا میں پوری طرح شراب کے نشے میں غرق ہوں اور ہوش کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جین نے کئی بار میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے جھنجوڑا اور جب اسے مکمل طور پر اس بات کا احساس ہو گیا کہ میں سو چکا ہوں تو پھر وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ آنکھوں کی درز سے میں نے اس کے چہرے کو دیکھا اس کے ہونٹوں پر

باریک سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ کام با آسانی بن گیا۔

لیکن کام اتنی آسانی سے تو نہیں بن سکتا تھا۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا اور اس کے دوسرے اقدام کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے دروازے کی جانب لوٹتے ہوئے دیکھا۔

اوہ۔ اب یقیناً وہ اپنے ساتھی کو بلانے گئی ہے' میں نے سوچا اور میرا ہاتھ پستول کی طرف رینگ گیا۔ پستول کا دستہ میرے ہاتھ کی گرفت میں آ گیا تھا۔ میں نے آہستہ سے اسے نیچے رکھا اور اسے تھپتھپانے لگا۔ میری نگاہیں دروازے کی طرف نگراں تھیں۔

اور زیادہ دیر نہ گزری' دروازہ پھر کھلا۔ جین اور اس کا ساتھی اندر آ گئے۔ جین کے ساتھی کے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل والی کلہاڑی تھی۔

غریب لوگ۔ میں نے دل میں سوچا۔ کام کرنے کے لیے اپنے پاس ایک سائلنسر لگا ہوا پستول بھی نہیں رکھ سکتے...... بہرحال میرے لیے تو یہ ایک اچھی بات تھی۔

میں اطمینان سے لیٹا ہوا ان دونوں کو دیکھتا رہا جو مجھ سے چند گز کے فاصلے پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ پوری طرح بے ہوش ہے۔'' جین کے ساتھی نے پوچھا۔

''تم بھی یقین کر لو۔'' جین نے جواب دیا۔

''ہوں۔'' جین کا ساتھی۔ میرے نزدیک آیا' جھکا اور پھر میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس نے مجھے زور زور سے ہلایا لیکن میں آنکھ کہاں کھولتا اور کیوں کھولتا۔ تب وہ مطمئن انداز میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''ویری گڈ۔ کام بخوبی ہوا ہے۔''

''میں نے کیا ہے' کیوں نہ ہوتا۔'' جین مسکرا کر بولی۔ اس دوران میرا دوسرا کام ہو چکا تھا۔ وہ ٹیپ ریکارڈ جو میں خرید کر لایا تھا' آن ہو چکا تھا اور ان کی آوازیں بخوبی ٹیپ ہو رہی تھی۔

پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہ لوگ کیا صرف مجھے ہی قتل کرنا چاہتے ہیں یا رمیش کو بھی اور اس خیال نے مجھے بے چین کر دیا۔ اوہ۔ بڑی غلطی ہوئی تھی۔ میں نے رمیش کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔ حالانکہ اگر میرا اندازہ درست تھا تو رمیش کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہوگی۔ کیونکہ اس سلسلے میں وہ صرف میری وجہ سے ملوث تھا۔ براہ راست اس کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

اور پھر اگر ایس پی شنکر رائے بھی اس معاملے میں اتنی ہی دلچسپی لے رہا تھا اور اس نے یہ سب کچھ کیا تھا تو کچھ بھی ہو وہ اپنے بھائی کو تو قتل کرنا پسند نہ کرتا ہوگا۔

لیکن یہ صرف میرے خیالات تھے اور میری بے چینی اپنی جگہ تھی اور اب میں جلد از جلد کوئی قدم اٹھا لینا چاہتا تھا۔ لیکن میرے قدم اٹھانے سے پہلے ہی جین کے ساتھی نے کلہاڑی اٹھالی۔

اس نے کلہاڑی تولی اور میرے اوپر اک کاری ضرب لگانے کے لیے جھکا' کلہاڑی کا پھل تیزی سے میری گردن کی طرف آیا اور میں نے تڑپ کر بستر سے چھلانگ لگا دی۔ پھل بستر میں پیوست ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جین کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔

جین کا ساتھی بدحواس ہو گیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ کہ یہ بے ہوش شخص اتنی پھرتی سے بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار پیچھے ہٹ گیا اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

پھر اس کی نگاہ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول پر پڑی اور وہ جو دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا' ایک دم ساکت ہو گیا۔ حواس تو ساتھ پہلے ہی چھوڑ چکے تھے۔ کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی اور خاصی آواز کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔

میرے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''کیا خیال ہے تمہارا' کیا میں اتنا ہی بے وقوف نظر آتا ہوں؟'' میں نے کہا اور دونوں سہمے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے ان کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی تھی۔

''جواب دو۔ ورنہ۔'' میں نے پستول ہلایا اور ان دونوں کے چہرے دہشت سے بگڑ گئے۔

میں آہستہ آہستہ جین کے ساتھی کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر میں نے اسے ایک زوردار جھٹکا دیا' وہ منہ کے بل نیچے آ گرا۔ تب میں نے اس کی پسلی پر ایک ٹھوکر رسید کر دی اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ وہ سیدھا ہو گیا تھا۔ جین سہمے ہوئے انداز میں دیوار سے جا لگی تھی۔

''دل تو چاہتا ہے کہ تم دونوں سے کوئی سوال کیے بغیر تین تین گولیاں تمہارے سینے میں اتار دوں لیکن اس سے پہلے میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ جواب دو گے۔'' میں نے پوچھا......اور جین کے ساتھی نے دہشت زدہ انداز میں گردن ہلا دی۔ جو کچھ ہو چکا تھا وہ اس کی توقع کے خلاف تھا اور اس کے اعصاب خراب کر دینے کے لیے کافی تھا۔

''کس کی ایماء پر آئے ہو یہاں۔'' میں نے پوچھا اور اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جین کی طرف دیکھا لیکن جین میں تو بالکل ہی ہمت نہ رہی تھی۔ وہ بزدل معلوم ہوتی تھی۔

''جواب دو۔ اس کی طرف کیا دیکھ رہے ہو۔'' میں غرایا۔

''وہ۔ وہ۔ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔'' سفید فام سہمے ہوئے انداز میں بولا۔

''کس کی بات کر رہے ہو۔''

''میں اس کے بارے میں کیسے بتاؤں۔'' سفید فام بولا۔

''اوہ۔ تو تمہارا خیال ہے میں تم سے مذاق کر رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور پستول کا رخ اس کے پیروں کی طرف کر کے ایک فائر کر دیا۔ پستول میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے آواز نہیں ہوئی۔ البتہ گولی نے اس کے پیر کے نزدیک کا پلاسٹر ادھیڑ دیا۔ دونوں کے منہ سے پھر چیخیں نکل گئیں اور میرے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ایک منٹ کے اندر اندر اگر تم نے میری بات کا جواب نہ دے دیا تو میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔'' میں نے کہا۔

''وہ۔ وہ۔ ایس پی شنکر رائے۔'' نوجوان نے بتایا۔

''اوہ۔ جس نے تم کو گرفتار کر لیا تھا۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیا کہا تھا اس نے تم سے؟''

''اس نے ہمیں اس شرط پر چھوڑا تھا کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔''

''ایس پی شنکر رائے۔'' میں نے پھر پوچھا۔

''ہاں۔''

''اور کیا کہا تھا؟''

''بس اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔ وہ مجھے یہاں سے نکل جانے دے گا۔'' سفید فام نے بتایا۔

''دوسری صورت میں وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا؟''

''ہمیں ایک طویل سزا ہو جاتی۔''

''کیوں؟''

''اس نے دس من چرس اور سونا پکڑا ہے جس کا پورا پورا ثبوت اس کے پاس موجود ہے۔ ہم اسے کسی طرح چیلنج نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہمیں بھی سزا کروا دیتا۔''

''گویا اس نے تم سے سودا کیا ہے؟''

''ہاں اس نے یہی شرط رکھی تھی کہ اگر میں تمہیں قتل کر دوں گا تو وہ میرا جرم چھپا کر مجھے نکل جانے دے گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''اور اگر تم اس سلسلے میں ناکام رہے؟''

''اس نے کہا تھا کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور یہ درست بھی ہے۔ ہمارے لیے یہ ملک اجنبی ہے اور وہ یہاں بڑی حیثیت رکھتا ہے۔''

''تم یہ بات اس کے سامنے کہہ دو گے؟''

''نہیں، نہیں، ہمیں اس طرح بے موت نہ مارو۔'' وہ گڑگڑایا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور یہ بات تم نے جین کو بھی بتا دی تھی۔''

''ہاں۔''

''جین نے اسی لیے مجھے شراب پلائی تھی۔''

''ہاں۔ یہ بات پروگرام میں شامل تھی۔ میں نے جین کو ہدایت کی تھی کہ وہ تم دونوں کو خوب شراب پلائے یہاں تک کہ تم مدہوش ہو جاؤ اور ہم آسانی سے اپنا کام کر سکیں۔''

''کیا ایس پی شنکر رائے نے تمہیں رمیش کو قتل کرنے کی ہدایت بھی کی تھی؟''

''نہیں بلکہ خصوصی طور سے اس کے لیے منع کر دیا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ شاید ایس پی کا بھائی ہے۔''

''اب بتاؤ۔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟'' میں نے پوچھا اور وہ بے بسی سے میری شکل دیکھنے لگا۔ تب جین آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ کر میرے بازو پر ہونٹ رکھتے ہوئے بولی۔

''ہمیں معاف کر دو ڈارلنگ۔''

''اوہ سوئٹ جین۔ تم واقعی اتنی خوبصورت ہو کہ تمہاری ہر بات مان لینے کو دل چاہتا ہے۔'' میں نے اس کے بالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے کہا اور میں نے اس کو اپنے ساتھی کو آنکھ مارتے دیکھا۔ غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ کام بن رہا ہے اور وہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھی کو ہوشیار کر رہی تھی۔

''بس میرے لیے۔ ہمیں معاف کر دو۔'' جین نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ دوسری طرف رخ کرو۔''

''ایں؟'' وہ میری بات نہ سمجھ سکی۔

''دوسری طرف رخ کر لو ڈارلنگ میں تمہیں عقب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ......ضرور......مگر اسے کمرے سے نکال دو۔'' جین ٹھنک کر بولی۔

''نکال دیں گے۔ تم رخ تو بدلو۔'' میں نے پیار بھرے لہجے کہا اور جین نے رخ دوسری طرف کر لیا۔ جونہی وہ دوسری طرف مڑی۔ میں نے ایک زوردار لات اس کی کمر پر رسید کی اور جین ایک بے اختیار چیخ کے ساتھ دور جا گری اس کی ناک میں چوٹ لگی تھی اور اس کے دونوں نتھنوں سے خون کی دھاریں نکل پڑی تھیں۔

''گدھے کی بچی۔ ہم عورت کے معاملے میں اتنے الو کے پٹھے نہیں ہوتے۔ تو مجھے بے وقوف بنانے چلی تھی۔ حالانکہ میرے لیے تیرا وجود صرف گوارہ ہے۔ اس شکل میں جب کوئی دوسرا نہ ہو۔''

جین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش بیٹھی ناک سے بہتے ہوئے خون کو پونچھ رہی تھی۔ اس کا ساتھی اب بھی دہشت زدہ کھڑا میری شکل دیکھ رہا تھا۔

''میرے کچھ اور سوالات کے جواب دو۔'' میں غرایا۔

''پوچھو۔'' اس نے کہا۔

''تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے؟'' میں نے سوال کیا۔ ایک بار پھر اس کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آئے اور پھر وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ کلہاڑی اب اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اور وہ کسی بھی وقت لپک کر اٹھا سکتا تھا۔ لیکن میں نے کسی قسم کا خطرہ مول لینا پسند نہیں کیا تھا حالانکہ پستول کی موجودگی میں اس کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر کلہاڑی اٹھا لی اور اسے کمرے کے ایک گوشے میں اچھال دیا جو جین سے بھی دور تھا۔

''جواب دو۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں ہمارا تعلق ایک گروہ سے ہے۔''

''تمہارا سربراہ کون ہے؟''

''ہم اسے نہیں جانتے۔''

''جھوٹ مت بولو۔ میں جھوٹ اور سچ میں تمیز کرسکتا ہوں۔'' میں غرایا۔

''یقین کرو ہم تو صرف آلہ کار ہیں۔ معمولی کارکنوں کو سربراہ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا۔''

''چرس لے کر کہاں جا رہے تھے۔''

''اسپین۔''

''کہاں سے لائے تھے یہ چرس۔''

''کھٹمنڈو سے۔''

''اور سونا۔''

''ہم سونا اسمگل نہیں کر رہے۔''

''لیکن تمہارے پاس سے برآمد ہوا ہے۔''

''وہ ہمارے ذاتی اخراجات کے لیے تھا اور اس کی مقدار زیادہ نہیں تھی۔''

''سونے کے ٹکڑے پر دو لفظ کندہ تھے۔ ایچ ٹی۔''

''ہاں یہ لفظ ہر ٹکڑے پر ہوتے ہیں۔''

''ان کا مطلب؟''

''کوئی نہیں جانتا۔''

''میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ تم مجھے احمق سمجھتے ہو یقین کرو اس ایس پی شنکر رائے نے تمہیں میرے پاس بھیج کر تمہاری موت کا سامان ہی کیا ہے۔ کیا میں تمہیں ان دونوں لفظوں کا صحیح مطلب بتاؤں۔''

''تم بتا سکتے ہو تو ضرور بتادو۔'' اس نے کسی قدر مطمئن لہجے میں کہا۔

''ہنری تھامس۔ جو تمہارے گروہ کا سربراہ ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

''کیا میں نے غلط کہا ہے میرے دوست؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا لیکن جواب میں وہ تھوک نگلنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ ''اب آخری سوال کروں گا اور اسی سوال پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔'' وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

''ہنری تھامس کہاں ہے؟'' میں نے سرد لہجے میں پوچھا اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''آنکھیں بند کر لینے سے بلا نہیں چلی جائے گی دوست آنکھیں کھولو۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔

''یقین کرلو۔ یقین کرلو گے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا وہ چھلاوہ ہے۔ وہ کسی ایک جگہ نہیں رہتا۔ پوری دنیا میں اس کے پاؤں پھیلے ہوئے ہیں۔''

''اس وقت وہ کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ خدا۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''جیسی تمہاری مرضی۔'' میں نے سفاک لہجے میں کہا۔

''سنو۔ سنو تو سہی۔ خدا کے لیے سنو تو سہی۔'' وہ گھبرا کر بولا۔

''ایس پی شنکر رائے نے اور کیا کہا تھا؟''

''بس کچھ اور نہیں..........اور کچھ بھی نہیں۔''

''ہوں......! یہاں سے تم کہاں گئے تھے؟''

''پہلے ایس پی کے پاس اور اس سے رقم لے کر پھر میں نے منشیات خریدیں۔''

''کیا کیا منشیات؟'' میں نے پوچھا۔

''انجکشن، چرس اور دوسری چیزیں۔''

''کہاں ہیں؟''

''میرے کمرے میں موجود ہیں۔'' اس نے پریشان لہجے میں کہا۔ میرے سوالات اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ یہ سوالات ظاہر ہے اس موضوع سے متعلق نہیں تھے لیکن میرے ذہن میں ایک خطرناک منصوبہ ابھر رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میں اس قدر درندہ بن گیا تھا۔ پریما کو میں نے نہایت آسانی سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل میں ایک نارمل انسان تھا اور کسی ایسی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن اب میرے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا، ماتاجی کی موت میری نگاہ میں اتنی سستی نہیں تھی کہ میں اسے نظر انداز کر دوں۔ میں ان کے خون کے ایک ایک قطرے کی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے جو بھی میرا دشمن اور میرے پتاجی کا آلہ کار ہو مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ میں ان دونوں کو قتل کر دینا چاہتا تھا اور ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں کر سکتا تھا۔

''ٹھیک ہے دوست اب تم آرام کرو۔'' میں نے کہا اور اچانک آگے بڑھ کر میں نے پستول کا دستہ اس کی گردن پر مار دیا۔ اس کے حلق سے پھر ایک چیخ نکل گئی اور لگاتار دو تین فائر کر دیئے۔

''کیا۔ کیا تم نے اسے مار ڈالا؟'' جین خوفزدہ آواز میں بولی۔

''ارے نہیں میری جان۔ وہ تمہارا ساتھی ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ تم بے حد خوبصورت ہو لیکن مجھے صرف ایک افسوس ہے تم نے خود بھی اس کے ساتھ مل کر اس سازش میں شرکت کی۔''

''میں۔ میں، نہیں میں تو اس کی محکوم ہوں۔ میں اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ میں......'' جین بے حد خوفزدہ نظر آ رہی تھی لیکن میری ذہنی

کیفیت اس وقت عجیب ہو رہی تھی۔ دل کے گوشے میں رحم کے جذبات نہیں تھے۔ بس ایک عجیب سی درندگی ایک عجیب سی سفا کی ذہن میں سرایت کر گئی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے سامنے والے انسان ہی نہ ہوں۔ ان کی زندگی کی میری نگاہوں میں کوئی حیثیت ہی نہیں تھی اور مجھے خود بھی اس کیفیت کا پورا پورا احساس تھا لیکن میں باوجود انتہائی کوشش کے خود کو اس کیفیت کے اثر سے آزاد نہیں کرا سکتا تھا۔

چنانچہ میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ جین خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

''تم تو اس کی محکوم تھیں۔''

''ہاں!'' اس نے پھسپھسی آواز میں جواب دیا۔

''اس کی ہدایات پر عمل کرتی تھیں۔''

''ہاں۔''

''کیا بتایا تھا اس نے تمہیں۔''

''کک کس بات کے بارے میں؟'' جین نے بدستور خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''جب وہ پولیس کے چنگل سے نکل کر آیا تھا۔''

''اس نے کہا تھا۔ اس نے کہا تھا پولیس افسر سے ایک سودا ہو گیا ہے۔''

''خوب۔ سودے کی تفصیلات تو بتائی ہوں گی اس نے!''

''صرف اتنا کہا تھا کہ ہماری جان بچ جائے گی اور ہمیں یہ حفاظت یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا اور اس کے عوض ہمیں ان میں سے ایک کی جان لینا پڑے گی۔''

''یعنی میری؟'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا۔''

''پھر؟''

''اٹھ کر چلا گیا تھا۔ اور چلتے ہوئے مجھ سے کہہ گیا تھا کہ میں کوشش کر کے تم دونوں کو اتنی شراب پلاؤں کہ تمہارے حواس قائم نہ رہیں اس طرح اس کا کام آسان ہو جائے گا۔''

''ٹھیک۔ باقی تفصیلات مجھے معلوم ہیں۔ اب تم دوسری باتیں بتاؤ۔''

''ہاں۔ ہاں پوچھو۔''

''اب تم ہمارے ساتھ کیا کرو گے۔''

''تمہارے ساتھ۔'' میں نے پر خیال انداز میں اسکی آنکھوں میں جھانکا۔ اور پھر بولا ''تم اتنی خوبصورت ہو جین کہ تمہارے ساتھ صرف ایک ہی سلوک کیا جا سکتا ہے۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اوہ تھینک یو ڈارلنگ۔ میں۔ میں واقعی مجبور تھی۔ لیکن تمہارے لیے افسردہ ضرور تھی۔''

''مجھے یقین ہے۔ تمہارا ساتھی کافی خطرناک معلوم ہوتا ہے اگر تم اس کا کہنا نہ مانتیں تو تمہارے ساتھ بھی برا سلوک کیا جاتا۔ کیوں؟''

''یہ حقیقت ہے۔'' لڑکی جلدی سے بولی۔

''تمہارا تعلق بھی براہ راست اسی گروہ سے ہے۔''

''براہ راست نہیں۔ بلکہ میں الفرے کی معرفت اس گروہ میں شامل ہوئی تھی۔'' جین نے جواب دیا۔

''اوہ۔ گروہ کا نام کیا ہے؟''

''ورلڈ پیس کے نام سے مشہور ہے۔''

''کیا تم بھی سربراہ کے بارے میں نہیں جانتی اور دیکھو میں جھوٹ بالکل نہیں سنوں گا اور میرے خیالات تمہاری جانب سے بھی خراب ہو جائیں گے۔''

''نہیں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ یقین کرو سربراہ کے بارے میں شاید الفرے کو بھی معلوم نہ ہو۔''

''ہنری تھامس کون ہے؟'' میں نے پرتجسس نگاہوں سے اس کی صورت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہنری تھامس۔'' جین نے تعجب سے کہا۔

''ہاں۔''

'یقین کرو میں نہیں جانتی۔'' اس نے جواب دیا اور میں نے کم از کم اتنا اندازہ ضرور لگایا کہ اس سلسلے میں وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔

''تو تم گروہ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔''

''ہاں۔ سوائے چند معمولی معمولی باتوں کے میں اور کچھ نہیں جانتی۔'' جین نے جواب دیا۔

''معمولی معمولی باتیں کونسی۔'' میں نے پوچھا۔

''بس یہی کہ گروہ ہر قسم کی چیزوں کی اسمگلنگ کرتا ہے جس میں منشیات سے 'سونا' یہاں تک کہ بعض اوقات غذائی اجناس بھی شامل ہوتی ہیں۔ جس جگہ جیسی بھی ضرورت پیش آئے۔''

''اوہ...... یہ معاملہ ہے۔''

''ہاں۔ اور میں بس الفرے کی وجہ سے اس گروہ میں شامل ہوئی' بہت چھوٹی سی تھی کہ الفرے سے میرے تعلقات ہو گئے تھے اور اس کے بعد میں نے بھی اس کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور اور یہ مجھے بعد ہی میں معلوم ہوا تھا کہ وہ اسمگلروں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔''

''تو تم الفرے سے محبت کرتی تھی۔''

''ہاں۔ اس وقت جب ذہن کچا تھا۔''

''اور اب۔'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اب تو میں تمہیں چاہتی ہوں۔'' وہ مسکرائی اور میں نے اسے اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ اور پھر اس کے بعد وہی سب کچھ جو خلوت میں ہوتا ہے لیکن میرے دل میں جو تاثرات تھے۔ وہ انوکھے تھے اور عام طور پر ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ میں سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ لڑکی زندگی کا آخری لطف اٹھانے کے بعد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ کافی دیر تک ہم دونوں محبت کی سرگوشیاں کرتے رہے۔ جین بے حد خوش تھی اور الفرے اسی انداز میں پڑا ہوا تھا۔

پھر میں جین سے علیحدہ ہو گیا۔ میں اپنا کام مکمل کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا' جین نے اپنا لباس درست کر لیا تھا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''نیند آ رہی ہے ڈیئر رنجیت۔'' اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

''فکر نہ کرو میری جان میں تمہیں ہمیشہ کے لیے سلا دیتا ہوں۔'' میں نے پستول کا سائلنسر چیک کرتے ہوئے کہا اور جین کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

''کک۔ کیا مطلب؟''

''مطلب......'' میں غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مطلب یہ کہ تم نے میری زندگی لینے کی کوشش کی' اس میں ناکام رہیں اور اب میں تمہاری زندگی لے رہا ہوں۔''

''نن......نہیں......کیوں......کیوں۔ جین۔'' خوفزدہ انداز میں دیوار سے لگ گئی۔

''بس۔ میں اپنے دشمنوں کو زندہ چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں اور آج سے میں نے یہ اپنا اصول اپنا لیا ہے۔''

''مگر۔ میں۔ میں تو تمہاری دشمن نہیں ہوں۔''

''میں اس فریب میں نہیں آؤں گا ڈارلنگ۔''

''یقین کرو رنجیت میں تمہاری دشمن نہیں ہوں' میں تمہیں اپنی مجبوری بتا چکی ہوں۔''

''اور میں بھی تمہیں اپنی مجبوری بتا چکا ہوں۔ اگر دشمنوں کو زندہ چھوڑنے کا اصول میں نے آج توڑ دیا تو اس کے بعد میں اس پر کاربند نہیں رہ سکوں گا۔''

''تم مجھے نہیں مار سکتے۔''

''مار سکتا ہوں ڈارلنگ۔ دیکھو اس پستول میں گولیاں موجود ہیں اور جب گولی چلتی ہے تو آدمی ضرور مر جاتا ہے۔'' میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ مجھے خود بھی احساس تھا کہ اس وقت میری ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہے۔ اس سے قبل میں نے اپنے دل میں اس قدر سفاکی' لہجے میں اس قدر درندگی کبھی محسوس نہ کی تھی۔ نہ جانے کون سا جذبہ عود کر آیا تھا۔ بس دل کے کسی کونے میں رحم کا شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ دونوں افراد میرے لیے حقیر سے چوہوں کی حیثیت رکھتے تھے۔

اور میں ان کی کسی بھی ادا سے متاثر ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ جین کا خوف زدہ چہرہ' اس کی پھیلی ہوئی آنکھیں میرے ذہن پر کوئی تاثر نہ چھوڑ سکیں اور اب میں زیادہ وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا' اس کے علاوہ ابھی میں رمیش کا پتا لگانا چاہتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے' کس پوزیشن میں ہے۔

چنانچہ میں نے پستول سیدھا کیا اور جین کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ جین کا منہ ایک لمحے ساکت ہوا اور پھر وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ مجھے اس کی تڑپ سے ذرا بھی افسوس نہ ہوا۔ بلکہ یوں لگ رہا تھا جیسے میں زندگی کا کوئی دلچسپ سا تماشا دیکھ رہا ہوں۔ میں اس کے تڑپنے کا اندازہ دیکھتا رہا اور پھر جب وہ سرد ہو گئی۔ تو میں نے پستول کے نال کو پھونک ماری اور الفرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''سوئے ہوئے آدمی تیار ہو جا۔'' میں نے کہا اور پستول کی نال اس کی طرف کر دی۔

دوسری گولی نے الفرے کا بھیجا بھی پھاڑ دیا اور وہ بھی تڑپنے لگا' لیکن بے ہوش آدمی کو جان کنی میں مبتلا کر دینا مجھے زیادہ پسند نہیں آیا اور میں نے دوسری گولی اس کے دل کے مقام پر پیوست کر دی۔ اس نے آخری ہچکیاں لیں اور سرد ہو گیا۔ میں خاموشی سے ان دونوں لاشوں کو دیکھتا رہا۔ خون کافی مقدار میں پھیل گیا تھا۔ لیکن مجھے اس خون سے ذرا بھی وحشت نہیں ہو رہی تھی۔ شاید رنجیت پرکاش کے اندر کوئی نئی شخصیت تشکیل ہو رہی تھی' ایک انوکھی شخصیت جو نہ جانے کیا نفسیاتی حیثیت رکھتی تھی۔ ماں جی کی موت اور اس پر اپنی بے بسی کا احساس شدید تر ہوتا جا رہا تھا' اپنی کم مائیگی کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ جب کہ میرے مقابلے پر میرا کروڑپتی باپ تھا جو دولت کے بل پر سب کچھ خریدنے کی قوت رکھتا تھا۔

واقعی یہ سوچنے کی بات تھی۔ انسان بعض اوقات حالات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے بہت سی پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں اور یہ توشہ اس کا اپنا گھر ہوتا ہے۔ جہاں وہ ضرور ہوتے ہیں جو ضعیف ہوتے ہیں اور عملی طور پر ساتھ نہیں دے سکتے۔ لیکن ان کی آنکھوں کا اضطراب ان کے ہونٹوں کی دعائیں اپنی ہوتی ہیں اور ان دعاؤں میں خلوص ہوتا ہے اور یہ خلوص صرف وہی دے سکتے ہیں۔ جن پر آنکھیں بند کر کے بھروسا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن رنجیت کو اس خلوص کے سانپ ڈسنے کے لیے پھن پھیلائے کھڑے تھے۔ یہ سانپ پوری قوت سے اس پر حملہ آور تھے۔ اولاد و والدین کی

سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔لیکن باپ کے تصور کے ساتھ ابھرنے والا دشمن کا تصور کیسا عجیب ہے۔ پرکاش کمار ورمانے اس عورت کا خون کیا تھا جس نے ان کے ساتھ جیون بتانے کی سوگند کھائی تھی۔جس نے ان کے دامن سے پلو باندھ کر جیون کے اٹوٹ رشتے قائم کیے تھے اور وہ سارے رشتے شراب کی چند بوتلوں سے بھی سستے بنائے گئے۔شیشے کی بوتلوں سے شراب بہی اور بدن سے خون اور یہ خون شراب کے انتقام میں بہایا گیا تھا۔

آہ یہی ماں کا سرخ خون' سرخ شراب سے سستا بنا دیا گیا تھا۔وہ خون جو آج بھی میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔نہیں پتاجی تمہیں خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہوگا۔میں تمہیں پاتال میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔میری مٹھیاں بھنچ گئیں۔اس وقت میری حالت بہت خراب ہو رہی تھی' شراب جو میں نے اپنی ماں کے خون کے انتقام میں بہادی تھی!

اور پھر میرے ذہن میں شنکر رائے آ گیا۔پتاجی کا آلہ کار جس نے کافی لمبا چکر چلایا تھا اور جب اس نے باندو کی زندگی خطرے میں دیکھی تو اسے نکال لے گیا۔شنکر رائے تم رمیش کے بھائی ہو۔تمہیں اپنے ہاتھوں سے تو قتل نہیں کروں گا۔لیکن تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گا۔یاد رکھنا شنکر رائے۔میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گا۔ایسی مار ماروں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے۔

پھر میں جذبات کے بھنور سے نکل آیا اور میں نے ان دونوں کو دیکھا۔جن کے بدن سے سارا خون بہہ گیا تھا ممکن ہے شنکر رائے رات کے کسی لمحے میں اپنی کوشش کا نتیجہ دیکھنے آئے۔اس لیے ہوشیار رہنا چاہیے۔

تب میں نے دونوں کے زخموں کو ایک کپڑے سے صاف کیا۔ان کا خون پونچھ کر ان سوراخوں میں کپڑا ٹھونس دیا تا کہ بچا کھچا خون نہ بہہ سکے اور پھر میں نے لاشوں کی جگہ بدل دی۔اور جو کپڑا ہاتھ آ سکا اس سے فرش کا خون صاف کر دیا۔یہاں تک کہ شدید محنت کر کے میں نے فرش پر خون کے سارے دھبے مٹا دیئے اور اب مجھے شنکر رائے کی آمد کا انتظار تھا لیکن پھر ایک اور بات بھی میرے ذہن میں آئی اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے اپنا لباس دیکھا' صاف ستھرا تھا۔چنانچہ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔اب میرا رخ رمیش کے کمرے کی طرف تھا۔

رمیش کے کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا۔چنانچہ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔رمیش اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا۔میں نے اس کی حالت دیکھی جو ایسی نہیں تھی کہ وہ کسی کام آ سکتا اس سے تو اب صبح کو ہی بات ہو گی۔چنانچہ میں اس کے کمرے سے نکل آیا اور پھر میں ٹیلی فون کی طرف چل پڑا۔

پبلک کے استعمال کے لیے ایک فون دیوار میں نصف تھا' نزدیک ہی ڈائریکٹری رکھی ہوئی تھی۔میں نے ڈائریکٹری اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔بالآخر مجھے میرا مطلوبہ نمبر مل گیا۔ایک ہوٹل کا فون نمبر تھا۔میں نے سکے ڈال کر نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے فوراً آواز آئی۔

''گرانڈ ہوٹل۔''

''میں شری رام بول رہا ہوں میرے اور گووندداس کے نام سے ڈبل روم بک کر لو۔وہ کل صبح سے دوپہر تک کسی وقت پہنچ جائیں گے۔''

''آپ کہاں سے بول رہے ہیں جناب؟''

''بمبئی سے ہی بول رہا ہوں۔کمرہ بک کر لو!''

''جی بہتر۔ایک منٹ۔'' دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر مجھے کمرے کا نمبر بتایا گیا۔میں نے فون بند کر دیا تھا۔چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔دور دور تک کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔لیکن اس وقت میں اپنے کمرے میں پہنچا بھی نہ تھا کہ مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔

اپنے اندازے کے مطابق آنے والے کو میں نے دور سے ہی پہچان لیا تھا۔وہ شنکر رائے ہی تھا۔میں خود تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور شنکر رائے مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

''ارے شنکر بھیا۔آپ کو کیسے پتا چلا۔'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''کس بات کا؟'' شنکر رائے نے پوچھا۔

''آپ اس وقت کیسے آئے؟'' میرے انداز میں بڑی بے ساختگی تھی۔

''کسی نے مجھے فون کیا تھا کہ تمہاری طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے۔'' ایس پی نے جواب دیا۔

''میری نہیں رمیش کی۔ مگر فون کس نے کیا'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''کس کی؟'' رمیش کی شنکر نے کہا۔

''رمیش کی۔ نہ جانے کیا ہوگیا ہے۔ رات کو ٹھیک سویا تھا۔''

''ارے۔ کہاں ہے وہ؟''

''اپنے کمرے میں۔'' میں نے کہا اور پھر میں شنکر رائے کے ساتھ رمیش کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ شنکر رائے میرے پیچھے تیز تیز قدم اٹھاتا چل رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار دیکھے غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس نے میرے دھوکے میں رمیش کو توقتل نہیں کر دیا۔ مجھ سے پہلے شنکر رائے رمیش کے کمرے میں داخل ہوگیا اور تیر کی طرح اس کی مسہری کی طرف لپکا۔ پھر وہ رمیش کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ وہ رمیش کے بدن پر زخم کے نشانات تلاش کر رہا تھا۔

''کیا ہوگیا ہے اسے؟'' شنکر رائے نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا'' میں نے جواب دیا۔

''بالکل نہیں۔؟''

''آج تو ہم نے چھوئی بھی نہیں۔''

''اوہ پھر......پھر کیا ہوگیا اسے۔''

''آپ گاڑی لائے ہیں شنکر بھیا؟'' میں نے پوچھا۔

''میری جیپ نیچے موجود ہے۔''

''میں ابھی آیا۔'' میں نے کہا اور جلدی سے باہر نکل آیا۔ میرا کام بن گیا تھا۔ شنکر رائے کو میں نے رمیش کے چکر میں پھنسا دیا تھا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنا کام کر لینا چاہتا تھا۔ حالانکہ بے حد خطرناک کام تھا۔ لیکن بہر حال میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ پہلے میں جین کی لاش اٹھا کر نیچے لے گیا اور اسے شنکر رائے کی گاڑی میں چھپا دیا۔ پھر الفرے کی لاش بھی بخیر وخوبی شنکر رائے کی جیپ کی پچھلی سیٹ کے پچھلے پہنچ گئی اور میں نہایت پھرتی سے واپس آ گیا۔ اپنا جائزہ لیا اور پھر رمیش کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

ایس پی شنکر رائے باہر آ رہا تھا۔

''کہاں چلے گئے تھے تم؟''

''پبلک کال بوتھ کے پاس ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھ رہا تھا۔''

''کیوں؟''

''کسی ڈاکٹر کو بلوانا چاہتا تھا۔''

''کچھ نہیں ہوا اسے۔ زیادہ پی گیا ہے۔'' شنکر رائے برا سا منہ بنا کر بولا۔

''اوہ۔ واقعی؟'' میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''ہاں کئی خالی بوتلیں یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔'' شنکر رائے نے کہا اور پھر بولا۔''میں چلتا ہوں۔ ہوش میں

آ جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔''

''بہتر ہے۔ آپ اپنا فون نمبر دیدیں۔'' میں نے بے ساختہ کہا اور شنکر رائے نے بھی مجھے بے اختیار ایک فون نمبر دیدیا۔ جسے میں نے ذہن نشین کر لیا۔ شنکر رائے چلا گیا تھا اور میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اب کھیل شروع ہوا تھا۔

رمیش صبح کو ہوش آیا تھا وہ خود ہی میرے کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ چونکہ رات کو خاصے ہنگامے رہے تھے اور مجھے آدھی رات سے زیادہ دیر تک جاگنا پڑا تھا۔ اس لیے میں دیر تک سوتا رہا تھا۔

بہر حال رمیش کے جھنجھوڑنے پر ہی میں جاگا اور پھر کسلمندی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''تمہاری حالت تو مجھ سے بھی زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے پتا جی۔'' اس نے کہا۔

''ہاں رمیش۔ رات کو زیادہ پی گئے تھے۔'' میں نے کہا۔

''زیادہ نہیں۔ بہت زیادہ۔ کچھ ہوش ہی نہیں رہا۔'' رمیش منہ پھاڑ کر جماہی لیتا ہوا بولا اور پھر چونک کر کہنے لگا۔ ''ارے ہاں۔ وہ بی جمالو کہاں گئیں؟''

''کون؟''

''ایں وہی جین' پتا جی؟''

''جمال پور سدھار گئیں۔''

''کہاں؟'' رمیش کی سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔

''جمال پور۔ اور اب اٹھ جاؤ۔ میرا خیال ہے مہاشے مہاراج آنے ہی والے ہوں گے۔''

''کیوں' کوئی خاص بات ہے۔'' رمیش نے پوچھا۔

''ہاں؟''

''کیا خاص بات ہے بھیا۔ مجھے بھی تو بتاؤ۔ تمہارے لہجے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ کوئی اہم بات ہے اور میرے اندر ایک بہت بری عادت ہے کہ کوئی الجھن برداشت نہیں کر پاتا۔'' رمیش نے کہا۔

''ایس پی شنکر جی ضرور واپس آئیں گے رمیش۔ کیونکہ اب تک انہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ ان کی گاڑی میں دو لاشیں موجود ہیں۔''

''لاشیں۔'' رمیش پھر اچھل پڑا۔

''ہاں۔ وہ خوبصورت لاشیں۔''

''پتا جی۔ بھگوان کے لیے پتا جی۔'' رمیش گھگھیا کر بولا۔

''رات کو وہ اس وقت آئے تھے۔ جب ان کے خیال میں کام ہو چکا تھا۔''

''کونسا کام؟''

''جس کے لیے انہوں نے جین کے ساتھی کو تیار کیا تھا اور جس وجہ سے اس کی رہائی عمل میں آئی تھی۔''

''اوہ۔ تو اسے کسی سازش کے تحت رہا کیا گیا تھا؟'' رمیش نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''اوہ......وہ سازش کیا تھی؟''

''میرا قتل۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ چند لمحے وہ ساکت و جامد بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر

سرخی جھلکنے لگی اور پھر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

''تو یہ سازش کی تھی بھیا نے؟'' اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہاں رمیش لیکن طیش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے پتا جی کے چیلنج کو کھلے دل سے قبول کر لیا ہے اور اب ٹھنڈی لڑائی میں مزہ آئے گا۔ سنو رمیش۔ میں نے ایک پروگرام بنایا ہے۔''

''لیکن بھیا۔ ایس پی شنکر کو یہ نہیں چاہیے تھا۔ انہیں معلوم ہے کہ تم میرے گہرے دوست ہو اور میں تمہارے لیے جان دینے کو تیار ہوں' پھر بھی انہوں نے ایسی کوشش کی۔''

''ایس پی شنکر پتا جی کا مہرہ ہے اور مہرے چلے ہی جاتے ہیں۔ وہ یہ بات بھول چکے ہوں گے کہ تم میرے دوست ہو۔''

''ہوں۔ تو پھر۔ ہم بھی انہیں دشمن ہی سمجھیں گے۔'' رمیش غرایا اور میں ہنسنے لگا۔ رمیش پگلا جذباتی ہو رہا تھا۔ اس کے بھائی نے دولت کے فریب میں آ کر غیر آدمی کے قتل کا بیڑہ اٹھایا تھا' لیکن اگر وہ میری حالت پر غور کرتا تو اسے اندازہ ہوتا کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہو گی۔ میں کس انداز میں سوچ رہا ہوں گا۔

''کیا سوچنے لگے بھیا'' رمیش نے مجھے خاموش پا کر کہا۔

''تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔''

''کیا؟''

''یہی کہ تم کتنے معصوم' کتنے مخلص ہو۔ تم ایک دوست کے لیے اپنی زندگی بھی خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہو اور اپنے بھائی سے بھی ناراض ہو رہے ہو حالانکہ تمہارا بھائی تمہارے خلاف تو کچھ نہیں کر رہا۔''

''لیکن اسے یہ تو معلوم ہے کہ تم میرے کیسے دوست ہو؟''

''ہاں۔ لیکن دوست۔''

''تب پھر ہمارا اس سے کیا رشتہ۔'' رمیش نے کہا۔

''میں تمہیں رشتوں ہی کے بارے میں تو بتا رہا تھا۔ ٹھیک ہے شنکر رائے تمہارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ظاہر ہے دوست کے لیے ایک جان لینے کا ارادہ کیا اور تمہیں نظر انداز کر دیا لیکن یہ تو سوچو۔ میرا تو باپ میری جان کا دشمن ہے۔ اس طرح تو بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ وہ پھر بھی کسی قدر بہتر انسان ہے۔ کم از کم میرے پتا جی سے۔''

''مگر پھر ہم بھی تو انہیں دشمنوں میں سمجھیں گے رنجیت بھیا۔''

''یہ دوسری بات ہے۔''

''تم نے کیا پروگرام بنایا ہے بھیا۔ تم کہہ رہے تھے نا؟'' رمیش کسی قدر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

''پتا جی سے جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ تم یوں سمجھو دو شمشیر زن میدان میں اتر چکے ہیں اور ان میں سے ایک تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ دوسرا صرف وار روک رہا ہے۔ میں پتا جی کو یہ کوشش کرنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں ان کے وار کے جواب میں کوئی وار نہیں کروں گا۔ بلکہ ان کے لیے فی الحال میری اتنی سزا ہی کافی ہو گی کہ میں انہیں تھکا ڈالوں۔ ان کی ہر کوشش ناکام بنا کر انہیں بالکل بے بس کر دوں اور جب وہ تھک کر ہانپنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جائے تو میں ان سے سوال کروں کہ پتا جی! کیا خیال ہے اب میں بھی وار کروں؟''

رمیش خاموشی سے میری باتیں سن رہا تھا۔ اب اس کی حالت کافی حد تک اعتدال پر آ گئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بڑی خطرناک باتیں کر رہے ہو بھیا!''

''جو کہہ رہا ہوں۔ وہی کروں گا رمیش۔ یہ میرا عہد ہے۔'' میں نے گھمبیر آواز میں کہا۔

''تم جو بھی کرو رنجیت بھیا۔ رمیش تمہارا ساتھی ہے۔ وہ پورے سنسار میں تمہارے سوا کسی سے پریم نہیں کرتا...... بھگوان کی سوگند۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو؟''

''اب مجھے اعتبار ہے تو سوگند کیوں کھاتا ہے۔'' میں نے پیار سے کہا۔

''ارے بھیا۔ وہ دو لاشوں والی بات تو رہ ہی گئی۔''

''ہاں رمیش۔ ایس پی شنکر رائے رات کو یہاں آئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ میرا کام تمام ہو گیا یا نہیں۔ لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ میں نے انہیں خوب چکر دیے۔ حالانکہ وہ میری لاش دیکھنے آئے ہوں گے لیکن میں نے دو لاشوں کے تحفے ان کی خدمت میں پیش کر دیے۔''

''تم نے؟''

''ہاں میں نے۔ میں نے وہ لاشیں ان کی جیپ میں پہنچا دیں۔''

''مگر کس کی لاشیں؟''

''جین اور اس کے ساتھی کی۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش پر ایک بار پھر سکتہ طاری ہو گیا۔ کئی منٹ تک وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گھٹے گھٹے لہجہ میں پوچھا۔

''لیکن...... انہیں قتل کس نے کیا؟''

''میں نے۔''

''تم نے؟''

''ہاں رمیش۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ایس پی صاحب نے اسے اسی لیے چھوڑا تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ چنانچہ واپس آ کر اس نے جین کو اپنا شریک کار بنایا اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ ہمیں خوب شراب پلائے۔ ہم دونوں کو تاکہ ہم پوری طرح بے ہوش ہو جائیں۔ تم میری زندگی بچانے کی جدوجہد نہ کر سکو اور میں مزاحمت نہ کر سکوں لیکن۔''

''لیکن کیا بھیا۔ جلدی کہو۔'' رمیش پریشانی سے بولا۔

''میں نے شراب نہیں پی تھی۔''

''نہیں پی تھی۔'' رمیش تعجب سے بولا۔ ''لیکن میرے سامنے تو تم نے......''

''ہاں۔ میں نے جین کو بے وقوف بنایا تھا۔ شراب ضائع کر دی تھی اور بہت تھوڑی پی تھی۔ اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا اور بہ ظاہر نشے میں نظر آنے لگا پھر الفرے آ گیا اور اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے میں نشے میں نہیں تھا۔''

''اوہ۔ اور تم نے انہیں قتل کر دیا؟''

''ہاں۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''بس۔ پھر جب شنکر جی آئے تو میں نے انہین تمہاری طرف متوجہ کر لیا اور خود وہ دونوں لاشیں ان کی گاڑی میں پہنچا دیں۔''

''اوہ۔'' رمیش کی آنکھیں تعجب سے کھلی رہ گئیں۔ ''تو پھر اب؟''

''بس اس کے بعد میں اطمینان سے سو گیا تھا اور اب جاگا ہوں۔''

رمیش تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اچھلا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ ''شیر ہے میرا یار۔ بھگوان کی سوگند۔ شیر ہے واہ یار۔ کیا کام دکھایا ہے۔''

''سارے کام اسی طرح کرنے ہیں رمیش۔ میں عہد کر چکا ہوں کہ پتا جی کو ناکوں چنے چبوادوں گا۔'' میں نے دانت پیس کر کہا اور رمیش گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں تیار تھے۔

''اب کیا پروگرام ہے پتا جی۔'' رمیش نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''صبح کو سب سے پہلا پروگرام ناشتے کا ہوتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ارے ہاں۔ وہ تو میں بھول ہی گیا۔'' رمیش نے کہا اور پھر وہ ناشتے کے لیے انتظامات کرنے لگا اور پھر ہم ناشتہ سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ رمیش سمجھا تھا کہ بیرا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا۔ ''آ جاؤ۔''

اور پھر دروازہ کھول کر جو کوئی اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر ہم نے گہری سانسیں لی تھیں۔

''آیئے شنکر بھیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شنکر کے ساتھ دو انسپکٹر بھی تھے۔ جو وردی میں تھے۔ رمیش کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ ایس پی شنکر خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

''کیا بات ہے بھیا۔'' رمیش نے بدلے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے رنجیت۔'' ایس پی شنکر رائے نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیا بات کرنی ہے ایس پی صاحب؟'' میرا لہجہ بھی بدل گیا۔

''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔''

''میرے بغیر؟'' رمیش نے پوچھا اور اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں تم سے بات نہیں کر رہا۔'' ایس پی غرایا۔

''لیکن میں تم سے ہی بات کر رہا ہوں۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''ٹھہرو رمیش۔ ایس پی صاحب دو پولیس افسروں کے ساتھ آئے ہیں۔''

''مسٹر شنکر رائے۔ آپ بغیر اجازت دو باوردی پولیس والوں کے ساتھ ہمارے کمرے میں گھس آئے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اس کمرے کی تلاشی کا وارنٹ ہے کیا آپ کے پاس ہم دونوں میں سے کسی کا وارنٹ ہے۔'' رمیش نے پوچھا۔

''رمیش۔ تم مجھ سے بدتمیزی کر رہے ہو؟''

''قانون کی بات کر رہا ہوں ایس پی صاحب۔ کیا آپ ہم دونوں کو کسی دفتر کا کلرک سمجھتے ہیں۔ ہم تعلیم یافتہ ہیں اور قانون کے اختیار سے باخبر ہیں۔ براہ کرم جواب دیں۔''

''میں رنجیت کو پولیس ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔''

''صرف رنجیت کو۔'' رمیش نے کہا۔

''ہاں۔''

''وارنٹ ہے آپ کے پاس؟''

''میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' ایس پی نے بدستور غرائے ہوئے انداز میں کہا۔

''گویا آپ بغیر وارنٹ کے رنجیت بھیا کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔'' رمیش نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں......ہاں......میں کہہ چکا ہوں۔''ایس پی شنکر نے جواب دیا۔

''کیا یہ قانون کی خلاف ورزی نہیں ہوگی ایس پی صاحب۔''رمیش نے سخت لہجہ میں پوچھا۔

''تم سے زیادہ قانون میں جانتا ہوں رمیش۔ضرورت سے زیادہ بولنے کی کوشش مت کرو۔''ایس پی شنکر نے تند لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں بھیا کہ ہم لوگ کسی دفتر کے کلرک نہیں ہیں۔ٹھیک ہے تم رنجیت کو لے جاؤ لیکن اگر خیریت چاہتے ہو تو مجھے بھی لے جاؤ۔ ورنہ ہوگا یہ کہ تم جس وقت رنجیت بھیا کو یہاں سے گرفتار کر کے باہر نکلو گے تو میں پیچھے سے چند شریف لوگوں کو آواز دوں گا اور تمہاری اس حرکت کے بارے میں بتاؤں گا اور اس کے بعد۔اس کے بعد تم قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو گے بھیا......کیا سمجھتے ہو۔''

''اوہ۔تو تم یہاں تک پہنچ گئے رمیش۔''ایس پی شنکر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہاں سے بہت آگے بھیا۔جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''لیکن یہ فاصلے تمہیں مہنگے پڑیں گے رمیش۔''

''مہنگے سستے کی بات تم کر سکتے ہو ایس پی صاحب......تم جو لالچ میں آ کر وہ اقدامات کر رہے ہو۔جن کا قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ''رمیش نے زہریلے لہجے میں کہا اور ایس پی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے ماتحت دونوں انسپکٹرز کو دیکھا۔ان کی آنکھوں میں بھی غصے کے تاثرات تھے اور وہ رمیش کو خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

انسپکٹروں کا خیال تھا کہ ابھی ایس پی شنکر رائے انہیں حکم دے گا کہ ان دونوں بے وقوفوں کو گرفتار کر لیا جائے۔لیکن ایس پی شنکر رائے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔اور پھر چند ساعت کے بعد وہ بولا۔

''تم لوگ باہر جاؤ؟''

''جی............؟''انسپکٹر چونک پڑے۔

''باہر جاؤ ابھی......!''ایس پی شنکر نے بھاری لہجے میں کہا۔

''یس سر۔''دونوں انسپکٹرز باہر نکل گئے۔میں اور رمیش مضحکہ خیز نگاہوں سے انہیں باہر جاتا دیکھ رہے تھے اور ہمارے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

تب ایس پی شنکر رائے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے بولا۔

''تم دونوں حد سے آگے بڑھ گئے ہو۔''

''ہماری کوئی حد نہیں ہے ایس پی صاحب۔''میرے بجائے رمیش نے جواب دیا۔وہی آگے بڑھ بڑھ کر بول رہا تھا اور میں ابھی تک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ظاہر ہے رمیش میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ایسی صورت میں میں کیا بولتا۔

''رنجیت میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔''شنکر رائے نے کہا۔

''یہیں یا کہیں چل کر؟''میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو۔مجھے میں سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہوں۔اگر میں تمہیں لے جانا چاہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے۔رہی قانون اور وارنٹ کی بات تو سب سے بھگت لوں گا لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں۔''

''اوہ۔شکریہ ایس پی صاحب۔''رمیش پھر بولا۔

''رمیش میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم نہ بولو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''گویا اب تک جو کچھ ہو رہا وہ اچھا ہو رہا ہے ایس پی صاحب۔''رمیش نے پوچھا۔

''رنجیت تم میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آؤ'' ایس پی شنکر رائے نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''کسی طور ممکن نہیں ہے شنکر بھیا جو بات کرنی ہے رمیش کے سامنے کریں ہاں یہ دوسری بات ہے کہ آپ مجھے گرفتار کر کے لے چلیں اور جو کچھ کہنا ہو تھانے میں چل کر کہیں۔''

''گویا تم لوگ میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے؟'' ایس پی شنکر نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تعاون۔؟'' رمیش ہنس پڑا۔''ضرور کریں گے۔ غیر قانونی چیزوں میں تو تعاون کرنا ہی چاہیے۔ کیا خیال ہے رنجیت بھیا''

''رمیش میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ خاموش رہو۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ میں خاموش ہوا جاتا ہوں لیکن میں بھی تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں بھیا کہ رنجیت کے ساتھ جو بات کرو' سوچ سمجھ کر کرو......!'' رمیش نے کہا اور ایس پی شنکر اسے گھور کر رہ گیا۔

''جین اور الفرے کہاں ہیں۔'' ایس پی شنکر رائے نے پوچھا۔

''وہ دونوں سفید فام ہی؟''

''ہاں۔انہی کی بات کر رہا ہوں۔''

''کیوں بھیا۔کیا میں ان کا ٹھیکیدار ہوں۔'' میں نے پوچھا۔

''لڑکی کو میں نے تمہارے حوالے کیا تھا۔'' ایس پی شنکر نے کہا۔

''ہاں اس وقت جب تم الفرے کو گرفتار کر کے لے گئے تھے لیکن پھر الفرے واپس آ گیا اور جب وہ واپس آ گیا اور تم نے اسے بری الذمہ قرار دے دیا تو پھر میں ان کے معاملات میں مداخلت کرنے والا کون۔ چلے گئے ہوں گے وہ دونوں۔''

''غلط کہہ رہے ہو تم۔'' ایس پی شنکر غرایا۔

''ممکن ہے۔غلط کہہ رہا ہوں۔اب جو کچھ صحیح ہے وہ تم خود تلاش کر لینا'' میں نے نخوت سے جواب دیا۔

''تو تم میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے۔''

''پھر وہی تعاون کا سوال نہ کیا میں تم سے یہ کہہ دوں کہ وہ دونوں آسمان پر پرواز کر گئے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رمیش کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی اور ہم دونوں کی مسکراہٹ سے ایس پی شنکر رائے اور جھلا گیا۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں دیکھ لوں گا۔''

''ہاں یہ بات ہوئی نا بھیا۔ مستقبل کی باتیں مجھے بہت پیاری لگتی ہیں۔تم ضرور دیکھ لینا اس رنجیت کے بچے کو۔'' رمیش نے کہا اور شنکر رائے دانت پیس کر رہ گیا۔

''سنو'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں۔ہاں سنائیے بھیا کیا بات ہے۔؟ بیٹھیں بلکہ آپ تو اس طرح سے آئے۔ بھلا انسپکٹروں کو ساتھ لے کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔آپ غور کریں یہ شریف لوگوں کا علاقہ ہے' میرا مطلب ہے اس کمرے میں دو شریف آدمی قیام کرتے ہیں اور یہاں باوردی پولیس انسپکٹروں کا کیا کام......اب آپ خود ہی سوچیں دیکھنے والے ہم لوگوں کو دیکھ کر کیا سمجھیں گے۔'' رمیش نے مسخرے انداز میں کہا۔

''میں محسوس کر رہا تھا کہ شنکر رائے بری طرح تلملا رہا ہے۔لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا'' ان دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''ارے ارے۔ بڑا افسوس ہوا بھیا یہ سن کر جین تو واقعی بہت خوبصورت تھی۔ یہ ٹھیک ہے الفرے مارا گیا لیکن جین کے قتل ہونے کا مجھے بہت افسوس ہے۔'' رمیش نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

''گویا تم مذاق اڑا رہے ہو۔'' ایس پی شنکر غرایا۔

''توبہ توبہ بھیا۔ آپ سے مذاق کر سکتے ہیں آپ خود سوچیں' دو آدمیوں کی موت کی خبر سنی ہے ہم نے بھلا مذاق کی کیا تک ہے۔؟''

''دیکھو۔ میں جاننا چاہتا ہوں! انہیں کس نے قتل کیا اور کیوں قتل کیا؟''

''یہ تو ہمیں معلوم نہیں بھیا۔ لیکن نہ جانے کیوں رات کو جس وقت آپ یہاں سے چلے گئے تھے جین میرے کمرے میں آئی تھی اور اس نے آ کر مجھے سوتے سے جگایا اور کہنے لگی۔ میں تمہیں کچھ خاص باتیں بتانا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا بتاؤ۔ کہنے لگی نہیں تم میری آواز محفوظ کرلو' میری زندگی کو خطرہ لاحق ہے اور تب میں نے حیرت سے پوچھا کہ اسے یہ خطرہ کس سے لاحق ہے تو اس نے ایس پی شنکر کا نام لیا تھا بھیا۔''

''میرا۔'' ایس پی شنکر بے اختیار بولا۔

''ہاں۔ ہاں۔ اس نے صاف تمہارا نام لیا تھا اور اس نے اپنا تھوڑا بہت بیان بھی ٹیپ کرایا تھا۔''

''اوہ۔ کیا وہ ٹیپ تم مجھے سناؤ گے۔'' شنکر رائے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ آپ یہاں ٹھہریں۔ میں لے کر آتا ہوں۔'' میں نے کہا۔ لیکن ایس پی شنکر رائے جلدی سے بولا۔

''نہیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

''آؤ رمیش۔ پھر بھیا کو اپنے ہی کمرے میں لے چلیں......'' اور رمیش نے مجھے گھورتے ہوئے گردن ہلا دی' تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ دونوں انسپکٹر باہر تھے۔ ایس پی شنکر ہمارے ساتھ تھے۔

میں نے اطمینان سے وہ ٹیپ نکالا جس میں میں نے جین کی آواز ٹیپ کی تھی۔ Rewind کیا اور ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا۔ جین کی آواز سنائی دینے لگی' جس میں اس نے بتایا تھا کہ ایس پی شنکر نے الفرے اور اسے میرے قتل پر مامور کیا تھا؟ ساری تفصیلات جین کی آواز میں ٹیپ تھیں۔ ایس پی شنکر رائے کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

میں غور سے شنکر رائے کی صورت دیکھ رہا تھا۔ جس پر پسینے کے ننھے ننھے قطرات ابھر آئے تھے اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی اور پھر اس نے ٹیپ ختم ہو جانے کے بعد مجھے گھور کر دیکھا اور گہری سانس لے کر بولا۔

''ہوں۔ تو اس کا مقصد ہے تم لوگ باقاعدہ چل رہے ہو۔''

''ہاں بھیا۔ جس طرح آپ باقاعدہ ہیں اس طرح ہم بھی باقاعدہ ہو گئے ہیں۔'' رمیش نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس بات کا اسے گمان بھی نہیں تھا کہ میں نے کوئی اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

''اس کے بعد جین کہاں گئی۔'' ایس پی نے پوچھا۔

''ظاہر ہے ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ان دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''لیکن میرا خیال ہے ان دونوں کے قاتل تم ہو رنجیت......'' ایس پی شنکر رائے نے بھاری لہجے میں کہا۔ اور رمیش اسے دیکھنے لگا۔

''تب بھیا آپ اس بات کو ثابت کر دیں اور رنجیت کو گرفتار کرا کے اسے پھانسی پر چڑھوا دیں۔'' رمیش نے کہا۔

''ہوں۔ تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''ہائے ایس پی صاحب تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن ہمارا مشورہ ہے کہ اس سلسلے میں تعاون کرو اور کرنے دو۔ دولت کی ہوس انسان کو اس قدر گرا دیتی ہو گی۔ یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ میں تمہارا بھائی ہوں شنکر بھیا۔ لیکن یہ سوچ لو کہ رنجیت کے معاملے میں تمہارا مخالف ہوں۔''

''پاگل ہو تم دونوں...... پاگل...... بالکل پاگل......!'' ایس پی شنکر رائے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ پاگل تو میں۔ لیکن شاید جین بھی پاگل پن میں یہ بیان دے گئی تھی۔''

''تم نہیں سمجھو گے یہ سب فراڈ ہے۔''

''کس کا۔ رنجیت کا؟''

''نہیں۔ رنجیت کا نہیں۔ بس میں تم سے اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔''

''اچھا......اچھا......اچھا......تو ٹھیک ہے بھیا یہ تو آپ کی مہربانی نہ کہیں۔ ہاں تو آپ کیا پئیں گے؟''

''فضول بکواس مت کرو۔''

''جو آپ کا حکم۔'' رمیش نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ایس پی شنکر کی شکل دیکھتے رہے۔ شنکر رائے کسی گہری سوچ میں تھا۔ پھر بولا۔

''ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں اس بات کو ذہن سے نہیں نکال سکوں گا کہ ان دونوں کو تم نے ہی قتل کیا ہے۔''

''اوہ۔ ہاں۔ مجھے بچپن سے آپ کی عادت معلوم ہے بھیا۔ آپ جو بات ذہن میں ڈال لیتے ہیں وہ نکالتے نہیں۔ لیکن بھگوان کے لیے ایک بات ضرور من سے نکال دیں۔'' رمیش نے کہا اور ایس پی شنکر رائے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

''بتاؤں۔'' رمیش نے پوچھا۔ لیکن شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''ٹھیک ہے بھیا۔ میں تمہیں صرف اتنا بتاؤں گا کہ رنجیت کا کچھ نہیں بگڑنا چاہیے۔ ورنہ بڑا ہی نقصان اٹھاؤ گے۔''

''تم چیلنج کر رہے ہو مجھے؟''

''ہاں بھیا۔ سنسار میں ایک ہی تو متر ہے اس کے لیے بھی میں نے آپ کے سامنے آنکھیں جھکا لیں تو پھر زندگی بیکار ہے۔''

''ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا تم دونوں کو۔''

''ارے ہاں بھیا۔ یہ تو بتائیں ذرا کہ وہ دونوں......میرا مطلب ہے آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ مر چکے ہیں۔'' رمیش نے پوچھا۔

''یہ رنجیت سے پوچھو۔''

''مجھ سے۔ بھلا میرا ان کی موت سے کیا تعلق۔ ہائے جین کتنی خوبصورت تھی۔ بس بھیا میں تو تمہارے جانے کے بعد اس کے سوگ میں بیٹھ جاؤں گا اور نہیں کہہ سکتا کہ کتنے دن سوگ مناؤں۔'' میں نے مسخرے لہجے میں کہا اور ایس پی شنکر دانت پیستا ہوا باہر نکل گیا۔ رمیش نے ایک زور کا قہقہہ لگایا تھا اور مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ ہم بہت دیر تک ہنستے رہے تھے۔

''کیسی رہی رنجیت بھیا۔'' رمیش نے پوچھا۔

''کچھ بھی ہو رمیش۔ میں ایس پی شنکر بھیا کے اپمان سے خوش نہیں ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اب وہ خود ہی اپنا اپمان کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو میں کیا کروں۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''پھر بھی رمیش۔ میرا خیال ہے تمہیں خود پر تو تھوڑا بہت قابو رکھنا چاہیے۔''

''رنجیت بھیا کی بات نہیں ہوتی تو بھگوان کی سوگند میں بھیا کے سامنے زبان تک نہ کھولتا۔ تم غور تو کرو رنجیت بھیا' شنکر بھیا کو معلوم ہے کہ تم میرے متر ہو' میرے اتنے پیارے دوست ہو کہ میں تمہارے بنا جیون گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور اس کے باوجود وہ تمہارے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں' کس لیے صرف دولت کے لالچ میں۔'' رمیش نے کہا۔

''ہاں۔ یہ تو ہے۔ دولت کی چمک آنکھوں پر پتا نہیں کتنے گہرے پردے ڈال دیتی ہے۔ منش کسی کے بارے میں نہیں سوچتا۔''

''تب پھر ہمارا کیا قصور ہے بھیا۔ ہمیں بھی تو اپنا بچاؤ کرنا ہی ہے۔ اب اگر سامنے شنکر بھیا تو ہم ان کے لیے بھی کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے

کہ جہاں تک ہو سکے ان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اگر وہ سمجھے ہی نہ بھیا تو انہیں بھگوان ہی سمجھائے گا۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"اچھا۔ خیر۔ اب اٹھو۔"

"ہاں...... ہاں کیا پروگرام ہے بھیا؟"

"چلو۔ ضروری سامان لے لو۔"

"ارے۔ مگر کہاں؟"

"میں نے دوسرے ہوٹل میں بندوبست کر لیا ہے۔"

"کب۔ کیوں۔" راجیش نے حیرت سے پوچھا۔

"بس رمیش۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں پتا جی کو اتنا بے بس کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ جیون بھر یاد رکھیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں' کرتے رہیں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں صرف ان پر وار نہیں کروں گا لیکن ان کے وار روک کر انہیں ایسی مار دوں گا کہ وہ بھی یاد کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے معلوم ہے۔ یہ تمہارا پروگرام ہے مگر دوسرے ہوٹل کی کیا بات ہے؟"

"بس چلتے پھرتے رہو' یہی ٹھیک رہتا ہے۔ ورنہ کسی ایک جگہ رک کر ہم نقصان بھی اٹھا سکتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب ایس پی شنکر بھیا ہمارے خلاف ہوں۔ تم جانتے ہو کہ بھیا کے تعلقات بہت وسیع ہیں اور کچھ نہ کچھ کر ہی سکتے ہیں اور ہمیں ان سے اپنا بچاؤ بھی کرنا ہے۔"

"مگر تم نے یہ آواز کہاں سے ٹیپ کر لی۔" رمیش نے پوچھا۔

"بس۔ پروگرام بنا لیا تھا۔ کامیاب رہا۔ میرا خیال ہے ٹیپ سن کر بھیا کے ہوش گم ہو گئے ہیں۔"

"ہاں یار۔ تو تم نے واقعی کمال کیا تھا۔"

"مگر تم یقین کرو رمیش۔ یہ شنکر بھیا کے خلاف نہیں ہے۔ میں تو ان سے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔ مگر وہ خود میری جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ بھگوان کی سوگند تمہارے بھیا کی حیثیت سے وہ میرے لیے محترم ہیں۔ لیکن وہ یہ سب کچھ پتا جی کے لیے کر رہے ہیں اور بھگوان کی سوگند رمیش...... میں پتا جی کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہوں نے میری ماں کو قتل کیا ہے۔ میرا مستقبل تباہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کہہ چکا ہوں نا۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گا۔ جو میرا بھیا کہے گا' وہی ٹھیک ہو گا۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔ جو تمہاری آ گیا۔" رمیش نے کہا۔ پھر ہم اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگے۔ گرانڈ ہوٹل میں ہمارا کمرہ بک تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے اتر آئے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر گرانڈ ہوٹل چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گئے۔ میں نے کاؤنٹر کلرک کو شری رام کا حوالہ دیا اور ظاہر ہے۔ ہمارے لیے کمرہ بک تھا۔ چنانچہ کلرک نے چابی ہمارے حوالے کر دی اور پھر ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔

"مجھے حیرت ہے بھیا تم نے یہ کمرہ کس وقت بک کرا لیا۔" رمیش نے کہا۔

"رات ہی کو رمیش۔ میں جانتا تھا کہ یہی صورت حال پیش آنے والی ہے۔ بھیا نے یہ نہیں بتایا کہ دونوں لاشیں ان کی جیپ میں پائی گئی تھیں۔ بہر صورت میں جانتا تھا کہ لاشوں کا ان کو پتا ضرور چل گیا ہو گا۔ اس کے بعد وہ ہماری طرف کا رخ کریں گے۔"

"تم نے بڑی عقلمندی سے کام کیا ہے بھیا۔"

"ہاں۔ رمیش بے وقوفی کا دور ختم ہو چکا ہی۔ پتا جی۔ نہیں...... مگر لالہ پرکاش کمار ورما ایک بہت بڑے سرمایہ دار ہیں میری جان کے دشمن اور پرکاش کمار ورما جیسے آدمی سے جیون بچانے کے لیے تو عقل ہی سے کام لینا پڑتا ہے۔ دھن ہمارے پاس نہیں ہے جبکہ وہ دھنوان ہیں اور دھنوان جب کسی سے دشمنی کرتا ہے تو اسے شمشان میں پہنچائے بغیر انہیں چھوڑتا اور میں شمشان نہیں جانا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔ بھگوان نہ کرے تم شمشان جاؤ' ہم اپنے دشمنوں کو شمشان پہنچا دیں گے۔"

''ایک بات اور ہے رمیش وہ یہ کہ میں بہت دن سے سوچ رہا ہوں کہ پتا جی نے نہ صرف ماں کو ہلاک کیا ہے' بلکہ میرا مستقبل بھی قتل کر دیا ہے۔ تم سوچو میرے من میں کیا کیا تھا۔ میں پائلٹ بننا چاہتا تھا مگر پتا جی نے ایسے کام کیے کہ پڑھنا لکھنا تو بالکل ہی ختم ہو گیا جیون بچانا ہی مشکل ہو گیا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا بھیا۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہی رمیش کے پتا جی سے جنگ تو جاری ہی ہے کیوں نہ ہم اپنا کام بھی جاری رکھیں۔''

''بڑی اچھی بات ہے بھیا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تو تم یقین کرو کہ صرف تمہاری وجہ سے یہ سب کر بیٹھا تھا' میں نے سوچا تھا کہ جب تم پائلٹ نہیں بنو گے بھیا تو میں خالی جہاز اڑا کر کیا کروں گا۔ تم خود ہی بتاؤ۔''

''رمیش۔ مجھے تیری دوستی پر مان ہے۔ بھگوان کی سوگند جیسے تجھ جیسا دوست مل جائے اسے جیون میں اور کسی چیز کی منو کامنا کہاں رہے گی۔''

''تمہاری دیا ہے بھیا۔ ورنہ میں کس قابل ہوں۔''

''نہیں رمیش یہ بات مت کرو۔''

''خیر بھیا۔ تو پھر تم نے سوچا کیا؟''

''بس یہی رمیش کہ یہاں سے واپس چلتے ہیں اور دوبارہ اپنی پڑھائی شروع کر دیتے ہیں۔ میرے پاس اب اتنا کچھ نہیں ہے کہ میں اپنی تعلیم آرام سے جاری رکھ سکوں' بس میں نے سوچا ہے کہ اپنے طور پر کوئی کام کروں گا اور اپنی تعلیم جاری رکھوں گا۔''

''پھر غیرت کی بات کی بھیا۔ یہ سالا رمیش کب کام آئے گا۔''

''اوہو رمیش۔ لیکن تم۔ تم بھی تو ابھی خود مختار نہیں ہو۔ نہیں میں تمہارے اوپر یہ بوجھ نہیں ڈالوں گا۔''

''بھگوان کی سوگند بھیا۔ تم میرے لیے کسی طور بوجھ نہیں ہو۔ دیکھو رمیش تمہارے لیے سنسار چھوڑنے کو تیار ہے۔ پھر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ میرے نام سے بینکوں میں کافی رقم جمع ہے۔ ہم اسے خرچ کریں گے۔ اول تو ہمارے سارے اخراجات پورے ہو جائیں گے اور ہم اپنا کورس' اپنی تعلیم مکمل کر لیں گے لیکن اگر ختم ہو گئے تو...... تو بھی کچھ اور سوچیں گے۔ کیا سمجھے؟''

''میں کیا کہوں رمیش۔'' میں نے پریشانی سے گردن ہلائی۔

''تم پریشان کیوں ہو بھیا۔ آخر میری کونسی بات میں تمہارے لیے پریشانی چھپی ہوئی ہے۔ جب تمہارا دوست تمہارے لیے پران دے سکتا ہے تو کاغذ کے ٹکڑوں کے بارے میں غور کرے گا۔''

''ہاں رمیش۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میرے دوست۔ تمہارے اتنے زبردست احسانات کے جواب میں' میں تمہیں کیا دوں گا۔''

''پریم۔ محبت۔ اپنائیت۔ کیا ان چیزوں کی کوئی قیمت ہے۔'' رمیش نے کہا اور میں نے جذباتی انداز میں رمیش کو گلے لگا لیا۔ بڑا عظیم انسان تھا۔ بے غرض اور مثالی دوست۔ ''کیا تم نے میری پرارتھنا سویکار کر لی۔'' اس نے پوچھا۔

''بھگوان کی سوگند رمیش۔ میں نے تمہیں ہمیشہ ایک اچھا دوست سمجھا ہے۔ مگر مجھے پتا نہیں تھا کہ میرے اوپر برا وقت پڑے گا تو تم اتنے جی جان سے میرا ساتھ دو گے۔''

''میں خود کو تمہاری طرح عظیم نہیں پاتا۔ ممکن ہے رمیش میں تمہارے لیے یہ سب کچھ نہ کر پاتا۔''

''کسر نفسی سے کام لے رہے ہو۔ رنجیت پرکاش۔ میں جانتا ہوں تم بھی میرے لیے یہی سب کچھ کرتے۔ میرے پیارے دوست! جب تم نے ایک نیک انسان ہوتے ہوئے گندے رمیش کی ساری بری باتوں کو برداشت کر لیا تھا۔ اس وقت جب رمیش تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ ان باتوں کو چھوڑ دو۔''

''بہر حال ٹھیک ہے رمیش۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہی درست ہے۔ پھر مل جل کر سب کچھ کریں گے۔'' میں نے کہا۔

''چنانچہ سب سے پہلے ہم اپنے انسٹی ٹیوٹ کو اطلاع بھیج دیتے ہیں۔''

''اوکے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ایس پی صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے۔؟'' رمیش نے پوچھا۔

''جیسا کہ اب تک پتا چل سکا ہے شنکر جی' پتاجی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ہم ان کی چالوں پر نگاہ رکھیں اس کے علاوہ فی الحال اور کوئی قدم مناسب نہیں ہوگا۔''

''نہ جانے انہوں نے لاشوں کا کیا کیا ہوگا؟''

''میرا خیال ہے خاموشی سے ٹھکانے لگوادی ہوں گی۔ ظاہر ہے ان کا اظہار خود شنکر بھیا کے لیے بھی خطرناک ہوگا۔''

''وہ کیوں؟''

''انہوں نے انہیں اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا تھا۔ سرکاری کاغذات میں ان کی گرفتاری کے بارے میں کچھ ضرور درج ہوگا۔ لیکن شنکر رائے نے انہیں ذاتی چکر میں پھنسا کر مروادیا۔''

''اوہ۔ ہاں یہ تو درست ہے۔'' رمیش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ایسی صورت میں وہ خود بری طرح پھنس جائیں گے۔ کیونکہ معاملہ دو غیر ملکیوں کا ہے۔''

''خیال تمہارا ہی درست معلوم ہوتا ہے پتاجی۔'' رمیش گردن جھکائے ہوئے بولا۔ پھر کہنے لگا۔ ''لیکن تم نے کمرہ کیوں بدل لیا۔ ہمیں وہاں کیا خطرہ پیش آسکتا تھا۔''

''کوئی خاص بات نہیں تھی رمیش بس میں نے سوچا کچھ وقت پتاجی کی نظروں سے اوجھل رہ کر گزارا جائے۔ اس کے علاوہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ ایس پی صاحب کتنی مضبوطی کے ساتھ آئیں گے۔''

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔''

''بہر حال چھوڑو رمیش۔ ہمیں ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نہیں برتنی۔ ہاں صرف پتاجی اور ان کے حواریوں کے داؤ سے محفوظ رہنا ہے اور اس کے لیے بس تھوڑی سی نگاہ رکھنی کافی ہوگی۔''

''ارے ہاں۔ ہم ڈرتے ہیں کسی سے۔ میری مانو تو چلو عیش کریں۔''

''کہاں چلیں؟''

''ارے بمبئی بہت خوبصورت شہر ہے۔ یہاں کی رنگینیاں تو پورے ہندوستان میں مشہور ہیں۔ یہاں سارے ہندوستان کی ورائٹی بھری پڑی ہے۔ جہاں کا مال چاہو۔''

''اتر آئے پھر اپنی حرکتوں پر۔''

''دیکھو پتاجی۔ اس سے پہلے بھی اتنا بے تکلفی پر اترا تھا۔ بس تم نے گھاس ڈال دی ہے تو گھاس بھی نہ کھاؤں۔ تیار ہو جاؤ بھیا۔ آج سارے ہنگاموں سے دور رہ کر وقت گزاریں گے۔''

''چلو......لیکن کہاں؟''

''جوہو پر۔ اور بھی بہت سی جگہیں ہیں جہاں حسن کے جلوے عام ہوتے ہیں۔''

''دن میں جوہو پر کیا ملے گا؟''

’’اوہو۔ وہاں سب کچھ دن میں ہی ملتا ہے۔ شام تو شریف لوگوں کی تفریح کے لیے ہوتی ہے۔ اٹھو......!‘‘

بالآخر میں تیار ہوگیا اور پھر ہم دونوں چل پڑے ٹیکسی نے ہمیں ساحل پر چھوڑ دیا۔ بلاشبہ رمیش کا تجربہ اور معلومات اس سلسلہ میں وسیع تھیں۔ اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ مرد وہ تھے جو شکار کی تلاش میں آئے تھے اور عورتیں۔ ظاہر ہے گھریلو طور پر مصروف عورتوں کو اس وقت تنہا گھومنے کا وقت کہاں تھا۔

’’کیا خیال ہے رنجیت جی!‘‘

’’یار۔ تمہارا خیال ہی درست معلوم ہوتا ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’پھر جال پھینکو!‘‘

’’مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے۔‘‘

’’ارے۔ اس میں تجربے کی کیا ضرورت ہے۔ سنو۔ تم یہاں رکو۔ میں ایک مچھلی پکڑ کر لاتا ہوں‘ اس کے بعد دوسری کے لیے جال ڈالیں گے ہاں اگر اس دوران کوئی مچھلی خود بخود آ جائے تو اسے چارہ ضرور ڈال دینا۔‘‘ رمیش آگے بڑھ گیا اور میں گہری سانس لی۔ میں رمیش کو جاتے دیکھتا رہا۔ رمیش کی عظمت میرے ذہن میں ہزار گنا بڑھ گئی تھی۔ کیا انوکھا انسان ہے یہ شرابی اور لفنگا۔ اس نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے میرے لیے۔

میں نے رمیش کی طرف دھیان نہیں دیا تھا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ بس اس کے بارے میں سوچتا رہا اور انہی خیالات میں گم رہا اور اس کی طرف سے غافل بھی رہا۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ وہ کتنی دور گیا ہے اور کافی دیر خیالات میں ڈوبے رہنے کے بعد میں چونکا تو مجھے احساس ہوا کہ اب تک میں وقت ضائع کرتا رہا ہوں۔ ایک دو لڑکیاں میرے قریب سے گزری تھیں۔

رمیش کی بات یاد آئی لیکن میں کیا کہتا ان سے‘ کیا کہہ کر مخاطب کرتا ان کو...... پہلے تو کبھی میں نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی تھی......اور نہ ہی مجھے اس قسم کی باتوں کا کوئی تجربہ تھا لیکن پھر بھی‘ بہرحال یہاں جس مقصد کے لیے آئے تھے تو کچھ نہ کچھ کام تو کرنا ہی تھا۔ بہرحال میں ایک گہرا سانس لے کر اٹھا۔

اور پھر میں شاید کسی کی جانب متوجہ ہو ہی جاتا کہ میری ناک میں جانی پہچانی‘ مدھری‘ خوبصورت سی‘ خوشبو مانوس سی گھس آئی۔ اس خوشبو کی مانوسیت سے میں چونک پڑا۔

آہ......میرے ذہن میں دیر سے اس کا خیال نہیں آیا تھا کہ وہ خود ہی آ گئی۔ میری آنکھیں ادھر ادھر اسے تلاش کرنے لگیں۔ لیکن میں کسے دیکھتا مخاطب کرتا‘ کسے پاتا۔

’’مرلی منوہر۔‘‘ وہی حسین آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

’’رُوپا......‘‘ میں نے بے قرار لہجے میں کہا اور سمندر کی لہریں کچھ اور شور مچانے لگیں‘ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا...... بہت ہی عجیب...... یوں لگتا تھا‘ جیسے کوئی آہستہ آہستہ گنگناتا ہوا میرے نزدیک آ رہا ہو۔

’’رُوپا......‘‘ میں نے اسے پیار سے پکارا۔

’’میں ہی ہوں شیام۔‘‘ رُوپا کے لہجے کی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

’’رُوپا۔ کہاں ہو تم......؟۔‘‘

’’تمہارے پاس۔ تمہارے دل کے نزدیک۔‘‘

’’افسوس! میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔‘‘ میں نے کہا۔

’’ہاں شیام۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے......!‘‘

"کیسی انوکھی بات ہے رُوپا۔ میں کتنی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتا ہوں رُوپا' میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں لیکن ہم دونوں میں کتنا فرق ہے۔ تم جب چاہو مجھے دیکھ سکتی ہو' لیکن میں تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے عجیب سے لہجے میں کہا اور دوسری طرف خاموشی چھاگئی۔

"کیا سوچنے لگی ہو رُوپا؟" تھوڑی دیر کے بعد میں نے پوچھا۔

"تم نے مجھے اداس کر دیا ہے پران ناتھ۔"

"میں بھی تو اداس ہوں۔" میں نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے احساس ہے۔"

"پھر مجھے بتاؤ' میں کیا کروں؟"

"سمے ابھی نہیں آیا پران ناتھ۔ تم بھگوان کی سوگند' تم جتنے مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہو' اتنا ہی میں تمہارے لیے بیکل رہتی ہوں' پرنت کیا کروں۔ ابھی ہمارے بھاگ میں ایک دوسرے سے ملنا نہیں ہے۔"

"افسوس تو یہی ہے رُوپا کہ تم مجھے دیکھ لیتی ہو۔ مگر میں تمہارا سندر مکھڑا نہیں دیکھ سکتا۔"

"زیادہ سمے نہیں رہ گیا ہے پران ناتھ۔ ہم دونوں اوش ایک دوسرے سے ملیں گے' ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے ہائے بھگوان۔ میں تمہیں اپنی پتا کیسے سناؤں۔"

"تمہاری مجبوریاں آڑے آجاتی ہیں رُوپا' ورنہ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں' بھگوان کی سوگند تم جس طرح بھی مجھے مل جاتیں' میں تمہیں پانے کی کوشش کرتا۔" میں نے کہا۔

"جانتی ہوں پران ناتھ' مجھے کیوں بتاتے ہو۔"

"تم میرے لیے کچھ نہیں کر سکتیں رُوپا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا کروں بھگوت۔" رُوپا دردناک سے لہجے میں بولی۔

"کچھ بھی کرو رُوپا' بھگوان کی سوگند اگر تم مجھے نہ ملیں تو میں آتم ہتھیا کرلوں گا۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ نہ جانے دل بھی اندر سے یہی بات کہہ رہا تھا۔ بلاشبہ رُوپا میری رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔

حالانکہ پتاجی سے بدلے کی بھاؤنا' اس آگ پر چھینٹوں کا کام دیتی تھی اور جب بھی میں اس کے بارے میں سوچتا میرے ذہن میں آگ ہلکی ہونی شروع ہو جاتی' جس وقت میں اپنے سامنے اسے پاتا تو میرا دل مسوس مسوس کر رہ جاتا' میری شدید خواہش ہوتی کہ کیسے بھی' کسی طرح بھی ہو' میں اسے دیکھوں۔ دیکھوں تو سہی وہ کیسی ہے۔

"رنجیت۔" رُوپا نے پیار بھرے لہجے میں مجھے آواز دی۔

"ہاں رُوپا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم چاہو تو یہ سمے تھوڑا ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"پر میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کشٹ بھوگنا پڑے۔"

"تم اس کی چنتا مت کرو رُوپا' میں تمہارے لیے بھگوان کی سوگند تمہارے لیے ہر کشٹ بھوگنے کے لیے تیار ہوں۔ تم مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا تم میرے حالات کو اچھی طرح جانتی ہو رُوپا' میرے من کو کہیں شانتی نہیں ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" رُوپا نے کہا۔

''پھر بتاؤ رُوپا میں تمہیں پانے کے لیے کیا کروں۔''

''رنجیت۔ تمہارے من میں تو ایک اور بھی آشا ہے۔''

''میرے من میں۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں رنجیت۔ بھول گئے کیا؟''

''مجھے بتاؤ رُوپا' تمہارا اشارہ کس طرف ہے۔''

''تمہارے من میں بدلے کی بھاؤنا ہے رنجیت۔''

''ہاں۔ وہ تو ہے۔''

''اور ایک بات کہوں؟''

''کہو رُوپا۔''

''پریم اور نفرت ایک ساتھ نہیں چلتے۔ دونوں میں سے ایک کو اپنانا ہوتا ہے' سنسار میں منش پریم لے کر آتا ہے' نفرت اور بدلے کی بھاؤنائیں اس کی شخصیت کو دو حصوں میں بدل دیتی ہیں جو نفرت کرتا ہے وہ پورے دل سے پریم نہیں کر سکتا اور اگر پریم کرتا ہے تو تم خود ہی بتاؤ پران ناتھ اس کے ہردے میں نفرت کہاں سے آئے گی۔ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا؟''

عجیب فلسفہ تھا رُوپا کا' میں چند لمحوں کے لیے تو حیران ہی رہ گیا تھا۔ کیا واقعی یہ حقیقت ہے۔ فلسفیانہ طریقے سے تو یہ بات ممکن تھی کہ پیار اور نفرت ایک ساتھ نہیں رہے۔ لیکن نفرت کسی سے اور پیار کسی سے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے رُوپا سے سوال کر دیا۔

''دیکھو رُوپا۔ میں جس سے نفرت کرتا ہوں اس کے بارے میں تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔''

''ہاں شیام۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے میرے من موہن' میرے سندر شیام میں سب کچھ جانتی ہوں۔ سب کچھ جانتی ہوں۔'' اس نے نہایت پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''پھر بھی تم یہ بات کہتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہ بات میں کہنے پر مجبور ہوں۔'' رُوپا نے کہا۔

''لیکن کیوں؟''

''میں سمجھتی ہوں کہ پیار اور نفرت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔''

''نہیں رُوپا۔ تم جانتی ہو میرے پتا جی نے میری مظلوم ماں پر کس طرح ظلم کیا۔ انہوں نے کس سنگ دلی سے میری مظلوم ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا' کیا قصور تھا اس بے چاری کا' صرف اتنا ہی نا کہ انہیں وہ برے کام سے منع کرتی تھیں' لیکن یہ تو اس کا حق تھا رُوپا اس سنگ دل انسان نے میری ماں سے اس کا یہ حق کیوں چھینا۔ نہ صرف حق چھینا بلکہ اس نے اس کی زندگی بھی چھین لی' تم ہی بتاؤ رُوپا...... کیا یہ انسانی کھیل صحیح تھا؟''

''ہرگز نہیں پران ناتھ۔ میں اس بات میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''پھر تم یہ کیا کہتی ہو۔''

''میں نے ایک سچی بات کہی ہے میرے پریمی۔''

''کیا سچی بات؟''

''یہی کہ سنسار میں پریم اور نفرت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں تمہاری ماتا کے بدلے کی بھاؤنا ہے' پرنت اس

سن میں وہ سوز وہ گداز کہاں سے پیدا ہوگا جو ہمارے اور تمہارے ملن کی منزلیں آسان کر دے۔''

رُوپا ایک عورت تھی۔ ایک عورت ہی کے روپ میں میرے سامنے آئی تھی' ایک انوکھے اور پر اسرار روپ میں۔ پہلے اس نے میرے ساتھ ہمدردی کی اور ہمدرد بن کر میری آنکھوں میں' ابھری پھر میں اس کا انتظار کرنے لگا اور رفتہ رفتہ وہ میرے دل کا درد بن گئی' میرے ذہن کا سرور ہو گئی' میری آنکھوں کی روشنی بن گئی اور میرے دل و دماغ نے اسے اپنے ہی جسم کا حصہ سمجھ لیا۔ یہ درست تھا کہ اس بات کو پسند نہ کرتی تو شاید میں کسی قیمت پر اسے ناراض کرنا پسند نہ کرتا۔

لیکن رُوپا نے مجھے اس کی اجازت دے دی تھی اور اس کی اجازت سے میں نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ رُوپا نے مجھے بتایا بھی تھا کہ وہ چاہتی ہے کہ میں خوش رہوں۔

لیکن جس وقت وہ میرے سامنے آ جاتی تھی اس کے بعد میرے ذہن میں کوئی گندگی کوئی غلاظت نہیں رہتی تھی۔ میں خلوص دل سے اس کے بارے میں سوچتا تھا' اسے چاہتا تھا اور محسوس کرتا تھا کہ اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

تب رُوپا کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ اس کی آواز میں وہی نغمگی تھی وہی چہچہاہٹ تھی جو اس کی آواز کا خاصا تھی۔

''من موہن میں تو تیرے پریم میں دن رات جلتی رہتی ہوں۔ بھگوان کی سوگند تو نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچتا ہوگا۔ تو سوچتا ہوگا میں جب بھی آتی ہوں کچھ نہ کچھ کہہ کر چلی جاتی ہوں۔ تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن میرے پریمی' میرے سندر' متر' گن تورے گاؤں' چاہے جیون بتاؤں' تیرے پریم کے بندھن جوڑوں' جگت جگت پھروں' من کو روگ لگاؤں۔ میرے بس میں ہوتا تو تیرے چرنوں میں دھول بن کر رہتی کہیں نہ جاتی' پر۔ پر برہن کے بھاگ میں کالی دیتا ہیں اور میرے من موہن سویرا ہو جانے دو' میں تم پاس آؤں گی' زیادہ سے نہیں' بس تھوڑے ہی سے میں۔ میرے موہن اگر میں کچھ کر سکتی تیرے لیے تو ضرور کرتی' میرے سندر شیام' میرے رسیلے رسیا اگر کچھ کر سکتی تو تجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ کیا کیا کہوں تجھے۔ بس من چاہتا ہے تجھے آنکھوں میں بٹھالوں' سینے میں چھپالوں۔''

''میں جانتا ہوں رُوپا۔ تو میرے بارے میں ایسا ہی سوچتی ہوگی لیکن؟''

''لیکن کیا میرے پریم۔'' اس نے پوچھا۔

''میں کیا کہوں رُوپا۔ دونوں میں سے کوئی کام نہیں چھوڑ سکتا ہوں نہ ماتا جی کی موت کو بھول سکتا ہوں جو میرے ظالم باپ کے ظلم کا نتیجہ ہے۔ اس کا بدلہ تو میرے دودھ میں شامل ہے اور میں اپنی ماتا کے دودھ کا قرض کیسے اتار سکتا ہوں رُوپا۔ اگر میں اس کے دودھ کا قرض نہ اتار سکا تو کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔''

''میں جانتی ہوں سندر شیام کہ تم کس طرح سوچتے ہو۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ رُوپا' میں کیا کروں۔''

''میں تمہیں تمہارے راستے سے نہیں روکتی' پرنت تو اس سے تک ایک راستہ اپناؤ' میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ پہلے اپنی ماتا کی موت کا بدلہ لو جو تم لینا چاہتے ہو اور اس کے بعد تم میرے بارے میں سوچو۔''

''اور رُوپا۔ تجھے اعتراض تو نہیں ہے۔''

''نہیں سندر۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم خود سوچو جس بات میں تم خوش اس میں' میں خوش۔'' رُوپا نے کہا اور میرا دل چاہا کاش یہ معصوم آواز یہ سہانی خوشبو میرے سامنے ہوتی۔ میں اس کو پیار کرتا اتنا...... کہ بس۔

''لیکن تم نے تو کہا تھا رُوپا کہ کوئی ترکیب ایسی ہے جس سے ہماری منزل آسان ہو جائے گی۔''

''ہاں شیام۔ مگر......؟''

''مگر کیا رُوپا؟''

''تمہیں اس کے لیے اپنے راستے سے ہٹنا ہوگا۔''

''یعنی۔ میں اپنے راستے سے ہٹ جاؤں۔'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔''

''پھر کیا مطلب ہے اس بات کا۔ جلدی بتاؤ۔''

☆☆☆

''تمہیں یہاں سے دہلی جانا پڑے گا۔''

''دہلی......کیوں......؟''

''بس میں بعد میں بتاؤں گی۔''

''نہیں رُوپا ابھی بتاؤ۔ تمہیں بھگوان کی سوگند ابھی بتاؤ۔''

''اچھا......تو پھر شیامی تم دہلی چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں جمنا سے ملنا ہوگا۔''

''جمنا کون......'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ایک بدنام عورت ہے لیکن بڑے ہی کام کی۔''

''میں اسے کہاں تلاش کروں گا؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''وہاں جہاں برے دھندے ہوتے ہیں۔''

''برے دھندے......؟'' میں نے پھر حیرت سے پوچھا۔

''ہاں شیام۔ وہ ناچنے گانے والی عورت ہے۔ جمنا کے پاس جا کر تمہیں انجلی نامی ایک لڑکی کو تلاش کرنا ہے۔'' رُوپا نے کہا۔

''انجلی......!'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ہاں انجلی۔ بڑی ہی سندر بڑی ہی نخریلی ہے وہ۔ جب ناچتی ہے تو بھگوان کی سوگند سندر ے شیام' لوگوں کے دل سینوں سے نکل آتے ہیں۔ ہزاروں لوگ پروانے بن کر اس پر نثار ہوتے ہیں۔''

''اوہ...... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے رُوپا۔ تم مجھے بتاؤ۔ میں اس کے پاس جا کر کیا کروں' کیا کہوں اس سے۔'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''شیام......اس سے میرا نام لے لینا۔''

''رُوپا۔''

''ہاں رُوپا۔''

''پھر کیا کہوں اس سے؟''

''بس تم بتا دینا کہ تم رُوپا کے پریمی ہو۔ تم وہ ہو جس سے رُوپا بھی پیار کرتی ہے۔''

''اوہ......تو پھر وہ کیا کرے گی؟''

''باقی کام اس کا ہے...... جو کچھ وہ بتائے تم کر لینا۔''

''میں تیار ہوں رُوپا۔'' میں نے خوشی سے کہا۔

''مگر یہ کام تمہاری ماتا کی موت کے بدلے کے راستے میں تو نہیں آئے گا۔'' رُوپا نے پوچھا۔

''نہیں رُوپا...... وہ بھی میری زندگی کا مقصد ہے اور یہ بھی۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ دونوں مقصد ایک ساتھ چلیں گے؟''

''ہاں...... رُوپا میں دونوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑ سکتا۔''

''تمہاری مرضی شیام۔ بھگوان تمہیں کامیاب کریں۔''

''تمہاری آ گیا چاہیے رُوپا' بھگوان چاہے گا تو بس ٹھیک ہوگا۔''

''اور ہاں سنو۔ ایک بات بتاؤ گے من موہن؟''

''پوچھو رُوپا۔ کیا نہیں بتاؤں گا۔''

''تم کسی بات سے پریشان ہو؟''

''پریشان...... کس بات سے؟''

''بس۔ دنیا کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں جو منش کو پریشان رکھتی ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی بات ہے' کوئی ایسی وجہ جو تمہارے لیے پریشانی کا باعث ہو۔'' رُوپا نے کہا۔

''میرے خیال میں تو کوئی بات نہیں رُوپا' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ تم نہ جانے کونسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔'' میں نے پریشان سے انداز میں کہا۔

''بھگوان کی سوگند اتنے ہی بھولے ہو جتنے پہلے تھے...... ارے سنسار میں رہنے کے لیے کچھ ایسی چیزوں کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے جن کی سنسار میں بڑی وقعت ہوتی ہے۔ بڑا مان ہوتا ہے اس کا۔ ہم لوگوں کے نزدیک شیامی' ہمارے نزدیک اس کی کیا اہمیت ہے۔''

''پھر کونسی چیز۔ میں اب بھی نہیں سمجھا تھا۔''

''دولت۔'' رُوپا نے کہا۔

''اوہ...... ہاں...... دولت۔ مگر میں اس کے لیے پریشان تو نہیں ہوں۔''

''شیامی۔ اپنی رُوپا کو نہیں بتاؤ گے۔''

''ارے نہیں رُوپا' ایسی بات نہیں ہے' رمیش کے پاس کچھ رقم ہے۔ وہ کہتا ہے اسے خرچ کر لوں۔ لیکن بس ذرا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا پھر بھی رمیش میرا اتنا اچھا دوست ہے کہ میں اس کی بات ٹال نہیں سکتا۔ مجھے اس کا یہ احسان تو مول لینا ہی ہوگا رُوپا۔''

''بلاشبہ رمیش تمہارا بہت اچھا متر ہے' پھر تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے سندر شیام۔''

''کیا مطلب؟''

''کیا تمہاری رُوپا تمہارے لیے اتنا سا کام بھی نہیں کر سکتی۔''

''اوہو۔ تو کیا۔ تم میرے لیے یہ سب کچھ بھی کرو گی رُوپا؟''

''تمہارے لیے تو میں سنسار کا ہر وہ کام کر سکتی ہوں جو میرے بس میں ہو۔ جو کام میرے بس میں نہ ہوگا' اس کے لیے من مسوس کر رہ جاؤں گی۔ سوچتی رہوں گی کہ بھگوان نے بس میں دیا ہوتا تو وہ کام بھی کر لیتی۔''

''اوہ رُوپا...... تم کس قدر مہربان ہو مجھ پر۔ میں تمہارے اتنے احسانات کا بدلہ کیسے اتاروں گا۔''

''بس۔ یہ بات مجھے پسند نہیں ہے۔ بھلا پریمی بھی پریمیکاؤں کا احسان سمجھتے ہیں۔ تم مجھ سے الگ ہو گیا۔ ارے میں تمہارے لیے جو بھی کام کروں گی۔ اپنے من سے مجبور ہو کر کروں گی اور جو کچھ بھی کروں گی اس میں میرا کیا جائے گا۔ تم خود ہی سوچو میرے پریمی کہ میں تو ایک آتما ہوں اور آتما کے لیے سنسار کی کوئی بھی چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ بس میں کہیں سے حاصل کروں گی اور تمہیں دے دوں گی۔ مجھے پتا ہے کہ میرے سندر شیام کو اس کی ضرورت ہے۔'' رُوپا نے پیار بھرے لہجہ میں کہا۔

''میں تمہارا شکر گزار ہوں رُوپا۔'' میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

''پھر وہی بات کہی۔ میں کہہ چکی ہوں اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' رُوپا پیار بھرے لہجے میں مجھے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

''اچھا ٹھیک ہے چلو جیسی تمہاری مرضی۔'' میں نے کہا۔

''تو شیام۔ تم جہاں بھی سوؤ گے صبح کو تمہیں کچھ ملے گا اور ملتا رہے گا۔''

''ٹھیک ہے رُوپا۔ جیسے تمہاری مرضی۔''

''میں جاؤں۔'' رُوپا نے پوچھا۔

''تم جانتی ہو۔ کس من سے تم سے یہ بات کہوں گا کہ تم جاؤ۔''

''ہاں...... میں جانتی ہوں پریمی۔ مگر جانا تو ہے ہی۔ لیکن تم چنتا نہ کرو بھگوان کی سوگند سے اوش آئے گا اور ضرور آئے گا جب میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ میں جاؤں۔ تب تو میں تمہارے گھر کے آنگن میں دیوالی کروں گی' اتنے دیپک جلاؤں گی کہ بس۔ سارا سنسار روشن ہو جائے گا۔''

''مجھے وشواش نہیں ہے رُوپا۔''

''تم دیکھنا میرے من موہن میں کیا کرتی ہوں' بس تھوڑے سے سمے کا انتظار' صرف تھوڑے سے سمے کا۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔''

اور وہ پراسرار خوشبو وہ لباس کی سرسراہٹ آہستہ آہستہ گم ہوگئی۔ لیکن اس کی مہک دیر تک میرے ذہن میں بسی رہی اور پھر ایک بے وقوف سی عورت نے مجھے مخاطب کیا۔

صورت شکل سے اتنی موڈرن نظر نہیں آتی تھی جتنی کہ وہ بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ بمبئی کی خاص پیداوار تھی۔

''ہیلو'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری ذہنی کیفیت تو اس وقت کچھ اور ہی تھی۔ رُوپا ابھی میرے پاس سے گئی تھی۔ میرے ذہن پر کوئی اور اپنا تاثر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور مجبوراً پر اخلاق لہجے میں کہا۔

''ہیلو کیا بات ہے؟''

''یہی میں تم سے پوچھنے والی تھی۔'' عورت نے جواب دیا۔

''کیوں کیا میں نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔'' میں نے کسی قدر تیز لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔ بس مجھے تمہاری تنہائی پسند نہیں آئی تھی۔''

''جائیے...... میں ٹھیک ہوں۔'' میں نے نخوت سے کہا اور عورت کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

''تم میری انسلٹ کر رہے ہو؟'' وہ غرائی۔

''ارے ارے۔ تم ہو کون۔ بلاوجہ میرے سر آ کر پڑ گئی۔ میں کیا انسلٹ کر رہا ہوں تمہاری۔ ٹھیک ہے میں نہیں چاہتا کہ تم میرے پاس آ کر کھڑی ہو۔ شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں۔''

''یو ایڈیٹ......'' وہ غرائی اور واپس مڑ گئی۔ میں دوبارہ رُوپا کے تصور میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا بھی نہیں' نہ جانے کس طرف سے بے

ایمان رمیش میرے نزدیک پہنچ گیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''پتا جی۔ کیا بات ہے۔'' اس نے عجیب سے لہجہ میں پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ کیوں؟'' میں نے اسے دیکھا۔

''کیا کہہ رہی تھی وہ پرکٹی۔'' رمیش نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''فضول بکواس کر رہی تھی۔'' میں نے ڈانٹ دیا۔

''دل کو پسند نہیں آئی ہوگی۔'' رمیش مسکراتا ہوا بولا۔

''اب میری پسند اتنی گھٹیا بھی نہیں ہے۔'' میں نے جوہو پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ رُوپا چلی گئی تھی۔ اس کے تاثر سے میں ذہن کو سکون بخشنا چاہتا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ رمیش مجھے سکون سے اس کے بارے میں سوچنے نہیں دے گا اور رمیش کو میں اس وقت اس کے سلسلے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔

''ہاں...........تھی تو بس یونہی سی..........!'' رمیش نے گردن ہلائی۔

''تم نے دیکھا تھا؟''

''ہاں۔ میں تم سے زیادہ دور نہیں تھا۔''

''خود تم نے کیا کیا ہے۔''

''اب میں اتنا اناڑی شکاری نہیں ہوں۔'' رمیش مسکراتا ہوا بولا۔

''کیا تیر چلا آئے ہو۔'' میں نے بھی تپتے ہوئے پوچھا۔

''تیر چلا آیا ہوں پتا جی۔ شکاری بری طرح گھائل ہو گیا ہے۔ تڑپ رہا ہے اور جب درد ناقابل برداشت ہو جائے گا تو خود ہی تڑپتا کراہتا میرے پاس پہنچ جائے گا۔ تم دیکھ لینا۔''

''اوہ۔'' میں ہنس پڑا۔ ''معلوم ہوتا ہے دال گلی نہیں؟''

''گلی کیا گئی گھٹ گئی ہے رنجیت جی۔ ابھی دیکھ لو گے میرا خیال ہے۔'' رمیش نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خوشی سے اچھل پڑا۔ ''وہ مارا۔'' وہ زور سے چیخا۔

''ارے ارے۔ پاگل ہوئے ہو۔''

''دال کے ساتھ سبزی بھی آ رہی ہے' رنجیت پرکاش جی۔ خود دیکھ لو۔'' اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ دو لڑکیاں تھیں اور بلاشبہ خوبصورت تھیں۔

''تمہارے پاس آ رہی ہیں یہ۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں راجکمار۔ بھگوان کی سوگند۔ تم راجکمار لگتے ہو۔ کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تمہیں۔ میں نے تمہیں راج کمار بنا دیا ہے پتا جی۔ ذرا لاج رکھ لینا۔''

''ابے تیری ایسی تیسی۔ کہاں کا راج کمار ہوں میں؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ریاست کا نام نہیں بتایا۔ باقی تم سنبھال لینا۔''

''تو کیا وہ پیشہ ور نہیں ہیں؟''

''ہوں بھی تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم یہ دیکھو خوبصورت کتنی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری بھی ہے اور اب یہ تو تمہاری

تقدیر ہے کہ سبزی دال سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔''

''کون سی دال ہے اور کونسی سبزی؟''میں بھی دلچسپی لینے لگا تھا۔

''وہ جو پیلے لباس میں ہے میری دال ہے۔خوب گلی ہوئی اور دوسری سبزی۔''رمیش نے کہا۔لڑکیاں کافی قریب آ گئی تھیں اور پھر وہ ہمارے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئیں۔

''ہیلو سیکریٹری۔''رمیش کی دال بولی۔''پرنس سے ہمارا تعارف کراؤ۔''

''کیا مطلب؟''میں نے رمیش کو گھورتے ہوئے کہا۔''یہ کون لڑکیاں ہیں سیکریٹری اور ہم سے کس طرح واقف ہو گئیں؟''

''یہ بھول مجھ سے ہو گئی ہے راجکمار۔بس یوں ہی ان سے بات ہو گئی۔یہ پوچھ بیٹھی تھیں کہ میں کون ہوں۔بس میں نے انہیں بتا دیا کہ میں راجکمار کی ناک کا بال ہوں۔''

''اوہ۔تو تمہاری وجہ سے ہی ہمیں چھینکیں آتی ہیں۔''میں نے غصیلے انداز میں کہا اور میں نے محسوس کیا کہ لڑکیوں نے ایک بیساختہ قسم کا قہقہہ ہضم کیا۔لیکن وہ سنجیدہ ہی رہی تھیں۔

''ان سے ملیں راجکمار۔بڑی ہی خوش اخلاق لڑکیاں ہیں۔''

''لیکن سیکریٹری۔ ہم ان سے دوسری حیثیت سے بھی مل سکتے ہیں۔تم جانتے ہو ہم دنیا کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتے۔ورنہ لوگ ہمارا جینا حرام کر دیں گے۔''میں نے کہا۔

لڑکیاں غور سے میری گفتگو سن رہی تھیں اور شاید اندازہ لگانے کی کوشش بھی کر رہی تھیں۔پھر ان میں سے سبزی بولی۔

''لیکن راج کمار۔آپ چھپ نہیں سکتے تھے۔''

''کیوں؟''میں نے پوچھا۔

''راج کمار چھپا نہیں کرتے۔آپ کی ایک ایک ادا......ایک ایک نشان سے پتا چلتا ہے۔آپ راج کمار ہیں۔''

''اوہ سیکریٹری۔یہ تو بڑی مشکل پیش آ گئی۔ہم اپنی اداؤں سے پریشان ہیں۔''

''روکیے سرکار انہیں روکیے۔ورنہ۔''رمیش بھی مسخرے پن پر آمادہ تھا۔

''لیکن آپ لوگ پریشان کیوں ہیں۔ہم کسی کو آپ کے بارے میں بتانے تو نہیں جا رہے۔''

''ایں۔ہاں،یہ تو ٹھیک ہے۔آپ لوگ وعدہ کرتی ہیں کہ آپ کسی کو ہمارے بارے میں نہیں بتائیں گی؟''

''پکا وعدہ؟''

''تب ٹھیک ہے۔''میں مسکرانے لگا۔لڑکیاں یقیناً ہمیں الو سمجھنے لگی ہوں گی۔

''آیئے۔پھر سمندر کی سیر کریں۔''رمیش بولا۔

''سیکریٹری۔ان لوگوں کا تعارف؟''میں نے کہا۔

''اوہ۔ہاں۔براہ کرم آپ خود ہی۔''رمیش نے دال سے کہا۔

''ضرور۔''دال مسکرا کر بولی۔''میرا نام شیلا ہے اور یہ شکنتلا ہے۔'' اس نے دوسری کی طرف اشارہ کیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔''میں نے کہا اور شکنتلا نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''آیئے سیر کریں۔''

''ایسے نہیں داس۔''رمیش جلدی سے بول پڑا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔''کیوں نہ ہم پارٹنر شپ کر لیں۔مس شکنتلا آپ کی پارٹنر اور مس

شیلا میری۔ کیوں مس شیلا؟‘‘

’’ضرور۔ جیسی پرنس کی رائے۔‘‘

’’یہ بھی ٹھیک ہے۔ آؤ شکنتلا۔‘‘ میں نے بے تکلفی سے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس طرف سے اعتراض نہیں ہوگا۔ اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ شکنتلا میرے ساتھ چل پڑی۔ رمیش کی ساتھی لڑکی کی بہ نسبت یہ کچھ سیدھی نظر آتی تھی۔ ہم دونوں سمندر کے کنارے پہنچ گئے‘ تب شکنتلا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’آپ خاموش ہیں راج کمار۔‘‘

’’ہاں شکنتلا جی۔ کیا بولیں؟‘‘

’’اوہ۔ شاید میں آپ کو پسند نہیں ہوں۔‘‘

’’ارے۔ نہیں‘ یہ بات نہیں آپ تو بہت سندر ہیں۔‘‘ میں نے جلدی سے کہا۔

’’پھر کیا بات ہے؟‘‘

’’ہم سیکریٹری کی بے وقوفی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اس نے آپ کو فوراً بتا دیا کہ ہم کون ہیں۔ آپ تو شریف لڑکیاں ہیں اور کوئی دوسری ہوتیں تو ہم الجھن میں پڑ جاتے۔‘‘

’’اوہ۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم کسی سے نہیں کہیں گے۔‘‘

’’ہاں۔ ہاں۔ آپ کی طرف سے تو مجھے یقین ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’آپ کا نام کیا ہے پرنس؟‘‘ شکنتلا نے پوچھا۔

’’براہ کرم آپ ہمیں صرف پرنس کے نام سے ہی پکاریں۔ ہمیں امید ہے آپ برا نہیں مانیں گی۔‘‘ میں نے جواب دیا۔ میں سوچ رہا تھا نہ جانے شیلا کو رمیش نے کیا نام بتایا ہوگا۔

’’اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن ایک بات تو آپ بتا ہی دیں۔‘‘

’’پوچھیے۔ وہ بھی پوچھیے۔‘‘ میں نے فراخدلی سے کہا۔ جیسے اب تک اسے ساری باتوں کا جواب دیتا رہا تھا۔

’’آپ اپنے آپ کو چھپانے میں اس قدر کوشاں کیوں ہیں؟‘‘

’’اوہ۔ مس شکنتلا۔ آپ نے ایک بے حد نازک سوال کر ڈالا ہے لیکن اس خیال سے کہ آپ ناراض نہ ہو جائیں‘ ہم آپ کو اس سوال کا جواب ضرور دیں گے۔ دراصل ہمارے پتا جی مہاراج بے حد سخت انسان ہیں۔ انہوں نے آج تک ہمیں کہیں تنہا نہیں جانے دیا۔ جہاں بھی گئے ہمارے اوپر سو سو پہرے بٹھا دیے گئے۔ یہ نہ کرو...... وہ نہ کرو...... یہاں نہ جاؤ اس سے نہ ملو۔ آخر ہم بھی انسان ہیں۔ ہم بھی آزادی کی سانسیں لینا چاہتے ہیں۔ ہم بھی دنیا دیکھنا چاہتے ہیں‘ چنانچہ ہم خاموشی سے اپنے سیکریٹری کے ساتھ نکل بھاگے ہیں۔ آپ نہیں سمجھتیں کہ اگر حکومت کو ہمارے بارے میں پتا چل جائے تو ہمیں سرکاری مہمان بنا لیا جائے گا‘ ہمیں خوب عزت دی جائے گی جو ہم نہیں چاہتے۔‘‘

’’اوہ۔ یہ بات ہے؟‘‘

’’ہاں۔ لیکن براہ کرم اس راز کو راز رکھنا۔‘‘

’’آپ بالکل بے فکر رہیں۔‘‘ شکنتلا نے جواب دیا۔

دلچسپ تفریح تھی۔ ہم لڑکیوں کو خوب گھماتے رہے۔ کوئی خاص کام تو تھا نہیں۔ پورا دن ان کے ساتھ گزارا۔ دوپہر کو ایک ساحلی ریسٹوران میں ہی کھانا کھایا‘ لڑکیاں بھی ہماری معیت میں خوش تھیں اور پھر رات ہو گئی۔

''اب کیا پروگرام ہے۔'' شیلا نے پوچھا۔

''آپ پر منحصر ہے مس شیلا۔'' رمیش بولا۔

''نہیں آپ بتائیں۔ کیا آپ ہم اسے اکتا گئے ہیں؟''

''ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ کے ساتھ تو بہت عمدہ کمپنی رہی ہے لیکن میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا ہے۔ کیا آپ لوگ اپنی رہائش گاہ پر آزاد ہیں؟''

''ایں۔ ہاں یقیناً لیکن وہ آپ کے شایان شان نہیں ہوں گی پرنس۔''

''اوہ۔ اس شان ہی سے تو اکتا کر ہم یہاں آئے ہیں۔ مس شکنتلا۔ براہ کرم آپ اس کی فکر نہ کریں۔ ہم آج آپ کے مہمان رہیں گے!'' میں نے کہا اور دونوں لڑکیوں نے آمادگی ظاہر کر دی' ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم ان کے ساتھ چل پڑے۔ حالانکہ دونوں لڑکیاں الگ الگ جگہوں پر رہتی تھیں لیکن طے ہوا کہ شکنتلا کے فلیٹ پر قیام کیا جائے گا۔ یہ فلیٹ قدرے بہتر جگہ پر ہے۔

اچھا خاصا خوبصورت فلیٹ تھا۔ جس میں تین کشادہ اور ہوادار کمرے تھے اور پھر وہ رات ہم نے ان دونوں کے ساتھ گزاری۔ تفصیلات میں جانا فضول ہے۔ بہر حال وہ شریف صورت اور خوش اخلاق لیکن خالصتاً پیشہ ور لڑکیاں تھیں۔ صبح کو ہم نے انہیں اچھی خاصی رقم پیش کی تھی' جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ شکنتلا ناشتہ تیار کرنے کچن میں چلی گئی تھی۔

''آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا شیلا۔''

''ایں۔ اوہ۔ شکریہ۔ اگر آپ پسند کریں تو۔ آج بھی۔''

''ہاں۔ اگر فرصت مل سکی۔''

''اگر مل سکے تو ضرور۔''

''یقیناً؟'' میں نے جواب دیا۔

اسی وقت شکنتلا کا ایک ملازم آیا اور اس نے بتایا کہ کوئی ملنے آیا ہے لیکن شکنتلا باورچی خانے میں تھی۔ اس لیے شیلا خود ملازم کے ساتھ چلی گئی۔ ہم لوگ اس وقت ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لیے شیلا شکنتلا کے ملاقاتی کو وہیں لے آئی!

لیکن آنے والے کو دیکھ کر ہم دونوں دنگ رہ گئے تھے۔ یہ ایس پی شنکر تھا۔ جو سادہ لباس میں تھا۔ ایس پی شنکر رائے بھی ہمیں دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ٹھٹھکا اور پھر آگے بڑھ آیا۔

''ہوں۔ تو تم لوگ یہاں ہو۔''

''میں شکنتلا کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں۔'' شیلا نے کہا۔ اس نے شاید شنکر کی بڑبڑاہٹ سنی نہیں تھی لیکن ہم دونوں ایک لمحہ کے لیے بوکھلا گئے تھے۔ شنکر کی آمد سے نہیں بلکہ اس بات پر کہ ان لوگوں کو اب ہماری اصلیت تبدیل ہو جائے گی۔ لیکن پھر ہم نے سوچا کہ اس سے فرق کیا پڑے گا۔ اصلیت پتا چل جاتی ہے۔ چل جائے۔ کونسی ہماری رشتے داری ہے یا مستقبل میں ہمیں ان سے کونسا واسطہ رکھنا ہے۔

شیلا باہر نکل گئی۔ ایس پی شنکر بڑی عجیب نگاہوں سے ہمیں گھور رہا تھا' پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''بڑے تعجب کی بات ہے۔ میں تمہیں شدت سے تلاش کر رہا تھا۔ نہ مل سکے اور ملے بھی تو کہاں۔''

''ہاں۔ بعض اوقات بڑے عجیب اتفاقات ہوتے ہیں۔'' میرے بجائے رمیش جلدی سے بول پڑا۔

''ہوٹل چھوڑ دیا تم نے؟''

''ہاں ایس پی صاحب۔''

''کیوں۔؟''شنکر رائے نے رمیش کو گھورتے ہوئے کہا۔

''اوہو۔کیا ہوٹل چھوڑ دینا بھی جرم میں شامل ہے۔''رمیش مجھے بولنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

''رمیش۔میں رنجیت سے سوال کر رہا ہوں۔''شنکر سے برداشت نہ ہو سکا۔

''میں رنجیت کی طرف سے جواب دے رہا ہوں۔''

''تم حد سے آگے بڑھ رہے ہو رمیش۔''شنکر غرایا۔

''میں نے اپنی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے بھیا اور نہ کسی کو یہ حد مقرر کرنے کی اجازت دی ہے۔چنانچہ آپ اس بارے میں کوئی فکر نہ کریں اور میرا خیال ہے ہم اب آپ کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دیں گے۔''رمیش خشک لہجے میں بولا۔ایس پی شنکر خونخوار نگاہوں سے رمیش کو گھور رہا تھا۔اس کے انداز میں تلملاہٹ تھی۔

اسی وقت شکنتلا اندر داخل ہو گئی۔

''اوہ۔ہیلو شنکر جی۔''اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔شنکر رائے نے سر کو تھوڑا سا خم کر لیا تھا۔لیکن رمیش کھڑا ہو گیا۔

''مس شکنتلا آپ لوگ مہمان نوازی کے آداب سے ناواقف معلوم ہوتی ہیں۔''

''اوہ۔کک۔کیا بات ہے جناب؟''شکنتلا چونک پڑی۔

''آپ نے کسی اجنبی شخص کو لا کر ہم پر مسلط کر لیا کیا یہ اچھی بات ہے۔''رمیش بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

''معاف کیجئے جناب۔یہ مسٹر......''

''مس شکنتلا۔ہم یہاں بدمستیاں کرنے نہیں آئے۔نہ ہی ہم کسی سے کوئی تعاون چاہتے ہیں۔آپ لوگوں نے جو بدتمیزی کی ہے۔اس کے لیے شکریہ لیکن یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں ہے۔آپ کی بہرحال کوئی حد ہے۔''

''جج۔جناب۔جنا...... سنئے تو سہی۔''شکنتلا ہکلا کر بولی۔لیکن میں رمیش کے اس اقدام سے متفق تھا۔چنانچہ ہم دونوں ان کی مزید باتیں سنے بغیر باہر نکل آئے اور پھر باہر نکل کر ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل چل پڑے۔

راستے میں دونوں ہی خاموش رہے تھے اور یہ فاصلہ بڑے بوجھل ماحول میں طے ہوا۔تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں داخل ہو گئے اور رمیش نے گہری سانس لی۔

''کس وچار میں ہیں پتاجی؟''

''کوئی خاص بات نہیں۔''میں ایک کرسی میں دراز ہو کر بولا۔

''کچھ تو ہے؟''

''یقین کرو۔ان واقعات پر غور کر رہا ہوں۔''

''مثلاً......کیا غور؟''

''ایس پی شنکر رائے اتفاقاً ہی وہاں پہنچے تھے۔''

''ہاں یقیناً۔ظاہر ہو گیا تھا۔ شکنتلا انہیں پہچانتی تھی۔''

''پہلے تو میں حیران رہ گیا تھا۔''

''مجھے بھی سخت تعجب تھا۔لیکن بہرحال ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ارے ڈرتا کون ہے۔اب تو خود ایس پی صاحب بھی ہماری مٹھی میں ہیں۔''میں نے جواب دیا۔

''منہ کی کھا کر رہ جاتے ہیں۔ بیکار اپنے کو خوار کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بس پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ سو لگے رہیں ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔''

''ٹھیک ہے رمیش۔ ہم اپنی لائنوں پر چلتے رہیں گے۔ میرا خیال ہے۔ پہلے ہمیں اپنے انسٹی ٹیوٹ سے رجوع کرنا چاہئے۔ کافی دن ہو گئے ہیں۔ اس کے ڈیوز وغیرہ کلیر کر دیں۔ اس کے بعد اپنے اقدامات کریں گے۔''

''او کے پتا جی جو آپ کی رائے۔''

''تو پھر آج ہی بمبئی چھوڑ دیا جائے۔''

''رمیش کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' رمیش نے کہا اور میں تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

''میں ٹرینوں کے اوقات معلوم کروں اور میرا خیال ہے ٹکٹ وغیرہ بھی خرید لوں۔ تم اس دوران انسٹیٹیوٹ کے کام کر لو۔''

''بالکل ٹھیک۔'' میں نے جواب دیا۔ تب رمیش نے کچھ چیک کاٹ کر مجھے دیے اور میں نے انہیں لینے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ رمیش اپنے کام سے چل پڑا اور میں اپنے کام کرنے۔

شام کو ٹھیک پانچ بجے ہماری ملاقات ہوئی اور رمیش نے دہلی کے ٹکٹ میرے سامنے رکھ دیے۔

''ویری گڈ۔ ٹرین کس وقت جائے گی۔''

''پونے نو بجے۔''

''مناسب وقت ہے۔ اس دوران ہم ساری تیاریاں کر لیں گے۔''

''انسٹی ٹیوٹ کی کیا رہی۔'' رمیش نے پوچھا۔

''بالکل ٹھیک۔ سہ ماہی کورس کی تیاریوں کے لیے اس کا کافی وقت ہے۔ میں نے سارے بندوبست کر دیئے ہیں...... ابھی ہمارے پاس طویل وقفہ ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' رمیش نے جواب دیا۔ لیکن اس وقت بھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں رمیش کو اس بارے میں کیا بتاؤں۔ رُوپا نے میری ساری ضروریات پوری کر دی تھیں اور میری جیبوں میں اس وقت بھی کافی کرنسی تھی۔ یہ کرنسی حسب وعدہ رُوپا نے مجھے فراہم کی تھی۔ حالانکہ اس کے حصول کا طریقہ بڑا عجیب تھا۔

میں نے لباس پہنا تو مجھے اپنی جیبوں کے وزنی ہونے کا احساس ہوا تھا اور جب میں نے ان پر غور کیا تو نوٹوں کی گڈیاں نکلیں۔ ایک لمحے کے لیے تو میں حیران رہ گیا تھا لیکن...... پھر مجھے رُوپا کے الفاظ یاد آ گئے اور سچ مچ مجھے مسرت ہوئی تھی۔ بس پھر میں نے رمیش کے دیے ہوئے چیک نہیں استعمال کیے اور اپنے پاس سے نوٹوں کی گڈیاں خرچ کیں۔

بہر حال میں نے چیک اسی طرح رہنے دیے تھے۔ پھر ہم کچھ خریداری کرنے نکل گئے اور کافی چیزیں خرید ڈالیں۔

اور قیمت میں نے ادا کی اور رمیش چونک پڑا۔

''ارے۔ یہ پیسے کہاں سے آ گئے بھیا؟''

''بڑا کام بن گیا رمیش!'' میں نے جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔

''کیسا کام؟''

''جس وقت میں انسٹی ٹیوٹ جا رہا تھا۔ سنگرام مل گیا۔''

''سنگرام کون؟''

''بس۔ پتا جی کا ایک گرگا تھا۔ لیکن کسی بات پر پتا جی سے اس کی کھٹ پٹ ہوگئی اور وہ علیحدہ ہوگیا۔ لیکن میں نے اسے اس کے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد دی۔ اور آج وہ بمبئی کا ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے دیکھا' اسے میرے حالات معلوم ہوئے۔ اس کے بعد اس نے انتہائی شرمندگی کے ساتھ مجھے میری وہ رقم لوٹانے کا تہیہ کیا جو اسے دے چکا تھا۔ بڑا ہی عجیب آدمی تھا' کہنے لگا بھیا۔ تمہارا قرض میری آنکھوں پر ہے۔ بات یہ ہے کہ تم اگر مجھے مدد نہ دیتے تو میں اپنے پیروں پر کیسے کھڑا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ یہ جو کچھ ہے' تمہارا ہی کیا دھرا ہے اور اب میں تمہیں تمہارا قرض واپس کردوں گا۔ چنانچہ اس نے قرض کی ایک قسط واپس کردی ہے۔''

بڑی ہی مشکل پیش آئی یہ جھوٹ بولنے کے لیے لیکن رمیش مطمئن ہوگیا۔

''ٹھیک ہے بھیا' بات ایک ہی ہے۔ آج وہ پیسے کام آجاتے ہیں کل ہم اپنے پیسے خرچ کریں گے۔''

''بھیا رمیش۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پیسوں کا مسئلہ درمیان میں نہ آنا ہی بہتر ہے۔ پیسے کیا حیثیت رکھتے ہیں جب ضرورت ہوگی کما لیں گے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے بھیا۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

چنانچہ بات یوں برابر ہوگئی اور یوں ہم نے بمبئی میں مزید کوئی رسک لینے کا پروگرام ملتوی کردیا۔ ظاہر ہے بمبئی کو چھوڑنا ہر حالت میں بہتر تھا۔ یہاں رہ کر کوئی کام نہ ہو سکتا تھا اور پھر شنکر رائے بھی یہاں ہمارے پیچھے موجود تھا۔ اس کے علاوہ پتا جی کا مسئلہ تھا۔ یہ تو حقیقت ہے کہ میں پتا جی کے اقدامات سے خوفزدہ نہ تھا نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میری زندگی میری اپنی نہیں ہے مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے لیے پتا جی کے تمام حملوں کو ناکام بنانا ہوگا۔ مگر میں پتا جی کو بے بسی کا شکار کردینا چاہتا تھا۔ یہی میرے انتقام کی ابتدا تھی۔

رات کو ایک گاڑی سے ہم دہلی کے لیے چل پڑے۔ دہلی ہمارے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک کھوج تھی۔ وہ کھوج مجھے رُوپا نے دی تھی۔ جمنا بائی اور اس کے پاس انجلی۔ نہ جانے یہ انجلی کون ہے اور رُوپا نے اس کا حوالہ کیوں دیا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا لیکن فی الحال سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ رُوپا نے کچھ اشارے دیئے تھے۔ میرے پاس تو ویسے ہی بہت سے مسائل تھے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ذہن کو ہر فکر سے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

ٹرین کا سفر نہایت دلچسپ تھا۔ اتفاق کی بات تھی کہ پورے کمپارٹمنٹ میں ہمارے سوا کوئی نہ تھا۔ ویسے تو یہ کمپارٹمنٹ فرسٹ کلاس ہی کا تھا لیکن کسی اور کا بالکل ہی موجود نہ ہونا تھوڑا سا عجیب محسوس ہوا۔ تاہم ہم نے سوچا کہ سکون سے سفر کریں گے لیکن یہ سکون زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ چونکہ رات ہو چکی تھی۔ اس لیے رمیش کی آنکھوں میں بھی نیند کے آثار تھے اور میں بھی اپنے آپ کو کچھ کاہل سا محسوس کر رہا تھا کہ اچانک گاڑی کی بریکیں آہستہ آہستہ لگنے لگیں۔ ہم نے کھڑکی سے گردن نکال کر دیکھا۔ کسی اسٹیشن کی روشنیاں چمک رہی تھیں۔ شاید کوئی بہت بڑا اسٹیشن نہیں تھا۔ تب ہم نے چند افراد کو اپنے کمپارٹمنٹ کی طرف آتے دیکھا۔

میں نے تو کوئی توجہ نہ دی تھی لیکن رمیش نے ہی میرے کہنی ماری۔

''بھیا؟''

''کیا بات ہے رمیش۔''

''دیکھو دیکھو نا یار اسی طرف آرہے ہیں۔ ہائے بھگوان۔ بھگوان کرے یہ لوگ اسی طرف آجائیں۔'' رمیش نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہیں ہم دیکھ رہے تھے لیکن رمیش کی دلچسپی کی وجہ کئی خوبصورت لڑکیاں تھیں جو ساڑھیوں میں ملبوس سادہ چہرے تھے ہماری طرف آرہی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا مرد بھی تھا۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی جیسے بوکھلائے ہوئے ہوں' ہاتھ میں شاید ٹکٹ تھی' جس سے وہ کمپارٹمنٹ کا نمبر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے قلی کو روک کر اپنا ٹکٹ دکھایا اور قلی نے جلدی سے بڑے میاں کے ہاتھ سے بریف کیس

لے لیا۔ ویسے ان کے ساتھ کوئی خاص سامان نہ تھا۔ قلی نے ٹکٹ کا نمبر دیکھ کر ہمارے ہی کمپارٹمنٹ کا رخ کیا۔

اس کے بعد یہ چھ افراد پر مشتمل خاندان ہمارے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوگیا۔ بڑا ہی خوبصورت مسئلہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی بڑے میاں خاصے عمر رسیدہ تھے اور بڑی بی بھی خاصی ادھیڑ عمر تھیں لیکن ان کے ساتھ کوئی نوجوان آدمی نہیں تھا جبکہ چار چار خوبصورت لڑکیاں۔ حسن وشباب سے بھرپور' زندگی کی لطافتوں سے ناآشنا۔ سادہ سادہ سی' پیاری پیاری سی۔ ہم دونوں فوراً خوش اخلاق ہوگئے۔ ظاہر ہے اس وقت نیند کا کیا سوال' جب چار حسین چہرے اچانک ہی اس طرح نازل ہوگئے ہوں۔

میں نے بڑے میاں کو اوپر آنے میں مدد دی۔ رمیش بھی پیش پیش تھا' اس نے بڑی بی کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے میاں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ بڑے میاں نے مشکوک نگاہوں سے ہمیں دیکھا تھا۔

''بہت بہت مہربانی۔'' انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''مہربانی کی کیا بات ہے جناب۔'' رمیش دانت نکال کر بولا۔

''ہاں ہاں۔ اچھے لوگ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔'' بڑے میاں بولے۔

''جی ہاں۔ جی ہاں۔ مدد کرنا تو ہمارا فرض ہے۔'' رمیش دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ پھر اس نے بلاوجہ سب کو ہاتھ جوڑ کر سلام کیا تھا۔ جواب میں لڑکیوں نے بھی ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ ہم لوگ بڑے ہی بور ہو رہے تھے۔ دیکھیے نا پورے کمپارٹمنٹ میں ہم دونوں الو کی طرح اکیلے تھے۔ اب باتیں کریں تو کہاں تک کریں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔'' لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ وہ سب بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کر رہے تھے۔

چاروں لڑکیاں ایک سیٹ پسند کر کے اس پر بیٹھ گئیں۔ بڑے میاں نے ان کے مقابل کی سیٹ پسند کی تھی۔ بڑی بی شاید ان کی دھرم پتنی تھیں۔ رمیش کو شاید احساس ہوگیا تھا کہ اس نے جلد بازی کے ساتھ کام لیا ہے' ان لوگوں کا سکون سے سانس لے لینا ضروری ہے پھر اس کے بعد ان سے بکواس مناسب ہوگی۔ رمیش تو نیند سے کوسوں دور تھا۔ البتہ میں اپنی نیند خراب کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اور نہ میں چلتے پھرتے اس قسم کے معاملات طے کرنے کا قائل تھا۔ چنانچہ میں نے اس انداز میں اپنی سیٹ کو پیچھے کھسکا لیا جیسے سونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

''کیا کر رہے ہو پتا جی؟'' رمیش نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

''کیوں؟ سوؤ گے نہیں؟'' میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

''ارے ارے۔ کیا ایسی راتیں سونے کے لیے ہوتی ہیں؟''

''جی ہاں۔ سونے کے لیے نہیں جھک مارنے کے لیے ہوتی ہیں۔'' میں نے کہا۔

''رنجیت پرکاش جی آپ نے غور سے نہیں دیکھا۔ شاید۔''

''ابے ہاں دیکھ لیا ہے۔ مقصد کیا ہے؟''

''ہائے ہائے۔ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ چاروں میں سے سب سے زیادہ حسین کون ہے۔''

''تو ایسا کر کہ بیٹھا فیصلہ کرتا رہ۔ میں سو رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور گردن لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ رمیش نے زبردستی میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''نہیں سونے دوں گا پتا جی' بھگوان کی سوگند نہیں سونے دوں گا۔''

''رمیش۔'' میں نے سرد لہجے میں اسے پکارا۔

''یار اٹھ کر تو بیٹھو۔ دیکھو تو سہی۔ ویسے بھی یہ بداخلاقی ہے کہ ہمارے کمپارٹمنٹ میں مہمان آئے ہیں اور ہم سونے کے لیے لیٹ جائیں۔''

''لیکن مہمان تو تمہیں گھاس بھی نہیں ڈال رہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈال دیں گے پتا جی۔ لیکن ابھی تو خود ان لوگوں نے گھاس نہیں کھائی۔'' رمیش نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ اس کے منہ کون لگتا۔ لیکن اسی کا خیال درست نکلا۔ جب وہ لوگ سکون سے بیٹھ گئے تو بوڑھا آدمی مسکراتے ہوئے بولا۔

''معاف کرنا شریمان جی ہم ذرا پریشان سے تھے۔ دیکھو نا رات کے وقت ٹرین پر چڑھنا اور پھر وہ بھی مجھ جیسے بوڑھے آدمی کے لیے۔ ہمارا بیٹا ہمارے ساتھ نہ آ سکا' اسے آج ہی پہنچنا تھا سو ہمیں دیر ہو گئی۔ تمہاری ماسی بھی تو کافی ضعیف ہیں۔ بہر حال بڑی کرپا ہے تمہاری کہ تم نے ہماری مدد کی۔''

''اوہو۔ اوہو کوئی بات تو نہیں ہے' بس یوں ہی میرا مطلب ہے یہ تو ہمارا اخلاقی فرض تھا۔'' رمیش نے کہا۔

میں نے لڑکیوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ شاید وہ محسوس کر چکی تھیں کہ ایک احمق آدمی سے ان کا واسطہ ہے۔ ظاہر ہے وہ مجھے بھی اس کا ساتھی ہی سمجھی ہوں گی۔ اب یہ بعد کی بات تھی کہ بعد کے حالات سے وہ اندازہ لگا لیتیں کہ میں کس قسم کا آدمی تھا بہر حال رمیش کی کسی حرکت کو میں نے غلط انداز نہیں دیکھا اور اسے بات کہنے کا پورا پورا حق دیا۔

''بڑے اچھے ہو تم لوگ۔ بھائی ہو تم دونوں۔'' بڑی بی نے پوچھا۔

''ہاں۔ ماتا جی سگے بھائی نہیں ہیں مگر سگے بھائیوں سے زیادہ ہیں۔''

''اوہو۔ متر ہو ایک دوسرے کے۔''

''ہاں۔ یہی سمجھ لیں۔''

''کیا نام ہے تمہارا۔''

''میرا نام رنجیت پرکاش ہے اور یہ رمیش ہے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''بڑی خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔ کہاں جا رہے ہو۔'' بڑے میاں بولے۔

''دہلی۔'' میں نے جواب دیا۔

''ارے واہ۔ پھر تو پورا پورا ساتھ رہے گا۔ ہم لوگ بھی دہلی جا رہے ہیں۔ میرا نام دوار کا ناتھ کھنہ ہے۔ دہلی میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہوں' بوڑھا ہو گیا ہوں اس لیے کاروبار لڑکوں نے سنبھال رکھا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی نگرانی مجھے ہی کرنی پڑتی ہے' تم خود سوچو نا کہ حالات کیسے خراب ہیں پھر آج کل کے حالات رام رام رام۔''

''بیشک' بیشک' بیشک۔'' رمیش نے بڑے زور و شور سے گردن ہلائی۔ شاید اس نے بڑے میاں کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی۔ اس کی نگاہ بدستور ان لڑکیوں پر تھی جنہوں نے ابھی تک ہمیں نظر بھر کر بھی نہ دیکھا تھا۔ البتہ ان کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ پیدا ہو رہی تھی' اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سب ہماری باتوں کی طرف متوجہ ہیں۔

''یہ سب آپ کی پتریاں ہیں؟'' رمیش نے پوچھا۔

''نہیں۔ میری پتری صرف ایک ہے اور باقی سب میری رشتہ دار ہیں۔'' بڑے میاں نے جواب دیا۔

''اوہو۔ بہر صورت اچھے ہم سفر کا مل جانا بہت بڑی بات ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''بالکل بالکل۔ تم دونوں شکل میں شریف معلوم ہوتے ہو۔ ہمارا خیال تھا کہ سفر میں کہیں ایسے لوگوں سے واسطہ نہ پڑ جائے جو ہمیں تنگ کریں' ہمارے لیے باعث پریشانی بنیں۔ بھگوان کی کرپا ہے کہ تم دونوں یہاں ہو۔''

''جی ہاں' ہم آپ کے ساتھ ہی ہیں۔'' رمیش نے مسخرے پن سے کہا۔

''کہاں سے سوار ہوئے تھے تم دونوں؟'' بڑے میاں نے پھر سوال کیا۔

''بمبئی سے۔''

''ہاں ہاں۔ٹھیک ہے،ہم بھی بمبئی گئے تھے اور بمبئی سے یہاں آئے اور اب یہاں سے کسی دور دیس جا رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے جناب۔'' رمیش نے جواب دیا جو بے حد مودب نظر آ رہا تھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے چہرے کی کیفیات بالکل عجیب وغریب ہیں۔بات کر رہا تھا بڑی بی اور بڑے میاں سے لیکن کنکھیوں سے بڑی بی اور بڑے میاں کی بجائے لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔لیکن لڑکیوں کی طرف سے ابھی تک اسے گھاس نہیں پڑی تھی۔

میں نے ایک طویل سانس لی اور سیٹ سے گردن ٹکا دی۔رمیش نے میری طرف دیکھا وہ بھی آرام کرنا چاہتا تھا لیکن شاید بڑی بی اس سے کچھ اور باتیں کرنے پر آمادہ تھیں۔لڑکیوں کا رخ اس کے سامنے تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور ان کی گفتگو سننے لگا۔

''تو رمیش جی آپ کیا کرتے ہیں؟''

''پڑھتا ہوں۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''اچھا اچھا۔کیا پڑھتے ہو؟''

''بس۔پائلٹ ٹریننگ کورس کر رہا ہوں۔''

''واہ۔پائلٹ بنو گے؟''

''بس ماتا جی من میں ایک ہی منوکامنا ہے کہ دیس کی سیوا کروں۔''

''بڑے اچھے وچار ہیں تمہارے بیٹے۔بھگوان تمہیں کامیاب کرے۔'' بڑی بی نے بڑے پیار سے کہا۔

''بس بزرگوں کی دعائیں چاہئیں۔'' رمیش نے کہا۔

''دیش بھگتوں کے لیے من سے دعائیں ہی دعائیں نکلتی ہیں۔'' بڑے میاں نے جواب دیا۔

رمیش کے لیے ابھی تک کام کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہے کچھ نہ کچھ چکر چلا کر رہے گا اور میرا اندازہ درست ہی نکلا۔

میری آنکھیں بند تھیں لیکن کان ان لوگوں کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔

''تمہارے پتا جی کیا کرتے ہیں بیٹے؟''

''بس ماتا جی۔دہلی میں ان کا بہت بڑا کاروبار ہے۔''

ا''چھا۔کیا نام ہے ان کا؟''

''پربھات رائے۔''

''اچھا۔اچھا۔''

''کاروبار کیا ہے۔'' بڑے میاں نے پوچھا۔

''بس شریمان جی مختلف کاروبار ہیں۔کئی جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ایک بھائی ہیں جو سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہیں۔مجموعی طور پر ابا جان کا کاروبار بھی خاصا کامیاب ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''اچھا اچھا۔'' بڑے میاں بولے۔

رمیش کو شاید غصہ آنے لگا تھا کیونکہ ابھی تک لڑکیوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔تب اس نے براہ راست سوال کر ڈالا۔

''کیا یہ لڑکیاں دہلی کے کسی کالج میں پڑھتی ہیں۔؟''

''اوہو۔ ہاں۔ شمشا دہلی کالج میں پڑھتی ہے اور یہ تینوں لڑکیاں دوسرے مختلف کالجز میں الگ الگ پڑھتی ہیں۔'' بڑے میاں نے جواب دیا۔

''ارے۔ یہ تو حیرت کی بات ہے۔ حالانکہ جس طرح یہ آپس میں دوست نظر آ رہی ہیں۔ انہیں ایک ہی کالج میں ہونا چاہیے تھا۔'' رمیش نے کہا۔

''آپ کو کیا تکلیف ہے۔ اگر ہم الگ الگ ہیں؟'' ایک لڑکی نے ناک چڑھا کر کہا۔

''بھئی تکلیف تو کوئی نہیں ہے لیکن یہ بات میرا خیال ہے۔''

''پر یہ بات اچھی تو نہیں ہے کہ آپ سب سہیلیاں ہونے کے باوجود الگ کالجز میں پڑھتی ہیں۔ آخر کیوں؟''

''ہم ٹھیک ہیں براہ کرم آپ چنتا نہ کریں۔'' وہی لڑکی دوبارہ بولی۔

''یہ میری بیٹی ششما ہے۔'' بڑی بی نے تعارف کرایا۔

''ششما۔'' رمیش نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''جی۔ میرا خیال ہے آپ کو میرا نام پسند نہیں آیا؟'' وہی لڑکی بولی۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں دیوی۔ اس نام کو تو سن کر بھگوان جانے مجھے کیا کیا یاد آ گیا ہے۔'' رمیش نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور بڑی بی بول اٹھیں۔

''کیا یاد آ گیا بیٹا؟''

''کچھ نہیں ماتا جی۔ مت ہی پوچھیے۔''

''پھر بھی اگر بتا دو تو کیا ہرج ہے بیٹا۔'' بڑی بی نے محبت سے کہا۔

''آپ مجبور کرتی ہیں تو بتا دیتا ہوں ماں جی۔ ششما میرے بچپن کی منگیتر تھی۔'' رمیش نے آہستہ سے کہا اور اسی لڑکی نے جس کا نام ششما تھا' چونک کر رمیش کی طرف دیکھا اور بولی۔

''یہ جھوٹ بول رہا ہے ماتا جی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ارے ارے کیا بکواس ہے؟ بلاوجہ ایک شریف آدمی پر یہ الزام لگا رہی ہو کہ وہ جھوٹ بل رہا ہے۔'' بڑے میاں جلدی سے لڑکی پر الٹ پڑے۔

''دیکھیں ناپتا جی' بس یہ عجیب سی باتیں کر رہے ہیں۔ جو میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''اچھا بس زیادہ سمجھنے کی کوشش نہ کر۔'' بڑے میاں نے اسے ڈانٹنے والے انداز میں کہا اور لڑکی ناک چڑھا کر خاموش ہوگئی۔ دوسری لڑکیاں ہلکی ہلکی مسکراہٹوں کے تبادلے کرنے لگی تھیں۔

''میرا خیال ہے مجھے اپنی کہانی نہیں سنانی چاہیے۔ چھوڑیں ان باتوں کو۔ بہرصورت ان باقی لڑکیوں کے کیا کیا نام ہیں۔'' رمیش نے الجھے ہوئے سے انداز میں کہا۔

بڑی بی ان لڑکیوں کے نام اور ان سے اپنا رشتہ بتانے لگیں' رمیش بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا۔ ہاں باتیں تو میں بھی سن رہا تھا لیکن بدستور آنکھیں بند کیے ہوئے تھا اور جلد ہی محسوس کر لیا گیا کہ میں ان کی باتوں میں انٹرسٹیڈ نہیں ہوں۔ سو تمام لڑکیاں دوسری طرف متوجہ ہوگئیں۔

پھر بڑی بی بھی میری طرف متوجہ ہوگئیں۔ ''ارے..... تمہارے ساتھی کو شاید نیند آ رہی ہے۔''

''اوہ۔ ہاں شاید۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''یا پھر وہ مکمل انسان ہے۔'' بڑے میاں بولے۔

''یہ بھی درست ہے۔''

''ان کے بدلے کا بھی آپ ہی بول لیتے ہیں۔'' ششما نے پھر درمیان میں دخل دیا۔ بڑی تیز وطرار قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی میں نے آنکھوں کی درز سے اسے دیکھا۔ صورت شکل کافی پیاری تھی۔ باقی سب سے کچھ زیادہ ہی اچھی۔

''ہاں مجھے بولنے کی کچھ زیادہ ہی عادت ہے۔ مس ششما غالباً آپ کو ناگوار گزر رہا ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''نہیں۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں ہے لیکن یہ تینوں آرام کرنا چاہتی ہیں۔'' ششما نے جواب دیا۔ رمیش...... واقعی ذلیل ہو گیا تھا۔

''سوری...... میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔!''

'ارے نہیں نہیں بیٹے بیٹھو۔ یہ سو رہی ہیں تو سو جائیں۔ بستر بچھے ہوئے ہیں ان کے لیے۔ ارے آؤ ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' ماتا نے بڑی محبت سے کہا۔

''کوئی بات نہیں ماتا جی، انہیں آرام کرنے دیں۔ ویسے بھی میں آپ کے سامنے تو بیٹھا ہی ہوا ہوں۔'' رمیش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور واپس آ گیا۔ میں بدستور اپنی سیٹ سے ٹکا ہوا تھا۔

''ذلیل ہو آئے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں اس میں ذلیل ہونے کی کیا بات ہے؟'' رمیش نے پوچھا۔

''ظاہر ہے تمہیں لفٹ نہیں ملی۔ جس لیے گئے تھے وہ کام ہی نہیں ہوا۔''

''اونہہ۔ اب تم کیا سمجھتے ہو۔ میں ٹرینوں میں لفٹ لیتا پھروں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جناب۔ ویسے میں چاہوں تو ان چاروں میں سے کسی سے بھی لفٹ حاصل کر سکتا ہوں۔''

''جی ہاں۔ بہت بڑے شکاری ہیں نا آپ۔ چھوڑو یار اس لڑکی نے تمہاری کچی کر کے رکھ دی۔ اب کیا کرو گے لفٹ لے کر۔'' میں نے اس کا مذاق اڑایا۔

بہر حال اس بات کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے خاموش ہو جانے میں عافیت جانی۔ میں کافی دیر تک آنکھیں بند کیے اسے تنگ کرتا رہا تھا۔ پھر میں بھی خاموش ہو گیا۔

ٹرین خاصی رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ باہر کے مناظر نظر نہیں آ سکتے تھے' اس لیے کھڑکیاں بند ہی رکھی گئی تھیں۔

رمیش کافی دیر تک متوقع رہا تھا اس بات کا کہ شاید لڑکیوں کو کسی سلسلے میں اس کی ضرورت پڑ جائے لیکن لڑکیوں نے اسے قطعاً کوئی لفٹ نہیں دی۔ میں نے کئی بار محسوس کیا کہ رمیش انہیں گھور رہا ہے تب میں نے اسے کہا۔

''بس اب سو جا بھائی کیوں رات کالی کر رہا ہے۔''

''پتا جی۔ میرا نام رمیش ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''وہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ کیا تیر ماریں گے رمیش صاحب۔''

''کہا نا۔ ان میں سے ایک...... جس طرف اشارہ کر دو۔''

''یہ بات ہے۔؟'' میں نے اسے دیکھا۔

''ہاں۔ بالکل یہی بات ہے۔!''

''اچھا ٹھیک ہے پھر میرے خیال میں وہ ششما ہی مناسب ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ رمیش ایک لمحے کے لیے ذرا جھجکا تھا۔ پھر مسکرایا

اور بولا۔

''اچھا استاد۔ ہنوز دلی دور است۔''

''اور رہے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں رہے گی۔'' رمیش پختہ لہجے میں بولا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ دیکھ لیں گے۔'' میں نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا اور رمیش خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد میں جانتا تھا کہ رمیش جو کچھ بھی کرے گا وہ کوئی پائیدار عمل نہ ہو گا۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کر کے آرام سے سو گیا۔ رمیش نہ جانے کیا کیا کرتا رہا تھا۔ اس وقت تک جب تک میری آنکھ نہ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ رمیش جاگ رہا تھا اور دوسری جانب ششما بھی جاگ رہی تھی۔ دونوں میں نگاہوں کا تبادلہ بھی ہو رہا تھا اور اب ششما کے چہرے پر وہ ناگواری کے تاثرات نہیں تھے' جو پہلے مجھے نظر آئے تھے۔ بڑے میاں اور بڑی بی سو رہے تھے۔ باقی لڑکیاں بھی سوئی ہوئی تھیں۔ صرف ششما ہی جاگ رہی تھی۔

اس کے قریب ہی کوئی کتاب پڑی ہوئی تھی۔ جسے شاید وہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نہیں پڑھ رہی تھی۔ شاید اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ میں جاگ رہا ہوں اور خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا......

پھر ششما آہستہ سے اٹھی' کھڑی ہو گئی اور باہر کاریڈور میں نکل گئی۔ رمیش اب اتنا بے ہمت انسان بھی نہیں تھا کہ اس کے پیچھے نہ جا سکتا۔ وہ تو اچھا خاصا شکاری تھا۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد وہ بھی کاریڈور میں تھا۔ میں نے سوچا ابھی چٹاخ چٹاخ کی آواز سنائی دے گی اور رمیش جی دوبارہ اندر داخل ہو جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سو میں نے سوچا کہ دیکھنا چاہئے یہ کیا کرتے ہیں۔ سو میں نے بڑی احتیاط سے دروازہ جھانکا۔ وہ دونوں آرام سے کھڑے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

بڑی حیرت ہوئی۔ یہ تو عجیب سی صورت حال نظر آ رہی تھی۔ بہر حال رمیش اس سے گفتگو کرتا رہا اور اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں لیکن ششما کا انداز بے حد نرم تھا اور ٹرین دہلی کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی شاید کوئی اسٹیشن آیا تھا۔ میں نے جیکٹ کی اوپری جیب سے سگار نکال کر سلگا لیا۔

''آپ کے ساتھی جاگ رہے ہیں۔'' ششما نے آہستہ سے رمیش سے کہا۔

''سوتے کب ہیں؟ سدا سے جاگ رہے ہیں۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ جسم حرکت نہیں کرتا لیکن یہ جاگتے رہتے ہیں جب سے انہیں دیکھا یہی کیفیت ہے۔ بمبئی کے بڑے بڑے ڈاکٹروں' ماہر نفسیات کو دکھایا مگر کوئی بھی ان کی بیماری کا علاج نہ کر سکا۔ جب جاگتے جاگتے تنگ آ جاتے ہیں تو سگار پینے لگتے ہیں۔'' رمیش اپنا لہجہ افسردہ بنا کر میرے متعلق ششما کو بتانے لگا۔

''بے حد المیہ داستان ہے ان کی۔'' ششما نے تاسف سے کہا۔

☆☆☆

ٹرین سست روی سے منزل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ رمیش کی اور ششما کی پریم کہانی بدستور جاری تھی پھر شاید کوئی اسٹیشن آیا تھا۔ ٹرین ایک دھچکے سے رک گئی تھی۔ چند لمحے بعد ہمارے کمپارٹمنٹ میں چار مسافر سوار ہوئے' ان میں ایک نوجوان بہترین لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ باریک و خوبصورت انداز میں تراشی مونچھیں' فرنچ کٹ داڑھی' سنہری فریم کی عینک آنکھوں پر جمی تھی۔ اس کی نگاہیں کسی عقاب کی مانند تھیں۔ اس کے عقب میں ایک غیر ملکی دوشیزہ تھی جس نے ایک مختصر سا لباس زیب تن کر رکھا تھا اس کے عقب میں دو مسلح باڈی گارڈ تھے۔ دوشیزہ کے ہاتھ میں بریف کیس

تھا پھر یہ لوگ میری پشت کی خالی سیٹوں پر جا بیٹھے' رمیش نے ان اجنبی مسافروں کے آ جانے کے بعد ششما کو واپس اس کی سیٹ پر بھیجا اور خود میرے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

''انہیں کیا سمجھنا چاہیے۔'' اس نے مخصوص انداز میں سرگوشی کی۔

''بھگوان کے دیس کے بے ضرر باسی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''لعنت ہے باس' سنجیدہ باتوں میں مذاق کا دخل مجھے سخت ناگوار گزرتا ہے' چنانچہ سنجیدگی اختیار کیجیے میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔''

''کوشش کرو قرب حاصل کرنے کی۔'' میری بات سن کر وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر کسی خیال کے تحت وہ اٹھا اور عقبی نشست کی جانب چلا گیا۔

''کیا مجھے کسی ریاست کے پرنس سے تعارف کا اعزاز حاصل ہو سکتا ہے۔'' رمیش کا لہجہ بے حد مودبانہ تھا اور یہ جملہ اس نے انگریزی میں ادا کیا تھا۔

''سر۔ اجنبیوں سے بے تکلفی پسند نہیں کرتے۔'' مجھے دوشیزہ کی آواز سنائی دی۔

''اپنے سر سے پوچھیے کہ کیا وہ اپنے ہم پلہ لوگوں سے بھی بے تکلفی پسند نہیں کرتے۔'' رمیش کا لہجہ کسی قدر تلخ تھا۔ چنانچہ میں کسی بدمزگی کا منتظر تھا' نوجوان کے دونوں باڈی گارڈ چوکنے ہو گئے تھے۔

''تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو۔'' اس بار اجنبی نوجوان خود ہی رمیش سے مخاطب ہوا تھا۔ میں ان لوگوں پہ نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

''سر...... میں ایک جوہری ہوں البتہ میرے پاس ریاست جام نگر کے پرنس ہیں۔ دلیر ہیں اس لیے باڈی گارڈ نہیں رکھتے' مرد سیکریٹری سے کام چل جاتا ہے۔ اس لیے خواتین کو منہ نہیں لگاتے۔''

''گڈ تمہارے باس یقیناً ایک دلچسپ شخصیت کے حامل ہوں گے۔''

''کیا وہ اس وقت تمہارے ساتھ ہیں؟''

''جی ہاں مگر عام انسان کی طرح کسی پرنس کے لباس میں نہیں ہیں۔'' رمیش اس نوجوان کو زبردستی مجھ سے ملنے پر آمادہ کر رہا تھا اور اس کے لیے اس نے ایک خطرناک حربہ استعمال کیا تھا۔ نوجوان کے باڈی گارڈز اپنی جگہوں سے اٹھ گئے تھے اور انہوں نے اپنے ہولسٹروں سے ریوالور نکال لیے تھے اور سیفٹی کیچ ہٹا دیے تھے۔

''یہ خوبصورت کھلونے واپس ہولسٹروں میں ڈال لو' میں اس کے بغیر بھی کئی تماشے دکھا سکتا ہوں اگر مجھے کہیں ناکامی ہوئی تو پھر باس کئی مسلح جوانوں پر بھاری ہیں۔'' رمیش کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ ناچ گئی۔

''میں تمہارے باس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اجنبی نوجوان نے خواہش ظاہر کی۔

''اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ؟'' رمیش کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

''اس میں کیا حرج ہے؟'' نوجوان نے متعجب ہو کر پوچھا۔

''آپ کے محافظوں کی بدنصیبی ہو گی کہ باس ان کو اوقات میں رہنا سکھائیں گے پھر کہیں جا کر آپ سے گفتگو کریں گے۔'' رمیش نے وضاحت کی' اجنبی نوجوان کے دونوں محافظ خون خوار نظروں سے رمیش کو دیکھ رہے تھے' انداز ایسا ہی تھا کہ اپنے مالک کا حکم پاتے ہی وہ رمیش کو کچا چبا ڈالیں گے۔

''ٹھیک ہے'' وہ اپنے محافظوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا ''تم دونوں خاموشی سے اپنی نشستوں پر بیٹھو'' پھر وہ رمیش کے ہمراہ میرے سامنے کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''یہ ہیں میرے باس رنجیت پرکاش اور آپ......؟'' رمیش نے تعارف ادھورا چھوڑ دیا۔ اجنبی نے اپنا تعارف کرایا میں نے اس سے مصافحہ کیا اور سگار ہونٹوں تلے دبالیا۔ رمیش نے جلدی سے لائٹر جلایا اور میرا سگار سلگایا' وہ اس وقت بہترین سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

''آپ کے سیکریٹری کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں کسی ریاست کا پرنس نہیں ہوں۔ دراصل میں ایک بڑے جاگیردار کا بیٹا ہوں اور خود بمبئی میں شپنگ ایجنسی کھول رکھی ہے۔ میرے پاس اس وقت پانچ کارگو جہاز ہیں۔'' اجنبی نوجوان نے اپنا تفصیلی تعارف کرایا۔ میں نے مسکرا کر سگار کا کش لیا اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے میرے بازو میں آگ اتر گئی ہو' میں دشمنوں کی پہچان رکھتا تھا۔ چنانچہ میں ساحل سے معذرت کر کے اٹھا اور رمیش کو ساحل سے گفتگو کرنے کی ہدایت دے کر عقب میں چلا گیا۔ ساحل کے دونوں محافظ سپاٹ نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ غیر ملکی دوشیزہ نشست کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے سو رہی تھی۔ منی اسکرٹ قدرے اوپر کو کھسک گیا تھا' سینے کا زیروبم تنگ منی اسکرٹ میں مچل رہا تھا۔

سپید بھری بھری رانیں دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔ میں اس کے قریب کھڑا ہو کر بغور اس کا جائزہ لینے لگا۔ میرے بازو میں تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر اچانک مجھ پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے وحشیانہ انداز میں اس کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹتا ہوا ساحل کی جانب لے کر بڑھا۔

ساحل کے دونوں محافظوں نے اپنے ریوالور نکال لیے تھے۔ ساحل کی سیکریٹری کی چیخ پورے کمپارٹمنٹ میں گونجی تھی مگر مجھے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ساحل کے سامنے میں نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ایک پین پستول نکال لیا۔

''ساحل صاحب میں معذرت خواہ ہوں آپ کی سیکریٹری شاید مجھے بے خبر سمجھ بیٹھی تھی' یہ فوری حملے کا وقت نہیں تھا۔'' ساحل کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی سیکریٹری کی چیخ سن کر شما' اس کے ماں باپ اور اس کی سہیلیاں سب اٹھ گئی تھیں اور حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھیں' میں نے اس کے بال بدستور مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے۔ میرے بازو سے خون آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ رمیش کی نظر شاید اس پر نہیں پڑی تھی۔ ساحل کے دونوں محافظ میرے قریب آ گئے۔

''نوجوان اسے چھوڑ دو ورنہ تمہاری لاش چلتی ٹرین سے نیچے پھینک دی جائے گی۔'' ایک محافظ نے خونخوار لہجے میں کہا۔

''تو...... مائی ڈیئر باس۔'' میں ساحل سے مخاطب ہوا۔ ''خاموشی سے تماشا دیکھو۔''

اسی اثناء میں رمیش نے ایک محافظ پر حملہ کر دیا تھا اور اس کا ریوالور چھین کر اپنے فولادی ہاتھ کا ایک کرتب دکھایا اور محافظ کو ڈھیر کر دیا تھا۔ دوسرا محافظ ٹریگر دبانے کی تیاری کر رہا تھا کہ رمیش نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔

اور دونوں ریوالور چلتی ٹرین کی کھڑکی سے باہر پھینک دیے۔

''باس ان بزدلوں کو بھی بذریعہ کھڑکی باہر پھینک دوں۔'' اس نے اجازت طلب کی۔

''تلاشی لے لو پہلے ان کی۔'' ساحل کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور اس کی سیکریٹری زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے اٹھا کر سیٹ پر بٹھایا۔

''میرے پاس وقت نہیں اور نہ ہی دشمنوں کو مہلت دینے کا قائل ہوں' کون ہو تم............؟ مجھ پر فائر کیوں کیا۔ کتنا معاوضہ ملا......جلدی سے ہری اپ' وقت نہیں ہے۔'' میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''پانی......'' ساحل کی سیکریٹری نے بڑی مشکل سے پانی مانگا۔

رمیش اس اثناء میں محافظوں کی تلاشی لے چکا تھا۔ میں نے اسے پانی لانے کو کہا اور پھر غیر ملکی دوشیزہ پانی پینے کے بعد آنکھیں موند کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ رمیش عقابی نظروں سے ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

ساحل کی سیکریٹری خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے پرانے ہم سفر مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میرے جسم سے خون بہہ

رہا تھا اور میرے بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں اس آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہوں۔ بغیر کسی تاخیر کے......!

''رمیش اس کی تلاشی لے لو۔'' میں نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ رمیش نے آگے بڑھ کر ساحل کی تلاشی لینا شروع کر دی، بغلی ہولسٹر سے اعشاریہ ۳۲ کا ریوالور میرے ہاتھ میں تھما کر وہ جیبیں کھنگالنے لگا اور اپنی جیبوں میں ڈالنے لگا۔ تلاشی کے کام سے فراغت پا کر اس نے میری جانب دیکھا۔ ''دیسی ہیں اور بیکار، ہمارے کام کا مہرہ صرف بدیسی باشندہ ہو سکتا ہے۔ تینوں کو باری باری ٹرین سے نیچے پھینک دو......'' ساحل نے ملتجیانہ نظروں سے میری جانب دیکھا، مگر میں ایک اصول اپنا چکا تھا۔ دشمن پر کبھی نہ رحم کھانے کا۔ کوئی آنسو، کوئی آہ، کوئی نگاہ میرے ارادے کو بدل نہیں سکتی تھی، رحم کا لفظ میں اپنی لغت سے خالی کر چکا تھا دشمن صرف دشمن ہوتا ہے۔ زہریلے سانپ سے بھی خطرناک جس کا ڈسا پانی مانگنے کی بھی مہلت اپنے پاس رکھتا ہے...... رمیش نے ہاتھ اٹھایا اور چند لمحے میں ساحل ڈھیر ہو گیا۔ یہ بہت ضروری تھا، ورنہ ساحل چیخ کر، شور مچا کر دوسرے کمپارٹمنٹ میں موجود مسافروں میں تجسس پیدا کر سکتا ہے اور فی الوقت میں رسک لینے کی پوزیشن میں نہیں تھا پھر رمیش نے ساحل کو اٹھا کر بے دردی سے چلتی ہوئی ٹرین کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور اس کے یکے بعد دیگرے اس نے محافظوں کو بھی نیچے پھینک دیا۔

''گڈ......'' میں نے رمیش کو داد دی وہ مسکراتا ہوا ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔ غیر ملکی دوشیزہ پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی۔

''تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟'' ششما کے پتا جی نے ہکلاتے ہوئے سوال کیا۔

''میں آپ سے شرمسار ہوں کہ آپ کی نیند خراب ہوئی۔ بھول جائیے کہ آپ لوگوں نے کچھ دیکھا ہے۔'' میرے لہجے میں حکم تھا۔ ششما کے پتا جی سہم کر دوسری جانب دیکھنے لگے اور پھر ان کی تقلید میں سب نے ہی اپنا منہ پھیر لیا تھا۔ اچانک رمیش کی نظر میرے بازو پر پڑی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

''رومال جیب سے نکال کر یہاں کس کر باندھ دو۔'' اس نے فوراً جیب سے رومال نکالا اور میرے بازو پر سختی سے باندھ دیا۔ ''یہ ریوالور اپنے پاس رکھ لو میں اس حسینہ سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں...... تب تک تم یہیں بیٹھو۔'' میں نے ریوالور رمیش کو تھمایا اور حسینہ کو اٹھنے میں مدد دی۔ وہ خاموشی سے چلتی ہوئی میرے ساتھ کاریڈور میں آ گئی۔ کاریڈور کا بلب فیوز تھا، یہاں قدرے تاریکی تھی جو میرے لیے بے حد موزوں تھی۔ میں نے حسینہ کو اپنے قریب کر لیا اور سرگوشی کی۔ ''تمہارا نام۔'' میں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''سوزن۔'' اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے مارنے کے لیے تین کرائے کے آدمیوں کو لانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''حکم تھا۔''

''ورلڈ پیس کے باس۔'' میں نے سگار سلگاتے ہوئے پوچھا۔ لائٹر کی روشنی میں اس کے چہرے پر اجاگر ہونے والے خوف کے آثار چھپ نہ سکے۔ میں نے سگار سلگا کر لائٹر بجھا دیا۔

''تم تو سب کچھ جانتے ہو مسٹر رنجیت۔''

''ہاں اور تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھ سے کچھ چھپانے کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔''

''ہاں میں جانتی ہوں۔ تمہارے متعلق یہی بتایا گیا تھا کہ تم بہ ظاہر بے ضرر نظر آتے ہو۔ لیکن حد سے زیادہ خطرناک ہو۔ ورنہ ورلڈ پیس کو اصلی کام چھوڑ کر تمہاری طرف متوجہ نہ ہونا پڑتا۔'' وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

''اور کیا کچھ بتایا گیا تھا میرے بارے میں۔'' میں نے سگار کا ایک طویل کش لے کر دھواں اس کے چہرے پر چھوڑتے ہوئے پوچھا۔

''بہت کچھ، بے پناہ۔ ورلڈ پیس کے چیدہ چیدہ آدمیوں کو تمہارے پیچھے لگایا گیا ہے رنجیت، میں ایک خطرناک ممبر تصور کی جاتی ہوں، ورلڈ پیس میں مجھ جیسی بے حد خطرناک لڑکیاں ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان میں تمہارے ملک کی کوئی لڑکی نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ہم لوگوں کو سامنے آنے کی کوئی

ضرورت نہ تھی۔ محض غیر ملکی ہونے کی بنا پر ہم شک سے دیکھ لیے جاتے ہیں۔ مجھے جین کے متعلق بھی کوئی خاص غلط فہمی نہ تھی۔ البتہ اپنے ان تین مقامی ساتھیوں پر بھروسا تھا۔ یہ یہاں کے خطرناک ترین انسان ہیں اور ورلڈ پیس ان کو تحفظ دیتی ہے۔ مجھے ان کے چوہے کی موت مرجانے پر افسوس ہے اور اب میں خود اپنے بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں مجھے اپنے انجام کا پتہ ہے میں جانتی ہوں کہ میرا انجام جین سے مختلف نہ ہوگا۔ چنانچہ میں ایک وضاحت کردوں کہ ایس پی شنکر پر شک کر کے تم بلاوجہ جال میں پھنستے جا رہے ہو۔'' ایک دھماکا ہوا۔ ''تو شنکر رائے کے خلاف باقاعدہ کام ہو رہا تھا' ایک دوسرے کو بدظن کیا جا رہا تھا؟''

''ہاں۔مگر چونکہ ان معاملوں میں تم اناڑی ہو اس لیے اس پر غور کرنے کی تم لوگوں نے ضرورت محسوس نہیں کی۔''

''مگر تم پر کیسے یقین کرلیا جائے۔عین ممکن ہے کہ تم ان حالات کے بعد اس انداز میں اپنا تحفظ کرنے کی اسکیم پہلے ہی اپنے پاس رکھتی ہو؟'' کسی خیال کے تحت میں نے پوچھ لیا۔

''میں جانتی ہوں کہ میری زندگی چند سانسوں کی رہ گئی ہے۔تم نے دشمن کو معاف نہ کرنے کا اصول اپنا رکھا ہے اور اب یا کچھ دیر بعد مجھے بھی کھڑکی سے باہر پھینک دیا جائے گا۔لیکن اتنا سچ جانو تم واحد مرد ہو جس سے میں دلی طور پر متاثر ہوئی ہوں۔تمہارے چہرے پر بے چارگی ہے لیکن خوفناک اور جنونی کیفیت کا روپ تم نے مجبوراً چڑھا رکھا ہے...... تم اس خول میں بھی اچھے لگتے ہو۔شاید تم اپنا انتقام لے سکو۔''

سوزن نے میری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا' پتا جی کا چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ میں خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس پورے سنسار میں میرا کوئی نہ ہو' نہ ماضی اپنا تھا' نہ حال اپنا' مستقبل کے بارے میں کون کچھ کہہ سکتا تھا' عین ممکن تھا کہ زندگی چند ساعت کی رہ گئی ہو' جانے دشمن کب ان دیکھا وار کر جائے۔ کمپارٹمنٹ میں موت کی سی خاموشی تھی۔ ٹرین اپنی پٹری پر دوڑ رہی تھی' ایک ہمدرد تھی وہ جانے کہاں تھی۔ بے کسی کا احساس شدید تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔

میں نے سگار باہر پھینک دیا۔ اچانک سوزن نے اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا۔ وہ اداس نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''خود زخم دے کر خود چھپاتی ہو۔'' میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''مجھے معاف کردو رنجیت' مجھے معاف کردو' مجھ سے میری زندگی لے لو لیکن مجھے معاف کردو میں گمراہ تھی۔'' وہ میرے سینے میں سما جانے کی کوشش کر رہی تھی' اسکے انداز میں فریاد تھی وہ اپنا چہرہ میرے سینے پر رگڑ رہی تھی اور زیر لب مجھ سے معافی کی درخواست کر رہی تھی۔ تب مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی خوبصورت جوانی' میرے سینے میں ہیجان برپا کر رہی تھی اس کے سینے کا مدوجزر بری طرح سے مچل رہا تھا۔ منی اسکرٹ کھاڈ سے اوپر آ گیا تھا۔ تب مجھے خود اپنا ہوش نہ رہا۔ اس کی منہ زور جوانی میرا امتحان لینے میں مصروف تھی اور میں جو چند لمحے قبل خود کو تنہا گردان رہا تھا۔ اس کے شیریں ہونٹوں کا رس چوس رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں کو بے باک ہونے کی اجازت دے چکا تھا۔ مجھے ایک حسین' خوبصورت ترین جسم کی مالک دوشیزہ کا قرب حاصل ہو چکا تھا اور چند لمحے قبل میرے بازو میں مچلنے والی دوشیزہ خود کو پرسکون پا رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ کبھی دل کہتا اسے اپنے ساتھ رکھ لو' کبھی میں کہتا کہ مت بھولو کہ یہ دشمنوں میں سے ہے اور کچھ دیر پہلے تمہاری زندگی کے درپے تھی! ابھی تو اس کا عطا کردہ زخم تازہ ہے۔ پھر یہ لرزش کیسی؟ کیوں اس کی جان بخشی کر رہے ہو...... میں تذبذب کا شکار ہو چلا تھا۔

''باس......'' رمیش نے پکارا۔ میں چوکنا ہو گیا۔ سوزن مجھ سے الگ ہو گئی۔

''آ جاؤ۔'' رمیش میرے قریب آ گیا۔

''کیا فیصلہ کیا؟'' اس نے لاپرواہی سے پوچھا۔

''میری قوت فیصلہ جواب دے رہی ہے رمیش۔ اس لڑکی نے ایک اہم اطلاع دی ہے۔ تمہارے بھائی کے بارے میں اور اسی خیال کے تحت

میں سوچ رہا تھا کہ اسے معاف کر دیا جائے لیکن میرے بازو سے شاید ابھی تک خون رس رہا ہے۔''

''آج اصول ٹوٹ گیا بھیا تو تاعمر کوئی اصول نہ بن سکے گا۔ مت بھولو کہ ہم کانٹوں پر چل کر اپنی منزل تک پہنچ رہے ہیں پھولوں پر سفر راس نہ آئے گا اور ایسے پھولوں سے کیا حاصل ہے جو کانٹوں سے زیادہ چبھتے ہیں؟'' اس نے سوزن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''گڈ......عقلمند ہو گئے ہو اسے بھی ٹھکانے لگاؤ۔'' سوزن نے میرے جملے پر تعجب سے مجھے دیکھا مگر میری نظریں ایک دشمن کی بن چکی تھیں جو رحم کے نام سے بے بہرہ تھیں، زندگی چھین لینے والا اگر اپنی کوشش میں ناکام ہوا ہو تو اس سے اس کی زندگی چھین لو۔ وہی اصول آڑے آ گیا جسے اپنا کر مجھے ہر بار نئی زندگی مل رہی تھی۔ میں واپس اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور سگار سلگا لیا۔ چند لمحے بعد رمیش بھی آ گیا۔

''کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''ایک لطیف سا بوسا پھر نیچے۔'' میں نے محسوس کیا کہ رمیش بے حد زہریلا ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنے کھلنڈرے انداز میں بربریت کے مظاہرے کو تحسین کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔ مستقبل میں پیدا ہونے والے خطرات سے نمٹنے کے لیے یہ ایک اچھی علامت تھی۔

''وہ لڑکی کہاں گئی بیٹا؟'' ششما کی ماتا نے بڑی ہمت کر کے پوچھا۔ سب کی نگاہیں ہم پر لگی ہوئی تھیں۔

''ماتا جی۔ وہ......نیچے......'' رمیش نے اسٹائل سے جواب دیا اور ششما کی ماتا خوفزدہ نظروں سے اپنے پتی کو دیکھنے لگیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ششما کی نظروں میں رمیش کے لیے نفرت کا پیغام تھا۔

''تم درندے ہو'' اس نے براہ راست رمیش کو مخاطب کیا۔

''مجھ سے کچھ کہا۔'' رمیش نے چونک کر کہا۔

''ہاں ہاں۔ تم چار انسانوں کے قاتل۔'' اس نے غصے سے کہا۔ رمیش نے اٹھ کر میرے بازو پر بندھا ہوا رومال کھول دیا۔ خون بند ہو چکا تھا۔ لیکن کافی مقدار میں بہہ کر میرے لباس پر لگ چکا تھا۔

''میرے بھیا کو دیکھ رہی ہو۔ یہ بازو اس زہریلی ناگن کی چلائی ہوئی گولی سے زخمی ہوا۔ اگر یہی گولی میرے بھیا کے سینے پر لگتی تو شاید میں ان چاروں کو اتنی آسانی سے نہ مارتا ششما دیوی۔ میں وہ انتقام لیتا کہ تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے چنانچہ اتنی تفصیل جاننے کے بعد غصہ تھوک دو۔'' اس نے رومال دوبارہ باندھتے ہوئے کہا۔ ''تھوک دو۔'' رمیش چیخا اور ششما نے ڈر کے مارے واقعی تھوک دیا۔

''شکر ہے تم نے غصہ تو تھوکا۔'' اس کے اس جملے پر میں مسکرانے لگا۔

''ماتا جی اینڈ پتا جی۔ آپ لوگوں کو کیا ہوا۔ کیا ناراض ہیں ہم سے۔''

''نہیں نہیں بیٹا ہم بھلا کیوں ناراض ہونے لگے۔'' ششما کے پتا جی جلدی سے بولے۔ ''میں سمجھا شاید آپ بھی ششما دیوی کی طرح ناراض ہو گئے مگر انہوں نے تو اپنا غصہ باقاعدہ تھوک دیا کیوں ششما دیوی۔'' اس نے ششما کی جانب دیکھا۔

''جی ہاں۔ جی ہاں، بالکل باقاعدہ تھوک دیا۔'' اس نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''پگلی ڈرتی ہے۔ ارے ہم تجھے کھا تھوڑی جائیں گے۔ ویسے بھی ناشتے کا وقت ہونے والا ہے، باہر سپیدی اجاگر ہو رہی ہے۔'' رمیش نے مسخرے پن سے کہا اور ششما بے ساختہ ہنس پڑی۔

''میرے خیال سے آپ تمام لوگ گزشتہ واقعے کو اپنے دل و دماغ سے نکال دیں تو بہتر ہے۔ ہمارے ساتھ یہ کوئی نئی واردات نہیں۔ ہمارے دشمنوں کی تعداد بے پناہ ہے اور میں نہیں چاہتا آپ دہلی پہنچ کر اس واقعے کی کسی کو اطلاع دیں اور ہمارے دشمنوں میں بلاوجہ مزید اضافہ ہو جائے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم غلط لوگ نہیں......اس لیے اپنے دل میں سے ہمارے بارے میں ہر قسم کی غلط رائے نکال دیں۔'' میں ان سب سے مخاطب تھا۔

''ارے نہیں بیٹا......تم بالکل بے فکر رہو۔ ہمیں تمہاری شرافت کا اندازہ ہے ورنہ اگر تم کسی قسم کے غلط لوگ ہوتے تو وہ سلوک جو تم نے ان سے کیا اس سے پہلے ہم سے بھی کر سکتے تھے۔'' ششما کے پتاجی کا یہ جملہ اس بات کی دلیل تھی کہ ان کی عقل میں میری بات با آسانی آ گئی ہے۔

دہلی پہنچ کر ہم نے سیدھا اعلیٰ درجے کے ہوٹل کی طرف رخ کیا۔ قسمت اچھی تھی کہ ہمیں کمرے خالی مل گئے۔ چنانچہ ہم اپنے اپنے کمروں میں منتقل ہو گئے۔ رمیش کو نہانے کا مشورہ دے کر میں خود بھی شاور لینے باتھ روم میں گھس گیا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ ناشتہ کر رہے تھے۔ رمیش کافی پیتے ہوئے بولا۔ ''میرے خیال سے اتنے بڑے شہر میں سواری کی بے پناہ دقت ہو گی۔ کیوں نہ ہم کسی کار کا انتظام کر لیں۔''

''مناسب خیال ہے لیکن کار کسی شناسا سے لینے کے بجائے کرائے پر لینا زیادہ مناسب رہے گا۔'' میں نے اس کے خیال کی تائید کی اور وہ کپ واپس رکھ کر ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ ہوٹل کے ریسپشن سے اس نے کسی کار ڈیلر کے بارے میں معلومات حاصل کیں' پھر اس سے فون پر بات کر کے وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

''بھیا رنجیت کبھی سوچا تم نے ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' رمیش سنجیدہ تھا۔

''ہاں سوچا ہے......کئی بار......لیکن منزل کے نشانات نظر نہیں آئے بس ایک مبہم سی امید ابھرتی ہے کہ شاید کبھی ہم اپنی منزل پا سکیں' لیکن کون سی منزل' انتقام کی تپتی ہوئی بھٹی سرد ہو جائے گی تو کیا میں اپنی منزل پا لوں گا! بہت گہرا سوال رمیش' جتنا اس کی گہرائی میں جاؤ گے' دل و دماغ میں ٹیس سی ابھرنے لگی گی۔ ماضی کے عطا کردہ زخم اور گہرے ہو جائیں گے پھر ناسور بن کر تو ڑپائیں گے' چھوڑو! اپنے دفاع کے پہلو پر غور کرو۔''

رمیش گہری نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے سگریٹ جلائی اور خاموش بیٹھا سگریٹ پیتا رہا۔

''سگریٹ ہو گی آپ کے پاس۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کمرے میں چھایا ہوا سکوت ختم کیا۔

''بہت بے رحم ہو لڑتے ہو اور ہنستے رہتے ہو۔'' رمیش عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

''تجھے کیا ہو گیا ہے' کیوں پاگل ہوا جا رہا ہے۔ انداز بدل گئے زندگی کے تو نئی زندگی کو مکمل طور پر دیکھ تو لینے دے......'' میرا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا اور پھر وہ زیادہ دیر تک سنجیدگی کا خول اپنے اوپر چڑھائے نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے سگریٹ کا پیکٹ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''ٹھیک ہے رنجیت بھیا! تم جاؤ' میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ جسے تم دشمن کہو گے دشمن ہے جسے دوست جانو گے وہ درست ہے۔'' رمیش نے سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ حد سے زیادہ مجھ پر اعتماد کرتا تھا اس کے خیال میں مجھ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی تھی' خام خیالی تھی اس کی۔ آخر میں بھی گوشت پوست کا ایک انسان تھا۔ ایک غلطی کرنے کے بعد دوسری غلطی کرنے کا حق رکھتا تھا۔ رمیش جانے مجھے کیا سمجھتا تھا۔

''اب آپ کا پھر کیا پروگرام ہے؟'' رمیش نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ دن آرام کرنے کا۔ میرے خیال میں تم کافی عقلمند ہو آرام کا مطلب بخوبی سمجھ گئے ہو گے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو چلیں' کہیں چلتے ہیں' کوئی نہ کوئی شہزادی مل ہی جائے گی۔''

''مگر اس کے ساتھ کنیز کی شرط لازمی ہے' ورنہ تنہا شہزادی بے کار ہے۔''

''بھیا رنجیت' کچھ زیادہ ہی خیال رکھنے لگے ہیں آپ۔؟''

رمیش نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا۔ ''ہم خیال نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ تو آؤ اٹھو۔ کہیں چلتے ہیں۔'' میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور رمیش نے تقلید کی۔ ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ ہوٹل کے ریسپشن کاؤنٹر سے ہمیں کار کی چابی مل گئی تھی۔ پارکنگ لاٹ میں ایک خوبصورت کار کھڑی تھی' رمیش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا' اچانک ایک سنسناہٹ سی ہوئی اور میری کمر میں کوئی تیز دھار آلہ آ کر لگا۔

''واپس کمرے میں چلو۔'' میرے عقب سے آواز آئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھنا چاہا لیکن کمر میں چبھن کا احساس بڑھ گیا۔

''اپنے دوست کو ساتھ لے لوں۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں لے لو۔ اس لیے کہ ہم تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔'' جواب ملا۔ تب میں رمیش کی طرف متوجہ ہوا۔

''آؤ یار' واپس کمرے میں چلیں' بھگوان نے ہمارے متروں کو خود ہی بھیج دیا۔'' میں رمیش سے مخاطب ہوا۔ ایک لمحہ کے لیے رمیش کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھرے پھر جانے وہ کس خیال کے تحت مسکراتا ہوا کار سے اتر گیا۔ تب میری نظر رمیش کے عقب میں درختوں کی اوٹ سے نکلنے والے تین چہروں پر پڑی' سب کے سب غیر ملکی تھے اور تینوں کے چہروں پر خوفناک تاثرات تھے۔ میں اور رمیش واپس اپنے کمروں میں آ گئے۔ ہمارے ساتھ پانچ غیر ملکی بھی تھے' جن کے چہروں پر خونخوار تاثرات تھے۔ آنکھیں آگ اگل رہی تھیں وہ پانچوں بار بار ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنے پیاسے ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔

''مسٹر رنجیت پر کاش' آپ کو ہم سے مل کر یقیناً بے پناہ خوشی ہوئی ہو گی۔'' ان میں سے ایک مجھ سے مخاطب ہوا' وہ گنجا تھا اور مدھم روشنی میں اس کا سفید سر بے حد چمک رہا تھا۔

''مجھے ہر اس شخص سے مل کر خوشی ہوتی ہے جو خون کا پیاسا ہو۔'' میں نے پانچوں پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال سے آپ لوگ کافی دیر سے کھڑے ہیں تشریف رکھیے۔'' یہ کہہ کر میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

''آپ بہت اچھے میزبان ثابت ہوئے ہیں مسٹر رنجیت' لیکن کیا ہمیں میزبانی کا شرف نہ بخشئیے گا۔'' گنجے نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ میں نے رمیش کی طرف دیکھا۔ وہ تذبذب کا شکار تھا گنجے کے سوال پر وہ چونکا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب واضح ہے مسٹر رمیش۔ ہم آپ دونوں حضرات کو لینے آئے ہیں۔''

''تو پھر کمرے میں واپس آنے کا کیا مطلب' باہر سے ہی چل دیے ہوتے۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''حکم عدولی ہمارے بس میں نہیں مسٹر رمیش' باس کا حکم ہے کہ آپ دونوں حضرات کو بغیر کسی تکلیف کے ناکارہ کر دیا جائے چنانچہ ہم پہلے تو آپ دونوں کو بہرہ کریں گے' اس کے بعد زبان کاٹ لیں گے۔''

اس نے اوور کوٹ کی جیب سے ایک چمکدار تیز خنجر نکالا۔''پھر ایک ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر باس کے عجائب گھر میں سجانے کے لیے بھیج دیں گے اس کے بعد آپ ہمارے مہمان ہوں گے اور ہم آپ کے میزبان۔'' اس کا لہجہ بے حد نرم تھا لیکن گفتگو خنجر کی تیز دھار سے کہیں زیادہ تیز۔

''آپ کے خیال میں کیا یہ ممکن ہے؟'' میں نے گنجے سے پوچھا۔

''کیوں نہیں؟ ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔'' گنجے نے اپنے ساتھیوں کو کوئی اشارہ کرتے ہوئے کہا اور چند لمحے میں اس کے ساتھیوں نے اپنے اوور کوٹوں میں چھپی ہوئی اسٹین گنیں نکال دیں۔

''عدم تعاون کی صورت میں میرے خونخوار ساتھی آپ دونوں کو بھون دیں گے۔'' اس نے تنبیہ کی۔ بڑا خطرناک پلان بنایا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ کیسی خوفناک پلاننگ تھی۔ ہمیں ناکارہ کر دیا جاتا اور ہم ساری عمر چوہے کی طرح بسر کرتے پھرتے میں لمحہ بھر کے لیے چکرا گیا تھا۔ رمیش چپ کھڑا تھا۔ وہ میرے بولنے یا کچھ کرنے کا منتظر تھا۔ ہم بے بس انسانوں کی طرح دوسروں کے رحم و کرم پر تھے جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔ رمیش کے چہرے پر شرمندگی کے آثار واضح ہوتے جا رہے تھے۔

''بہت مشکل ہے' بغیر لڑے کہ ہم آپ کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ خواہ آپ ہمیں بھون دیں یا کچھ اور کریں۔'' بالآخر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ اور اب ان کی باری تھی۔ وہ پانچوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے رمیش کی طرف دیکھا وہ زیر لب مسکرا رہا

تھا۔ایک عجیب مطالبہ تھا۔

''مسٹر......لڑکی کی موجودگی کی صورت میں ہم آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے اور خاموشی سے آپ کے ساتھ چلیں گے۔ یا پھر جو حکم بھی آپ کے باس نے دیا ہے اس پر عمل کرنے سے آپ کو نہیں روکیں گے۔''میں نے سکوت توڑا۔

''بالفرض ہم آپ کا یہ مطالبہ رد کر دیں تو......؟''گنجا جو ان چاروں کا سربراہ تھا چند لمحے سوچتا ہوا بولا۔

''تب ہم مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہیں۔''میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔اس نے اپنے ساتھیوں اور ان کے ہاتھوں میں موجود اسٹین گنوں پر نظر ڈالی اور مجھ سے مخاطب ہوا۔

''کیا ان چار اسٹین گنوں کے سامنے بھی مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہو۔''اس کے لہجے میں طنز تھا۔

''مسٹر!کیوں فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو!ہمارا فیصلہ اٹل ہے مطالبہ رد ہو جانے کی صورت میں ہم سینکڑوں گنوں کے سامنے بھی مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہیں۔''میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔گنجا اپنے چمکدار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔اسی لمحے وہ کشمکش و پیچ کا شکار تھے۔

''ہمیں صرف اور صرف ایک عدد لڑکی چاہیے اور اس کے ساتھ گزارنے کے لمحات اس کے بعد ہم دونوں تمہارے زرخرید غلاموں کی طرح تمہارے ہر حکم کی بے چوں وچرا تعمیل کریں گے۔''رمیش با آواز بلند بولا۔

''ٹھیک ہے مگر اس کے لیے بھی تمہیں چلنا ہوگا۔کم از کم یہاں ہوٹل کے اس کمرے میں ہم تمہارا مطالبہ پورا کرنے سے قاصر ہیں۔''

''خوش فہمی کا شکار ہو!باتوں میں اڑا دینا چاہتے ہو سامنے فون موجود ہے اسے استعمال میں لاؤ اور اس تک ہمارا یہ ادنیٰ مطالبہ پہنچا دو!''میں نے اسے مشورہ دیا۔رمیش بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہا تھا۔مجھے اب یہ خدشہ ہو چلا تھا کہ وہ کہیں ان پر حملہ نہ کر دے۔وہ جمناسٹک کا بہترین کھلاڑی تھا۔بہترین باکسر تھا مگر یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے تھا کہ مقابل اچھی طرح سے ہتھیاروں سے لیس ہیں۔میں بہ دستور اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔نگاہوں کا تصادم ہوا اور میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اس کے ارادے سے باز رہنے کی تلقین کی۔دراصل میں نے اپنے دشمنوں کے سامنے ایک بے تکا سا مطالبہ پیش کر کے اندھیرے میں ایک تیر چھوڑا تھا اور میں کسی موقع کی تلاش میں تھا۔حالانکہ یہ واضح تھا کہ چار اسٹین گن جن کے منہ ہماری طرف تھے کے سامنے ہماری کوئی وقعت نہیں لیکن اپاہج ہونے سے بہتر تھا کہ کوئی ترکیب سوچی جاتی۔

گنجے کے چہرے سے پتا چلتا تھا کہ وہ ہمارے بارے میں جلد کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پا رہا لیکن وہ ہمارا مطالبہ پورا کرنے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ تب مجھے ناکامی کا شدت سے احساس ہونے لگا یا تو اعضاء سے محروم ہو جاتا یا پھر اندھوں کی طرح دشمنوں سے بھڑ جایا جاتا۔نتیجہ سامنے تھا۔موت ہمارے سر پر منڈلا رہی تھی۔مقابل کے تیور اچھے نہ تھے پھر میرا دشمن کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ایسے نہ جانے کتنے افراد اس کی دولت کی فراخدلانہ پیشکش کے سامنے خطرناک اقدامات سے گریز نہیں کر سکتے تھے۔میں ریل کا سفر ابھی تک نہیں بھولا تھا۔دشمن کا عطا کردہ ایک معمولی سا جسمانی زخم اب بھی پوری آب وتاب کے ساتھ میرے بازو میں چنگاریاں بھر رہا تھا۔

پھر اچانک ہی رمیش نے جمناسٹک کا ایک ادنیٰ سا مظاہرہ کیا اور ان کی پشت پر چل گیا اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو میں دیکھ چکا تھا چنانچہ ایک لمحے کی دیر کے بغیر میں نے گنجے کو چھاپ لیا۔میری ٹانگ عین اس کے منہ پر پڑی تھی اور وہ اچھل کر بیڈ پر گر گیا۔رمیش کے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے یکے بعد دیگرے دو شعلے نکلے اور دو اسٹین گن بردار لڑکھڑا کر گر پڑے تھے۔میں گنجے پر دوسرا وار کرنے جا ہی رہا تھا کہ وہ اچھل کر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔اب وہ نہتا نہیں تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک تیز چمکدار خنجر تھا اور وہ خنجر کو تولتے ہوئے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔ میں سنبھل گیا تھا۔گنجا میرے خیال سے کہیں زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔اس نے اچھل کر بھرپور خنجر کا وار کیا اور میں نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن پھر بھی خنجر میری جیکٹ کاٹتا ہوا نکل گیا۔میرے بازو میں بھی زخم آ گیا تھا میں قدرے زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔گنجے پر خون سوار تھا۔تب مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔میں نے دفاع کرنے کی بجائے اس پر ایک بھرپور وار کیا اور خنجر والا ہاتھ میرے ہاتھ میں آ گیا۔میں نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر

جھٹکے سے موڑ دیا اور اس کے حلق سے ایک دردناک آواز خارج ہوئی۔

''سنبھل کے۔'' رمیش کی آواز آئی تھی۔ مگر میں نہ جان سکا کہ سنبھلنے سے کیا مراد تھی اس کی بات کی اہمیت کا احساس اس وقت ہوا جب اس کے ہاتھوں زخمی ہونے والے ایک اسٹین گن بردار نے میری ٹانگ گھسیٹ لی تھی میں کٹے ہوئے تناور درخت کی طرح نیچے آ گرا۔ پھر میرا ذہن ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کیا ہوا تھا' بس فرش پر گرتے ہی میری آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا۔

میں نہیں جانتا کہ میں کتنی دیر بے ہوش رہا۔ آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو ایک خوبصورت بیڈروم میں پایا...... حیرت اس بات کی تھی اس خوبصورت بیڈ روم میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ مجھے رمیش کا خیال آیا اور میرے ذہن میں وسوسے اجاگر ہونے لگے جانے رمیش کہاں تھا؟ کس حال میں تھا؟ میں نے وقت دیکھنے کے لیے کلائی پر نگاہ دوڑائی۔ گھڑی غائب تھی۔ گویا اس کے بند کمرے میں یہ بھی نہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وقت کیا ہوا ہے...... اپنی بے چارگی پر دل عجیب سا ہو کر رہ گیا۔ تب مجھے رُوپا کا خیال آیا اور مجھے حیرت ہوئی کہ دہلی پہنچنے کے بعد میرے ذہن میں رُوپا کا خیال کیوں آیا ہے؟ رُوپا! جس سے میں پریم کرتا تھا۔ وہ میرا محافظ سایہ تھی۔ اس نے مجھے جینا سکھایا تھا۔ کہاں تھی وہ؟ میں نے اسے دل کی گہرائی سے پکارا۔ مگر رُوپا نہ آئی۔ شاید اس بند کمرے میں آج اس کے لیے آنا ممکن نہ تھا۔ مگر نہیں! وہ تو ہر جگہ آ سکتی تھی۔ سیمنٹ کی یہ دیواریں اس کے راہ میں حائل نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ طاقتور تھی۔ پھر رُوپا کہاں تھی! کیا اس تک میری آواز نہیں پہنچ رہی تھی؟ کیا اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کا رنجیت کس حال میں ہے؟ دیر تک میں انھی خیالات میں غلطاں رہا۔ میں نے جیکٹ کی جیبوں میں سگریٹ کا پیکٹ تلاش کیا۔ مگر میری تمام جیبیں خالی تھیں یعنی میں بالکل قلاش ہو گیا تھا۔ سگریٹ کی طلب آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور جب میرے صبر کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا تھا۔ بیڈروم کا دروازہ کھلا۔ میں سکتے کے عالم میں مبہوت رہ گیا' ایک سراپائے نازنین ایک حسین پیکر میرے سامنے تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ کسی دوراہے پر آن کھڑا ہوں۔ اس کی سیاہ زلفیں کمر سے نیچے تک چلی گئی تھیں۔ کتابی چہرہ کہ بس دیکھتے رہنے کو جی چاہ رہا تھا اور پھر میری نظریں اس کے سینے پر رک گئیں۔ ہلکے نیلے رنگ کے باریک گاؤن میں اس کا سینہ مچل رہا تھا۔

''ہیلو۔'' اس کی شیریں آواز میرے کانوں میں آئی۔

''ہیلو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونس لیے۔

''تشریف لائیے۔'' میں نے اندر آنے کی دعوت دی۔

''میں ثریا ہوں۔'' اس نے اندر آ کر اپنا انگریزی میں تعارف کرایا۔

''آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟'' چہرے کے خدوخال اسے غیر ملکی ظاہر کرتے تھے۔

''مسٹر رنجیت' آپ شاید سوچ رہے ہوں کہ میں غیر ملکی ہوں۔ لیکن مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو گی کہ آپ غیر ملکی ہیں اور آپ اس وقت میرے وطن میں ہیں۔'' اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اوہ......'' میں چکرا کر رہ گیا۔ گویا میں اب مکمل طور پر اپنے دشمن کے رحم و کرم پر ہوں۔ ''تب مجھے نہیں پتا بس۔''

''میرا ساتھی کہاں ہے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''اس کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں' بس اتنا جانتی ہوں کہ کل باس نے مجھے آپ کی آمد سے باخبر کیا اور یہ ہدایت دی کہ میں آپ کا مکمل طور پر خیال رکھوں؟''

''تو گویا مجھے مکمل طور پر آزادی ہو گی۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں' لیکن آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ہمراہ ہوں گی اور ہمارے ساتھ ہمارے دو محافظ۔'' یہ کہہ کر اس نے کسی اجنبی زبان میں کسی کو پکارا۔ کمرے کا خودکار دروازہ کھلا اور ثریا کے دو محافظ میرے سامنے کھڑے تھے۔

''یہ بینو ہے' افریقہ کا ایک ماہر نیزہ باز تھا لیکن اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے جو مجھے بے حد پسند ہے وہ یہ کہ یہ اپنی انگلیاں بڑے بڑے طاقتور انسانوں کے جسم میں گھونپ دیتا ہے۔'' پھر وہ بینو سے مخاطب ہوئی۔ ''مسٹر رنجیت کو اپنی انگلیاں دکھاؤ۔''

اس حکم پر بینو نے ایک ہاتھ سے دستانہ اتار دیا اور ہاتھ میرے سامنے کر دیا' اس کے ہاتھ پر ایک لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا۔ سیاہ جسم پر اس کی سرخ آنکھیں درندگی کا پتا دیتی تھیں۔

''اور یہ سی کا ہے' جاپانی نژاد'' ثریا نے اپنے دوسرے محافظ کا تعارف کرایا۔ میں نے سی کا کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر میرے اندازے کے مطابق کم از کم ستر سے اوپر ہوگی۔ کم از کم اس کے جھریوں پڑے چہرے سے تو میں یہی اندازہ لگا پایا تھا۔ وہ ایک کھلا پاجامہ اور ایک کھلی بشرٹ پہنے ہوئے تھا۔

''مسٹر رنجیت' سی کا کے جسم پر نہ جایئے' دنیا کے ہر ملک کی کشتی کا ماہر ہے۔ اکیلا بیس بینو جیسے انسانوں پر بھاری ہے۔'' ثریا نے سی کا کے بارے میں مزید بتایا اور بینو نے ادب سے گردن جھکالی۔

''بس اب تم جاؤ......'' ثریا نے حکم دیا اور وہ کمرے سے باہر نکل گئے خود کار دروازہ بند ہو گیا۔ انکے جانے کے بعد ثریا مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''میرے خیال سے تم کافی بھوکے ہو......بس چند لمحوں میں ہی کھانا آنے والا ہے۔''

''ثریا صرف اتنا بتادو کہ یہ کھانا رات کا ہوگا یا دوپہر کا۔''

''رات کا مسٹر رنجیت۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اتنی زحمت کی ہے آپ نے تو یہ بھی بتانے کی تکلیف کیجیے کہ آج تاریخ کیا ہے؟''

''دس ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ تو گویا میں بیس دن سے بے ہوش رہا ہوں۔'' میں نے متعجب انداز میں پوچھا۔

''مسٹر رنجیت کن کن چیزوں پر حیرت کا اظہار کرو گے۔'' ثریا اٹھ کر میرے قریب آتی ہوئی بولی۔

''کیا اس کمرے کے ساتھ باتھ روم نہیں ہے۔''

''کیوں نہیں سیدھے ہاتھ پر موجود ہے۔'' اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں نے دیکھا دائیں جانب باتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شاید میں پھر حیرت کا اظہار کرتا۔ مگر پھر میرے ذہن میں ثریا کا جملہ آیا کہ کن کن چیزوں پر حیرت کا اظہار کروں گا۔ چنانچہ میں خاموشی سے باتھ روم میں گھس گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلا تو ثریا میرا کھانے پر انتظار کر رہی تھی۔ میں ثریا کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

''میرے خیال سے کھانا شروع کیا جائے۔'' میں نے ایک پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے اس وقت کھانے سے ہاتھ روکا جب مجھے احساس ہوا کہ میں اب کھانے کے بغیر کافی دنوں تک زندہ رہ سکتا ہوں۔ کھانے سے فراغت پا کر میں ثریا کی جانب متوجہ ہوا۔

''کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس قید میں سگریٹ بھی میسر ہوتے۔''

''بیڈ کے ساتھ والی ٹیبل کی دراز میں سگریٹ کے کئی کارٹن ہیں۔''

''شکریہ۔'' میں ٹیبل کی طرف لپکا۔ اوپر کی دراز میں نے سگریٹ کے کارٹن میں سے پیکٹ نکالا اور دراز ہی میں سے ماچس نکالی اور واپس ثریا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے سگریٹ نکال کر پیکٹ ثریا کی طرف بڑھا دیا۔ ثریا نے بھی ایک سگریٹ نکال لی۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''اب تک باس کے کتنے آدمی مارے جا چکے ہیں۔''

''صحیح تعداد کا اندازہ نہیں۔'' میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے کہا اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور بینو بھاری بھر کم جسم کے ساتھ

اندر داخل ہوا اور پھر وہ ٹرالی گھسیٹتا ہوا واپس لے گیا۔

''میرے خیال میں اب آرام کیا جائے۔'' ثریا نے انگڑائی لی۔

''تنہا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں دس بیس انسانوں کے ساتھ.....'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے اس جواب پر میں دیر تک محظوظ ہوتا رہا۔

ثریا ایک انداز سے اپنی جگہ سے اٹھی اور بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔

''رنجیت تم بھی آ جاؤ۔'' ثریا نے مست بھری آواز میں کہا۔ اس کا گاؤن قدرے پھیل گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خمار تھا یہ درست کہ میں ایک قیدی تھا۔ فی الحال دشمنوں کے رحم و کرم پر تھا لیکن اب کسی چیز کو بھی خود پر مسلط نہیں کر سکتا تھا۔

حسن سے فیضیاب ہونا اب میری برداشت میں شامل ہو گیا تھا۔

''آ جاؤ ڈیئر۔'' ثریا نے پھر پکارا۔ تب میں نے نشست چھوڑی اور اس کے قریب چلا گیا۔ وہ گاؤن کے بند کھول چکی تھی۔ پیراہن کی قید سے آزاد تھی لیکن ابھی گاؤن اس کے جسم پر تھا۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''ثریا ڈیئر' شراب نہیں ملے گی۔'' میں نے پوچھا۔

''اوسوری..... میں بھول گئی تھی۔'' وہ تیزی سے بیڈ پر سے اٹھ گئی۔ گاؤن بیڈ پر ہی رہ گیا تھا اور وہ سامنے دیوار میں نصف الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا عریاں سراپا میری نگاہوں کے سامنے تھا اور مجھے بغیر شراب کے ہی نشہ ہو رہا تھا۔

لامبے بالوں نے اس کی کمر کو چھپا لیا تھا۔ الماری سے شراب نکال کر وہ واپس پلٹی۔ اس کا گداز سینہ میرے دل و دماغ میں ہلچل مچا رہا تھا۔ عجیب مستی سی چھا رہی تھی۔

پھر اس نے پیگ بنا کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

''جیکٹ اتار دو ڈیئر.....'' ثریا نے دیوار میں نصب سوئچ بورڈ پر بٹن آف کر دیے اور ایک شیڈ لائٹ جلا دی جس میں سرخ بلب لگا تھا' کمرے میں مدہم روشنی مجھے گناہ کی ترغیب دے رہی تھی۔ میں نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا شراب کا خمار آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ تب میرے ذہن میں صرف ثریا اور اس کا حسین سراپا تھا۔

رت بیتتی رہی' دو شراب میں مست جوانیاں بہکتی رہیں۔

ثریا میری زندگی میں اب تک آنے والی تمام لڑکیوں سے زیادہ دلکش ثابت ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں پھر مجھ میں قناعت کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔ جی چاہتا تھا کہ بس میں ہوں اور ثریا..... کمرے کا یہ خوبصورت منظر ہو اور ہم دونوں دنیا مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں مدغم۔

مگر شاید میری زندگی میں ایسی حسین شب کم تعداد میں تھیں' ثریا نے دوسرے دن مجھے اپنے باس کا حکم سنا دیا۔

''مسٹر رنجیت تم سے باس ملنا چاہتے ہیں۔''

''اتنی جلدی کی کیا ضرورت تھی ثریا ڈیئر.....'' میں نے اسے بانہوں میں لیتے ہوئے کہا۔

''میں کیا کر سکتی ہوں' باس کے حکم کے خلاف ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے.....'' اس نے وضاحت کی۔

''کیا تمہارا باس مجھ سے اسی قید خانے میں ملاقات کرے گا؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں! تم اس سے ملاقات کے لیے تیار ہو؟'' وہ میری بانہوں کے حصار سے نکلتی ہوئی بولی۔

''ہاں..... ملا دو..........'' میں نے کہا

پھر وہ واپس چلی گئی تھی اور میں تنہا رہ گیا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد میرے سامنے ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔اس کی سفید داڑھی بے ترتیب تھی۔ حال دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں عرصہ دراز سے سنوارا تک نہیں گیا تھا۔

''میں راک ہوں رنجیت'سٹی باس۔''اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

''ہنری تھامس کے آدمی؟''میں نے پوچھا۔

''ہاں'وہ تمہارا ہمدرد اور تمہارا دوست ہے رنجیت......''اس نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔

''تعجب ہے کہ ہنری تھامس میرا دوست کب سے ہو گیا۔ورلڈ پیس کے نام پر دنیا کو برباد کرنے والا رنجیت کا ہمدرد کب سے بن گیا۔''میرے لہجے میں طنز تھا۔

''وہ روز اول سے تمہارا دوست ہے۔''راک مسکراتا ہوا بولا۔

''شاید......خیر اس ذکر کو جانے دیا جائے'فرمایئے مجھ بندہ ناچیز سے کیا کام آن پڑا کہ مجھے اس پراسرار انداز میں اس اجنبی ملک میں لایا گیا اور میرے ساتھی کو مجھ سے جدا رکھا گیا۔''

''میں اپنے باس کی جانب سے اور ورلڈ پیس کی جانب سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ رنجیت'ہمیں تم جیسے بہادر اور طاقتور جوانوں کی اشد ضرورت ہے۔''اس نے پیشکش کی۔

''مجھے سوچنے کی مہلت چاہیے۔''میں نے فوراً کہا۔

''ٹھیک ہے تم سوچ لو۔تمہارے ساتھی کو جلد تم سے ملا دیا جائے گا۔لیکن یاد رکھنا کہ اگر تم ورلڈ پیس میں شامل ہونے کی حامی بھر لو تو یہ مت سوچنا کہ تم کسی بھی لمحے ہماری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔اسی لیے کہ یہاں کوئی بھی تمہارا ہمدرد نہ ہوگا۔ جب تک ورلڈ پیس سے بغاوت کا خیال دل سے لاؤ گے۔''راک نے مجھے تنبیہ کی۔

''میں نے ابھی حامی نہیں بھری ہے مسٹر راک اس لیے کسی قسم کی تنبیہ مجھے پسند نہیں'دوسرے یہ کہ کیا تمہارے علم میں یہ نہیں کہ ہم ہتھیار ڈالنے والوں میں سے نہیں۔ ہمیں دھوکے سے قابو کیا گیا اور شاید تمہارے ان پانچوں ساتھیوں کی لاشیں بھی تمہیں کہیں سڑتی ہوئی مل جاتیں اور ہاں یہ بھی یاد رکھنا کہ میں چوہوں کی موت کبھی پسند نہیں کرتا۔اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ تمہاری قید میں بے بس ہو گیا ہوں۔ میں ورلڈ پیس کے لیے اگر دوست ثابت نہ ہوا تو مجھے اس تنظیم کا سب سے بدتر اور عظیم دشمن پاؤ گے......اب تم جا سکتے ہو اور میری باتیں اپنے باس تک پہنچا سکتے ہو۔''میں راک کی دھمکی کے بعد اپنے قابو میں نہ رہا تھا۔مجھ میں وہی پرانا رنجیت عود کر آ گیا تھا جو دشمن کو صرف دشمن جانتا تھا۔میں اسے شعلہ بار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کے انداز میں تذبذب تھا۔

''ٹھیک ہے مسٹر رنجیت......میں تمہارا پیغام باس تک پہنچا دوں گا۔''وہ اٹھتا ہوا بولا۔

''مجھے امید ہے کہ تم جلد ہی اپنے باس کے فیصلے سے مجھے آگاہ کرو گے اور میرا فیصلہ سننے آؤ گے۔''

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے کہا۔

''یقیناً......میں تمہارا فیصلہ سننے کے منتظر رہوں گا۔''

پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد میں محتاط ہو گیا تھا۔راک جب میری گفتگو ہنری تھامس تک پہنچائے گا تو مجھے یقین تھا کہ ہنری تھامس پاگل ہو جائے گا اور وہ ہر سخت اقدام کرنے کا تہیہ کرے گا۔

چند لمحے بینو اور سی کا انداز داخل ہوئے۔

''ہمارے ساتھ باہر چلنا ہوگا۔''سی کا نے قریب آتے ہوئے کہا۔

''کہاں اور کیوں۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''ہم سے زیادہ سوالات مت کیا کرو' ہم حکم پر عمل کرتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔'' بینو نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں تم لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کرتا ہوں۔'' میں نے سختی سے کہا۔

''ہم زبردستی لے جائیں گے۔'' سی کا کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ رچ گئی۔

''اب تم دونوں اپنی کوشش کر کے دیکھ لو۔'' میں نے انہیں چیلنج دیا اور خود کو تیار کر لیا۔ میں ان سے مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یکلخت ہی میں نے ایک منصوبہ بنا لیا تھا۔ بینو اور سی کا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر بینو نے اپنے دونوں ہاتھوں پر سے دستانے اتار دیے۔ نوکیلی اور تیز دھاری لوہے کی انگلیاں چمک رہی تھیں۔

وہ مجھ پر حملہ کرنے کے انداز میں بڑھنے والا ہی تھا کہ میں نے اچھل کر بیک وقت دونوں کے سینے پر لات ماری۔ بینو گر گیا۔ لیکن سی کا کمال پھرتی سے میرے مقابلے پر آ گیا۔

''ہاں تم کمزور دشمن نہیں ہو سی کا۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔ اچانک ہی وہ اچھلا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے وار سے بچنے کے لیے کسی سمت ہٹوں گا۔ چنانچہ اس نے داؤ مارنے کی سمت بدلی ہوئی تھی مگر میں اپنی جگہ پر ڈٹا رہا اور اس کی دوسری سمت جاتے ہی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پھر میں اس کے پیر پکڑے کمرے کے چکر لگاتا رہا تھا۔ اس نے ایک بار کمر میں لچک پیدا کر کے میرے گلے پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر میں نے کپڑے کو جھٹکنے کے انداز میں اسے جھٹکا دیا۔ میں بینو کی جانب سے بھی غافل تھا۔

وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ میں سی کا کو چکر دیتے ہوئے اس کے پیروں پر اپنی طاقت کا بھرپور استعمال کر رہا تھا کہ بینو قریب آ گیا۔ بینو کے وار کو روکنے کے لیے سی کا کو دیوار کے طور پر استعمال کیا اور پھر سی کا کی ایک دلدوز چیخ کمرے میں گونجی۔ بینو کی انگلیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں۔ میں نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ایک پیر کو موڑ کر ہڈی توڑ دی تھی۔ تب میں نے اسے ایک جانب پھینک دیا وہ ناکارہ ہو گیا تھا' اب بینو کی طرف پلٹا۔ بینو خوفزدہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

''آؤ بینو' اپنی انگلیاں مجھ پر آزماؤ۔'' میں پاگل سا ہوا جا رہا تھا مگر اچانک بینو نے اپنی لوہے کی انگلیوں کے خول اتار دیے۔

''میں تمہارا غلام ہوں۔'' اس نے خول میرے پیروں پر ڈال دیے وہ میری طاقت سے مرعوب ہو گیا تھا۔ اور یہ محض سی کا کے ناکارہ ہونے کی بنا پر تب میں نے اسے ساتھی بنانے کا سوچا۔

''آؤ بینو۔ میں بھی تمہاری دوستی کا خیر مقدم کرتا ہوں۔'' میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور عین اسی وقت کمرے کا خودکار دروازہ کھلا۔ اندر آنے والا رمیش تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر تھے اور ان میں ہتھکڑیاں تھیں اس کے پیچھے ثریا سیاہ چست لباس میں اسٹین گن سے کور کیے ہوئے تھی۔

''مسٹر رنجیت اگر تم نے اب مزید طاقت کا مظاہرہ کیا تو تمہارا دوست بھون دیا جائے گا۔''

رمیش کو اس حالت میں دیکھ کر میں تڑپ گیا۔ ثریا نے اپنی جیب سے ہتھکڑی کی جوڑی بینو کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

''اسے مسٹر رنجیت کو پہنا دو۔''

بینو تذبذب میں پڑ گیا تھا۔

''جلد پہناؤ بینو ورنہ میں اس کے ساتھی کے ساتھ تمہیں بھی بھون دوں گی۔'' وہ غرائی۔

''پہنا دو بینو۔'' میں نے مست انداز میں کہا اور رمیش کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔



رمیش مجھے دیکھتا رہا۔ وہ تھوک نگل رہا تھا اور میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں کوئی مزاحمت ضرور کروں گا۔ ظاہر ہے میں سچویشن پر قابو پانے کے بعد تو پھنسنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن میری خاموشی دیکھ کر وہ متحیر تھا۔

دوسری طرف بینو پریشان کھڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ثریا کی بات ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔ اگر ثریا کے ہاتھوں میں اسٹین گن نہ ہوتی تو شاید وہ اس کا حکم ماننے سے صاف انکار کر دیتا۔ لیکن اس وقت وہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ ثریا اسے دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ''بینو! کیا تو زندگی سے عاجز آ گیا ہے؟''

''مادام! میری۔ میری بھی تو سن لیں۔'' بینو نے گگھیا کر کہا۔

''سنا۔ اپنی بھی سنا۔''

''تو بینو کو جانتی ہے ثریا۔ بینو صرف طاقت کا غلام ہے۔ اسے دنیا کی کوئی چیز متاثر نہیں کر سکتی سوائے طاقت کے' ثریا مجھے معاف کر دے' اگر تو نے سی کا کی موت کا منظر دیکھا ہوتا تو تو بھی اس کے گردنا چنے لگتی۔''

''تو دشمن کے گن گا رہا ہے۔ بینو۔'' ثریا آنکھیں نکال کر بولی۔

''میں تجھ سے کہہ چکا ہوں ثریا' بینو طاقت کا غلام ہے' تو بھی میری مان' ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کر۔''

''بینو تو بے وقوف ہے' کیا تجھے اندازہ نہیں ہے کہ اس طرح تو گروہ سے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے۔''

''نہیں ثریا' میں ہمیشہ گروہ کا وفادار رہوں گا لیکن اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کیا جائے۔''

''تمہیں معلوم نہیں' یہ تھامس کا مجرم ہے۔''

''ارے کسی کو کیا پتا چلے گا ثریا' ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے' خاموشی سے۔''

''کیا یہ گروہ سے غداری نہیں ہو گی؟''

''ایک آدمی کو معاف کر دینا کونسی غداری ہے اور پھر گروہ کے لیے ایک آدمی حیثیت بھی کیا رکھتا ہے' تم خود سوچو۔''

''ہرگز نہیں۔'' ثریا غرائی۔ ''تم نے ابھی تک میرے حکم کی تعمیل نہیں کی ہے بینو' کیا میں تجھے گولی ماردوں؟''

''ماردے ثریا' اگر تیری مرضی یہی ہے۔ بینو مرنا نہیں چاہتا' بینو گروہ کے لیے کام بھی کرنا چاہتا ہے' لیکن یہ بینو کا اصول ہے بینو نے قسم کھائی تھی کہ جو شخص اس پر حاوی ہو گا اس کے خلاف بھی کوئی کام نہیں کرے گا۔''

''تب تو تو بڑی کمزور شخصیت کا مالک ہے۔''

''ہاں ہاں' میں جیسی بھی شخصیت کا مالک ہوں' تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن میں اپنے ہاتھوں سے انہیں ہتھکڑیاں نہیں پہناؤں گا۔''

ثریا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''پھر تو ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے بینو۔''

''کچھ نہیں ثریا۔ بس میں ان پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔''

''اُفوہ! مگر ان لوگوں کا یہی حکم ہے' ہم ان کے احکامات کی تعمیل کے لیے مجبور ہیں۔''

''نہیں اطلاع ہی نہ ہونے دو اور تم سنو مسٹر! براہ کرم تم ثریا کے لیے مشکل نہ کھڑی کرو' ہم لوگ پوری پوری کوشش کریں گے کہ تمہیں یہاں سے نکل جانے دیں۔'' بینو میری طرف رخ کر کے بولا۔

''اوہ...... میں اپنی قوت بازو سے یہاں سے رہائی حاصل کروں گا۔ میں کسی کی مدد قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ اور بینو ٹریسا کی طرف دیکھنے لگا۔

''دیکھا' دیکھا' میں غلط تو نہیں کہتا تھا ٹریسا' بہادروں کی قدر کیا کرو۔''

''مگر بینو! ہم اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے' یہ گروہ کا مجرم ہے اور وہی لوگ اس کے بارے میں فیصلہ بھی کر سکتے ہیں۔'' ٹریسا نے کہا اور بینو کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

''تو تو کسی طرح نہیں مانے گی ٹریسا؟'' اس کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی۔

''میں گروہ کی وفادار ہوں' گروہ سے غداری نہیں کر سکتی۔''

''تب پھر سن لے ٹریسا' بینو اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ڈالے گا اور تو پہلے بینو پر گولی چلا۔ بینو اپنے عہد کا غلام ہے اور عہد نہیں توڑ سکتا' گولیاں چلا' گولیاں میرے بدن سے گزر کر ہی ان تک پہنچیں گی۔''

''راستے سے ہٹ جا بینو' ورنہ میں تجھے بھی بھون دوں گی۔'' لیکن بینو خاموش رہا۔ وہ اب آہستہ آہستہ ٹریسا کی طرف بڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''گولی چلا دے ٹریسا' دیر نہ کر۔ اگر میں تجھ تک پہنچ گیا تو تو میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گی۔ میں تجھے وارننگ دے رہا ہوں ٹریسا' مجھ پر گولی چلا دے۔''

اور ٹریسا نے اسٹین گن نیچے جھکا دی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''نہیں بینو' میں تجھے نہیں مار سکتی۔'' اس نے اسٹین گن پھینک دی تھی۔

''تیرا شکریہ ٹریسا' یہ لوگ مارنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ ارے تو نے ان کے جنگ کرنے کا انداز نہیں دیکھا۔ بڑے جیالے ہیں بڑی بات رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ بار بار نہیں پیدا ہوتے۔''

''تو ان سے بہت متاثر ہے بینو۔''

''ہاں ٹریسا۔''

''لیکن پھر انہیں کیسے بچائے گا؟''

''ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔ تو خود سوچ اور مجھے بتا کہ کیا کیا جائے اور ہاں وہ کہاں ہیں؟''

''اس وقت دن میں سے کوئی موجود نہیں ہے۔''

''اوہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''کیا سی کا مر چکا ہے؟''

''ہاں۔''

''بس تو پھر اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ یہ دونوں ہمیں باندھ کر ڈال دیں اور یہاں سے نکل بھاگیں۔ ہماری جان اسی طرح بچ سکتی ہے۔''

''سن رہے ہو مسٹر' ہمیں تمہاری بہادری' تمہاری دلیری کا اعتراف ہے' لیکن اس وقت نکل جانا ہی بہتر ہے۔ براہ کرم میرا سر پھاڑ دو اور ٹریسا کو باندھ کر ڈال دو' اس طرح ہماری زندگیاں بھی بچ سکتی ہیں۔''

''میں کہہ چکا ہوں بینو' میں خود یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور بینو خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔ پھر اس نے جیب سے چاقو نکال لیا۔

''اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو میں یہ چاقو اپنے سینے میں بھونک لوں گا اور میرا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔''

''ایک شرط پر میں تمہاری بات مان لوں گا بینو۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''جلدی بتاؤ۔''

''تم دوبارہ مجھ سے ملو گے۔''

''وعدہ کرتا ہوں' ضرور ملوں گا۔ پکا وعدہ کرتا ہوں۔ اب تو جلدی کرو۔''

''چلو رمیش اس کی بات مان لیتے ہیں۔''

''پہلے میرا سر پھاڑ دو۔'' بینو نے کہا۔

''عجیب احمق انسان ہو' تم نے ہمارے ساتھ دوستی کا سلوک کیا ہے اور ہم تمہارے ساتھ یہ حرکت کریں۔''

''یہ بھی ہمارے لیے بہتر ہوگا۔''

''یہ ممکن نہیں ہے بینو۔''

''خیر یہ کام میں خود کر لوں گا۔ پہلے ثریا کو باندھ کر ڈال دوں گا اور اس کے بعد اپنا سر پھاڑ کر لیٹ جاؤں گا۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔''

''میں انہیں چھوڑ آؤں بینو۔'' ثریا نے پوچھا۔

''تم رکو مادام۔ میں خود چھوڑ آؤں گا۔''

''ہر معاملے میں ضد نہ کیا کرو بینو۔ تم یہاں رکو۔'' ثریا نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''اوہ۔ اس معاملے میں ضد نہ کروں گا۔''

''لیکن تم نے ملنے کا وعدہ کیا ہے بینو' کب ملو گے۔''

''تم مجھے اس نمبر پر رنگ کر کے مٹریٹ کے نام سے طلب کر لینا۔ اپنا پتا دے دینا۔ میں پہنچ جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور بینو نے نمبر دہرا دیا۔

''اب جلدی آ جاؤ۔ اگر وہ واپس آ گئے تو سارا کام گڑبڑ ہو جائے گا۔'' ثریا نے کہا اور ہم دونوں اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ثریا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی عمارت کے عقبی راستے کی طرف جا رہی تھی۔ پھر وہ عمارت کے عقبی دروازے پر رک گئی۔

''اگر تم پسند کرو تو میں تنہائی میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں کہو۔'' میں نے رمیش کو اشارہ کیا اور رمیش باہر نکل گیا۔ تب میں نے ثریا کی طرف دیکھا۔ ''ہاں ثریا اب کہو کیا بات ہے۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''تمہارا نام رنجیت ہے نا؟''

''ہاں۔ بھول گئیں کیا؟''

''نہیں رنجیت' میں بھول سکتی ہوں تمہیں۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے لمحات میری زندگی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ رنجیت' کئی مرد میری زندگی میں آئے۔ لیکن تم نے میری دنیا میں جو انقلاب برپا کیا ہے' میں شاید اسے ساری زندگی نہ بھول سکوں۔'' ثریا کی آنکھوں میں مست کن کیفیت پیدا ہو گئی۔

''خوب ثریا' محبت کرنے کا یہ خوب انداز ہے۔ تم تو ہمیں ہلاک کر رہی تھیں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ نہیں رنجیت ڈیئر' یہ سب ڈرامہ تھا۔''

''ڈرامہ' کیوں؟''

''انہوں نے ان دونوں کو تمہیں ہلاک کرنے کی ہدایت کی تھی۔ میں اسٹین گن اسی لیے لے کر آئی تھی کہ انہیں ہلاک کردوں' اتفاق تھا کہ وہ پانچوں کسی کام سے باہر چلے گئے ورنہ مجھے یہ موقع نہ ملتا۔ کمرے میں داخل ہوئی تو یہ منظر دیکھا۔ بینو جو کچھ کہہ رہا تھا اس پر مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اسے آزما رہی تھی۔ بہرحال وہ اس سلسلہ میں مخلص ہے۔''

''اوہ۔ یہ بات تھی' تب تو تمہارا بھی شکریہ ثریا۔''

''ایک بات کہوں رنجیت۔''

''ہاں ضرور۔''

''تم ہوٹل چرن چلے جاؤ' چرن میں روم نمبر بارہ ریزرو ہے یہ کارڈ رکھ لو' تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔''

''اوہ۔ لیکن وہ کمرہ؟''

''ہم نے بک کرایا تھا۔ وہ تمہیں ہر جگہ تلاش کریں گے لیکن یہ بات ان کے ذہن میں نہیں آئے گی کہ تم اسی کمرے میں ہوگے جو انہوں نے بک کرا رکھا ہے۔''

''لیکن کیا وہ اس کمرے کو استعمال نہیں کریں گے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے چند کمرے اتفاقیہ ضرورت کے لیے بک کرائے جاتے ہیں۔ اگر اس کمرے کو استعمال کی ضرورت پیش آئی تو وہ کارڈ مجھ سے ہی طلب کریں گے' میں تمہیں خطرے کی اطلاع دے دوں گی۔''

''اوہ' عمدہ پروگرام ہے ثریا۔''

''میں تمہارے پاس آسکتی ہوں رنجیت؟''

''کب آؤ گی؟''

''جب بھی فرصت ملی؟''

''ٹھیک ہے' میں نہ ملوں تو پیغام چھوڑ دینا۔''

''ٹھیک ہے' باقی باتیں وہیں کریں گے۔''

''اوکے ثریا' ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' میں نے کہا اور ثریا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''شکریہ کی ضرورت نہیں رنجیت' میں نے اپنے دل سے مجبور ہو کر یہ اقدام کیا ہے۔ میرا یہ احسان خود اپنے اوپر ہے' اس لیے تمہیں شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب جاؤ۔ وہ کسی بھی لمحے واپس آسکتے ہیں۔''

اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ رمیش گلی میں کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی' میں اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر ہم دونوں تیز قدموں سے چلتے ہوئے گلی کے کونے پر پہنچ گئے۔ ہم نے گلی کے دوسرے سرے کا رخ اختیار کیا تھا تاکہ اس مکان کے سامنے کے رخ پر نہ آئیں۔ ادھر سے دیکھ لیے جانے کا خطرہ موجود تھا۔

تھوڑی دور پیدل چل کر میں نے ایک ایسی ٹیکسی کو روکا جو اسی وقت خالی ہوئی تھی۔ ہم ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا۔

''چاوڑی بازار۔''

رمیش نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ چاوڑی بازار کے نام پر شاید اسے کچھ حیرانی ہوئی تھی۔ لیکن بہرحال اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا۔

ظاہر ہے، ہم محتاط تھے اور کسی دوسرے کے سامنے کوئی غیر ذمے دارانہ گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ چاوڑی بازار اتر کر ہم نے بل ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چل پڑے۔

''کیا سماچار ہیں پتا جی......؟'' رمیش نے مسخرے پن سے پوچھا۔

''چلتے رہو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ تو میں چل ہی رہا ہوں' لیکن حالات کچھ گھمبیر سے نظر آ رہے ہیں۔''

''بتادوں گا' ٹیکسی روکو۔'' میں نے کہا اور رمیش چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری ٹیکسی ہمیں ہوٹل چرن کی طرف لے جا رہی تھی۔ چرن کے سامنے ہم ٹیکسی سے اتر گئے اور اسے بھی بل ادا کر کے ہم ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے کارڈ کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے کارڈ دیکھا اور پھر رجسٹر کھولنے لگا۔ پھر اس نے ایک صفحے پر رک کر دیکھا۔

''روم نمبر بارہ۔''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا اور کاؤنٹر کلرک نے گھنٹی بجا کر ایک اٹینڈنٹ کو بلایا۔

''صاحب کو روم نمبر بارہ میں پہنچادو۔'' اٹینڈنٹ نے گردن جھکا دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ نہایت عمدہ کمرہ تھا۔ ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ۔

رمیش نے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر پیر پھیلا دیے۔

''میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو پتا جی؟''

''کیوں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''یہ کمرا تم نے کب بک کرایا تھا؟''

''کبھی نہیں کرایا تھا۔''

''لیکن تمہارے پاس بکنگ کارڈ تھا۔''

''ہاں اور یہ ایک دلچسپ سچویشن ہے رمیش۔'' میں نے بہ دستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''کارڈ تریا نے دیا تھا اور یہ کمرہ اس کے آدمیوں نے بک کرایا تھا۔''

''اور ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' گویا بارود کے ڈھیر پر۔'' رمیش نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''کیا اس سچویشن سے لطف نہیں آ رہا۔''

''ہاں' اس وقت اور آئے گا جب کوئی چنگاری اس ڈھیر پر آ پڑی۔'' رمیش نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''یہی تو لطف کی بات ہے رمیش' چنگاری اس طرف نہیں آئے گی۔ ظاہر ہے وہ لوگ ہمیں ہر جگہ تلاش کریں گے' لیکن اس کمرے کا انہیں خیال نہیں آئے گا جو خود انہوں نے بک کرایا ہے۔''

''اوہ بات تو سوچنے والی ہے' لیکن لونڈیا یکایک کیسے مہربان ہو گئی؟'' رمیش نے پوچھا۔

''یہ میرا آرٹ ہے۔''

''تمہارے آرٹ کے تو ہم دل سے قائل ہیں۔ لیکن کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔'' رمیش نے کہا اور میں نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ رمیش معنی خیز انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔

''ہوں' تو یوں کہو' یہاں بھی حسن کے جلوے کارفرما ہیں۔ ویسے پتا جی' خوش نصیب ہو' دشمن بھی جھولی میں آپڑتے ہیں۔'' رمیش نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال میں نے اس بارے میں کچھ کہا نہیں تھا۔

''اب ارادے کیا ہیں پتا جی؟''

''یہی سوچنا ہے رمیش۔ صورت حال کافی بگڑ چکی ہے۔ کیسی انوکھی بات ہے' پورے ملک میں مجرموں کا راج ہے' وہ آزادی سے دندناتے پھر رہے ہیں اور ہم جوان کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں۔ چھپے چھپے پھر رہے ہیں۔''

''ہاں رنجیت' کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔'' رمیش گہری سانس لے کر بولا۔

''لیکن رمیش۔ میں بھی ضدی ہوں۔ اور اپنی ضد کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

''کیا مطلب؟''

''میں کہہ چکا ہوں' اعلیٰ پیمانے پر کارروائی کر کے میں پتا جی کو ماتا جی کا قاتل ثابت کرسکتا ہوں اور اس کے بعد پتا جی کو ضرور سزا ملے گی' لیکن میں ایسی مثال قائم نہیں کرنا چاہتا۔''

''اوہ۔'' رمیش نے کہا۔

''میں صرف پتا جی کا مان توڑوں گا۔''

''وہ کس طرح رنجیت بھیا؟''

''بس رمیش' میرے من میں بہت سے خیالات ہیں۔''

''مجھے نہیں بتاؤ گے رنجیت۔'' رمیش نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کیوں نہیں رمیش' سارے سنسار میں میرا تمہارے علاوہ اور کون دوست ہے' جس کا پتا اس کی جان کا دشمن ہو وہ اور کس پر مان کرسکتا ہے' مگر میں تم پر مان کرتا ہوں۔''

''جھوٹ تو نہیں کرتے رنجیت' میں بھی تو تم پر جیون وارنے کو تیار رہتا ہوں۔''

''ہاں مجھے اعتراف ہے۔''

''تب مجھے بتاؤ۔''

''بہت بڑی بات نہیں ہے رمیش۔ مجھے یقین ہے کہ پتا جی بھی ہنری تھامس کے کالے کاروبار کے ایک مہرے ہیں۔ وہ بھی اس کے کام کے اتنے ہی شریک ہیں جتنا وہ خود۔''

''اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم؟''

''میں آنکھیں کھلی رکھتا ہوں۔''

''خوب' پھر کیا ارادہ ہے؟''

''میں اب اس گروہ کا نمبر ایک دشمن ہوں' میری ساری کوشش اس بات پر صرف ہوگی کہ میں اس گروہ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردوں اور یہی میرا پتا جی سے انتقام ہوگا۔''

رمیش میری شکل دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے بھیا' میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

''یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں رمیش۔ فی الحال مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔''

''صورت حال تو بہت بگڑی ہوئی ہے بھیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم دہلی میں ہی رہیں گے یا دہلی چھوڑ دیں گے۔''

''دیکھو رمیش' اب جو کچھ ہوا ہے اس کے تحت اس بات کا اندازہ کر لینا چاہیے کہ مستقبل نام کی کوئی شے ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم نے جو کچھ سوچا تھا وہ صرف سنہرے خواب تھے اور خواب کبھی پورے نہیں ہوتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے امیدیں لگائی جاتی ہیں' اگر وہی بدترین دشمنوں کی حیثیت سے سامنے آ کھڑے ہوں تو پھر امیدیں کس سے وابستہ کی جائیں۔ ہمارے ذہن میں بہت سے خیالات تھے لیکن خیالات کا جو حشر ہوا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ ہم اپنی زندگی کسی خاص مسئلے کے لیے وقف کر چکے ہیں تو یہ سوچنا کہ ہم اپنے مستقبل کے لیے بھی کام کرتے رہیں گے' انتہائی فضول بات ہے' مستقبل اپنا صرف یہ ہے کہ ہنری تھامس کے گروہ کو ختم کیا جائے' اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ جب تقدیر ہمیں ایسے راستے پر لے جا رہی ہے جو ہماری منزل ہے نہ ہماری پسند' لیکن ہمارے لیے دونوں طرف دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ ہمارے پاس صرف یہی ایک راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''جیسی تمہاری مرضی بھیا' بہر حال میں نے تم سے صرف ایک بات کہی ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''مجھے تیرے ساتھ پر پورا پورا بھروسا ہے رمیش۔ اب معاملہ صرف یہ ہے کہ ہمیں اعلیٰ پیانے پر کام کرنا ہوگا۔''

''یہاں کب تک قیام کرنے کا ارادہ ہے؟''

''اس بارے میں' میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ بات صرف ثریا کی ہے اور اس کا انتظار کریں گے۔ دیکھیں وہ کیا کہانی سنانے کے لیے آتی ہے' بات اگر عورت کی ہے تو رمیش عورت کی حیثیت سے وہ میرے لیے خاص اہمیت نہیں رکھتی' عورتیں قدم قدم پر مل جاتی ہیں' لیکن اگر میں اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکا تو اس کی کوشش ضرور کروں گا۔''

''اور فائدے سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''بس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے جو تمہارے سامنے ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے بھیا۔ ایک بات میں بھی تمہیں بتاؤں کہ آدمی جب کسی راہ پر چل پڑے اور اسے اندازہ ہو کہ اس راہ میں بہت سی مشکلات ہیں لیکن اگر اسے اس راہ کے لیے کوئی جذبہ نظر آتا ہو جسے وہ سارے جذبوں پر فوقیت دیتا ہو پھر میرا خیال ہے اسے سوچنا نہیں چاہئے۔''

''ہاں بالکل' میں تم سے متفق ہوں۔''

''بس تو یہ بات طے ہوگئی کہ ہمیں صرف ایک مقصد سامنے رکھ کر چلنا ہے۔''

''بالکل طے۔''

پھر ہم دونوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ رمیش نے اس موضوع پر گفتگو کرنا چھوڑ دیا تھا اور ہم وقت گزارتے رہے' پورا دن گزر گیا' رات آ گئی۔ ہم نے باہر نکلنا پسند نہیں کیا تھا۔ سو ہم نے کمرے ہی میں کھانا منگوایا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد سو گئے' اس رات کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ دوسرا دن بھی اسی خاموشی سے گزر گیا۔

ہاں دوسری رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ بیرا سمجھ کر میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہہ دیا لیکن اندر جو کوئی داخل ہوا اسے دیکھ کر میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

وہ ثریا تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور پھر اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

''کیسے ہو رنجیت؟''

''ٹھیک ہوں ثریا' کل دن بھر تمہارا انتظار کیا اور آج بھی۔''

''ہاں میں نے جان بوجھ کر خود پر جبر کیا تھا۔ میں اس طرح تمہارے نزدیک نہیں آنا چاہتی تھی کہ کوئی میرا تعاقب کرے' میں صرف یہ چاہتی تھی کہ ان لوگوں کو اطمینان ہو جائے۔''

''اوہ۔ بیٹھو کیسی رہی؟'' میں نے پوچھا۔

اور ثریا میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ دیا۔ خاصی اسمارٹ نظر آ رہی تھی وہ...... اور بہت اچھے لباس میں تھی۔ رمیش ایک کونے میں چلا گیا اور چند ساعت تک سوچنے کے بعد میرے پاس آیا۔

''میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔

اور میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور گردن ہلا دی۔ رمیش باہر نکل گیا۔ چالاک آدمی تھا۔ اس نے ہم دونوں کو تنہائی میں بات چیت کرنے کا موقع دیا تھا۔ بہرحال ثریا اٹھی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

''ویسے تو بینو میرے ساتھ آیا ہے اور بینو' تم نے اس پر نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے' وہ تو بس تمہارے گن گا رہا ہے' مجھے تو خطرہ یہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کے سامنے اس کی حیثیت کھل نہ جائے۔''

''اوہ' وہ انوکھا انسان ہے' مجھے بھی پسند ہے۔''

''ہاں۔ لیکن اس کی عجیب وغریب فطرت ہے کہ وہ طاقت ور انسانوں سے مرعوب ہو جاتا ہے' باقی کوئی کتنا ہی خطرناک ہو' کچھ بھی ہو لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا' تمہارے لیے تو وہ بالکل موم ہو کر رہ گیا ہے۔''

''خیر بینو کی باتیں چھوڑو' یہ بتاؤ کہ ہمارے آنے کے بعد دوسروں پر کیا ردعمل ہوا؟''

''پاگل ہو گئے تھے سب کے سب۔ سی کا کی موت ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے انہیں نہایت دلچسپ کہانی سنائی۔ میں نے کہا کہ سیکا اور بینو تمہارے پاس گئے تھے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ تمہیں ماریں لیکن تم نے تنہا ان دونوں سے مقابلہ کیا۔ سیکا کو تم نے ہلاک کر دیا اور بینو کو زخمی۔''

''اوہو۔ کیا بینو زخمی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں' اس بے وقوف نے اپنا سر اچھا خاصا پھاڑ لیا ہے' پٹی کسے پھر رہا ہے۔''

''ارے۔'' میں نے کہا۔ بہرصورت بینو کا یہ ایثار میرے دل پر نقش ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ عمدہ انسان ہے' تب میں نے ثریا سے پوچھا۔

''کیا پیو گی ثریا؟''

''اوہ۔ کچھ بھی نہیں' اس وقت کوئی چیز پینے کو دل نہیں چاہ رہا رنجیت' تم صرف مجھ سے باتیں کرو۔''

''جیسی تمہاری مرضی ثریا۔''

''ہاں تو اب تم مجھے بتاؤ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''رنجیت یہ فیصلہ تو تمہارے اوپر ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''مقصد یہی ہے کہ تمہیں گروہ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ بہرصورت زندگی بری نہیں رہے گی۔ خاصا کما لو گے۔ اس کے بعد عیش کرنا۔ میں قدم قدم پر تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

''اوہ۔ ثریا! کیا گروہ کے لوگ میرے اوپر اعتبار کر لیں گے۔''

''کیوں نہیں کریں گے۔ انہیں کرنا ہو گا۔ ظاہر ہے انہوں نے خود ہی تمہیں پیش کش کی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف تمہاری تمام صلاحیتوں کی بنا پر لیکن اگر وہ تمہارے اوپر شک کرتے ہیں تو تمہیں آزمائیں گے جیسا کہ ان کا اصول ہے۔ اس میں تمہارے لیے خطرہ نہیں ہے اور ویسے مجھے یقین

ہے کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں تم انہیں با آسانی انجام دو گے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن......''

''لیکن کیا رنجیت؟'' ثریا نے پوچھا۔

''بس میں یہی سوچتا ہوں کہ ان لوگوں سے میری نبھ بھی سکے گی یا نہیں؟''

''تمہارے سامنے کوئی مستقبل ہے رنجیت!''

''مستقبل......کیا تم میرے بارے میں ساری تفصیلات جانتی ہو ثریا؟'' میں نے خود اس سے سوال کیا۔

''ہاں تقریباً۔''

''تم جانتی ہو میرا باپ کون ہے؟''

''ایک امیر آدمی۔''

''لیکن اس امیر آدمی سے میرے تعلقات کیسے ہیں یہ بھی تمہیں معلوم ہے؟''

''ہاں مجھے معلوم ہے کہ اس سے تمہاری خاصی چپقلش چل رہی ہے' حیرت بھی ہے کہ وہ کیسا باپ ہے۔''

''وہ ایسا باپ ہے ثریا جس نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن بعض اوقات حالات ہمیں ان لوگوں سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں رنجیت' جنہیں ہمارا دل کسی طور قبول نہیں کرتا۔ بہر حال وہ تمہارے باپ ہیں' لیکن کیا تم اپنی ماں کا انتقام ان سے لو گے' کیا تم انہیں قتل کر دو گے' کیا تم انہیں پھانسی پر چڑھا دو گے۔''

''نہیں۔ یہ میں نہیں چاہتا ثریا۔''

''تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟''

''بس میری خواہش تھی کہ میرے پتا جی کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کریں کہ انہوں نے میری ماں کے ساتھ زیادتی کی ہے' برا سلوک کیا ہے۔''

''اگر اعتراف نہیں کرتے تو تمہارا کیا جاتا ہے؟''

''جاتا تو کچھ بھی نہیں ہے' لیکن بس ایک انا ذہن میں سر ابھارتی رہتی ہے کہ پتا جی نے میری ماں کو قتل کرنے کے بعد میرے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا' میں ان سے ان کے اس سلوک کا حساب لینا چاہتا ہوں۔''

''چھوڑ رنجیت! یہ سب بے کار باتیں ہیں' جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب تو میری رائے یہی ہے کہ تم اپنا مستقبل سنوارنے کے لیے کوئی ایسا کام کرو کہ نہ تو تم اپنے پتا جی کی دست نگر رہو تاکہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔''

''مجھے سوچنے کا موقع دو ثریا۔''

اور ثریا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

''ہاں۔ یہ تو تمہارا حق ہے رنجیت' تم جب تک چاہو سوچ سکتے ہو۔''

''لیکن ثریا ایک بات اور بھی ہے۔''

''وہ کیا؟''

''میں نے تمہارے آدمی سیکا کو قتل کر دیا ہے! بینو کو زخمی کر دیا ہے' تمہاری نگاہوں میں نہ سہی' ان لوگوں کی نگاہوں میں سہی' ایسی شکل میں کیا وہ خلوص دل سے مجھے قبول کریں گے۔''

''دیکھو رنجیت! بات یہ ہے کہ گروہ محدود نہیں ہے۔ ایک دو آدمیوں کے قتل ہو جانے سے گروہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فی الحال تم دشمن کی حیثیت سے ان کے سامنے ہو اور انہیں اس بات کا اندازہ ہو چکا ہے کہ ان کا دشمن کافی طاقتور ہے' اتنا طاقتور کہ وہ ان کے شاندار ترین آدمی کو ہلاک کر سکتا ہے۔ بینو کو زیر کر لینا آسان کام نہیں ہے' اس لیے ان کی نگاہ میں یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی کہ کون قتل ہوا ہے اور کیوں؟ وہ تو صرف تمہاری صلاحیتوں کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے مجلس مشاورت سے متفق ہوتے ہوئے ہی تمہاری شمولیت چاہی ہے۔''

''لیکن اس کا ذریعہ کیا ہوگا ثریا۔''

''میں نہیں سمجھی............؟''

''مقصد یہ کہ اب میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کر سکوں گا۔ ظاہر ہے میں تو مفرور مجرم ہوں۔''

''یہ سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔''

''کیا مطلب' تم کیا کہہ رہی ہو' مجھے بھی تو بتاؤ۔'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''دیکھو رنجیت' میں بہر صورت انہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئی ہوں کہ تم سیکا کو قتل کر کے اور بینو کو زخمی کر کے نکل بھاگے ہو' وہ لوگ چاروں طرف تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں' لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس طرف کبھی بھی نہیں آئیں گے' وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ تم انہی کے حاصل شدہ کمرے میں بند ہو۔''

''ساری جگہوں پر تلاش کرنے کے بعد وہ مایوس ہو جائیں گے' پھر میں ان سے کہوں گی کہ تم نے مجھے ٹیلی فون کیا ہے اور اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے کہ تم ہمارے درمیان آنا چاہتے ہو۔ اس کے بعد میں اوپر سے رابطہ قائم کروں گی اور بات کروں گی کہ ایک ایسا شخص گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے جو گروہ کے لیے ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے۔ مجلس مشاورت کی منظوری ملنے کے بعد ان لوگوں میں اتنی جرات نہ ہوگی کہ وہ کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر تمہیں نقصان پہنچا سکیں۔ وہ تمہارے لیے مجبور ہوں گے۔''

''جب یہ سارے کام ہو جائیں گے تو پروگرام کے مطابق تم مجھے ٹیلی فون کرو گے۔ اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ تمہیں دوبارہ فون کروں گی اور تمہیں شمولیت کی دعوت دے دوں گی اور اگر ایسی کوئی صورت حال ہوئی جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو تو میں تمہیں ٹیلی فون کر کے بتا دوں گی۔''

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پیشکش بری نہ تھی۔ بہر صورت اس گروہ میں شامل ہو کر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی چال تھی' وہ یہ کہ گروہ کو تباہ و برباد کر دوں اور پتا جی کا مان توڑ دوں۔ اب اگر یہ مان اس شکل میں ٹوٹ رہا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ یہ بہت اچھی بات تھی کہ میں گروہ میں شامل ہو کر ہی گروہ کو نقصان پہنچا سکوں گا۔

اور میرے ذہن میں ایک شاندار تجویز آنے لگی۔ میں اس کے تانے بانے میں کھو گیا اور ثریا میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے میرے شانوں کو جھنجوڑا۔

''کس سوچ میں ڈوب گئے رنجیت۔''

میں چونک پڑا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

''بس انہی حالات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔''

''کیا...... مجھے بھی تو بتاؤ۔''

''یہی کہ...... میں بتا چکا ہوں' میرے اپنے حالات کیا ہیں۔ ایسی صورت میں میرا کوئی مستقبل نہیں ہے تو پھر میں گروہ میں شامل ہو کر اپنا مستقبل سنوارنے کی کوشش کیوں نہ کروں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن گروہ میں داخل ہونے کے بعد تمہیں مکمل طور پر گروہ کا وفادار رہنا ہوگا۔''

''ہاں ثریا' اس سے مجھے کب انکار ہے؟''

''میری مانو اس سلسلے میں زیادہ نہ سوچو' بس یہ فیصلہ کر ہی ڈالو۔ اور پھر اس سے اچھی بات کیا ہوگی رنجیت کہ تم میرے ساتھ رہو گے۔''

''ہاں ثریا' لیکن میرے اندر کچھ خرابیاں بھی ہیں۔''

''وہ کیا؟''

''یہی کہ اگر گروہ نے میرے اوپر شک وشبہ جاری رکھا تو یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس سے باغی ہو جاؤں۔''

''اوہو۔ اگر تم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دو گے تو میرا خیال ہے گروہ تمہارا بہترین محافظ ہوگا۔ میں کافی عرصے سے اس گروہ میں ہوں اور اس بات کو اچھی طرح جانتی ہوں کہ گروہ جس پر اعتماد کرتا ہے' اس کے مفادات کا خیال رکھتا ہے۔''

''ٹھیک ہے ثریا' تم اپنے طور پر کوشش شروع کر دو' میں تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

اور ثریا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک نظر آ رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ میرے فیصلے سے بہت خوش ہو۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا' اے بے وقوف لڑکی' اگر میں تیرے لیے مصیبت نہ بن جاؤں تو پھر کہنا۔''

چنانچہ ثریا مزید کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی' وہ گروہ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''تو اب مجھے اجازت دو گے رنجیت۔''

''اوہو' جا رہی ہو ثریا؟''

''ہاں رنجیت' تم سے ملنا مقصود تھا' دل تو یہ چاہتا تھا کہ تمہیں دیکھ لوں۔ باقی باتیں تو فرصت کی ہوا کرتی ہیں۔'' ثریا نے شرمگیں انداز میں کہا۔

''ہاں ثریا' اس گروہ میں شامل ہو کر مجھے تمہاری قربت کی خوشی بھی ہے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ محبت سے سرشار ہوگئی۔ میں اسے پوری طرح شیشے میں اتارنے کے لیے مصروف تھا۔ میں جانتا تھا کہ عورت کی تعریف اس کے لیے سب سے موثر ثابت ہوتی ہے' اس کی محبت' اس کا خلوص حاصل کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ یہی ہے کہ اس کے حسن کی تعریف کر دی جائے اور اس معمولی سی تعریف کے بعد اس سے کوئی بھی کام آسانی لیا جا سکتا ہے' بہر صورت میرا تجربہ یہی تھا۔

بہر حال میں نے ثریا کو رکنے کے لیے نہیں کہا اور میں نے اسے رخصت کر دیا۔ جب وہ باہر چلی گئی تو رمیش اندر آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

''چلی گئی پتا جی؟''

''کیوں خیریت' تمہارا کیا خیال تھا؟''

''میرا خیال...... میرا خیال تو یہی تھا پتا جی کہ کم از کم اس رات مجھے اپنے لیے کہیں سونے کا بندوبست کرنا ہی پڑے گا۔'' رمیش مسکرا کر بولا۔

''اوہو' بے وقوفی کی باتیں مت کرو رمیش۔''

''اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے استاد' عورت تو دنیا کی سب سے بڑی عقلمندی ہے۔''

''خیر خیر اب تم فلسفہ بھی نہ بگھارو۔''

''کیا ہوا ویسے سب خیریت تو ہے؟''

''ہاں...... ! کوئی خاص بات نہیں ہے' وہ لوگ ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور جھنجلا رہے ہیں۔''

''ثریا نے اور کوئی خاص بات تو نہیں بتائی؟''

''کوئی خاص بات نہیں۔ بس اس نے مجھے دوبارہ گروہ میں شمولیت کی پیشکش کی ہے۔''

''کیا مطلب۔یعنی اب بھی؟''

''ہاں۔تو اب کیا ہوا؟''

''بس یونہی پوچھ رہا تھا پتا جی۔کیا اگر اب ہم اپنی شمولیت کا اعلان کر دیں تو کیا وہ لوگ ہم پر اعتماد کر لیں گے۔''

''انہیں اعتبار کرنا ہوگا اور پھر یہ کام ثریا خود سنبھالے گی۔''

''ہوں۔تو یہ بات ہے۔''

''تو پھر کیا فیصلہ کیا۔کیا اس گروہ میں شامل ہو رہے ہو؟''

''ہاں۔''میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔اور شاید میری سنجیدگی پر ہی حیرت سے رمیش کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔

''کیا مطلب' یعنی تم اتنے سنجیدہ ہو۔''وہ حیرت سے بولا۔

''ہاں ہاں رمیش' میں اس گروہ میں شامل ہوں گا۔''میں نے جواب دیا۔''اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔''

''مم۔مگر......''

''ہاں ہاں کہو' کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''مگر پتا جی اس میں شامل ہونے کی تک کیا ہے۔وہ گروہ جس کا قلع قمع کرنے کا آپ نے بیڑہ اٹھایا ہے' اسی میں آپ شرکت فرما رہے ہیں۔''

''ہاں رمیش۔''میں نے معنی خیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔''میں ان لوگوں کے قریب رہ کر انہیں فنا کرنے میں زیادہ آسانی سے کامیاب ہو جاؤں گا۔''

''اوہ۔تو یہ سلسلہ ہے؟''

''ہاں یہی سلسلہ ہے۔''

''تب تو ٹھیک ہے پتا جی' بلکہ میرا خیال ہے اچھا آئیڈیا ہے اس سے پہلے ہمارے ذہن ایسا آئیڈیا کیوں نہ آیا۔ہم نے کیوں نہ سوچا۔''

''بس رمیش کسی اچھے کام کے لیے جب بھی سوچ لو غنیمت ہوتا ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''تو پھر اس سلسلے میں کارروائی کب شروع ہو رہی ہے؟''رمیش نے پوچھا۔

''بس یہ ذمے داری ثریا کی ہے' وہ جواب دے گی۔''میں نے کہا اور رمیش خاموش ہو گیا۔

یہ رات بھی اسی خاموشی سے گزری۔رات کے آخری حصے میں نہ جانے کیوں میری آنکھ کھل گئی۔رمیش گہری نیند سو رہا تھا۔تب میرے ذہن میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی' ایک خاص قسم کی سرسراہٹ' جو بہت دنوں سے میرے ذہن سے اتری ہوئی تھی۔ہوا کے جھونکے بند کمرے میں بھی آ رہے تھے اور میں جیسے ہوا میں اڑتا چلا جا رہا تھا۔میں نے محسوس کیا کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔

مجھے پوری طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں۔رمیش مجھے تھوڑی دوری پر نظر آ رہا تھا۔لیکن ہوا کے جھونکے اور اچانک ایک جانی پہچانی مست خوشبو میرے نتھنوں میں رینگ آئی اور میرا دل خوشی سے جھوم تھا۔

آہ۔میرے من کی رانی آ گئی تھی' وہ جو میرے خوابوں پر مسلط تھی۔وہ جو میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔میں نے آنکھیں پھاڑ لیں اور تب مجھے روشنی کا ایک ہیولا نظر آیا اور میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

''رُوپا......رُوپا''میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیسے ہو پریتم؟''اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

''رُوپا تمہیں احساس ہے' تم کتنے دن کے بعد میرے پاس آئی ہو؟''

''تم نے یاد ہی نہیں کیا پریتم۔ میں تو تم سے دور نہیں ہوئی۔ جب بھی من سے مجھے یاد کرتے ہو میں تمہارے پاس آ جاتی ہوں۔ اس سے بھی میں نے خاموشی سے تمہیں دیکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر تم جاگ رہے تھے' میں نے سوچا تھا کہ تمہیں دیکھ کر واپس لوٹ جاؤں گی۔'' اس نے بدستور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

نقرئی گھنٹیاں بج رہی تھیں اور میں فضاؤں میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے ندامت تھی کہ اس دوران میں نے رُوپا کو یاد نہ کیا تھا۔ میں ہنگاموں میں اتنا گھر چکا تھا کہ میں نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ لیکن رُوپا مجھے یاد کرتی تھی۔ اس کا مجھے شدید افسوس تھا۔

تب رُوپا آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی اور اس کی غیر مرئی ہاتھ میرے جسم کو چھونے لگے۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھائے' لیکن میرے ہاتھ خلاء میں جھول گئے۔

بھلا میں اسے کیسے پکڑ سکتا تھا۔ تب وہ آہستہ سے مسکرائی اور بولی۔

''تم نے بتایا نہیں کیسے ہو شیام؟''

''میں تم سے شرمندہ ہوں رُوپا۔''

''لیکن کیوں؟''

''تم نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ میں نے تمہیں یاد نہیں کیا۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو سندر شیام مجھے کیا معلوم نہیں ہے کہ تم کیسی کیسی الجھنوں کا شکار تھے' مجھے تو تمہارے من کی ایک ایک بات معلوم ہے۔''

''تم بہت اچھی ہو رُوپا' بہت سندر' بہت پیاری۔ میرا دل چاہتا ہے کاش یہ وسعتیں دور ہو جائیں اور نرم و نازک اندام رُوپا میری بانہوں میں آ جائے۔'' لیکن پھر اپنے اس خیال پر میں خود ہی شرما گیا۔ اسی وقت رُوپا کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''یہ شکایت تو میں نے یونہی کر دی تھی شیام۔ بھگوان کی سوگند اس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے میں نے جان بوجھ کر کہا ہو۔'' رُوپا نے جواب دیا اور میں اس کی محبت سے سرشار ہو گیا۔ بلاشبہ اس دوران میں بے پناہ مصائب کا شکار رہا تھا لیکن رُوپا کی محبت اسی طرح میرے رگ و پے میں رچی بسی تھی۔ میں چند ساعت اسے پیار سے دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا۔

''رُوپا تمہارے بغیر میرا جیون سونا ہے' کیا تم مجھے کبھی نہ ملو گی۔''

''کیوں نہیں ملوں گی شیام' وہ وقت اوش آئے گا جب میں تمہارے چرنوں میں تم جیسا روپ دھارے موجود ہوں گی۔''

''آہ۔ رُوپا' دنیا میرے لیے بڑی الجھی ہوئی جگہ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا وہ وقت کب آئے گا۔ جب تم میرے نزدیک ہو گی۔''

''وہ سمے اوش آئے گا من موہن' پر تمہیں' بھی بہت سے کشٹ بھوگنا ہیں۔''

''ہاں رُوپا' تمہارے لیے میں زندگی کا ہر کشٹ بھوگنے کے لیے تیار ہوں۔ تمہیں پتا ہے کہ میرے بیری کس طرح میرے پیچھے پڑے ہیں لیکن میں ان میں سے کسی سے نہیں ڈرتا۔''

''تمہیں ڈرنا بھی نہیں چاہیے شیام' رُوپا دن رات تمہاری نگرانی کرتی ہے۔''

''اوہ' یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا' کیا تم سچ مچ میرے ساتھ رہتی ہو؟'' میں نے کہا۔

''میں کیا...... میری آتما تمہارے ساتھ رہتی ہے وہ تمہارے ہر پل کا خیال رکھتی ہے۔''

''رُوپا تم کتنی مہربان ہو' کتنی اچھی۔ کاش میں تمہیں جلد از جلد پا سکتا۔ میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میرے جیون میں تمہارے سوا کچھ نہ ہو۔'' میں نے محبت سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے پریمی' پرنت من آشائیں پانے کے لیے کشٹ بھوگنے ہی پڑتے ہیں۔ تم ثابت قدم رہو' بھگوان نے چاہا تو وجے تمہاری

ہوگی۔''

وہ خاموش ہوگئی' میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

''رُوپا حالات تو تمہیں معلوم ہوں گے؟''

''ہاں شیام تمہارے حالات نہ معلوم ہوں گے تو پھر کس کے حالات معلوم ہوں گے۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟''

''بالکل صحیح پریمی' تم وشواش کرو کہ یہ بات میں نے تمہارے من میں ڈالی تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''ہاں' اگر تم اس کو فنا کرنا چاہتے ہو' اسے نشٹ کرنا چاہتے ہو' اس کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ تم اس میں گھس جاؤ اور انہیں نقصان پہنچاؤ۔''

''واہ۔ یہ تو انوکھی بات کہی تم نے' رُوپا تم نے یہ بات میرے من میں ڈالی تھی۔''

''ہاں مہاراج' تم وشواش کرو۔''

''مجھے پورا پورا یقین ہے رُوپا لیکن حیرت بھی ہے تم میرے من میں اتنی اندر تک گھس آئی ہو۔''

''ہاں۔ میں اتنی ہی اندر ہوں۔''

''تو تمہاری رائے بھی یہی ہے رُوپا؟''

''ہاں مہاراج' میں کہہ چکی ہوں کہ یہی اچھا رہے گا۔''

''بس تو ٹھیک ہے میرے من کو بھی اب وشواش ہوگیا۔'' میں نے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔

''بس آرام کی نیند سوؤ' میں تمہیں دیکھنے آئی تھی' تم جاگ رہے تھے۔ تم سے کچھ باتیں ہوگئیں۔ اس سے میرا من کچھ اور شانت ہوگیا۔ اب میں جا رہی ہوں۔''

''من تو نہیں چاہتا رُوپا' تم ابھی آئی ہو اور ابھی چلی بھی جاؤ لیکن خیر' میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔''

''انتظار کرو...... انتظار کرو پریتم۔ بھگوان نے چاہا تو ایک دن یہ فاصلے ختم ہو جائیں گے۔'' رُوپا نے کہا اور پھر اس کا روشن ہیولا آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگا۔

رُوپا کے اس طرح آنے اور واپس چلے جانے سے ایک عجیب سا تاثر میرے ذہن میں پیدا ہوگیا تھا۔ رمیش بدستور سویا ہوا تھا۔ ویسے مجھے یہ بات معلوم تھی کہ رُوپا کی آواز میرے سوا کوئی سن نہیں سکتا' نہ ہی اس کے قدموں کی چاپ اور نہ ہی اس کے بدن کی خوشبو کوئی اور محسوس کر سکتا تھا' اس لیے رمیش کا گہری نیند سوئے رہنا تعجب خیز نہیں تھا۔ البتہ رُوپا نے جو کچھ کہا تھا وہ حیران کن ضرور تھا لیکن سکون کا باعث بھی۔

رُوپا کی روح میری نگراں تھی۔ ایسی صورت میں مجھے نقصان پہنچنے کا احتمال کم ہی تھا۔ بہرصورت میں کچھ اور مطمئن ہوگیا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

رُوپا واپس جا چکی تھی اس کی خوشبو بھی معدوم ہو چکی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح میں اور رمیش جاگے۔ اب میرے انداز میں احتیاط کم ہوگئی تھی اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنا تحفظ پانے کے بعد وہ پرسکون ہو جاتا ہے اور اب مجھے احساس تھا کہ رُوپا کی روح میری محافظ و معاون تھی۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم نے ناشتہ وغیرہ کیا۔ رمیش بہرحال خاموش رہا تھا۔ پھر اس نے ناشتے کے دوران مجھ سے پوچھا۔

''اب کیا پروگرام ہے پتا جی؟''

''میں نے کہا نارمیش، جب تک ثریا کوئی اطلاع نہ دے گی۔ ہم اپنی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھائیں گے لیکن میرے دل میں ایک خیال ضرور مچل رہا ہے۔''

''وہ کیا پتاجی؟''

''میں اپنے پتاجی سے ایک بار ضرور ملوں گا۔''

''لیکن کیوں پتاجی؟''

''تم نہیں سمجھے یار، میرا مطلب ہے یہ ملک چھوڑنے سے پہلے۔''

''اوہ۔ ان سے مل کر کیا کرو گے رنجیت بھیا؟''

''بس کچھ باتیں میرے دل میں مچل رہی ہیں، میں ان کے سلسلے میں پتاجی سے گفتگو ضرور کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے بھیا۔ جیسی تمہاری آ گیا۔ لیکن پہلے اس مسئلہ سے تو نمٹ لیا جائے۔ میرا مقصد ہے پتاجی کہ پہلے اس گروہ میں تو شامل ہو جائیں۔ اس کے بعد جو کوئی بھی حالات ہوں اور میرا خیال ہے ہم تھوڑے سے آزاد بھی ہوں گے، جب ہم اس گروہ میں شامل ہو جائیں گے تو پھر پتاجی بھی ہمارے خلاف کچھ نہ کر سکیں گے کیونکہ رمیش بھیا۔''

''ہاں۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ پتاجی کی ہر کوشش میں روکنے کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

ہم لوگ ناشتے سے فارغ ہو گئے تھے۔ بہر صورت میں حتی الامکان ثریا سے تعاون کرنا چاہتا تھا اور کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتا تھا جو ثریا کی راہ میں مشکلات پیدا کر دے۔

شام کو تقریباً سات بجے میرے کمرے کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میں جانتا تھا کہ یہاں ٹیلی فون کرنے والا یا کرنے والی ثریا کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ میں اس کمرے میں مقیم ہوں۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا اور دوسری طرف سے بولنے والے کا انتظار کرنے لگا۔

''ہیلو۔'' آواز ثریا کی ہی تھی۔

میں نے ثریا کی آواز کو پہچان لیا' تب میں نے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا۔

''ہیلو ثریا؟''

''کون بول رہا ہے؟'' ثریا نے پوچھا۔

''تمہارے نام کے کتنے واقف کار ہیں اس کمرے میں۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھے تو ہو ڈیئر۔'' ثریا بھی مجھے پہچان گئی تھی۔

''ٹھیک ہوں ثریا' تم سناؤ۔''

''یہاں بھی ٹھیک ہے۔ پاگلوں کے سے انداز میں پانچوں تمہیں تلاش کر رہے ہیں' میں نے ان کے سامنے وہ تجویز پیش کی ہے۔ جس کے بارے میں تم سے باتیں ہوئی تھیں۔''

''گروہ میں شمولیت کے بارے میں؟''

''ہاں ڈیئر۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر تم جیسا آدمی کسی بھی شکل میں گروہ میں شامل ہو جائے تو گروہ کے بہترین مفاد میں ہے اور اگر تم اس کے مخالف رہے تو ظاہر ہے' جس طرح اس نے سیکا کو قاتل کر دیا ہے' اسی طرح تم لوگوں سے بھی نمٹا جا سکتا ہے اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ کیا وہ گروہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے' تو اس کا جواب میں نے یہ دیا تھا کہ میں کوشش کروں کہ تمہیں اس گروہ میں شامل کرنے کی اس کو۔ اس سلسلے

میں تم لوگوں کو میری صلاحیتوں پر انحصار کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ اس پر تیار ہو گئے ہیں لیکن مسئلہ یہی ہے کہ پہلے ہمیں تلاش کیا جائے۔

اس پر میں نے کہا کہ وہ شخص یعنی تمہارے بارے میں، میں نے کہا کہ تم اتنے چالاک ہو کہ اگر تمہیں دھوکہ دیا گیا تو بہرصورت تم ان لوگوں کو نقصان پہنچاؤ گے۔

اور اس بات پر رنجیت بہ ظاہر یوں لگتا ہے۔ جیسے وہ تم سے تعاون کے لیے تیار ہوں لیکن لگتا یہ ہے کہ ان کے اندر در پردہ کونسی شخصیت کام کر رہی ہے۔

بہرصورت فکر کی کوئی بات نہیں ہے رنجیت، اگر ان لوگوں نے تم سے کوئی بدعہدی کی تو میں تمہارے ساتھ ہوں گی اور تم سے تعاون کروں گی، تمہارا ساتھ دوں گی۔''

''ارے ثریا تم جانتی ہو کہ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں، میں اچھی طرح جانتی ہوں رنجیت۔ میں مطمئن بھی ہوں کہ تم بہت مضبوط ہو۔''

''شکریہ ثریا۔''

''بہرصورت رنجیت، میں نے یہ بات طے کر لی ہے کہ میں گروہ کے ممبران سے یعنی ان ممبران سے جو گروہ میں کوئی باقاعدہ حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے تمہارے بارے میں گفتگو کر لوں گی۔ اس وقت تک ان پر قطعی کوئی بھروسا نہ کروں گی جب تک کہ انہیں احکامات نہ مل جائیں۔''

''ٹھیک ہے ثریا۔ لیکن اب میرے لیے کیا خیال ہے؟''

''یہی بتانے کے لیے تو ٹیلی فون کیا ہے۔''

''اوہو۔ تو پھر بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟''

''دیکھو اب سے ٹھیک دو گھنٹے کے بعد تم اس نمبر پر ٹیلی فون کر دینا اور یہی بات کرنا کہ تم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سے تعاون کرو گے، لیکن شرط یہی ہے کہ تم سے کوئی دھوکے بازی نہ کریں۔ اس کے لیے تم بہتر بندوبست کر کے بعد میں ہم سے مل بھی سکتے ہو۔''

''ہوں۔ مناسب ثریا۔ میں انہیں ٹھیک دو گھنٹے کے بعد فون کر لوں گا۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر نمبر یاد رکھنا۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''فون کوئی بھی ریسیو کرے تم بات یہی کرو گے جو میں نے کہی ہے۔''

''مناسب۔'' میں نے جواب دیا اور دوسری طرف سے ٹیلی فون بند ہو جانے کے بعد خود بھی ٹیلی فون بند کر دیا اور چند ساعت کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔

اچھی لڑکی تھی یہ بھی...... میرے لیے جس انداز میں کوشش کر رہی تھی، اس نے مجھے زیادہ متاثر تو نہ کیا تھا۔ لیکن کم از کم اتنا ضرور تھا کہ میں تھوڑا سا اس کا معترف تھا، بحیثیت لڑکی وہ میرے لیے باعث کشش نہ تھی لیکن بحیثیت گروہ کے ممبر وہ میرے لیے زیادہ باعث کشش تھی۔

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ میرے مفادات اور تحفظ کے لیے کیوں بے چین ہے لیکن میں اسے بستر کے رتبے سے زیادہ مرتبہ نہ دے سکتا تھا۔ ہاں یہ ٹھیک تھا کہ وہ مجھ سے تعاون کرتی۔ میرے مفادات کا خیال رکھتی۔ اور یہ صرف اس وقت تک کے لیے تھا جب تک کہ میں گروہ میں شامل نہ ہو جاتا۔

ہاں بعد میں اگر وہ مجھ سے تعاون نہ بھی کرتی تو میں اس کی پرواہ بھی نہ کرتا، یہ تو بس ایسی بات تھی کہ ثریا میرا خیال رکھتی اور میں اس کا۔

سوچوں کے اس لامتناہی سلسلے سے مجھے رمیش ہی نے چونکایا۔ وہ مجھ سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں ہڑبڑا کر رہ گیا۔

''کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں تم سے ٹیلی فون کے بارے میں پوچھ رہا ہوں پتا جی! آپ اب تک اس کی موہنی آواز کے جادو ہی سے آزاد نہیں ہو رہے۔'' اس نے کہا۔

''فضول باتیں مت کیا کرو رمیش۔'' میں نے کہا اور پھر میں اسے ثریا کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔ رمیش نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی تھی۔

''ٹھیک ہے پتا جی، جو کچھ تم کرو گے اچھا ہی کرو گے۔ رمیش کو اس بات کی کیا پروا، ہم تو تمہارے ساتھ زندگی کے ہر موڑ پر لگے رہنا چاہتے ہیں۔'' رمیش نے جواب دیا اور میں بھی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ پھر ہم مختلف باتیں کرتے ہوئے وقت گزارتے رہے۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد میں نے ثریا کے دیے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا اور چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو۔'' ایک بھاری آواز گونجی...... لہجہ انگریزی طرز کا تھا زبان اردو۔

''بیرن۔''

''میں رنجیت پرکاش بول رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور دوسری طرف چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

''مسٹر رنجیت پرکاش! آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟''

''اوہ۔ بیرن کیا آپ کا تعلق ورلڈ پیس سے ہے؟''

''میں پوچھ رہا ہوں آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟''

''بیرن اپنے لہجے کو سنبھالو ورنہ میں تمہاری گردن بھی توڑ سکتا ہوں۔''

''مسٹر رنجیت پرکاش، ہم آپ سے دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

''اسی کی میں نے ابتدا کی تھی، لیکن تم حاکمانہ انداز میں مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔ کیا میں تمہارا ماتحت ہوں کہ جواب ضرور دے دوں گا۔''

''ویری سوری مسٹر رنجیت پرکاش! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مقصد یہی تھا کہ ہم لوگ آپ کی سخت تلاش میں ہیں۔''

''کیوں، آپ لوگ مجھے تلاش کیوں کر رہے ہیں۔'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''دراصل مسٹر رنجیت پرکاش، ہم لوگ آپ کے اور اپنے درمیان سے غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں اور آپ سے ہر قسم کا تعاون بھی کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ میری خواہش ہے کہ آپ ہم سے ملاقات کریں۔''

''اوہ...... مسٹر بیرن کیا بے وقوف سمجھا ہے آپ نے۔'' میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''جج...... جی...... کیا مطلب ہے آپ کا۔'' بیرن ہکلا گیا۔

''مسٹر بیرن کونسی نئی چال چل رہے ہیں آپ؟'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

بیرن اپنے آپ کو شاید فوری طور پر سنبھال چکا تھا۔ ظاہر ہے میں اس کے تاثرات تو نہیں جانتا تھا۔ البتہ آواز کے اتار چڑھاؤ سے اس کے لہجہ کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ دوسرے لمحے وہ نہایت صاف لہجے میں بولا۔

''دیکھیں مسٹر رنجیت پرکاش، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم جب بھی سامنے آئے ہیں، دشمنوں کی طرح آئے ہیں۔ لیکن بہر حال ہماری یہ خواہش آپ تک پہنچ تو چکی تھی کہ ہم آپ کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کے خواہش مند ہیں اور یہ خواہش آج بھی ہمارے ذہنوں میں ہے، یہ دوسری بات ہے کہ ہم غلط راستوں پر جا نکلے تھے۔ لیکن میں آج بھی آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ گروہ آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہے۔''

''مسٹر بیرن! آپ لوگوں سے میری مراد اس وقت ان لوگوں سے ہے جو آپ کے پاس موجود ہیں' ان میں نمایاں حیثیت کون رکھتا ہے؟''

''گروہ کو میں ہی کنٹرول کرتا ہوں۔'' بیرن نے جواب دیا۔''میرا مقصد ہے اس برانچ کو جو یہاں موجود ہے۔''

''تب آپ سے گفتگو کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن کیا آپ مجھے چند باتوں کا جواب دیں گے؟''

''ہاں ہاں۔ضرور۔''

''کیا آپ اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ اگر میں آپ کے درمیان آ جاؤں تو آپ مجھ سے کوئی بدعہدی نہیں کریں گے۔''

''ہر قسم کی ضمانت لیکن شرط یہ ہے کہ آپ بھی خلوص دل سے ہمارے پاس آئیں۔''

''ظاہر ہے ورنہ مجھے تمہارے پاس آنے کی ضرورت کیا تھی۔''

''ٹھیک ہے' ضمانت جس انداز میں آپ پسند کریں۔''

''بات یہ ہے مسٹر بیرن کہ میں کوئی باقاعدہ گروہ نہیں رکھتا اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر آپ تک لاؤں جو میری حفاظت تو کریں لیکن بعد میں خود میرے اور آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں' حالانکہ میرے پاس اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر رنجیت' ہم آپ کو ہر طرح کا تعاون فراہم کرنے کی ضمانت دیتے ہیں۔''

''تب ٹھیک ہے میں تم سے ملنے کے لیے تیار ہوں۔''

''کب؟''

''جب تم چاہو؟''

''تب پھر آج رات ہی کیوں نہ سہی۔''

''آج رات۔'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

''ہاں ہاں کوئی الجھن تو نہیں ہے۔''

''میں الجھنوں سے دور رہوں مسٹر بیرن' لیکن آج رات نہیں کل دن کا وقت دیکھیں۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔''ہاں آج ایک کام کر سکتے ہیں۔''

''وہ کیا؟''

''اپنے کسی آدمی کو میری مطلوبہ جگہ بھیج دیں' میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''کس قسم کی گفتگو۔''

''بس اپنے اطمینان کے لیے' یوں سمجھ لیں کہ ایک طرح سے میں اسے یرغمال رکھنا چاہتا ہوں۔''

''اوہو' تو آپ اسے کسی کے حوالے کر دیں گے؟''

''ہرگز نہیں' میں اس کے ساتھ قطعی برا سلوک نہ کروں گا' میں وعدہ کرتا ہوں' لیکن جب میں تمہارے پاس آؤں گا تو اس کے ساتھ۔'' میں نے کہا۔

''کیا آپ ہم سے ضمانت لے رہے ہیں؟''

''ہاں۔یہی سمجھ لیں آپ مسٹر بیرن۔''

''ہوں۔'' بیرن نے گہری سانس لی اور پھر بولا۔''تو ٹھیک ہے مسٹر رنجیت پرکاش! آپ انتخاب کر لیں' کس کو بھیجا جائے۔''

''میرا خیال ہے آپ ٹریسا کو بھیج دیں۔''

''اوہ! ثریا۔ ٹھیک ہے مس ثریا اگر آنا پسند کریں گی تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ آپ یہ بتا دیجئے کہ انہیں کہاں بھیجا جائے۔''

''دیکھیں مسٹر بیرن! ثریا کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ ورنہ ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ اس بات کا خیال رکھیئے گا۔''

''آپ مطمئن رہیں مسٹر پرکاش' جو کچھ آپ سے کہا جائے گا۔ اس پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے گا اور اس میں کوئی تردد کی بات نہ ہوگی۔''

''تب ٹھیک ہے' آپ ثریا کو کمپنی پارک کے سامنے بھیج دیجیے۔''

''اچھا......کس وقت؟''

''ٹھیک دس بجے کمپنی پارک کے مین گیٹ پر وہ ہونی چاہئیں۔''

''او کے ایسا ہی ہوگا۔'' بیرن نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔

میرے چہرے پر غور وفکر کے اثرات تھے اور میں اپنے اس اقدام کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا کہ میرا یہ اقدام کس حد تک مناسب ہے۔ غیر مناسب کا تو کوئی سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا مجھے اپنی زندگی سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ لیکن بس میرا ایک مشن تھا اور میں اسے پورا کرنا چاہتا تھا۔ اس میں میری زندگی بھی کام آجاتی تو مجھے کوئی پروا نہ تھی۔ چنانچہ میں نے مطمئن ہو کر گردن ہلائی اور واپس رمیش کے پاس پہنچ گیا۔

رمیش غور سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر گہری سانس لیکر بولا۔

''میرا خیال ہے میں تمہارے باتیں سمجھ رہا ہوں رنجیت بھیا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں رمیش اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔''

''لیکن تم نے ثریا کو بلایا ہے۔''

''ہاں یار' اس میں کیا ہرج ہے۔''

''کوئی ہرج نہیں بھیا' لیکن......'' رمیش شیطانی انداز میں مسکرایا۔

''لیکن کیا؟''

''مجھے یقین ہے پتا جی کہ آج رات تو مجھے کمرے سے باہر گزارنا ہی ہوگی۔''

''ہاں۔ تو خاصا ذہین آدمی ہے۔'' میں نے اس کی پیٹھ پر دھول ماری اور رمیش اکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''تو بھیا یہ رات میں کہاں گزاروں؟''

''ابے ہوٹل میں بہت سے کمرے ہیں۔ کیا تم اتنے ناکارہ ہو گئے ہو کہ ایک رات کسی کمرے میں بسر نہیں کر سکتے۔ میرا مطلب ہے کسی ایسی لڑکی کے ساتھ جو اپنے کمرے میں تنہا ہو۔''

''یقیناً کر سکتا ہوں بھیا۔'' رمیش اکڑ کر بولا۔ ''بس تمہاری اجازت کی ضرورت تھی۔ ابھی تم نے رمیش کے گر کہاں دیکھے ہیں۔''

''ہاں ہاں بالکل مجھے اندازہ ہے' تمہارے کہے بغیر مجھے پورا پورا یقین ہے بلکہ وشواش ہے۔''

اور رمیش مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔

''تو تیاریاں کروں بھیا؟''

''ابھی نہیں یار ابھی سے آ تو جانے دو۔''

''آئے گی ضرور۔ بلکہ سر کے بل آئے گی۔ بھلا وہ کیوں نہ آئے تم خود غور کرو۔ اب جبکہ اسے ایک باقاعدہ حیثیت حاصل ہو گئی۔'' رمیش نے کہا۔

''اچھا اچھا۔ زیادہ باتیں مت کرو۔''

''نہیں بھیا۔ باتیں نہیں بنا رہا۔ بھگوان کی سوگند' تمہاری تقدیر پر مجھے بڑا رشک آتا ہے' کہاں تو تم ان ساری چیزوں سے کس قدر دور تھے اور جب ہاتھ لگا یا تو یاروں کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔''

''اوہو۔ تو کیا ثریا تجھے بھی پسند ہے۔''

''ارے نہیں۔ توبہ توبہ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی جو شے بھیا جی کی پسند ہو وہ میری پسند کیسے ہو سکتی ہے۔'' رمیش نے کان پکڑتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

رمیش آئینے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ پھر وہ خود کو بنانے سنوارنے لگا۔ ظاہر ہے اسے خاص کوشش کرنی تھی' پھر آہستہ سے بولا۔

''ویسے بھیا پروگرام کیا ہے؟ میرا مقصد ہے کمپنی پارک کے سامنے ثریا کو ساتھ لینے کا کیا پلان ہے؟''

''رمیش اس سلسلے میں پلان کی کیا بات ہے۔ سیدھی سی بات ہے ثریا خود بھی سوچ سمجھ کر آئے گی۔ جو بات میں نے ان لوگوں سے کہی ہے وہ ان تک تو پہنچ ہی جائے گی' اگر کوئی خطرہ ہو گا تو ظاہر ہے ثریا ہمیں پہلے سے آگاہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ اطمینان سے اس کا انتظار کرنا ہے۔ ہاں......ساڑھے نو بجے تم یہاں سے نکل جانا' ٹیکسی لینا اور کمپنی پارک کے سامنے پہنچ جانا۔ وہاں سے ثریا کو ساتھ لے لینا۔ ثریا اگر ذہین ہے تو یہاں آنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ کم از کم براہ راست کیونکہ اس سے وہ لوگ شبہ میں پڑ سکتے ہیں۔''

''ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے بھیا' یہ کام میں کر لوں گا۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے میں ٹیکسی لے کر کمپنی پارک کے سامنے سے گزروں گا پھر دس بجے میں کمپنی پارک کے سامنے ہوں گا اور ثریا کو ٹیکسی میں بٹھا کر لے آؤں گا۔''

''لیکن اس کے باوجود رمیش تمہیں پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔ کوئی بھی شخص تمہارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔''

''ارے بھیا! تم ایسی باتوں کی چوں چاں نہ کرو۔ رمیش اب اتنا بے وقوف بھی نہیں ہے۔''

''رمیش بالکل بے وقوف نہیں ہے' یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رمیش ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ دروازے پر رک کر وہ کہنے لگا۔ ''بھیا مجھے دو کام کرنے ہیں۔ تمہارے لیے بھی لانی ہے اور اپنے لیے بھی۔'' میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔

تب میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ خیالات کے تانے بانے میرے ذہن میں الجھ رہے تھے' میں سوچ رہا تھا کہ جس راستے پر میں چلنا چاہ رہا ہوں' وہ کیا حیثیت رکھتا ہے اور مجھے کہاں تک لے جائے گا۔ بہر صورت خوفناک راستہ طے کرنا پڑے گا اور خوفناک واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں نہ جانے کیا کچھ ہو۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی خوف کا احساس ذہن میں جاگا تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ بھی کرنا ہے' انتہائی نڈر رہ کر کرنا ہو گا۔

حالانکہ خوف کا میرے پاس سے گزر تک نہ تھا۔ بس میرے ذہن میں صرف ایک ہی مسئلہ تھا۔ میری ماں جسے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا اور میری محبت جو فی الحال ایک روح کی شکل میں تھی۔

اگر رُوپا مجھے اجازت نہ دیتی تو میں کبھی عورت کی دنیا میں جانا پسند نہ کرتا۔ لیکن بہر صورت اس نے مجھے خود اس بات کی اجازت دی تھی' اس لیے ضرورت کے تحت اس گندگی میں ملوث ہو گیا تھا۔ لیکن رُوپا میرے دل کی گہرائیوں میں اتری ہوئی تھی اور میں اسے بے پناہ چاہتا تھا۔

نو بجے تک میں اسی طرح آرام کرسی پر لیٹا رہا۔ خیالات میں ڈوبا رہا۔ تقریباً سوا نو بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔

میں جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ریسیور اٹھا لیا۔ میرے خیال کے مطابق ثریا ہی کا فون تھا۔

''رنجیت پرکاش۔'' اس کی آواز سرگوشی میں ابھری۔

''ہاں ثریا! میں بول رہا ہوں۔''

''رنجیت تم نے ٹیلی فون پر گفتگو کی تھی نا؟''

''ہاں۔''

''کیا ردِعمل ہوا اس کا؟''

''بالکل ٹھیک۔ بہ ظاہر وہ لوگ میری شمولیت پر راضی نظر آ رہے تھے۔'' میں نے کہا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے رنجیت' بہ ظاہر وہ لوگ تمہارے سلسلے میں مخلص نظر آتے ہیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں ٹھیک دس بجے کمپنی باغ میں پہنچ جاؤں اور تم کو یہ یقین دلانے کی کوشش کروں کہ گروہ میں تمہاری شمولیت خوشی کا باعث ہے اور تمہارے ساتھ کوئی فریب نہیں کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے فریب نہیں کریں گے۔''

''پھر کیا خیال ہے ٹریسا؟''

''یہی پوچھنے کے لیے میں نے تمہیں ٹیلی فون کیا ہے کیا میں کمپنی باغ پہنچ جاؤں۔''

''یقیناً ٹریسا۔''

''میں تمہارے پاس بہ راہ راست آ سکتی ہوں؟''

''ہرگز نہیں۔ کیا تم اس کو بہتر سمجھتی ہو؟''

''نہیں بالکل نہیں۔ میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ کہیں تم یہ خیال نہ کرو کہ میں بہ راہ راست تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی' میں پورا پورا خیال رکھوں گی اور میں نے بینو کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیا ہے۔''

''ویری گڈ۔ مجھے تمہاری ذہانت سے یہی امید تھی۔''

''تو میں ٹیلی فون بند کر رہی ہوں' کچھ دیر بعد میں کمپنی پارک پہنچ جاؤں گی۔''

''ہاں ٹھیک ہے تمہیں لینے کے لیے رمیش ٹیکسی لے کر آئے گا۔ تم اس کے ساتھ چلی آنا۔ لیکن ٹریسا آخری بار میں پھر کہہ رہا ہوں کہ تھوڑی سی احتیاط تمہارے لیے ضروری ہے۔''

''مائی ڈیئر رنجیت! تم بالکل مطمئن رہو۔ اب ٹریسا اتنی بے وقوف بھی نہیں ہے۔ ان لوگوں کو جتنا میں سمجھتی ہوں تم نہیں سمجھ سکتے۔ اچھا بائے۔'' ٹریسا نے کہا۔

''بائے۔'' میں نے بھی کہا اور فون رکھ دیا۔

میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ٹریسا مجھے ضرور فون کرے گی اور اس بارے میں معلومات کرے گی لیکن اگر وہ مجھے ٹیلی فون نہ کرتی اور معلومات حاصل نہ کرتی تو میں اپنے طور پر سمجھ لیتا کہ ٹریسا نے اپنے طور پر سمجھ لیا ہے کہ بہر حال جو کام ہو رہا ہے۔ اس میں میری ذہانت بھی کارفرما ہے اور یقیناً اسی انداز میں عمل کرنا چاہتا ہوں جس طرح میں نے اس سے کہا تھا۔ گویا انہیں کھل کر اطمینان دلانے کے لیے ٹریسا کو یقین تھا کہ میں وہی کچھ کروں جو ذہانت پر مبنی ہو۔

نو بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے جب رمیش واپس آیا۔ بڑا ہی خوش نظر آ رہا تھا وہ اس نے آتے ہی میری طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

''کیا بات ہے؟''

''مبارک باد وہ پتا جی کہ کام دکھا دیا۔''

''کیا ہوا؟'' میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''بس میں آج رات تمہارے سر پر مسلط نہیں رہوں گا۔''

''ہوں۔تو انتظام ہو گیا ہے؟''

''ہاں پتا جی۔بہت اچھا انتظام ہوا ہے'پتا ہے کیا ہوا ہے۔''

''کیا ہوا ہے'چل یار بتا بھی دے۔''

''دیر تو نہیں ہو رہی؟''

''بھئی دیر کی بات ہی کیا ہے۔اگر تمہیں نیچے پہنچتے ہی ٹیکسی مل گئی تو تم دس بارہ منٹ میں کمپنی پارک پہنچ جاؤ گے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔''

''تو پھر بتا بھی چکو یار۔''

''ہوا یہ پتا جی کہ میں ڈائننگ ہال میں تھا کہ مجھے ایک لڑکی اور درمیانی عمر کی عورت نظر آئی۔لڑکی کی عمر تقریباً بیس سال تھی اور اس کے ساتھ عورت جو تھی اس کی عمر تقریباً پینتیس سال بہر صورت میں نے لڑکی کو لفٹ دینا شروع کی تو بڑی بی مجھ میں دلچسپی لینے لگیں۔لڑکی بھی میری طرف متوجہ تھی اور لڑکی کی والدہ محترمہ بھی۔چنانچہ والدہ محترمہ ذرا تیز نکلیں۔انہوں نے مجھ سے رقص کی فرمائش کر دی۔میں نے مجبوراً ان کا ساتھ قبول کر لیا اور ان کے ساتھ دو راؤنڈ ناچا۔لیکن تیسرے راؤنڈ میں'میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔بڑی بی نے از راہ مروت اسے اجازت دے دی اور لڑکی سڑی بسی سی شکل بنائے میرے ساتھ آ گئی۔اور کہنے لگی۔

''تمہارا انتخاب بڑا گھٹیا ہے۔''

میں نے پوچھا ''کیوں؟''

کہنے لگی ''وہ اس کی ممی ہے۔''

میں نے کہا ''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''واہ۔فرق کیوں نہیں پڑتا۔'' وہ چمک کر بولی۔''تمہیں مجھ میں اور ممی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔''

''نظر آتا ہے۔''میں نے کہا۔''لیکن تمہارا کیا خیال ہے۔کیا میں تمہاری ممی میں دلچسپی لے رہا ہوں۔''

''تو پھر تم ان کے ساتھ رقص کیوں کر رہے تھے؟ اور میرا دل چاہا پتا جی اپنا سر پیٹ ڈالوں۔''سو میں نے کہا۔

''ارے بھائی اس لیے کہ تمہارے ساتھ رقص کر سکوں۔''

''وہ ٹھیک ہے لیکن پتا ہے ممی کا کیا خیال ہے؟''

''کیا خیال ہے ممی کا؟''میں نے پوچھا۔

''بڑے فخر سے مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ دیکھو اس عمر میں بھی نوجوان لڑکے ان کی طرف کس طرح دوڑتے ہیں۔'' رمیش نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

''تم ہنس رہے ہو پتا جی'سوچو......میری کیا کیفیت ہوگی'میری اماں نے مجھے اپنا عاشق سمجھ لیا تھا۔''

''کیا فرق پڑتا ہے رمیش؟''

''بے کار باتیں مت کرو'جانتے ہو پھر میں نے کیا کیا؟''

''نہیں۔لیکن جاننا چاہتا ہوں۔''

''بس تو پھر میں نے پہلے لڑکی کا سر پیٹنے کا سوچا۔پھر سوچا ممکن ہے لڑکی اسے پسند نہ کرے'چنانچہ بعد میں فیصلہ ہوا کہ بڑی بی کا سر پیٹا جائے'سو میں نے لڑکی سے مل کر شرارت کرنے کی سوچی۔''

''وہ کیا؟''

''بس طے یہ ہوا ہے کہ رات کو ان خاتون کے پاس جاؤں گا شراب کی شوقین ہیں' شراب پلاؤں گا اتنی پلاؤں گا کہ ڈاؤن ہو جائیں گی۔ پھر انہیں ایک طرف پھینک دیا جائے گا اور پھر...... یار سمجھتے ہو نا۔'' رمیش مسخرے پن سے بولا۔

''اوہ۔لڑکی اس کے لیے تیار ہے؟''

''بالکل۔''

''تو پھر کیا ہے عیش کرو لیکن ذرا احتیاط کے ساتھ' کہیں بوڑھی کوئی چکر نہ کھڑا کر دے۔''

''ارے پتاجی! اس کی پرواہ کسے ہے۔'' رمیش نے جواب دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

''میرا خیال ہے اب تم دفع ہو جاؤ رمیش۔ ثریا پہنچنے والی ہوگی۔'' میں نے کہا اور رمیش اپنی کہانی کا تسلسل خراب ہونے پر گڑبڑا گیا۔

''جا رہا ہوں پتاجی۔'' رمیش نے برا سا منہ بنا کر کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

مجھے ثریا کا شدت سے انتظار تھا۔

ٹھیک دس بج کر بیس منٹ ہوئے تھے اس وقت جب ثریا میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ رمیش نے شاید اس کے ساتھ آنا پسند نہیں کیا تھا۔ ثریا مسکراتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی اور پھر اس نے نہایت بے تکلفی سے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر میرے ہونٹوں کا بوسہ لے لیا۔

''بالآخر تم نے مجھے بلا ہی لیا۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

''ہاں ثریا اور میرے ذہن میں بہت سارے خیالات' بہت سارے سوالات ہیں۔ میں تم سے اس بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں ہاں ساری باتیں ہو جائیں گی اب تو فرصت ہی فرصت ہے' فکرمند کیوں ہو؟'' ثریا نے واپس پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر میرے قریب آ کر بیٹھی۔

''کیا خیالات ہیں تمہارے ذہن میں؟'' اس نے پوچھا۔

''پہلی بات تو یہ بتاؤ ثریا کہ وہاں کے معاملات بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

''بالکل ٹھیک! تم اس بات کی قطعی پرواہ نہ کرو۔ اگر ذرا سی بھی گڑبڑ ہوتی تو ظاہر ہے میں تمہیں اس چکر میں قطعی پھنسنے نہ دیتی۔''

''گویا وہ لوگ مخلص ہیں؟''

''ہاں۔ کم از کم اس حد تک کہ تمہیں گروہ میں شامل کر لیا جائے۔''

''ویری گڈ' ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا وہ مجھ سے اس قدر متاثر کیوں ہیں؟''

''دراصل مسٹر بیرن خود بھی اسی قسم کے آدمی ہیں۔ میرا خیال ہے انہوں نے تمہارے سلسلے میں نہایت پرجوش انداز میں بات چیت کی ہے۔ سیکا کو قتل کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا اس لیے وہ تم سے متاثر ہیں۔''

''اچھا'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ میرے ذہن میں کئی سوالات تھے لیکن یہ سوالات میں ثریا سے نہیں پوچھ سکتا تھا۔ یہ سوالات ذاتی نوعیت کے تھے اور میرا خیال تھا کہ ثریا کو اس بارے میں زیادہ معلومات بھی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میں خاموشی اختیار کر گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

''اب کیا پروگرام ہے ثریا؟''

''میں کچھ نہیں۔ صبح کو یہاں سے چلیں گے۔ مسٹر بیرن...... میرا خیال ہے بالکل منفرد انداز میں تمہارا استقبال کریں گے اور تم سے کچھ شرائط بھی طے کریں گے میرا خیال ہے تم ان کی ہر شرط مان لینا باقی معاملات ہم خود دیکھ لیں گے۔''

''ٹھیک ہے ثریا۔''

''باقی باتیں کل پر چھوڑو۔'' ثریا نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ پھر میں نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر ثریا کی طرف۔

''تو اب کیا خیال ہے ڈائننگ ہال میں چلوگی۔''

''کیوں۔تم نے کھانا نہیں کھایا؟''

''میں نے تو کھایا ہے لیکن تم نے۔''

''میں بھی کھا چکی ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے اگر تمہارا آرام کرنے کا خیال ہے تو آرام کرتے ہیں۔'' میں نے کہا اور ثریا کی نگاہوں سے خمار جھلکنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر تیز روشنی گل کر دی اور پھر نائٹ بلب روشن کرنے کے بعد وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''رنجیت! میرے پاس تو دوسرے کپڑے بھی نہیں ہیں۔''

''ضروری ہے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تم پسند نہیں کرتے تو کوئی بات نہیں۔'' ثریا مسکرائی پھر اس نے نہایت بے باکی سے اپنا لباس اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔ اس کا مرمریں بدن ہلکی سبز روشنی میں جھلکنے لگا تھا اور میرے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔

پھر میرے حواس آہستہ آہستہ جواب دیتے گئے' اب میرے ذہن میں رُوپا بھی نہیں تھی' صرف ثریا کا مرمریں بدن تھا جو اس سے پہلے میری نگاہوں کے سامنے آ چکا تھا لیکن آج اس کی کیفیت دوسری تھی۔ میں خواب کی سی کیفیت میں اس کی جانب بڑھا اور اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا' پھر اس کے ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے اسے بستر پر گرا دیا۔

دوسری صبح ثریا میرے ساتھ ناشتے کی میز پر تھی۔ رمیش بھی آ چکا تھا۔ رات کا خمار اس کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی۔ اس نے یقینی طور پر بڑھیا کو بے وقوف بنایا تھا۔ بہر صورت اس وقت میں اس سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھ سکتا تھا۔ چنانچہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ پھر ثریا ہی نے کہا۔

''اب کیا خیال ہے مسٹر رنجیت' کیا آپ لوگ تیار ہیں؟''

''یقیناً۔''

''تو پھر ٹھیک ہے ہم یہاں سے چلتے ہیں۔''

''اوکے۔'' میں تیار ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی مکان میں پہنچ گئے جہاں سے میں نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ مکان میں قدم رکھنے کے بعد ہمارا استقبال ان پانچوں ہی نے کیا تھا۔

☆☆☆

شیر کی کچھار میں قدم رکھ دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی لیکن میں شیر ہی کی طرح ان کے سامنے پہنچا تھا۔ میرے انداز میں کوئی جھجک نہیں تھی۔

اور میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے اس انداز سے ان لوگوں پر کافی اثر ہوا ہے' شاید ان کا خیال ہو کہ میں ڈرتا' جھجکتا ان کے سامنے پہنچوں گا لیکن میں شیوا کی مانند سینہ تانے ان کے سامنے جا پہنچا تھا۔

میں نے دیکھا کہ ان سب کے چہروں پر عجیب وغریب تاثرات تھے اور ان سب نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا' پھر وہ شخص آگے بڑھ آیا جس کا نام بیرن تھا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بہت ہی دلچسپ بات ہے مسٹر رنجیت پرکاش۔ کل آپ ہمارے درمیان قیدی کی حیثیت سے موجود تھے لیکن آج ہم آپ کا ایک مہمان کی حیثیت سے استعمال کر رہے تھے۔'' اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں مسٹر بیرن' انسان اپنی حیثیت خود بناتا ہے۔'' میں نے گردن ٹیڑھی کر کے جواب دیا۔

''اس میں کوئی شک نہیں مسٹر رنجیت پرکاش۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بعض اوقات باصلاحیت انسان اپنی حیثیت اس طرح تبدیل کر لیتے ہیں جس طرح آج آپ نے کی۔'' اس نے جواب دیا۔ وہ کافی حد تک کمبل نظر آ رہا تھا۔

اس نے کئی بار اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا تھا لیکن اس وقت کس کی مجال تھی کہ میری بات کی مخالفت کرتا' بہر طور وہ سب کچھ سے تعاون کرنے کے لیے تیار تھے۔

تھوڑے فاصلے پر میں نے بینو کو بھی دیکھا جس کے ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی' وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

بیرن ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا' ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں عقیدت اور محبت تھی۔ یہ شخص واقعی بڑا نفیس تھا' میں اسے دل سے پسند کرنے لگا تھا۔

لیکن فی الوقت پسندیدگی کا اظہار کا موقع نہیں تھا۔ میں بینو کو بھی کسی تکلیف میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''آیئے مسٹر رنجیت پرکاش اور مسٹر میش' دوستانہ ماحول میں اندر ہال میں بیٹھ کر گفتگو ہوگی۔''

بیرن نے پیش کش کی اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔ ثریا بھی ہمارے ساتھ ہی تھی۔ ہم لوگ ہال میں اندر داخل ہو گئے۔

پہلے بھی میں اس عمارت کو دیکھ چکا تھا لیکن تفصیل سے دیکھنے کا موقع پہلی بار ملا تھا میں نے بغور اس عمارت کا جائزہ لیا۔

خاصی خوبصورت عمارت تھی بے پناہ کشادہ۔ لیکن بہر صورت ان کی اپنی عمارت نہیں تھی۔ یا ممکن ہے ورلڈ پیس سے اس کا تعلق ہو لیکن بہر حال مجھے اس عمارت کا کیا کرنا تھا مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

چنانچہ اس بڑے ہال میں پہنچ کر ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے اور سامنے ہی باقی لوگ بھی۔ بیرن نے ثریا کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا تھا البتہ بینو شاید جان بوجھ کر پیچھے ہی رہ گیا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے پیچھے رہنے کا مقصد آ رہا تھا۔ شاید وہ بیچارہ اب بھی ہم لوگوں کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

بہر صورت جب اوکھلی میں سر دے دیا تھا تو پھر موسل کا کیا ڈر...... چنانچہ میں نے اور میش نے اپنے کسی بھی انداز سے یہ ظاہر ہونے نہ دیا کہ ہمیں کسی بھی قسم کا کوئی ڈر یا خوف ہے۔''

اگر یہ لوگ بدعہدی کرنا چاہتے تو بہر صورت ہم اس کے بعد بھی ان سے نمٹ سکتے تھے اور یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔

چنانچہ ہم مطمئن ہو کر بیٹھ گئے' تب بیرن نے میری طرف مسکراتے ہوئے کہا۔

''مسٹر رنجیت پرکاش آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟''

''میں نہیں سمجھا مسٹر بیرن۔'' میں نے جواب دیا۔

''مطلب یہ کہ کیا اس وقت آپ خود کو اپنے دشمنوں میں گھرا محسوس نہیں کر رہے ہے؟''

''آپ نے دوستی کا یقین دلایا ہے مسٹر بیرن اور یہ یقین ہی مجھے یہاں تک لے آیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود......'' میں خاموش ہو گیا۔ میں بیرن کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''ہاں اس کے باوجود۔'' بیرن نے اپنی کھسیاہٹ کو مسکراہٹ میں دباتے ہوئے کہا۔

''مسٹر بیرن' میرا خیال ہے انسان کو خاص کر سمجھ جیسے انسان کو ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار رکھنا چاہیے۔'' چنانچہ اگر یہاں میرے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ ہو تو آپ مجھے غافل نہیں پائیں گے۔''

''بہت خوب۔'' بیرن مسکراتے ہوئے بولا۔'' درحقیقت میں نے یا ہم نے آپ کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا اس کی بات کر رہا ہوں مسٹر رنجیت پرکاش۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' میں نے خود کو ذہنی طور سے آزاد چھوڑتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ کی شخصیت کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا اس کی بات کر رہا ہوں مسٹر رنجیت پرکاش۔''

''میرا خیال ہے مسٹر بیرن۔ آپ اپنے الفاظ کی وضاحت فرمائیں۔ میں نہیں سمجھا آپ میری شخصیت کے کس انداز کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بس ہمارا خیال تھا کہ آپ ایک درمیانے قسم کے انسان ہوں گے' حالات سے گھبرا جانے والے اور اگر آپ خود کو مصیبت میں پائیں گے خود بخود راہ راست پر آ جائیں گے۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے گھبراہٹ یا پریشانی آپ کے نزدیک سے نہ گزری ہو' میں نے آپ کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ یہ تھا کہ میں نے آپ کو مصیبت کے وقت یا کسی پرابلم کے وقت تعاون کرنے والوں میں سے سمجھا تھا۔''

''ہاں مسٹر بیرن انسان کے سوچنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں کوئی سپر نیچرل انسان نہیں ہوں۔ لیکن ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہوں' ہمت بھی رکھتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں کسی بھی قسم کے حالات سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ آپ لوگوں سے کچھ وقت پہلے میرے معاملات بہت خراب چل رہے تھے۔ آپ نے یقین دلایا کہ آپ کچھ اور چاہتے ہیں میں نے بھی سوچا ہے اور غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ بہرصورت گروہ میں شامل ہونے میں کوئی ہرج نہیں ہے کیونکہ بہرحال ہمیں زندگی میں کوئی نہ کوئی راستہ تو اپنانا ہی ہے' ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات راستوں کی تلاش میں گڑھوں کی طرف قدم بھی اٹھ جاتے ہیں لیکن میرے خیال کے مطابق انسان کو گڑھوں کو عبور کرنے کی صلاحیت رکھنی چاہیے۔'' میں نے جواب دیا۔

''واقعی دلیری کی بات ہے۔'' بیرن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر بولا۔'' بہرصورت ہم آپ کے ساتھ کوئی دھوکا یا فریب نہیں کریں گے کیونکہ بہادروں اور دلیر لوگوں کی قدر کرنا ہم لوگوں کا ہمارے گروہ کا اولین فرض ہے۔ ہم ہمیشہ ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو گروہ کے لیے انتہائی سودمند ثابت ہو۔ اور ہمارا خیال ہے آپ ان سودمند لوگوں میں سے ہیں۔''

''میں کوشش کروں گا کہ گروہ میں جو مجھے حیثیت دی جائے اسے میں پورے طور پر نبھانے کی کوشش کروں۔''

''ہمیں یقین ہے کہ آپ اس گروہ میں رہ کر اپنی حیثیت منوا لیں گے' ورنہ ہم آپ کو یہ زحمت بھی نہ دیتے۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو صاحب اب معاملات کی بات کر لی جائے۔''

''ہاں ضرور...... میں خود اس کا خواہشمند ہوں کہ ان معاملات کے بارے میں مکمل طور سے جان سکوں۔''

''مکمل معاملات سے آپ کی مراد کیا ہے مسٹر رنجیت پرکاش۔''

''میرا مقصد ہے وہ حیثیت جو اس کاروبار میں دی جائے گی اور وہ کام جو مجھے کرنا ہوں گے' دوسرے معنوں میں کاروباری گفتگو۔''

''ہاں ہاں۔ کوئی ہرج نہیں۔'' اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔

''آپ یوں سمجھ لیں مسٹر رنجیت پرکاش اور مسٹر میش کہ آپ گروہ میں شامل ہو گئے ہیں اور باقی رہیں شرائط تو ہم کسی طرح انہیں نامنظور نہیں کر رہے۔ ویسے آپ چاہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتا دوں۔''

''ہاں......میں تفصیل ہی جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''مسٹر رنجیت پرکاش' ورلڈ پیس ایک بین الاقوامی گروہ ہے ہمارے کارکن ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں' ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کے بارے میں تو آپ کو آہستہ آہستہ معلوم ہوگا' ہمارے کام کرنے کے طریقے اور دیگر کام وغیرہ۔ اس سلسلے میں ہم اپنے پاس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بہر صورت ہماری اپنی بھی انفرادی حیثیت ہے۔ گروہ میں ہمیں عہدے ملتے ہیں اور ہم ان عہدوں کے تحت کام کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں اپنی صلاحیت آزمانے کا پورا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ ہمیں اس بات کی اجازت ہے کہ ہم اپنے سیکشن کو مضبوط بنائیں۔ یہ ذمہ داری سو فیصدی ہماری ہوتی ہے کہ ہم کون سے کام کس طرح سے انجام دیتے ہیں' اس سلسلے میں ہمیں تمام ویلیوز کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔

ویلیوز سے مراد گروہ کے مفادات ہیں' ہمیں اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ ہم جو کام کریں اس میں گروہ کے مفادات کا مکمل طور سے پورا پورا خیال رکھیں اور باقی کام خود کرنا ہوتا ہے۔ ہم سب صرف ایک شخص کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں یا پھر وہ شخص جسے ہمارا باس قرار دیا گیا ہو۔ اگر گروہ کا ہر فرد باقاعدہ ہدایت جاری کرے تو یہ ممکن نہیں ہے ہمارا گروہ جس انداز میں پھیلا ہوا ہے اس کے بارے میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں۔ ہر سیکشن کا سربراہ اپنے طور سے کام کرتا ہے ہاں اسے اس بات کی اجازت دی گئی ہوتی ہے کہ وہ معاملات کو اپنے طور پر انجام دے لے۔

اسے یہ حق بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ اگر کچھ ایسے لوگوں کو شامل کرنا چاہے جو گروہ کے سلسلے میں مفید ثابت ہوں تو ہر قسم کے معاملات کو وہ اپنے طور سے طے کر سکتا ہے اس سلسلے میں واضح مثال آپ کی ہے۔''

''ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''دیکھیں نا حالانکہ ہمیں ہدایت نہیں تھی کہ آپ کو قتل کر دیا جائے' یہ ہدایت براہ راست ہیڈ کوارٹر سے ملی تھی' لیکن آپ کی شخصیت نے ہم سب کو بہت متاثر کیا۔ مثلاً سیکا کا قتل۔ سیکا ایک ایسا انسان تھا جو ہر چویشن کے لیے تیار رہتا تھا اگر میں اسے چھوڑ دیتا تو آپ یقین کریں اس سلسلے میں بہت سے امیدوار پیدا ہو جاتے' لیکن وہ ہمارے ساتھ شامل تھا' ہم اسے اپنے ساتھ رکھنا بھی پسند کرتے تھے۔

لیکن آپ نے اسے قتل کر دیا اور اس قدر آسانی سے قتل کر دیا اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اس سے کہیں زیادہ باصلاحیت اور طاقتور انسان ہیں۔ آپ سے اختلاف ہم نے اس وقت ختم کر دیا کیونکہ یہ گروہ کے اصولوں کے خلاف بات ہے ہم نے سوچا کہ اگر آپ ایسے انسان ہیں جس سے گروہ فائدہ اٹھا سکتا ہے تو پھر آپ کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں نہ آپ کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔''

''اوہ اس کا مقصد ہے کہ مجھے قتل بھی کیا جا سکتا تھا۔'' میں نے ٹھنڈی سی سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں میں نے کہا نا یہ گروہ کا اپنا مسئلہ ہے' ہمیں ہیڈ کوارٹر سے اطلاع موصول ہوئی تھی چنانچہ ہم نے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہے۔ یہاں تک آپ کی پسندیدگی کا مسئلہ ہے۔ یعنی آپ کو گروہ میں شامل کرنے کی خواہش کو یہ ہماری اپنی ذاتی خواہش ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے گروہ کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا اور ہمیں بھی ضرورت نہیں ہے کہ گروہ کو اس سلسلے میں اطلاع فراہم کریں۔

ٹھیک ہے ہماری پسند کا آدمی ہے' اسے ہم رکھ رہے ہیں اس سلسلے میں گروہ کو نہ تو کوئی اعتراض ہوگا اور نہ ہی ہونا چاہیے۔ اس سے قبل بھی کئی بار ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔'' بیرن نے بتایا۔

اور میں نے گہری سانس لی تھی۔ چند ساعت خاموش کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

''ٹھیک ہے مسٹر بیرن۔ اگر آپ اپنے طور پر مطمئن ہیں تو مجھے کسی سلسلے میں کوئی عار نہیں ہے میں بہر صورت ہر سال میں آپ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں بھی اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ وہاں اب ذرا معاوضے وغیرہ کی بات کر لیں تو بہتر ہے۔'' میں نے خالصتاً کاروباری انداز میں کہا۔

''اوہ۔ مسٹر رنجیت کرکاش' معاوضے کا ہمارے ہاں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ آپ جو کچھ بھی معاوضہ کے لیے طے کریں یہ سوچ لیں کہ ہم نے اسے منظور کرلیا۔''

''یہ تو کچھ عجیب سی بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں......؟ عجیب کیوں......؟ کیا محنت اور ذہنی صلاحیتوں کا کوئی معاوضہ ہوسکتا ہے؟''

''درست ہے مسٹر بیرن لیکن پھر بھی۔''

''دیکھئے مسٹر رنجیت' برائے مہربانی اس سلسلے میں گفتگو نہ کریں آپ ہمیں اپنی ضرورتوں کو...... میرا مطلب یہ ہے کہ ضرورتوں میں آپ جو کچھ بھی شامل کریں اس سلسلے میں ہمیں بتا دیں ہم آپ کو ان ضرورتوں کا مکمل طور پر خیال رکھیں گے اور اس سلسلے میں آپ کو جس کسی چیز کی ضرورت ہوگی ہم اسے مہیا کریں گے۔ یہاں معاوضے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک اور مسئلہ ہے۔'' بیرن نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور مسئلہ......؟ کیا مطلب......؟ وہ کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''دراصل مسٹر رنجیت ہماری خواہش ہے کہ جب آپ ہمارے دوستوں میں شامل ہوں تو ذہن سے ساری کدورتیں' سارے اختلافات نکال دیں آپ پورے طور سے گروہ سے مخلص رہیں گے۔ ہماری اور آپ کی زندگی کی بقا اسی میں ہے کہ ہم گروہ کے لیے بے پناہ محنت اور بہت زیادہ کوشش کریں۔ اس سلسلے میں ہمیں گروہ کے ہر فرد کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں گروہ کے ہر فرد کا خیال رکھنا ہوتا ہے' ہم کوشش کریں گے اس بات کی کہ ہمارا گروہ وسیع سے وسیع تر ہو' حالانکہ گروہ ہر طرح سے اپنے کام میں مکمل ہے لیکن اس کے باوجود اس کے مکمل ہونے میں ہم سب کی کاوشیں شامل ہیں' اگر ہم کہیں بھی خود کو ہلکا چھوڑیں گے یا ہمارے ذہن میں کوئی ایسا خیال آئے گا۔ جو گروہ کے مفاد کے خلاف ہوگا تو اس سے براہ راست گروہ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔ اس گفتگو سے میری مراد کسی خاص اشارے کی نہیں ہے۔ بس میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اب جبکہ آپ خلوص دل سے اپنا چکے ہیں تو اس کے سارے مفادات آپ کو اپنانے ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے مسٹر بیرن۔ اس بات کو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''یقیناً سمجھتے ہوں گے لیکن ان باتوں سے آپ کو مطلع کرنا میرا فرض تھا۔'' بیرن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ہم دونوں کاموش ہوگئے۔ تب بیرن نے رمیش کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مسٹر رمیش آپ بھی یوں سمجھ لیں کہ گروہ میں آپ اپنے طور سے مکمل حیثیت رکھتے ہیں آپ یہ نا تصور کریں کہ مسٹر رنجیت سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ صرف ان کی ذات تک ہے' براہ کرم آپ بھی ان تمام باتوں کا خیال رکھیں۔ کیا آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے۔'' بیرن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہرگز نہیں مسٹر بیرن۔'' رمیش نے جواب دیا۔ اور پھر تقریباً تمام معاملات طے ہوجانے کے بعد بیرن نے کہا۔

''اب آپ گروہ کے ممبر کی حیثیت سے یہاں قیام کریں آپ فارم بھروائے جائیں گے جس سے آپ کی رکنیت مکمل ہوجائے گی۔ ہاں اس دوران آپ کے کچھ ایسے معاملات تو نہیں ہیں جنہیں آپ انجام دینا چاہتے ہوں' میری مراد یہ ہے مسٹر رنجیت کہ ہم نے خلوص دل سے آپ کو اپنا لیا ہے۔ چنانچہ اب آپ کے مسائل ہمارے اپنے مسائل ہیں اگر کہیں آپ کا کوئی ایسا مسئلہ اٹکا ہو جس کے لیے آپ کو گروہ کی مدد درکار ہو تو بہر صورت یہ ہمارا فرض ہے کہ آپ کی مدد کریں۔ دوسری صورت یہ کہ مقامی لوگوں سے میرا مقصد یہ ہے کہ کیونکہ یہ آپ کا وطن ہے اس لیے آپ کے مسائل کی نوعیت کچھ اور ہی ہوگی تو اس سلسلے میں کیا آپ کو کوئی ایسا کام نہیں ہے۔ جس سے ہم بروقت یعنی جس وقت ہم چاہیں۔ آپ روانگی کے لیے تیار نہ ہو سکیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے مسٹر بیرن' بس ایک بار میں اپنے فادر سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......اس میں کیا حرج ہے' آپ مل لیں۔''

''اس کے لیے مجھے کچھ مہلت درکار ہوگی۔''

''ہوں......مہلت کس لیے؟'' بیرن نے پوچھا۔

''میرا مقصد ہے کہ وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔''

''آپ مسٹر پرکاش کمار ورما کی بات کر رہے ہیں نا؟'' بیرن نے کہا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو سنیئے مسٹر رنجیت پرکاش۔ ایک اطلاع میں آپ کو دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ کے والد مسٹر پرکاش کمار ورما یہاں موجود ہیں۔''

''یہاں۔'' میں اچھل پڑا۔

''ہاں وہ یہاں موجود ہیں۔''

''لیکن یہ بات آپ کو کس طرح سے معلوم؟''

''اب آپ جب گروہ کے ممبر بن چکے ہیں تو یہ بات آپ سے کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ آپ کے لیے جو کچھ کیا گیا ہے وہ مسٹر پرکاش کمار ورما کی درخواست ہی پر کیا گیا۔''

''یعنی؟''

''مقصد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو گرفتار کیا تھا۔ آپ کو کچھ سزائیں بھی دینی تھیں' لیکن ہمیں دوسرے سارے کاموں میں گروہ کا مفاد عزیز ہے بلاشبہ یہ احکامات تھے کہ آپ کو نقصان نہیں پہنچایا جائے لیکن ہمارے گروہ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہم ہر کام کو گروہ کے مفادات پر فوقیت دیتے ہیں آپ نے جس انداز میں ہمارے ممبر کو شکست دی اور جس میں آپ یہاں سے نکل گئے' اس بات سے آپ کی ذہانت کا پتا چلتا تھا۔
چنانچہ میں نے اپنے طور پر اور اپنے ایک ممبر کارکن کے کہنے سے میری مراد مس ٹریسا سے ہے' یہ فیصلہ کرلیا کہ میں آپ کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا لیکن میرا خیال ہے مسٹر پرکاش کمار ورما اس بارے میں اوپر اطلاع ضرور پہنچائیں گے چنانچہ آپ اپنے والد سے مل سکتے ہیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' لیکن اس سے مل کر آپ جو گفتگو کریں گے اس میں اس بات کا شائبہ بھی نہ ہوگا کہ آپ کے ساتھ گروہ نے کوئی رعایت برتی ہے۔'' بیرن نے مجھے فیصلہ پر ہر بات بتاتے ہوئے کہا۔

''ظاہر مسٹر بیرن۔ میں ان سے یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں اس گروہ میں شامل ہوگیا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں یہ بات تو آپ نہیں کہیں گے۔ لیکن بہرصورت گروہ سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ یہ کام جو سپرد کیا گیا تھا پورا کیوں نہیں ہوا۔ اس لیے آپ اپنے ڈیڈی سے ملنے کے بعد یہی ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے کہ گروہ کی طرف سے آپ پر حملے ہوتے رہے ہیں لیکن آپ اپنی ذہانت سے کام لے کے ابھی تک بچے ہیں۔ باقی اگر ملنے کا کوئی اور مقصد ہے تو آپ پورا کرلیں لیکن اس سلسلے میں آپ کو یہی سب کچھ کہنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے مجھے اس بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن کیا میرے والد صاحب یہاں رک کر میری موت کی خبر کا انتظار کر رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''دیکھئے یہ بات آپ کو نہیں بتائی جاسکتی' کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنی ذات سے بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں' کچھ باتیں اگر ہمارے کانوں میں پڑ بھی جاتی تھیں تو ہم انہیں بھول بھی جاتے ہیں اور اس طرح بھول جاتے ہیں کہ ہمیں وہ خود بھی یاد نہیں رہتیں۔ چنانچہ آپ اس بات کو رہنے دیں۔ البتہ اپنے والد کے پاس جانے کے بعد آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ ان کی خواہش کیا ہے اور اس کی سوچ کیا تھی' باقی رہا ان کی نیت کا سوال تو میرا خیال ہے مسٹر رنجیت پرکاش کہ کوئی بھی شخص ایسی موت مرنا پسند نہیں کرتا جو اسے کسی بھی طور پر ہلکا ثابت کرے۔''

''آپ کے والد اگر آپ کی موت کے خواہاں ہیں تو میرا خیال ہے آپ کو ان سے بچنا چاہیے۔ آپ ان کے حکم پر جان دینے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے چنانچہ اس بات پر مجھے یقین ہے کہ اگر وہاں آپ کو کوئی خطرہ پیش آئے تو آپ خود ہی اس خطرہ سے اچھی طرح نمٹ سکتے ہیں۔'' بیرن نے کہا۔

''اوہ ٹھیک ہے مسٹر بیرن' لیکن میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ مسٹر بیرن اب میں گروہ کے معاملات قبول کر چکا ہوں اور اس سلسلے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہر صورت جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس میں مخلص رہوں گا اور گروہ کے کسی مفادات پر کوئی ایسی آنچ نہ آئے گی جس سے آپ کو کسی مسئلہ کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ کیا ہمارے درمیان مکمل اعتماد کی فضا پیدا ہو سکتی ہے؟''

''میں سمجھا نہیں مسٹر رنجیت پرکاش۔'' بیرن نے کہا۔

''میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے اوپر نگرانی قائم نہ کی جائے' میں گروہ سے مخالفت نہیں کروں گا' خلوص دل سے گروہ میں شامل ہوا ہوں اور خلوص دل سے ہی کام کروں گا۔ لیکن بالکل ذاتی معاملات جو میرے ہوں میری ذات پر چھوڑ دیے جائیں۔ اس سلسلے میں میں جہاں بھی کوئی بھی کام جس جگہ کرنا چاہوں مجھے اس کی اجازت دی جائے۔''

''ہاں...... ہاں...... یہ آپ کی بات نہیں ہے بلکہ گروہ کے ہر فرد کو اس بات کی اجازت ہے۔ ظاہر ہے اپنے معاملات آپ خود بہتر طور پر سوچ سکتے ہیں لیکن صرف گروہ کے معاملات میں آپ کو مکمل ذاتی اجازت نہیں دی جا سکتی۔''

''کیا میرا اس عمارت میں رہنا ضروری ہے؟''

''ہرگز نہیں...... اگر آپ اس درمیان میں کہیں اور رہنا چاہیں تو کہیں بھی رہ سکتے ہیں...... ہاں اس سلسلے میں آپ کو اپنے پتے سے ہمیں آگاہ رکھنا ہوگا اور اپنے مشاغل سے بھی' ذاتی طور پر اگر آپ کا کوئی تفریحی مشغلہ ہو تو ہم اس سے آپ کو نہیں روکیں گے کیونکہ میں نے عرض کیا نا کہ گروہ کے ہر کارکن کو اپنے طور سے زندگی گزارنے کا حق ہے البتہ کم از کم تھوڑی سی اس قسم کی باتوں کی اطلاع ہمیں ضرور رہنی چاہیے جس سے آپ کی ذات کو کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اس طرح یہ ہوگا کہ گروہ کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے ہم آپ کی حفاظت بھی کریں گے۔''

''بہتر مجھے منظور ہے اور مسٹر بیرن کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ میرے والد اس وقت کہاں ہوں گے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔ وہ ہوٹل ہمالیہ میں مقیم ہیں۔''

''ہمالیہ۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں ہمالیہ...... روم نمبر ۱۲۔'' اور پھر معنی خیز انداز میں میری طرف دیکھ کر بولا۔

''مسٹر رنجیت۔''

''جی فرمائیے؟'' میں چونک پڑا۔

''کیا آپ اپنے والد سے اس قدر ناراض ہیں کہ انہیں قتل بھی کر سکتے ہیں۔''

''نہیں ہرگز نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا وہ اگر آپ سے دست درازی کی کوشش کریں تو کیا آپ انہیں قتل کر دیں گے؟''

''نہیں ہرگز نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بس ہم یہی دو باتیں معلوم کرنا چاہتے تھے۔ بہتر ہے اب اگر آپ چاہیں تو تشریف لے جا سکتے ہیں اور ہم آپ کی اس خواہش کی بھی تکمیل کریں گے کہ آپ کی کسی قسم کی نگرانی نہ کی جائے اور اس سلسلے میں ہم گروہ کے ممبر بننے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہم آپ پر مکمل بھروسا کرتے ہیں۔''

''آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر بیرن! اگر آپ ہم لوگوں سے مخلص ہیں تو ہم بھی آپ کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

اور پھر ہم نے نہایت دوستانہ فضا میں ہاتھ ملا دیئے اس کے بعد میں نے جانے کی اجازت چاہی اور بیرن نے مجھے رخصت کر دیا۔

میں نے باہر نکل کر بینو اور ثریا کی جانب مسکرا کر دیکھا۔ دونوں ہی خوش نظر آ رہے تھے۔

ثریا نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ بہر صورت وہ ان لوگوں کی تابع تھی اور مجھ سے اپنا کوئی خاص لگاؤ ظاہر نہیں کر سکتی تھی اور یہی کیفیت بینو کی بھی تھی۔

میں نے اور رمیش نے محسوس کیا کہ بینو اور ثریا دونوں ہماری شمولیت سے بہت خوش تھے۔

عمارت سے باہر نکلنے سے پہلے بیرن نے ایک بار پھر مجھ سے پوچھا۔

''آپ لوگ کب واپس آئیں گے؟''

''مسٹر بیرن ہم جلد ہی واپس آ جائیں گے' ہماری واپسی رات کے ہی کسی حصے میں ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا آپ یہیں قیام کریں گے مسٹر رنجیت پرکاش؟'' بیرن نے پوچھا۔

''جی ہاں فی الوقت ہم یہیں قیام کریں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہتر۔ اوکے۔'' بیرن نے کہا۔

''اوکے۔'' میں نے بھی جواب دیا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ بینو اور ثریا اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے' ویسے انہوں نے ہمارا تعاقب نہیں کیا تھا البتہ میں نے ثریا کے چہرے پر الجھن کے آثار دیکھے تھے لیکن جب میں نے کہا کہ ہم رات ہی کسی حصے میں واپس آ جائیں گے تو وہ مطمئن ہوگئی تھی غالباً وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اب جو گفتگو ہو اس سلسلے میں مجھے کسی خاص بات کا احساس نہیں تھا۔

اچانک تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے سوچا کہ شاید ثریا کوئی خاص بات کہنا چاہتی ہو لیکن اس سے رابطہ کس طرح قائم کیا جائے اور اس سلسلے میں' میں نے رمیش سے مشورہ کیا۔

''کیا خیال ہے' رمیش ان سارے معاملات کے بارے میں؟''

''ٹھیک ہے بھیا' میرا خیال ہے انتہائی مطمئن کن اور ان لوگوں کا رویہ بھی یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کسی قسم کا کوئی فریب نہیں کریں گے۔ باقی رہی تمہارے پتا جی کی بات اس سلسلے میں' میں کیا کہہ سکتا ہوں؟'' رمیش نے کہا۔

''اوہ باقی ساری باتیں چھوڑو رمیش' کیا تم نے ثریا کی صورت میں دیکھی تھی؟''

''ہاں......کیوں......کوئی خاص بات بھیا؟''

''میرا خیال ہے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔''

''میں نے غور نہیں کیا۔'' رمیش نے کہا۔ ''آؤ چلیں واپس چلتے ہیں۔''

''نہیں رمیش اگر ثریا عقل مند ہے تو ہمیں وہاں فون کرے گی۔ اس کے بعد ہم چرن ہوٹل چھوڑ دیں گے۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔'' رمیش نے میری بات سے مکمل اتفاق کیا اور ہم لوگ ٹیکسی روک کر چرن ہوٹل کی طرف چل پڑے۔

راستے میں کئی بار ہم نے عقب میں دیکھا تھا اور میرا خیال تھا کہ بیرن نے درست ہی کہا تھا کہ وہ ہمارے اوپر مکمل بھروسا کر چکے ہیں کیونکہ کہیں بھی تعاقب کا کوئی شائبہ محسوس نہیں ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم چرن ہوٹل پہنچ گئے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں ایک کرسی میں دھنس گیا اور رمیش مجھ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر میری صورت دیکھنے لگا۔

ہم دونوں اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے اور اس طرح کافی دیر تک خاموشی رہی' میرے ذہن میں عجیب وغریب خیالات تھے' میں سوچ رہا تھا کہ اس گروہ میں شامل ہونے کے سلسلے میں میں نے جو کچھ باتیں بیرن سے کی ہیں' اس میں تو صداقت کا کوئی نشان نہیں ہے۔ تاہم بہت ہی ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا' مجھے تو اس پورے گروہ سے مخاصمت تھی۔

حالانکہ اس کا تعلق جس قدر پتاجی سے تھا' اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو مجھے بھی ہوا تھا' بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پتاجی اس سلسلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن بہر صورت ابھی میں نے کسی بھی بات پر کوئی خاص یقین نہیں کیا تھا۔ اس سلسلے میں تو اندر گھس کر ہی معلوم کیا جاسکتا تھا کہ پتاجی کی اپنی پوزیشن کیا ہے۔

رہی بیرن کی بات تو ممکن ہے اسے پتاجی کی حیثیت کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ بہر صورت خطرات مول لینے ہی تھے' اب کیا ہوسکتا تھا۔

چند ساعت کے بعد رمیش نے میری طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر بولا۔ ''بڑی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو بھیا آخر کیا بات ہے؟''

''کوئی خاص بات نہیں رمیش۔ انہی معاملات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ارے سوچنا کیا ہے بھیا۔ جب کسی بات کا فیصلہ کرلیا تو بھگوان کی سوگند سوچنا بے کار ہے۔ باقی سارے معاملات بعد کے رہ جاتے ہیں۔ ہم کون سے کسی کی آنکھوں کے نور ہیں کہ اگر کسی چکر میں پھنس گئے تو کون ایسا ہے جو ہمارے لیے پریشان ہوگا۔'' رمیش نے کہا۔

''ہاں رمیش یہ بات ہے تو درست لیکن یہ بات میں صرف اپنے لیے کہہ سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''تم تو بہت سی آنکھوں کا نور ہو۔'' میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا اور رمیش غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

''تم نے پھر وہی بات کہی بھیا۔ تم رمیش کو رمیش کیوں سمجھتے ہو؟'' رمیش جذباتی انداز میں بولا ''تم مجھے ایسا کیوں سمجھتے ہو؟ رمیش اور رنجیت مل کر ایک نام بنتا ہے بھیا۔ اس بات کو یاد رکھو۔'' رمیش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

واہ۔ میرا یہ قابل فخر دوست میرے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ میں اس کی محبت پر جس قدر ناز کرتا کم تھا۔

''ہاں۔ یہ بات تم نے ٹھیک کہی' بہر صورت میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں تو صرف پتاجی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔''

''میں بھی انہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ویسے بھیا تم کیا سوچ رہے تھے؟'' رمیش نے پوچھا۔

''وہی کہ پرکاش کمار ورما جی یہاں موجود ہیں اور غالباً میرے سلسلے میں ہی آئے ہوں گے۔''

''ہاں بھیا۔ نہ جانے بھگوان نے ان کے سینے میں دل کی جگہ پتھر کا ٹکڑا کیوں رکھ دیا ہے۔ کیسے پتا ہیں...... تم ان کے اکلوتے سپوت ہو اور وہ تمہارے ہی دشمن بن گئے ہیں۔'' رمیش نے کہا۔

''ہاں ایسا بھی ہوتا ہے رمیش...... پتاجی کا کوئی بیٹا نہیں ہے...... ان کا کوئی سپوت نہیں ہے بس ان کا پورا سنسار ان کی دولت ہے' وہ دولت کے پجاری ہیں' دولت ہی میں کھیلتے رہنا چاہتے ہیں' دولت کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنا چاہتے ہیں' بس اس سے آگے میں اور کیا کہوں؟''

''ہاں بھیا۔ مجھے بعض اوقات بڑا دکھ ہوتا ہے۔''

''کیوں رمیش دکھ کیوں ہوتا ہے۔'' میں نے کسی قدر جھنجلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''بھیا یہی سوچ کر کہ بھگوان نے رشتے ناطے تو بنائے ہی ہیں مگر کیا سوچ کر' کیا سمجھ کر۔''

''مگر ہم اس کے لیے بھگوان کو دوش نہیں دے سکتے رمیش۔''

''کیوں بھیا؟'' رمیش نے پوچھا۔

''کیونکہ یہاں اس نے پرکاش کمار ورما جیسے پتاجی بنائے ہیں۔ وہاں انہوں نے رمیش جیسا دوست بھی بنایا ہے جو دنیا کے سارے رشتوں کی

کسر پوری کر دیتا ہے۔'' میں نے محبت سے کہا۔

''ارے رمیش کس قابل ہے بھیا' اتنا درجہ نہ دو' بھگوان کی سوگند ورنہ میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔''

''اچھا اچھا فضول بات مت کرو' بس خاموش ہو جاؤ۔ میں تمہیں جو کچھ سمجھتا ہوں اسے میرا من جانتا ہے اور من کی بات باہر لانا بھی نہیں چاہتا۔'' رمیش مسکرانے لگا تھا۔

ہم لوگ کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ رمیش نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور بات صرف ثریا کے ٹیلی فون کی تھی۔

شاید ثریا کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ ہم واپس چرن ہوٹل جائیں گے۔ حالانکہ عقل اور ذہانت کا یہی تقاضا تھا کہ وہ ہمیں ٹیلی فون کر لیتی۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اسے موقع نہ ملا ہو اور ممکن ہے کہ اس نے سوچا نہ ہو جس انداز میں ہم سوچ رہے تھے۔ کافی پیتے ہوئے میں نے رمیش سے کہا۔

''رمیش ہم آدھا گھنٹہ مزید یہاں انتظار کریں گے' اس کے بعد ہم چرن ہوٹل چھوڑ دیں گے۔''

''ٹھیک ہے بھیا۔ لیکن اگر ہم پتا جی سے میرا مطلب ہے پرکاش کمار ورما سے ملنے کے بعد چرن ہوٹل چھوڑیں تو؟''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ہمارا یہ سامان جو ہے ہم اس کو کہاں لیے لیے پھریں گے...... کسی دوسرے ہوٹل میں تو ٹھہرنا بے کار ہے۔''

''اوہ۔ ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''ہم اپنے کام کے بعد ہی کچھ اور سوچیں گے۔''

''ٹھیک ہے تمہارا مشورہ میں نے قبول کر لیا رمیش۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ابھی میں نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

میں اچھل پڑا۔ میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''ثریا واقعی چالاک لڑکی ہے؟'' میں نے کہا۔

''ہاں بھیا۔ لڑکیاں ویسے بھی چالاک ہوتی ہیں۔ میں بھی تمہیں اپنی کہانی سناؤں گا۔''

''ارے ہاں' تمہاری کہانی واقعی دلچسپ تھی۔ لیکن حالات نے اجازت ہی نہیں دی کہ کہانی سن سکتا۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے بھیا' حالات جب بھی اجازت دیں گے میں تمہیں کہانی سنا دوں گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تمہاری ثریا تو اب تم سے بالکل قریب ہو جائے گی لیکن میری پریما...... ہائے میری پریما۔''

''کیا مطلب؟''

''اس لڑکی کا نام پریما ہی تو تھا بھیا جس سے کل رات میری ملاقات ہوئی تھی میں نے اس کے ساتھ ایک دلچسپ رات گزاری ہے' میرا مطلب ہے ماں' بیٹی کے ساتھ۔'' رمیش آنکھ مار کر بولا۔

''اوہو اچھا۔ ہاں بھئی ان کی کہانی تو میں ضرور سنوں گا آؤ ذرا پہلے ٹیلی فون دیکھ لیں۔''

میں نے کہا اور ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ ریسور اٹھا کر میں نے ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز ثریا ہی کی تھی۔

''ہیلو مسٹر رنجیت۔'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں ہی بول رہا ہوں۔''

''اوہ رنجیت ڈیئر میں تو پریشان تھی میرا خیال تھا کہ تم کہیں اور نہ چلے گئے ہو۔''

''نہیں ثریا میں تو تمہارے ٹیلی فون کا انتظار کر رہا تھا۔''

''کیا تمہیں یقین تھا کہ میں تمہیں چرن میں ٹیلی فون کروں گی؟''

''ہاں یقین کیوں نہیں ہوتا۔''

''واہ۔اتنا بھروسا......؟''ثریا خوشی سے بولی۔

''ہاں ثریا مجھے یقین تھا کہ مجھے بعد کے ہونے والے حالت بتاؤ گی۔''میں نے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔میرا بھی یہی اندازہ تھا رنجیت کہ تم مجھ سے یہ سوال ضرور کرو گے۔''

''یعنی۔''میں نے پوچھا۔

''یعنی یہ کہ تم مجھ سے پوچھو گے کہ میرے بعد کیا ہوا اور اس سلسلے میں میں نے تمہیں ٹیلی فون بھی کیا تھا۔''

''کیا پوزیشن ہے ثریا؟ بیرن نے میرے ساتھ جو کچھ بھی سلوک اور برتاؤ کیا ہے اس کے پیچھے کونسا جذبہ کارفرما ہے۔؟''

''اوہو شک کی بات نہیں کرو رنجیت۔ میرے خیال کے مطابق معاملات سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

''ویری گڈ۔''

''ویسے بیرن تمہارے جانے کے بعد کافی خوش نظر آ رہا تھا' تمہاری تعریفیں بھی کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ رنجیت پر کاش ہمارے گروہ کے لیے ایک کام کا آدمی ثابت ہوگا' اسے یہ خوشی ہے کہ اس کے گروہ میں تمہارے جیسا طاقتور باصلاحیت اور ذہین آدمی شامل ہو گیا۔تمہاری کارکردگی سے وہ بہت زیادہ خوش نظر آتا ہے۔''

''اوہ۔میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔''

''نہیں۔''

''تمہیں یقین ہے ثریا۔''

''ہاں۔وہ سب موجود تھے۔اسی وجہ سے مجھے تمہیں ابھی تک ٹیلی فون کرنے کا موقع نہ مل سکا۔میں سوچ رہی تھی کہ کہیں تم پریشان ہو کر چرن سے نکل نہ جاؤ۔''

''نہیں۔مجھے شدت سے تمہارے ٹیلی فون کا انتظار تھا اور اسی وجہ سے میں اب تک چرن میں بیٹھا ہوا تھا۔''

''اوہ۔بہرحال اب کیا پروگرام ہے تمہارا؟''ثریا نے مجھ سے پوچھا۔

''پروگرام صرف یہ ہے ثریا کہ پہلے پتا جی سے ملاقات کروں گا اور اس کے بعد چرن چھوڑ کر تمہارے چرنوں میں آ جاؤں گا۔''میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ثریا ہنسنے لگی۔

''میں شدت سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''ثریا نے کہا۔

''میں تمہیں انتظار کی کیفیت میں زیادہ دیر نہ رکھوں گا ڈیئر۔''میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اوہ۔رات کو کس وقت پہنچو گے؟''

''ثریا کیا تمہیں آزادی ہوتی ہے؟''

''قطعی بالکل۔بلکہ یوں سمجھ لو کہ باقی الجھنیں بھی ختم ہو گئی ہیں۔''ثریا نے کہا۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے تم یوں سمجھو کہ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا اس سے پہلے ذرا ہمالیہ میں پتا جی سے ملاقات کرلوں۔''

''ایک بات بتاؤ گے رنجیت......؟''

''ہاں پوچھو۔''

''تم اپنے پتاجی سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟''

''بس ثریا کچھ دل کی بھڑاس نکالنی ہے۔''

''لیکن کہیں جذباتی نہ ہو جانا۔'' ثریا نے مجھے خبردار کیا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''میرا مقصد ہے کہیں دل کی بھڑاس نکالتے نکالتے کہیں گروہ کے بارے میں کچھ نہ بتا دینا۔''

''ارے نہیں ثریا اب اتنا کچا بھی نہیں ہوں' ذرا تم میرے ساتھ کچھ رصے تک رہو تو...... تمہیں اندازہ ہوگا کہ میں کیا چیز ہوں۔''

''مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔'' ثریا نے ہنس کر کہا اور پھر میں نے تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد ٹیلی فون بند کر دیا۔

اب میں پتاجی سے ملاقات کرنے کے لیے جانے کو تیار تھا۔

☆☆☆

ہمالیہ میں پتاجی کا روم نمبر تلاش کرنے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوئی۔ روم نمبر ایک سو بیس جلد ہی مل گیا۔ رمیش میرے ساتھ تھا لیکن جب مجھے پتاجی کے کمرے کا نمبر معلوم ہو گیا اور یہ بھی پتا چل گیا کہ وہ کمرے میں موجود ہیں تو رمیش نے کہا۔

''میرے بارے میں کیا آ گیا ہے بھیا۔''

''کیا مطلب؟''

''کیا میں جاؤں؟''

''کیوں؟''

''تو کیا میں تمہارے ساتھ پرکاش کمار ورما کے کمرے میں چلوں۔''

''جیسا تم مناسب سمجھو رمیش۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی ہرج نہیں ہے اور نہ چلو تب بھی کوئی بات نہیں۔''

''نہیں بھیا۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری اور ان کی گفتگو میں میری موجودگی تو مناسب نہیں ہوگی۔''

''میں ان سے کوئی رومانی گفتگو تو کرنا چاہتا نہیں ہوں رمیش۔ بس کوئی ایسی گفتگو تو نہیں ہے جو خاص نوعیت کی حامل ہو بس ذرا بھڑاس نکالنی تھی' اگر تم چلو تو کوئی ہرج نہیں۔''

''بھیا دیکھو میں کہیں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ پتاجی سے تم تنہا ہی مل لو' میں کمرے سے باہر موجود رہوں گا۔ حالات پر نگاہ رکھوں گا...... کیونکہ......'' رمیش رک گیا۔

''ہاں ہاں...... میں سمجھتا ہوں ٹھیک ہے تم جیسا مناسب سمجھو' تو پھر ٹھیک ہے تم انتظار کرو' میں چلتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں پتاجی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر دستک دی اور اندر سے پتاجی کی مانوس آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟...... آ جاؤ''

شاید وہ یہی سمجھے تھے کہ شاید کوئی بیرا ہے جو کسی کام سے آیا ہے لیکن میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

پتاجی کرسی پر بیٹھے میز پر رکھے ہوئے انبار پر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا اور اخبار پڑھتے رہے۔

میں بھی خاموش کھڑا رہا تھا' انہیں دیکھ کر میرے دل میں کوئی جذبہ پیدا نہ ہوا تھا۔ دل میں چھپا ہوا کوئی خاموش جذبہ بیدار ہو کر یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ رنجیت یہ تمہارا باپ ہے۔ حالانکہ کافی دن کے بعد میں نے اپنے پتا جی کو دیکھا تھا۔

لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ انہیں دیکھ کر میرے دل میں نفرت کا احساس ابھرا تھا یا نہیں۔ یا پھر محبت کے جذبات' بس یوں سمجھا جائے کہ میری کیفیت سپاٹ سپاٹ سی تھی تب پتا جی کو احساس ہوا کہ بیرا اندر آنے کے بعد خاموش کھڑا ہوا ہے تب انہوں نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ پتا جی کافی آہنی اعصاب کے مالک ہیں۔

بجائے اس کے کہ وہ چونک پڑتے' ان کے چہرے کے عضلات اور زیادہ سخت ہو گئے تھے وہ مجھے دیکھنے لگے' دیکھتے رہے۔

ان کا انداز سپاٹ سا تھا۔ میں بھی خاموشی سے کھڑا ان کو گھورتا رہا تھا۔

''میں کہتا ہوں کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟''

''اوہو شاید آپ مجھے پہچانے نہیں پرکاش کمار ورما جی۔'' میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''حواس قائم کرو۔ تم میرے سامنے ہو' مجھ سے بات کر رہے ہو۔'' پتا جی غرائے۔

''آپ...... آپ کون ہیں...... کیا آپ بتانا پسند نہیں کریں گے۔'' میں نے کہا۔

''ہوں۔ تو گویا تم اب اپنا رشتہ بھی بھول بیٹھے ہو؟''

''میں...... میری یادداشت تو یہی بتاتی ہے کہ میرا آپ کا کوئی رشتہ ہے میں آپ کی آنکھوں میں اس رشتے کی کوئی پرچھائیں نہیں دیکھ رہا۔ نہ جانے کیوں آپ کی آنکھیں اتنی بے جان ہیں۔''

''دیکھ بھی نہیں سکتے۔'' پتا جی نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

''اوہو یہی وجہ معلوم تو کرنے آیا ہوں۔''

''وجہ مجھ سے معلوم کر رہے ہو؟''

''تو اور کس سے کروں؟'' میں نے تیز لہجے میں کہا۔

''تم نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے؟'' پتا جی حقارت سے بولے۔

''آپ کے لیے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں میرے لیے۔ تم نے اپنے طور پر کیا کیا کوششیں نہیں کیں۔''

''کوشش اور آپ کے لیے۔'' میں نے پھر حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں میرے لیے۔ اگر میری حیثیت...... میری ساکھ میری پوزیشن اتنی مضبوط نہ ہوتی تو میں چھوٹے چھوٹے معاملات سے نمٹ نہ سکتا تو شاید آج تم مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا چکے ہوتے۔''

''اوہو پتا جی۔ یہ آپ کن بنیادوں پر کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ میں نے ایسی کونسی کوشش کی۔''

''ہوں...... میں کچھ نہیں بتاؤں گا' اس لیے کہ میں بتانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ میں کسی کو بتانے اور مٹانے کی پوری پوری صلاحیت اور ہمت رکھتا ہوں اور جب میرے دشمن میرے سامنے آ جاتے ہیں تو میں ان سے پوری طرح جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں' اس وقت میں ان سے کوئی رعایت رشتہ یا ناطہ نہیں رکھتا' میں ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں۔ میں ان سے شکایت نہیں کرتا' میں ساری جان پہچان بھول جاتا ہوں' میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ وہ دشمن ہیں اور دشمنوں سے جنگ

کرنے کے لیے چاروں طرف سے ہوشیار رہنا ضروری ہوتا ہے۔''

''اچھا اصول ہے پتا جی آپ کا...... مجھے پسند آیا۔'' میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔تو تم دشمن کی حیثیت سے میرے سامنے ہو' کیا پروگرام لے کر آئے ہو؟ کیا پستول تمہاری جیب میں ہے؟ کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟''

''نہیں پتا جی...... یہ ٹھیک ہے کہ میں پورے سنسار میں سب سے زیادہ نفرت آپ سے کرتا ہوں لیکن ایک ہندوستانی نوجوان ہونے کی حیثیت سے میرے ساتھ ایک بدنما رشتہ منسلک ہے وہ یہ کہ میں تمہارا بیٹا ہوں' اگر میں تمہارا بیٹا نہ ہوتا پتا جی تو تمہیں بتاتا کہ دشمنی کیسی ہوتی ہے' جنگ کیسے کی جاتی ہے۔''

''اوہو۔تو ابھی تک تمہیں یہ رشتہ یاد ہے؟''

''میں نے کہا نا پتا جی مجھے یاد ہے لیکن آپ بھول چکے ہیں۔''

''ہاں...... شاید میں یہ رشتہ بھول چکا ہوں۔''

''کیا ہمیشہ کے لیے؟''

''ہاں ہمیشہ کے لیے۔ میں تمہیں صرف ایک دشمن کی حیثیت سے جانتا ہوں پرکاش نہیں...... صرف رنجیت کے نام سے...... میں اپنا نام تمہارے نام کے ساتھ نتھی بھی کرنا نہیں چاہتا۔'' پرکاش کمار ورما جی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور میرے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔

''ہاں تم جیسے لوگ رشتوں کو کیا جانو' تم لوگ اسی طرح رشتوں کو فراموش کر دیتے ہو اور ہاں سنو میں بھی تمہیں رشتے یاد دلانے نہیں آیا ہوں۔ میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ آج تک وار کرتے رہے ہو اور میں نے صرف وار روکے ہیں' کتنے وار کرو گے ان کی تعداد بتا دو۔ کیونکہ اس کے بعد میں صرف ایک وار کروں گا اور تم کسی قابل نہیں رہو گے۔''

''بکواس مت کرو۔'' پرکاش کمار ورما جی اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہو گئے ان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں۔

''افسوس تو یہی ہے پرکاش کمار ورما جی کہ میں آپ کو دوبارہ نہیں بٹھا سکتا۔ بہرصورت میں آپ سے یہ کہنے آیا تھا کہ آپ نے جتنے وار میرے اوپر کیے ہیں آپ ان سب میں ناکام رہے ہیں اور یہ ناکام وار میں ابھی اس وقت برداشت کروں گا جب تک کہ میری قوت برداشت ساتھ دیتی ہے۔ جس دن میری قوت برداشت جواب دے گئی اس دن پتا جی میں بھی آپ پر ایک وار کروں گا۔''

''مجھے دھمکیاں دینے آئے ہو...... ہوں...... حملہ کرنے والے یہ نہیں کہتے کہ میں حملہ کروں گا۔ بلکہ جب حملہ کرتے ہیں تو اس کے بعد اس کا ردعمل دیکھتے ہیں۔ میں تمہیں ہر طرح سے چیلنج کرتا ہوں کہ جب چاہو میرے مقابلے پر آ جانا۔''

''ٹھیک ہے پتا جی مجھے آپ کا چیلنج منظور ہے۔ میں صرف یہی گفتگو کرنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کم از کم آپ سے افسوس تو کر لوں کہ آپ کی ساری کوششیں اب تک اپنے بیٹے کے قتل کے سلسلے میں ناکام رہی ہیں۔''

''قتل کے سلسلے میں۔'' پرکاش کمار ورما جی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ ''تم اتنے دلیر اتنے چالاک اتنے طاقتور نہیں ہو رنجیت کہ اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا تو تم ہمیشہ بچ نکلتے۔ میں نے صرف تمہیں وارننگ دی ہے' میں نے آج تک صرف یہی چاہا ہے کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔ میں نے تمہارے لیے دنیا کی ہر سہولت مہیا کر دی تھی۔ تمہیں دنیا کی ہر آسائش مہیا کی تھی۔ تمہیں کھلی آزادی تھی...... بتاؤ کہاں تمہیں تکلیف تھی' کس جگہ تم پریشان رہتے تھے۔ میں نے تمہارے سارے اخراجات اور دوسرے معاملات طے کیے تھے تم سکون کی زندگی گزار سکتے تھے۔ پھر تم بتاؤ تم نے میرے مقابل آنے کی جرات اور ہمت کیسے کی؟ تم مجھ سے ٹکرائے کیوں؟ اس کی وجہ تم بتا سکتے ہو رنجیت؟'' پتا جی نے تیز لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

''بتا دوں پتا جی؟'' میں نے تیکھے انداز میں کہا۔

''ہاں بتاؤ؟''

''صرف ایک بات معلوم ہونے کے بعد کہ تم میری ماں کے قاتل ہو۔''

''اوہ......وہ پرانی بات ہے......اور میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس سلسلے میں براہ راست ملوث نہیں تھا۔''

''جھوٹ بولتے ہو پتا جی......اگر تم اس میں ملوث نہ ہوتے تو میرے من میں تمہاری طرف سے کرودھ نہ ہوتا۔''

''اوہو تم جو چاہو سمجھو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔لیکن میں آج بھی یہی کہوں گا کہ میں نے اسے قتل نہیں کیا۔''

''اس کے ثبوت مل چکے ہیں پتا جی......تم اگر جھوٹ بول رہے ہو تو اس سے کیا فائدہ۔''

''تو پھر تم ان ثبوتوں کو میرے خلاف استعمال کیوں نہیں کرتے؟ اتنے ناکارہ انسان ہو کہ آج تک اپنی ماتا کے قاتل سے بدلہ نہ لے سکے۔'' پتا جی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''بدلہ......افسوس پتا جی۔ میں وہ بدلہ نہیں لے سکتا جو مجھے اپنی ماتا کے قاتل سے لینا چاہیے' کیونکہ میری ماتا کا قاتل میرا پتا ہے۔لیکن پتا جی میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ بدلہ تو ضرور لوں گا۔ آج میں پہلی بار آپ سے کھل کر کہہ رہا ہوں کہ پتا جی آپ دیکھیں گے' بدلہ کس طرح لیا جاتا ہے' دشمنی کیسے کی جاتی ہے اور ہاں میرا خیال ہے کہ میری اور آپ کی یہ آخری ملاقات ہے۔ میں نہ صرف آپ سے بدلہ لوں گا بلکہ ہر اس ہستی سے بھی بدلہ لوں گا جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہوا کہ اس کا تعلق میری ماں کے قتل سے ہو سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''تمہاری مراد ہنری تھامس سے ہے۔'' پتا جی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''میری مراد کس سے ہے یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر بدلے کا ذکر ہی کیوں کر رہے ہو رنجیت مجھے تمہاری کسی کارروائی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔'' پتا جی بدستور طنز بھرے انداز میں بولے۔

''ہاں' یہ بھی آپ نے ٹھیک کہا ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''ویسے ایک بات میں ضرور کہہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اب تک میں نے صرف یہ کوشش کی ہے کہ تم راہ راست پر آ جاؤ اور پرانے خیالات کو ذہن سے جھٹک دو' بلکہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بیٹھو' مجھ سے بات کرو اور اگر ہو سکے تو من صاف کر لو۔ کیونکہ دنیا کی نگاہوں میں تم میرے بیٹے ہو۔ لوگ مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں انہیں کوئی جواب نہیں دے پاتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو اور اپنی تعلیم جاری رکھو' اگر کوئی لائن بدلنے کا ارادہ ہے تو بدل لو......میرے پاس بے پناہ دولت ہے اور اسے میں تمہارے اوپر خرچ کر سکتا ہوں لیکن اگر تمہارے من میں اپنی ماتا جی کے قاتل سے بدلہ لینے کا سودا سمایا ہے تو سمجھ لو کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''اوہ پتا جی' میں آپ کی دولت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے اس دولت کا کیا کرنا ہے جس میں میری ماتا جی کا خون شامل ہو۔''

''بکواس نہ کرو۔ جب یہ بات ہے تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟'' پرکاش نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں پتا جی' کہ تمہیں بتا دوں کہ آج تک میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو کسی بھی طور تمہاری شان کے خلاف ہو' حالانکہ تم قدم قدم پر مجھے مارنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ تم مجھے جان سے مروانا چاہتے ہو لیکن تم یہ سوچ لو کہ تم اپنے ہر قدم میں ناکام رہے ہو پتا جی اور یہ جان لو کہ آئندہ بھی ناکام رہو گے۔ تم کہتے ہو کہ تم نے ابھی تک میرے پران لینے کی کوشش نہیں کی' یہ تمہارا جھوٹ ہے اور میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں پرکاش کمار ورما جی کر تمہارا بیٹا ہونے کے ناطے میں یہ نہیں کر سکتا کہ تمہاری کوششوں کے جواب' میں تمہیں بھی قتل کرا دوں۔''

''ہاں آج کام میں ضرور کروں گا کہ تمہیں اس طرح تباہ و برباد کروں کہ ایک دن تمہارا نام اس دھرتی سے مٹ جائے۔''

''بکواس مت کرتے۔'' پرکاش کمار ورما جی غصے سے کھڑے ہوئے گئے۔ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔

اور میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی۔ اس وقت اگر ان کے پاس پستول ہوتا تو وہ مجھے گولی مار دیتے لیکن اس لمحہ ان کے پاس پستول نہیں تھا۔

میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر پرکاش کمار ورما کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے بہت سکون ملتا تھا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ غصے سے پاگل ہو جائیں۔ تڑپیں' تلملائیں اور یہ سب کچھ میں اپنے سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت پاگل دکھائی دے رہے تھے۔

''یہ بکواس تو میں اکثر کرتا رہوں گا پرکاش کمار ورما جی۔ آپ سے ملاقات کیا کروں گا اور اس کے بعد' بھگوان کی سوگند' میں آپ کو شمشان میں سکون نہیں لینے دوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔''

''میں کہتا ہوں' دور ہو جا یہاں سے!'' پتاجی نے مجھے مارنے کے لیے کوئی چیز تلاش کرنا شروع کر دی لیکن وہاں کچھ نہ تھا۔ ان کے ہاتھ میں پیتل کا ایک گلدان آ گیا اور انہوں نے وہ گلدان پوری قوت سے میری طرف پھینک مارا۔

میں نے گلدن بڑے اطمینان نے اپنے ہاتھ میں لپک لیا اور مسکراتا ہوا بولا۔

''ابھی تو دیکھتے رہیں پتاجی' آگے آگے کیا ہوتا ہے۔ پاگلوں کی طرح سڑکوں پر نہ ناچنے لگیں تو میرا بھی نام رنجیت پرکاش نہیں ہے۔''

پھر میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

پتاجی نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتے رہے' میں نے کچھ نہ سنا۔ میں باہر نکل آیا۔ باہر رمیش موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

''کیا حالات ہیں اندر کے؟ میں تو چاہتا تھا کہ باتیں سنوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔ اس لیے میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔''

''ٹھیک ہے رمیش آؤ۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں واپس پلٹ پڑے۔ رمیش بار بار میری صورت دیکھ رہا تھا۔

''اب کہاں چلیں بھیا؟'' اس نے کہا۔

''واپس چرن۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہاں تو کوئی کام نہیں؟''

''اب یہاں کیا کام ہو سکتا ہے رمیش؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا اور رمیش خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہم ہوٹل ہمالیہ سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر رمیش نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم بیٹھ گئے۔ ٹیکسی برق رفتاری سے سڑکوں پر دوڑنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم چرن پہنچ چکے تھے۔

رمیش نے راستے میں کوئی بات نہیں کی۔ وہ خاموشی سے چرن تک آیا تھا' یہاں آ کر اس نے کہا۔

''اب کیا ارادے ہیں پتاجی؟''

''بس رمیش' میرا خیال ہے ہمیں اس مکان میں منتقل ہو جانا چاہیے۔ ثریا ہمارا انتظار کر رہی ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔

''او کے۔ تیاریاں کرو۔'' میں نے کہا۔ تیاریاں کیا کرنا تھیں۔ نیچے آئے اور ٹیکسی کرا کے چل پڑے۔ راستے میں رمیش نے آہستہ سے کہا۔

''بڑے خاموش ہو بھیا۔ پتاجی سے کیا باتیں ہوئیں؟''

''یہی...... جن کا امکان تھا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یعنی؟''

''جلی کٹی باتیں۔ ہم نے ایک دوسرے کو چیلنج دے دیا ہے۔''

''اوہ...... کیسا چیلنج؟'' رمیش نے پوچھا۔

''پتاجی نے کہا ہے کہ اب تک انہوں نے میرے قتل کی کوشش نہیں کی ہے' صرف مجھے وارننگ دیتے رہے ہیں' لیکن بقول ان کے اب میں نے

انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ میرے خلاف کچھ کریں۔"

"اوہ، اور وہ کچھ کیا ہو گا؟"

"میرے قتل کی کوشش کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"ہوں، گویا اب تک تو وہ تمہیں پالنے میں کھلاتے رہے ہیں۔ کیسے پتا ہیں یہ رنجیت بھیا۔ ایک بھی بات تو پتاؤں جیسی نہیں ہے۔"

"ہاں رمیش سنسار میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔"

رمیش نے خاموشی اختیار کر لی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ میرے لیے دکھی ہو گیا ہے۔ تب میں نے ماحول بدلنے کے بارے میں سوچا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ وہ تمہاری پریما کی کہانی بھی تک نہیں معلوم ہوئی۔"

"پھر کبھی بتا دوں گا بھیا۔ من اداس ہو گیا ہے۔"

"کیوں من اداس ہو گیا ہے؟" میری آواز میں غراہٹ تھی۔ رمیش چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ناراض مت ہو بھیا۔ میرے من میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"رمیش، پتا جی کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اس مسئلے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ بھگوان کی سوگند، اگر پیدا ہونا انسان کے اپنے بس میں ہوتا تو میں ایسے آدمی کے گھر پیدا ہونے سے انکار کر دیتا۔ لیکن افسوس......"

"چلو جانے دو بھیا۔" رمیش نے کہا۔

"یہی میں بھی کہہ رہا ہوں، اس بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس شخص نے میری ماں کو اتنی سی بات پر قتل کر دیا وہ کسی طرح قابل رحم نہیں ہے میں خود اسے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ دھرم اور سماج کے خلاف ہے۔ لیکن......"

"لیکن کیا بھیا؟"

"میں اسے سزا تو دے سکتا ہوں۔"

"سزا؟"

"ہاں۔"

"کیا سزا دو گے بھیا؟"

"وہی جو بار بار کہہ چکا ہوں۔ میں پتا جی کو قدم قدم پر توڑوں گا۔ ان کی وجہ سے اپنے مستقبل کے راستے بدلنے پڑیں گے اور اب جو راستہ میں نے ان کی وجہ سے اختیار کیا ہے اس پر پوری طرح دوڑوں گا۔ اور اسی راستے پر چل کر میں انہیں شکست دوں گا۔"

"میں کیا کہوں بھیا۔ میری تو رائے ہے کہ ان خیالوں کو ذہن سے نکال دو۔ صرف اپنے اور اپنے کام کے بارے میں سوچو۔" رمیش نے کہا۔

"ہاں رمیش فی الحال یہی مناسب بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

پھر ہم تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ ٹیکسی اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ کافی فاصلہ تھا اس جگہ کا جہاں ہمیں جانا تھا۔ تب رمیش نے کہا۔

"بھیا۔ اگر اس طرح جیون گزارنا ہے تو پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کھایا کھیلا جائے، ہنسی خوشی رہا جائے۔ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے جو کام کرنا ہے وہ تو کریں گے ہی۔ پریشانیوں سے کیا حاصل؟"

"ٹھیک ہے رمیش۔ میں تو بالکل فکر مند نہیں ہوں۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ پتا جی سے تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد میں بالکل ہلکا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کوئی بھی پریشانی یا اس قسم کا کوئی احساس نہیں ہے۔"

''ٹھیک ہے بھیا۔ اس قسم کی پریشانیاں سر میں رکھنے سے فائدہ بھی کیا اور اب تو میرا خیال ہے کہ تمہارے جیون کا ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔''

''صرف میری بات کیوں کر رہے ہو۔تم بھی تو اس میں شریک ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھیا۔رمیش تو رنجیت کا سایہ ہے۔ جہاں رنجیت ہوگا' وہاں رمیش بھی ہوگا۔اس لیے رمیش کا تو تذکرہ ہی فضول ہے۔'' رمیش نے مسکرا کر کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

''یار باس تو ایسی باتیں مت کیا کر۔تو میرا سایہ نہیں ہے بلکہ میری آنکھوں کی بینائی ہے۔ تو میری ہر تکلیف اور ہر راحت کا ساتھی ہے۔''

''شکریہ بھیا۔تو میں قریب کے بارے میں کہہ رہا تھا۔''

''کیا؟''

''یہی کہ اب وہ بالکل تمہارے قریب ہو جائے گی۔''

''ہاں رمیش' مگر میں اس کا بہت زیادہ قرب بھی نہیں چاہتا۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ثریا ایک حد تک ٹھیک ہے اور اگر حد سے آگے وہ بڑھی تو خود بھی نقصان اٹھائے گی اور ہمیں بھی نقصان میں مبتلا کر سکتی ہے۔''

''ہاں اگر ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ ثریا کسی طور ہم لوگوں سے ملی ہوئی ہے تو ممکن ہے وہ ہمارے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہو جائیں۔''

''اسی لیے میں نہیں چاہتا کہ ثریا میرے بہت زیادہ قریب رہے کیونکہ ابھی ہم اس جگہ پر نئے ہیں۔اور بہر صورت ضروری ہے کہ ہم ہوشیار رہیں۔''

''ٹھیک ہے بھیا۔ اب کیا ارادے ہیں؟''

''کچھ نہیں' بس چلتے ہیں۔اس کے بعد خود کو بیرن وغیرہ پر چھوڑ دیں گے۔جو کچھ بھی ہوگا' دیکھا جائے گا۔''

''اوکے۔ویسے جب تک وہاں رہو گے تفریح تو رہے گی بھیا۔'' رمیش نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔رمیش میرا خیال ہے تم بھی اپنے لیے کوئی تفریح تلاش کر لینا۔ہاں تمہاری کہانی ادھوری ہی رہ گئی۔''

''ارے بس' کیا کہانی ہے بھیا۔تھوڑی سی صورت حال تو بتا چکا ہوں کہ ماتاجی نے مجھے پسند کیا تھا اور میرے ساتھ رقص بھی کیا۔ اس کے بعد بیٹی صاحبہ ماں پر غصہ کھا رہی تھی۔بہر حال پروگرام کے تحت میں ان کے کمرے میں پہنچ گیا۔بڑی بے تکلف اور جدید خاتون تھیں۔شراب کا دور چلا۔ صاحبزادی نے ایک دو پیگ پیے اور اس کے بعد ان کی ممی نے منع کر دیا۔ممی پیتی رہیں اور مجھے بھی پلاتی رہیں۔

میں نے بہت زیادہ احتیاط رکھی تھی۔ چنانچہ میں نے خود تو کم پی اور انہیں زیادہ پلاتا رہا۔جلد ہی ممی ناک آؤٹ ہو گئیں اور جب وہ ناک آؤٹ ہو گئیں تو ہم نے انہیں اٹھا کر مسہری پر ڈال دیا۔

اور پھر صاحبزادی پریما میرے پاس آ گئیں۔رات بھر ہم آرام سے لمحے گزارتے رہے اور جب صبح ہوئی تو میں خاموشی سے پریما کے بستر سے اٹھا اور ان کی ممی کے بستر پر جا لیٹا اور جب صبح ممی کی آنکھ کھلی تو وہ بہت خوش ہوئیں۔البتہ انہیں صرف اپنے ناک آؤٹ ہونے کا غم تھا۔

''سور ہو تم۔'' میں نے اس کی پیٹھ پر دھول جماتے ہوئے کہا۔

''بولو بھیا۔اس میں میرے سور ہونے کی کیا بات ہے۔اب تم خود ہی بتاؤ کہ بے بی کی موجودگی میں ممی کو یہ حرکت کرنی چاہیے تھی؟''

''اچھا۔اچھا بس! بکواس بند کرو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور رمیش بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس مکان پر پہنچ گئے جسے ہماری قیام گاہ بنایا گیا۔ بیرن موجود نہیں تھا' ہاں ثریا اور بینو نے ہمارا استقبال کیا۔

''آ گئے آپ لوگ؟'' بینو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''ہاں بینو۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم ہمارے آنے سے خوش تو ہو؟'' رمیش نے پوچھا۔

''ایسا ویسا خوش ہوں ماسٹر بس یوں سمجھو کہ لطف آ گیا ہے۔ تم ہو گے...... ہم ہوں گے اور نہ جانے کیا کیا ہو گا۔''

''اچھا اچھا زیادہ باتیں نہیں بناؤ۔ ان لوگوں کے لیے جو کمرہ تم نے صاف کیا ہے انہیں دکھاؤ۔'' اور پھر ہماری طرف رخ کر کے بولی۔

''آپ کیا پسند کریں گے؟ کچھ پلاؤں یا کھانے پینے کا بندوبست کروں؟''

''او نہیں ثریا۔ اگر پلانا چاہتی ہو تو صرف کافی پلا دو۔'' میں نے جواب دیا اور ثریا نے گردن ہلا دی۔ تب بینو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''آ یئے ماسٹر۔''

ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔ بینو نے ہمیں ہمارا کمرہ دکھا دیا تھا۔ کافی کشادہ تھا اور ضروریات کی ہر چیز سے آراستہ۔ ہم نے کمرہ پسند کیا۔ تب بینو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ماسٹر آپ کے آ جانے سے میں جس قدر خوش ہوں میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔''

''ہاں بینو مجھے اندازہ ہے۔''

''اور اب تو سب سے بڑی بات یہ ہے ماسٹر کہ ہم ہر کیس میں ہر مرحلے میں ساتھ رہیں گے۔ واہ کیا ہاتھ دکھاتے ہو...... کوئی جواب نہیں۔''

''اوہ بینو ایسی کوئی بات نہیں' بہر صورت تم ہمارے دوست ہو۔ ہاں یہ تو بتاؤ' یہ بیرن ہمارے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے؟''

''جو کچھ بھی رکھتے ہوں ماسٹر۔ بینو تو آپ کا غلام ہے۔ بات رہی ان لوگوں کی تو میرا خیال ہے بیرن ہر اس شخص کو پسند کرتا ہے جو طاقتور اور دلیر ہوتا ہے' خواہ وہ اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے کئی بار اس قسم کے دلیر لوگوں کو چھوڑ دیا ہے ماسٹر جو اسے سخت نقصان پہنچا سکتے تھے۔''

''واہ! پھر تو بیرن اچھا آدمی ہے۔ اس کا مطلب ہے دھن کا پکا بھی ہو گا۔''

''بہت پکا ماسٹر جو کام سوچ لیتا ہے' اسے انجام دینے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کرتا ہے' ناکام بھی رہتا ہے۔ لیکن بہر حال مضبوط آدمی ہے۔ کوشش سے تھکتا نہیں۔''

''گڈ۔ تب تو اس سے ہماری اچھی نبھ جائے گی۔'' میں نے کہا۔

''اور کوئی ضرورت ہو تو ماسٹر بینو سے کہو۔ بینو تمہارا غلام ہے۔'' بینو پر محبت لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے بینو۔ فی الوقت کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کوئی کام ہوا تو تمہیں تکلیف دیں گے۔ ویسے بھی یہاں سے آنے کی اجازت تو ہے؟''

''ہاں ماسٹر۔ تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ بس تم یوں سمجھ لو کہ بیرن نے تمہارے اوپر مکمل بھروسا کر لیا ہے اور یہ اچھی بات ہے' کیونکہ اگر وہ تمہیں روکنے کی کوشش کرتا تو یہ اس کے لیے اچھی بات نہ ہوتی۔''

''او کے۔'' میں نے گردن ہلائی اور پھر میں نے بینو کو جانے کی اجازت دیدی۔ بینو باہر چلا گیا تھا اور چلتے وقت بھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر اس کی ضرورت محسوس ہو تو میں بیل بجا کر اسے بلا لوں۔

کمرے میں پہنچ کر میں نے گہری سانس لی اور ایک کرسی میں دراز ہو گیا۔

''پتا جی' یہ سب کچھ جو ہوا ہے' میرا خیال ہے زندگی ہمارے لیے اس راستے کا انتخاب کر چکی ہے اور تقدیر جو راستہ منتخب کر لیتی ہے تو اسے بدلنا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ لیکن جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ خاصا خطرناک ہو گا۔ تم کہیں الجھ تو نہیں رہے؟''

''اپنی کہو رمیش۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''دیکھو بھیا، رمیش میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس کے بعد دولت کی۔''

''ہاں تقدیر نے ہمارے لیے جو راستہ تعین کیا ہے، ہم اس سے کیسے ہٹ سکتے ہیں۔''

''چنانچہ مجھے صرف ایک بات کی اجازت دینا بھیا کہ تفریح کرتے وقت میرے اوپر کوئی پابندی نہ ہو۔ باقی رمیش کو کسی بات کی کوئی چنتا نہیں ہے۔''

اور میں نے گردن ہلا دی۔ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا کہ کم بخت زندگی میں رکھا ہی کیا ہے سوائے اس کے کہ ہنسو بولو اور زندگی گزار دو۔

تھوڑی دیر کے بعد ثریا آ گئی۔ اس کے پیچھے ایک ملازمہ بھی تھی جو کافی کے برتن اٹھائے ہوئے تھی۔ اس لڑکی کو ہم نے پہلی بار ہی دیکھا تھا۔ معمولی سی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ اس نے آ کر کافی کی ٹرے ہمارے سامنے رکھ دی اور کافی بنا کر دینے لگی۔ ثریا مسکرا رہی تھی تب میں نے اس سے پوچھا۔

''کیوں مسکرا رہی ہو ثریا؟''

''بس کوئی خاص نہیں۔ تمہارے یہاں آ جانے سے بہت خوشی ہوئی۔'' ثریا نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن میرا دوست بہت غمگین ہے۔''

''رمیش؟''

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''بس اس کا کہنا ہی کہ ثریا میری محبوبہ ہے اور وہ میرے ساتھ رہے گی جبکہ اسے تنہا رہنا پڑے گا۔''

''اوہو۔ صرف یہاں کی بات ہے مسٹر رمیش۔ میرا خیال ہے بہت عرصے ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ ہمیں صرف اسٹیمر کا انتظار ہے اور اگر اسٹیمر آ جاتا ہے تو اس کے بعد بہت سی تفریحات ہو سکتی ہیں۔''

''اسٹیمر؟'' میں نے دلچسپ نگاہوں سے ثریا کو دیکھا۔

''ہاں اسٹیمر۔''

''میں نہیں سمجھا؟''

''سمجھنے کی کوشش کرو رنجیت؟ اسٹیمر سے مراد یہ کہ مال لا رہا ہے اس ملک کی بندرگاہ پر اور جب مال لدا جائے گا اور اس کے بعد ہمیں مشرق وسطیٰ کی طرف چل پڑنا ہو گا۔''

''مشرق وسطیٰ؟''

''ہاں۔''

''مگر ادھر کیوں؟''

''بس بہت سے ممالک ہمارے مخصوص ہیں وہاں ہم مال سپلائی کرتے ہیں۔'' ثریا نے بتایا۔

''اوہو کس قسم کا مال؟''

''یہ تو بعد ہی میں پتا چل سکتا ہے آرڈر براہ راست مسٹر بیرن کو ملتا ہے اور مسٹر بیرن یہ مال لے کر جائیں گے کیونکہ اس سلسلے میں سربراہ وہی ہیں ہم لوگ اس بارے میں تفصیل نہیں جانتے۔''

''اور ہم لوگ ساتھ ہوں گے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''چلو پھر ٹھیک ہے، مجھے بھی اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن روانگی کب تک ہوگی؟''

''نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے اسٹیمر دو تین دن کے اندر پہنچ جائے اور ممکن ہے ایک ہفتہ لگ جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسٹیمر آج شام ہی آ جائے۔ لہٰذا کسی بھی وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔''

''ایک بات اور بتاؤ۔''

''ہاں پوچھو؟''

''کیا یہ اسٹیمر قانونی حیثیت سے یہاں آئے گا؟''

''ظاہر ہے سارے کام مکمل ہی ہوا کرتے ہیں۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلائی اور ہم لوگ خاموشی سے کافی پیتے رہے اور جب کافی ختم ہوگئی تو ثریا نے ملازمہ کو ہدایت کی کہ وہ کافی کے برتن لے جائے۔

تب ثریا نے خود بھی جانے کی اجازت مانگی اور بولی۔

''بات یہ ہے رنجیت کہ میں بہت زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا نہیں چاہتی تاکہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو اور اگر میں کسی وقت دیر سے آؤں تو براہ کرم محسوس نہ کرنا۔''

''اوہ۔ ٹھیک ہے ثریا، ہم یہاں محسوس کرنے کے لیے تو نہیں آئے کام کرنا ہے، اگر وہ ملازم ہیں۔ کام کریں گے اور میرا خیال ہے مسٹر بیرن کو چاہیے کہ وہ ہمیں یہاں مصروف کر دیں۔''

''میرا خیال ہے مسٹر رنجیت، آپ کو یہاں کوئی بھی کام سپرد نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ یہ آپ کا وطن ہے لیکن مشرق وسطیٰ آپ کو کام کرنا پڑے گا۔''

''اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے۔ جیسے مسٹر بیرن کی مرضی۔ ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' میں نے کہا اور ثریا مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

بہرصورت اب اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا گیا تھا جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

میں نے لباس تبدیل کیا اور رمیش بھی لباس تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ تب میں نے رمیش کی شکل دیکھی اور آہستہ سے بولا۔

''اب کیا بات ہے، تمہارے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھیا بارہ نہیں ایک بج رہا ہوگا، بات دراصل یوں ہے کہ میرے دل کو ایک ہی غم کھائے جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ثریا تمہارے ساتھ ہوگی اور میں......''

''چل۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تیرا بندوبست نہ ہو جائے گا ثریا کو اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دوں گا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اب یہ بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ ویسے وہ جو کافی لائی تھی کون تھی؟''

''رمیش بری بات ہے۔'' میں نے سرزنش کی۔

''ارے میں تو بس یونہی پوچھ رہا تھا کافی مجھے زیادہ پسند بھی نہیں ہے۔'' رمیش نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی اور اس کے بعد میں اور رمیش دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر بیرن وغیرہ آئے۔ انہوں نے کھانا ہمارے ساتھ ہی کھایا تھا۔ پھر کھانے کے بعد بیرن نے پوچھا۔

''نیند آ رہی ہے مسٹر رنجیت۔ یا کچھ دیر بیٹھیں گے۔''

''جیسی آپ کی مرضی مسٹر بیرن۔ بہرحال آپ انچارج ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے لیکن آپ سے بہت متاثر ہوں، مسٹر رنجیت۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ سے دوستی رکھی جائے۔''

''اس کے لیے شکر گزار ہوں۔''

''اگر آپ پسند کریں تو فارم وغیرہ بھر لیے جائیں۔ اس کے علاوہ آپ سے تھوڑی سی معلومات بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''حاضر ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور یہاں سے پھر ایک دوسرے بڑے کمرے میں آ گئے۔ یہ کمرہ بھی ایک ہال کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں پڑی ہوئی نشستوں پر ہم سب بیٹھ گئے۔

فارم ہمارے سامنے لا کر رکھ دیے اور میں نے اور رمیش نے گروہ میں شمولیت کے فارم بھر دیے۔

سب نے مبارک باد دی تھی۔

''ہاں مسٹر رنجیت پرکاش۔ آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔''

''فرمایئے مسٹر بیرن۔''

''کیا آپ پستول چلانا جانتے ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''نشانہ کیسا ہے؟''

''قابلِ اعتماد'' میں نے جواب دیا۔

''خوب۔ فنونِ حرب میں اور کچھ؟''

''ضرورت کے تمام کام کر لیتا ہوں۔''

''ان میں کچھ کا مظاہرہ تو دیکھ چکے ہیں۔ ڈرائیونگ آتی ہے۔''

''ہاں۔''

''قابلِ اعتماد؟''

''ہاں۔''

''گڈ۔ یہی تمام سوال مسٹر رمیش آپ سے ہیں۔''

''تقریباً سب کے جواب یکساں سمجھ لیں۔''

''دوسرا سوال۔ کیا آپ کو کسی سے لگاؤ ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسا رشتے دار جس سے آپ بہت محبت کرتے ہیں اور کہیں دور جا کر اس کے لیے بے چین ہو جائیں۔''

''ایسا رشتے دار نہ صرف یہاں بلکہ پورے سنسار میں کوئی نہیں ہے۔''

''ٹھیک۔ شادی تو نہیں کی آپ نے؟''

''نہیں۔''

''محبت؟ میرا مطلب ہے کسی لڑکی سے؟'' بیرن نے پوچھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ثریا کی طرف دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔

''ہاں۔'' اور ثریا کا چہرہ کھل اٹھا۔ حالانکہ اس وقت میرے ذہن میں ثریا نہیں رُو پا تھی۔

''آپ اس لڑکی سے شادی کریں گے؟''

''اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''خیر یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مسٹر رنجیت بہرحال ہماری ضرورت ہر چند گھنٹوں کے نوٹس پر آپ ہمارے ساتھ کہیں جانے کو تیار ہوں گے؟''

''ہاں!''

''میں سوالات لکھوں؟''

''ایک سوال میں بھی کروں گا مسٹر بیرن۔''

''ضرور۔''

''میری زندگی پر، میرا مطلب ہے میرے ذاتی معاملات پر تو کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ میری مراد ہے کسی شہر میں کہیں بھی اگر مجھے کوئی لڑکی پسند آ جائے تو۔''

''اوہ۔ ہاں۔ یہ تو ہر نوجوان کا حق ہے۔'' بیرن نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے رمیش کو آنکھ ماری۔ رمیش نے نتھنے پھلائے۔ پھر جب ہم اپنے کمرے میں واپس آ رہے تھے تو رمیش نے سینہ پھلا کر کہا۔

''سمجھے جناب۔ یہ تو ہر نوجوان کا حق ہے۔''

''ہاں۔ لیکن جائز حدود میں۔''

''اب یہ جائز و ناجائز کا چکر نہیں چلے گا جی ہاں۔ ہمیں پوری پوری آزادی ہے۔ اس لیے اب کمرے میں چلیے اور......'' رمیش ایک دم رک گیا۔ اتفاق تھا کہ سامنے سے ایسی لڑکی آ رہی تھی جو ٹریا کے ساتھ کافی لے کر آئی تھی۔

''سنو۔'' رمیش نے اسے آواز دی اور لڑکی جلدی سے نزدیک گئی۔ ''تمہارا نام مجھے نہیں معلوم مس۔''

''ایلی۔'' اس نے جواب دیا۔

''اوہ ایلی۔ ہاں یہی نام تو تھا اس کا؟'' رمیش نے کہا۔

''کس کا جناب؟''

''میری محبوبہ کا۔ آہ تمہیں اس کے بارے میں کیا بتاؤں۔ عجیب لڑکی تھی۔ بالکل تمہاری طرح خوبصورت ابھی اپنے ساتھی سے میں اس بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں نہیں بتا رہا تھا کہ یہ لڑکی ایلی سے کس قدر ملتی جلتی ہے۔ مگر تعجب ہے تمہارا نام بھی ایلی ہے۔''

''آپ کی محبوبہ کہاں ہے جناب؟'' لڑکی مقامی تو تھی نہیں کہ شرما جاتی اور پھر رمیش بھی ایک خوبصورت نوجوان تھا۔

''اوہ۔ اب وہ کہاں ہے۔ وہ تو اب منوں مٹی کے نیچے دفن ہو گئی۔''

''اوہ۔ کیا وہ مر گئی۔''

''ہاں اچھی لڑکی کیا تم مجھے کچھ وقت دے سکتی ہو۔ میں اپنا غم غلط کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے باتیں کروں گا۔''

''ہاں۔ میں اب فری ہوں۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''تب مسٹر رنجیت میں ایلی کے ساتھ جا رہا ہوں۔ امید ہے آپ محسوس نہ کریں گے۔'' رمیش نے کہا اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ بہرحال جس کے لیے دربدر پھرتے اور سرگرداں رہتے، میں اپنے کمرے میں آ گیا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔

سونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ پتا جی سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں سوچتا رہا۔ میرے دل میں نفرت کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں اور میں ان سے انتقام لینے کے منصوبے بنا تا رہا تھا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور ٹریا نے اندر جھانکا۔

''اوہ۔آپ تنہا ہیں مسٹر رنجیت؟''اس نے کہا۔

''آؤ ثریا۔''میں نے جواب دیا اور وہ اندر آ گئی۔

''مسٹر میش کہاں چلے گئے؟''

''ایلی کے کمرے میں۔''

''ایلی۔ارے۔اس کے مسٹر میش کی دوستی کیسے ہوگئی؟''

''بس چند لمحات میں۔ لیکن کس قسم کی لڑکی ہے۔''

''بس معمولی سی۔ویسے کوئی حرج بھی نہیں۔''ثریا مسکرائی اور میں بھی ہنسنے لگا۔

''وہ بہت تیز ہے کیا۔''میں نے کہا۔

''ہونا بھی چاہیے۔زندگی میں زندہ دلی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔انسان کو چاہیے کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کر کے اپنے لیے جینے کی راہ نکال لے۔''

''بیٹھو ثریا کھڑی کیوں ہو۔ایک بات اور بتاؤ۔''

''جی......''ثریا میرے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

''اگر ان لوگوں کو ہمارے تعلقات کا علم ہو جائے تو ان کا کیا ردعمل ہوگا؟''

''بیرن وغیرہ کی بات کر رہے ہو مسٹر رنجیت؟''

''ہاں۔''

''کچھ نہیں۔بیرن کے الفاظ آپ نے سن لیے تھے' نوجوان بن کر اپنی مرضی سے زندگی گزرنے کی اجازت ہے۔صرف گروہ کے ڈسپلن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔''

''ڈسپلن سے کیا مراد ہے؟''

''بس کوئی بھی کام گروہ کے مفادات کے خلاف نہ ہو۔مثلاً اگر تم کہیں کسی لڑکی کو پسند کر لیتے ہو تو اسے گروہ کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔ اپنے طور پر اس کے ساتھ تفریحات ٹھیک ہیں۔''

''اوہ۔ہاں۔اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔''

''نیند تو نہیں آ رہی؟''ثریا نے پوچھا۔

''آ رہی ہے۔''میں نے طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

''میں لباس تبدیل کر آؤں؟''

''ضروری ہے کیا۔رہنے دو۔''میں نے اسے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا اور ثریا نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

اس کے بعد رات کے حسین لمحات' دلکش اور زندگی سے بھرپور گزرتے رہے۔نہ جانے کب تک میں اور ثریا جاگتے رہے۔ثریا مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی تھی۔اس نے اس بات کا بہت خوشی سے اظہار کیا تھا کہ وہ آج میرے پاس ہے اور اس کے ذہن میں کوئی تردد نہیں ہے اور اسے یقین تھا کہ وہ اب میرے نزدیک سے نزدیک تر رہے گی۔

لیکن میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے میں گروہ میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکوں' کیونکہ میرا مقصد دوسرا ہے۔میں گروہ کے مفاد میں نہیں بلکہ اس کے مفاد کے خلاف کام کرنے کے لیے اس میں شامل ہوا ہوں اور بہر صورت آج نہیں تو کل کچھ عرصے کے بعد انہیں پتا چل جائے گا کہ ان کا دشمن میں

ہوں۔ بس اس کے لیے میں تھوڑی سی ذہانت اور محنت سے کام لوں گا۔ میں کوشش کروں گا کہ گروہ کو اس بارے میں پتا نہ چل سکے۔

صبح ہو گئی رمیش واپس آ گیا تھا' ہم سب نے مل کر ناشتہ کیا اور میں نے تنہائی ملتے ہی رمیش سے پوچھا۔

''کیوں بھئی۔ کیا پوزیشن رہی؟''

''کیسی پوزیشن پتاجی؟'' رمیش نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

''تم بہت بدمعاش ہو۔''

''اس میں بدمعاشی کی کونسی بات ہے پتاجی۔ اب دیکھونا......انسان اپنی مدد آپ کرے تو اسے بدمعاش کہنا غلط ہے۔''

''اچھا اچھا خیر آج کا پروگرام کیا ہے؟''

''پروگرام کیا ہو سکتا ہے پتاجی۔ ویسے لڑکی بہت سیدھی سادی تھی لیکن میں نے اسکی سادگی سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ اور سچ بتاؤں۔ میں نے اس سے کوئی جھوٹا وعدہ بھی نہیں کیا۔''

''اوہ۔ رمیش یہ لڑکیاں وعدوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتیں۔ بہرصورت تمہارا کام بن گیا۔ یہ اچھا ہی ہے۔''

''ہاں۔ استاد ایک بات میں کہوں؟''

''ہاں۔ ہاں ضرور۔''

''یہ لانچ کا ذکر جو کیا جا رہا ہے اس کی کیا پوزیشن ہے؟''

''یہ تو بعد ہی میں معلوم ہو گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ لانچ کب آتی ہے۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش خاموش ہو گیا۔

بہرصورت اب کوئی ایسا مسئلہ تو ہمارے سامنے تھا نہیں۔ صرف لانچ کا انتظار تھا۔

اور تیسرے دن ثریا نے اطلاع دی کہ آج لانچ ساحل پر لگ گئی ہے۔

''اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج بیرن اور دوسرے لوگ اب روانگی کی تیاریاں کر رہے ہوں گے؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے ثریا۔''

''تمہیں یہاں کچھ تیاریاں تو نہیں کرنی...... رنجیت؟''

''نہیں۔ میں نے تو کوئی تیاری نہیں کرنی۔ میرا مسئلہ ہے ہی کیا۔ بس تھوڑے سے سامان کی ضرورت ہے وہ مسٹر بیرن نے منگوا دیا ہے' اس کے علاوہ مسٹر بیرن نے میری دیگر ضروریات بھی پوری کر دی ہیں۔''

''ہاں وہ تمہارے سوٹ سلنے کے لیے دیئے گئے تھے۔ وہ بھی آج منگوا لیے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے بینو انہیں لے آیا ہو گا۔''

''ویسے کافی خیال رکھا جا رہا ہے میرا ثریا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہ رکھا جائے' تم گروہ کے ایک اہم رکن ہو۔''

''ابھی سے؟''

''ہاں......''

''کیوں۔ ابھی تو میں نے گروہ کے لیے کچھ نہیں کیا۔''

''کیونکہ مسٹر بیرن تم سے کافی امیدیں وابستہ کر چکے ہیں۔''

''اوہ'' میں نے گہری سانس لے کر کہا ویسے میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ مسٹر بیرن میرے لیے جتنی امیدیں مجھ سے وابستہ کر چکے ہیں

اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ ان کے لیے بڑا غیر متوقع ہوگا۔

اسٹیمر لگ گیا تھا' بیرن اور دوسرے لوگ شاید دوسری کارروائیوں میں مصروف تھے۔ چوتھی رات کو اچانک مجھ سے کہا گیا کہ میں تیار ہو جاؤں ہم لوگ روانہ ہو رہے ہیں۔

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر میں اور رمیش دوسرے لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ثریا بھی میرے ساتھ تھی۔

''ایک بات بتاؤ ثریا۔'' میں نے راستے میں پوچھا۔

''ہوں۔''

''ہم یہ ملک چھوڑ رہے ہیں نا؟''

''ہاں۔''

''اسٹیمر غیر قانونی طور پر سفر کرے گا؟''

''نہیں۔''

''اوہ۔ گویا اس کا سفر غیر قانونی ہے۔''

''سو فیصد۔'' ثریا نے جواب دیا۔

''تو کیا اس پر دوسرے لوگ بھی موجود ہوں گے؟''

''میرا مطلب ہے غیر متعلق مسافر۔''

''ایک بھی نہیں۔''

''اور اس پر مال بھی ہوگا؟''

''ہاں۔'' ثریا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔''اس کے بارے میں ابھی تمہاری معلومات محدود ہیں رنجیت چند یہ جو کچھ ہے اس کے بارے میں اس کے اہم ترین رکن بھی کچھ نہیں جانتے۔''

''ہاں۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہو گیا۔ پھر ہم ساحل پر پہنچ گئے۔

اسٹیمر ریپئر کیا جا رہا تھا۔ چھوٹا موٹا جہاز تھا۔ کافی لوگ موجود تھے۔ گو اس پر بیرن وغیرہ موجود تھے اور چند سرکاری افسروں سے گفتگو کر رہے تھے۔

ہماری چیکنگ ہوئی جو مختصر سی تھی اور اس کے بعد ہم سب اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر رمیش کی باچھیں کھل گئیں کہ اسٹیمر پر عملے میں بہت سی لڑکیاں بھی تھیں۔ سب کی سب غیر ملکی اور خوبصورت۔ خوبصورت لباسوں میں ملبوس وہ ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔

ثریا ہمارے ساتھ تھی۔ پھر اس نے کہا۔''ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔ میں تمہارے کیبن کے بارے میں معلوم کر آؤں۔'' ثریا چلی گئی۔ میں نے رمیش سے پوچھا۔

''رمیش وطن چھوڑتے ہوئے کیسا لگ رہا ہے؟''

''بہت اچھا پتا جی۔ کیونکہ اسٹیمر میں بڑی عمدہ شکلیں نظر آ رہی ہیں۔'' رمیش نے پھٹ سے جواب دیا اور میں ہنسنے لگا۔

☆☆☆

رمیش کے جواب نے مجھے ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں دل کھول کر ہنسا' ہر فکر سے لاپرواہ اور ہر بوجھ سے آزاد ہو کر میں نے خود کو ذہنی طور پر پرسکون کر لیا تھا۔ اس لیے اب ہر شے میں دلکشی محسوس ہو رہی تھی۔

اسٹیمر بندرگاہ چھوڑ چکا تھا۔ کافی بڑا اسٹیمر تھا' اس میں کافی کیبن بنے ہوئے تھے اور غالباً عملے کے تمام افراد کی رہائش کا بھی معقول بندوبست تھا۔ کیبن چھوٹے چھوٹے تھے لیکن تمام آسائشوں سے پر۔

مجھے اور رمیش کو ایک کیبن دے دیا گیا تھا۔ اسٹیمر کا کیپٹن ایک طویل القامت انگریز تھا' بے حد خوش مزاج' دنیا کے تفکرات سے آزاد اور لاپرواہ۔ بڑی عمدہ شخصیت کا انسان تھا۔ ہر وقت مسکرانے والا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیسے اسمگلر تھے۔

میں ان لوگوں کے درمیان آ چکا تھا مگر حیران تھا' تہذیب یافتہ لوگ مہذب دنیا کے باسی تھے لیکن ان کا کام............؟

لیکن بہرصورت' ہم ایک نئی زندگی سے روشناس ہوئے تھے۔ پتا جی کو میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک الگ حیثیت رکھتا تھا لیکن اس وقت ہم جس کیفیت میں تھے' وہ کافی مختلف تھی۔

کافی دیر تک ہم باہر کھڑے حالات کا جائزہ لیتے رہے' تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

اسٹیمر بندرگاہ چھوڑتا چلا جا رہا تھا۔ ہمارا وطن ہم سے دور ہو رہا تھا اور اسٹیمر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

پھر ایک جگہ رمیش نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک بات سمجھ میں نہیں آئی پتا جی۔''

''کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ لوگ کتنے سکون کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔''

''ہاں پھر؟''

''میرا مطلب ہے کہ کیا ہمارے ملک میں ان لوگوں کو اتنی آزادی حاصل ہے۔''

''آزادی تو تم نہیں کہہ سکتے رمیش۔''

''کیوں پتا جی۔''

''بات دراصل یہ ہے کہ حکومت کو دھوکہ دینے والے بے شمار افراد دن رات اپنی پراسرار سرگرمیوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور ان لوگوں نے اس قسم کے جال پھیلائے ہوتے ہیں کہ ان تک پہنچنا مشکل ہی ہوتا ہے اور ورلڈ پیس کوئی معمولی گروہ نہیں ہے اس کی کارروائیاں جس قدر پھیلی ہوئی ہیں' اس کے تحت یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے۔''

''کیا مطلب' میں نہیں سمجھا پتا جی۔''

''بھئی مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے لیے معقول بندوبست بھی کر رکھا ہوتا ہے' ظاہر ہے وہ اتنے نادان نہیں ہوتے۔''

''اس سے کیا مقصد ہے پتا جی۔''

''بھئی ظاہر ہے' کسٹم کے عملے کو تم نے دیکھا۔''

''ہاں' ہماری چیکنگ باقاعدہ ہوئی تھی لیکن......''

''نہیں تم اس چیکنگ کو باقاعدہ نہیں کہہ سکتے' بعد میں ہمارے ساتھ وہ لوگ جس انداز میں پیش آئے تھے وہ تو کسٹم کے اصولوں کے خلاف ہے۔'' میں نے کہا اور رمیش میری طرف بغور دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''تو تمہارا مطلب ہے کہ کسٹم میں......''

''ہاں رمیش...... میں نے کہا نا یہ تو جرائم کی دنیا ہے' ہم اب تک اس سے دور رہے ہیں بلکہ ناآشنا رہے ہیں لیکن اب ہمیں اس کے بارے میں

جاننے کا بہتر موقع ملے گا۔''

''ہاں پتا جی یہ تو ٹھیک ہے لیکن ان مجرموں کو اتنی آزادی...... بس میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پولیس ہماری کیا کرتی ہے۔''

''بس سب گورکھ دھندا ہے' ان جھگڑوں میں مت پڑو' اجرائم ہمیشہ پولیس کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور وہی لوگ مجرموں کو پناہ دیتے ہیں جو ملک دشمن ہوتے ہیں اور ملک دشمن ہر جگہ ہوتے ہیں' ان کے ہاتھ پاؤں بھی بے حد دراز ہوتے ہیں اور وہ ہر اس جگہ تک پہنچ سکتے ہیں جہاں وہ اپنے ملک کو نقصان پہنچا سکیں۔''

''اوہ۔ بہر صورت یہ تو اچھی بات نہیں ہے' ان حالات میں ملکی حالات کس طرح سدھر سکتے ہیں پتا جی' اس کا تو تمہیں بھی اندازہ ہوگا۔''

''ہاں رمیش لیکن بڑی بزدلی ہے۔''

''کیا مطلب' میں نہیں سمجھا۔''

''دیکھو نا' ملک ان لوگوں کو معزز قرار دیتا ہے' حکومت ان لوگوں کی عزت کرتی ہے جو در پردہ غلط ہوتے ہیں' نہ جانے کیا کچھ کرتے ہیں ان میں میرے پتا جی سرفہرست ہیں۔''

رمیش نے گردن ہلائی' وہ میرے جذبات سے پوری طرح واقفیت رکھتا تھا۔ میری گفتگو کو بغور سنتا رہا' تب میں نے کہا۔

''ہاں رمیش میرا خیال ہے' اپنے وطن میں وہ ہر وہ کام کر سکتے ہیں جو دوسروں کے لیے ناممکن ہو' حکومت ان کی بات پر جتنا کان دھرے گی اور کسی کی بات پر نہیں' اگر میں آج ان سے علیحدہ ہو کر یہ اعلان کروں کہ وہ میری ماتا جی کے قاتل ہیں لیکن اس کا میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے' تو تم کیا سمجھتے ہو' کیا قانون میری مدد کرے گا' نہیں رمیش کبھی نہیں۔ قانون میری مدد نہیں کرے گا' میری سچائی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آج کا قانون صرف نوٹوں پر چلتا ہے' دستخط شدہ نوٹ جتنے وزنی ہوں گے' قانون اتنا ہی آسان...... قانون خریدنا کون سا مشکل کام ہے رمیش' صرف چند نوٹوں کی ضرورت پڑتی ہے جو میرے پتا جی نہایت آرام سے مہیا کر سکتے ہیں۔ ہاں وہ اتنی استطاعت رکھتے ہیں کہ قانون خرید سکیں۔ غریبوں کا' اپنے بیٹے کا مذاق اڑا سکیں۔ ہاں رمیش قانون میری ماں کے اصل قاتل کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا' بلکہ میں جانتا ہوں رمیش کہ پتا جی کے حکم پر مجھے پاگل خانے یا جیل یا پھر پھانسی کے پھندے تک پہنچایا جا سکتا ہے اور پتا جی کے ان الفاظ کو میں نے نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی مجھے ان سے اختلاف ہے کہ اگر وہ چاہتے تو ہر طور سے مجھے اڑا سکتے تھے ان کا انداز مجرمانہ رہا ہے' نہ جانے کیوں اور یہ بات وہی بہتر جانتے ہوں گے لیکن بہر صورت اگر وہ میرے خلاف پورے طور سے کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ معاشرے میں انہیں ایک باعزت مقام حاصل ہے اور ان کی دوسری شخصیت تو نہیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہیے کہ پتا جی ورلڈ پیس کے باقاعدہ ممبر ہیں اور ورلڈ پیس میں ان کے لیے کاروبار ہوتا ہے۔''

''ہاں بھیا یہ دنیا تو ہے ہی مجرموں کی۔'' رمیش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ ''ارے چھوڑو بھیا' آؤ ذرا دیکھیں تو سہی یہ لڑکیاں۔'' رمیش سر ہلانے لگا۔

''آ گئے اپنی اوقات پر۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھیا تم نے یہ بات بالکل درست کہی' اصلیت اور اصل اس سنسار کی سب سے بڑی اصلیت عورت ہے۔''

''عورت...... عورت...... عورت...... تف ہے تم پر' تمہارے ذہن پر ہر وقت عورت سوار رہتی ہے۔''

''بھیا بات صرف میری نہیں' کرشن جی کے ذہن پر بھی تو عورت ہی سوار تھی۔'' رمیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا اچھا فضول باتیں مت کرو' ہمیں مذہبی گفتگو نہیں کرنا چاہیے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں؟''

''بس ہمارے منہ اور ہم لوگ اس قابل نہیں ہیں۔''

''چلو ٹھیک ہے' تمہارے کہنے سے میں یہ گفتگو نہیں کرتا لیکن عورت' آہا بھیا ذرا اس نیلی شرٹ والی کو تو دیکھو' بھگوان کی سوگند کتنی خوبصورت ٹانگیں ہیں۔'' رمیش نے ناک سے سوں سوں کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پشت پر دھول جمادی۔

بہرصورت دیر تک ہم ان لڑکیوں کو دیکھتے رہے' لڑکیاں تیزی سے ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں اور پھر میں نے رمیش سے کہا۔

''آؤ ذرا اپنے کیبن کا تو جائزہ لیں۔''

''ارے چھوڑو بھیا' کیبن کا کیا کرنا ہے۔''

''چلو رمیش۔'' میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

اب اسٹیمر پر بہت سارے لوگ کم ہو گئے تھے۔ غالباً وہ سب اپنے اپنے کیبنوں میں چلے گئے تھے کیونکہ اس کے بعد شاید ان کی ڈیوٹیاں ان کے سپرد کی جاتی تھیں۔ میں اور رمیش بھی اپنے چھوٹے سے کیبن میں آ گئے۔

چھوٹا سا کیبن تھا لیکن خوبصورت تھا۔ دیوار کی دونوں سائڈوں پر دو پیڈ لگے ہوئے تھے۔ درمیان میں خالی جگہ تھی جسے ایک الماری اور سائڈ ٹیبل سے پر کر دیا گیا تھا' اس کے علاوہ کچھ ایسی ہی دوسری چیزیں تھیں جو عام استعمال میں آتی ہیں' یہ ساری چیزیں فرش میں فکس تھیں۔

مجموعی طور پر کیبن چھوٹا سا تھا لیکن خوبصورت تھا' اس کے علاوہ صاف ستھرا بھی۔

ہم کیبن میں بچھی ہوئی چھوٹی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

''ہاں خاموش کیوں ہو گئے رمیش۔'' میں نے وقتی جمود کو توڑتے ہوئے رمیش کو ٹوکا۔

''بھیا اب کیا کہوں' ان حالات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔''

''کون سے حالات؟''

''یہی بھیا جو ہمیں پیش آئے ہیں۔''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''دلچسپ ہیں بھیا اور میں کسی بھی طور کسی بات سے مایوس نہیں ہوں۔''

''مایوس تو ہونا بھی نہیں چاہیے رمیش' ظاہر ہے زندگی کے لیے ہم بہت سے راستوں کا تعین کرتے ہیں اور بعض اوقات ہماری مرضی کے مطابق وہ راستے ہمیں نہیں ملتے اور اس صورت میں ہمارے لیے حالات خود بخود کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتے ہیں اور ان سے نمٹنا پڑتا ہے' ظاہر ہے' بہت سی منزلیں ہمارے سامنے آتی ہیں' بہت سے سارے مسائل سے نبرد آزما ہو' ان کو حل کر سکے' کسی منزل کا تعین کر لینا بہت اچھی بات ہے رمیش' لیکن کسی ایک منزل کے لیے خود کو وقف کر دینا بہتر نہیں' انسان اس دنیا میں جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ نئی نئی منزلوں کا تعین کرتا ہے۔

منزل وہ نہیں ہوتی جو ایک جگہ ٹھہر جائے بلکہ منزلیں چلتی رہتی ہیں اور ان منزلوں کے ساتھ ساتھ ہم بھی ان کے ساتھ رواں دواں رہے ہیں زندگی میں کسی بھی شخص کا کوئی ایک مقصد نہیں ہوتا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ مقاصد بدلتے رہتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مقاصد نام کی کوئی شے نہیں ہوتی جب جوان ہوتا ہے تو وہ کچھ سوچتا ہے' اس کے بعد حالات کا تعین کرتا ہے۔ ہم لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں۔ ہمارے سامنے مقاصد ہیں اور وہ جو اپنے گھروں میں بیٹھ کر آرام سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کی ذہنی دو ہم سے بے حد مختلف ہوتی ہے۔''

''ہاں بھیا' میں تمہاری ان ساری باتوں کو تسلیم کرتا ہوں' کوئی شخص وقت سے پہلے منازل کا تعین نہیں کرتا' ہاں حالات انسان کو منزلوں کا تعین کرنا سکھا دیتے ہیں۔''

''ہاں رمیش ہمیں حالات کے متعین کیے ہوئے راستوں پر چلنا پڑتا ہے' چنانچہ اگر ہم وہاں سے نکل کر اسٹیمر تک آ گئے اور یہاں سے جہاں بھی پہنچ جائیں تو تم انہیں حالات کا عطیہ سمجھو اور یقین کرو ہم اسے کسی طور ٹال نہیں سکتے تھے۔''

''ہاں بھیا' اس بات سے تو مجھے انکار نہیں ہے۔'' رمیش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم خاموش بیٹھے رہے کچھ ذہن ہی میں نہ آ رہا تھا' تب رمیش ہی نے کہا۔

''بھیا اسٹیمر پر ہمارا کام کیا ہے؟''

''کام...... وہ تو مسٹر بیرن ہی بتا سکیں گے۔''

''اوہ۔ ہاں مسٹر بیرن۔'' رمیش نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر میری شکل دیکھ کر کچھ سوچنے لگا۔

میں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم خاموش رہے...... تب ثریا نے ہمارے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

''ارے بھئی آپ لوگ اندر ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں ثریا آیئے اندر آ جایئے۔'' میں نے کہا اور ثریا اندر آ گئی۔

اس کے ہونٹوں پر بڑی خوشگوار سی مسکراہٹ تھی' چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا...... وہ آگے بڑھی اور ہمارے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

''کیا ہو رہا ہے۔''

''بس ایسے ہی باتیں کر رہے تھے ایک دوسرے سے۔''

''موضوع کیا تھا؟''

''یہی اسٹیمر۔''

''اوہو' کیسا لگ رہا ہے تمہیں یہ سفر؟''

''بڑا ہی عجیب لگ رہا ہے' خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ ہم اس وقت ایک نئی حیثیت کے ساتھ اسٹیمر پر سفر کر رہے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں یہ بات تو ہے۔'' ثریا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''کبھی تم نے سوچا تھا رنجیت کہ ایسی کسی پوزیشن میں آ کر بھی تم سفر کرو گے۔''

''کبھی نہیں سوچا تھا ثریا۔''

''تب تمہیں تو بے حد بور لگ رہا ہو گا۔''

''ہاں ثریا۔''

''اور مسٹر رمیش آپ کو۔''

''رمیش کی بات نہ کریں مس ثریا۔'' رمیش نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں؟''

''رمیش بہر حال میں خوش رہنے والوں میں سے ہے۔''

''اوہو گویا تمہیں اس بات کی بالکل پرواہ نہیں ہے کہ آئندہ کیا ہو گا اور کیا ہونے والا ہے۔''

''نہیں...... پرواہ کا ٹھیکہ میرے بھیا نے لے رکھا ہے۔'' رمیش نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھئی تم دونوں کی یہ محبت اور یگانگت دیکھ کر بعض اوقات مجھے بڑا عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔''

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''بس' دیکھو نا محبت کے بھی چند مخصوص اصول ہوتے ہیں' لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مگر ان میں کوئی خاص مقصد پوشیدہ ہوتا ہے جبکہ تم لوگوں کی محبت میں خلوص اور صرف خلوص ہے۔''

''میرا خیال ہے مس ثریا کہ دنیا میں سب سے قیمتی چیز خلوص ہی ہے اگر خلوص نہ ہو تو اس کے بعد پھر کیا رہ جاتا ہے۔''

''ہاں یہ ٹھیک ہے اور میں کیا دنیا کا کوئی ذی روح اس سے انکار نہیں کر سکتا۔'' ثریا مسکرا کر بولی۔

''بس ہماری محبت جن ٹھوس بنیادوں پر ہے وہ خلوص ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ خلوص سے استوار کی گئی بنیادیں کبھی کمزور نہیں ہوتیں اور نہ ہی کمزور پڑتی ہیں۔'' میں نے کہا۔

''بالکل درست رنجیت بلاشبہ تم اچھے انسان ہو میرا خیال ہے میں اپنی اس لائن میں ابھی تک اتنے اچھے لوگ تلاش نہیں کر سکی۔''

''کیوں مس ثریا؟''

''بس یہ مجرموں کی دنیا ہے اور اس دنیا میں غلط اور اوباش قسم کے لوگوں کی بہتات ہوتی ہے تم جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔''

''بہرصورت مس ثریا اگر ان میں آپ جیسے چند افراد بھی شامل ہیں تو ہم اسے برا تو نہیں کہہ سکتے۔''

''اوہ۔ میری بات مت کرو۔ میں تو دوسری کیفیت کا شکار ہو گئی ہوں۔''

''وہ کیا مس ثریا۔''

''بس میں اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔''

''پھر بھی کچھ تو۔'' رمیش شرارت آمیز انداز میں ہنستا ہوا بولا اور ثریا میری طرف دیکھنے لگی۔

میں ثریا کا مقصد سمجھ رہا تھا لیکن ظاہر ہے میں کچھ بول نہیں سکتا تھا کیونکہ بولنا ہم دونوں کے لیے یعنی میرے اور رمیش کے لیے نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ ثریا سمجھ رہی تھی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن صورت حال یہ نہیں تھی۔ گروہ میں شامل ہونے کی تحریک ثریا کی ذات نہیں تھی ثریا اہمیت ہی کیا رکھتی تھی میری منزل میرے مقاصد ہی کچھ اور تھے۔ ان میں ثریا اگر میرے ساتھ چمٹ جاتی تو میرے مقاصد ادھورے رہ جاتے اور یہ میرے لیے کٹھن مسئلہ ہوتا۔ میں نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے گروہ میں قدم رکھا تھا۔ ثریا کو حاصل کرنے کے لیے نہیں اور پھر ثریا کافی دیر گفتگو کرتی رہی اور میں اسے جواب دیتا رہا تھا لیکن میرا ذہن کسی اور خیال میں الجھا ہوا تھا۔

پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی اور میں نے ثریا کی طرف دیکھا۔

''ایک بات تو بتاؤ ثریا......؟۔''

''ہاں ہاں پوچھو۔''

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''بتایا تھا نا مڈل ایسٹ کی ایک ریاست میں۔''

''لیکن مقاصد؟''

''بھئی وہی مال پہنچانا ہے۔''

''مال سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''میں نے کہا نا ورلڈ پیس مختلف سیکشن میں کام کرتا ہے ہر شعبے میں اس کے لیے مختلف کام ہوتے ہیں بہت سارے رابطے ہوتے ہیں چنانچہ بہت سے ممالک ہم سے وہ چیزیں منگواتے ہیں جو عام حالات میں نہیں مل سکتیں اور ہم انہیں مہیا کرتے ہیں۔''

''مثلاً''

''بھئی بے شمار چیزیں ہیں۔''

''کیا تم کچھ چھپانا چاہ رہی ہو ثریا۔''

''نہیں رنجیت' ایسی کوئی بات نہیں ہے' اب جیسے ہم کسی بھی جگہ پہنچیں گے تو وہاں کا حکمران ہمارا استقبال کرے گا اور ہم اسے اس کی مطلوبہ چیزیں پہنچادیں گے' یہ چیزیں وہ کھلے عام برآمد نہیں کر سکتا۔''

''اوہ۔یہ بات ہے۔''

''ہاں۔''

''مگر ٹریسا ایک بات اور بھی بتاؤ۔''

''ہاں کہو۔''

''ہمارا اس وقت اسٹیمر پر کیا کام ہے؟''

''فی الوقت تو کوئی کام نہیں' لیکن تمہارے سپرد کسی بھی وقت کوئی بھی کام کیا جاسکتا ہے۔''

''اچھا یہ مسئلہ ہے۔''

''ہاں یقیناً' کیوں تم یہ بات کیوں پوچھ رہے تھے۔''

''بس ایسے ہی' ہم اپنا کام جاننا چاہ رہے تھے۔''

''دیکھو رنجیت اور مسٹر رمیش آپ بھی' میری درخواست ہے کہ آپ لوگ کسی بھی سلسلے میں الجھنے کی کوشش نہیں کریں' جو کام تمہارے سپرد کیا جائے گا' اس کے بارے میں مفصل تفصیلات کا علم ہوگا اور آپ صرف ایک کام کریں' وہ یہ کہ آپ کو...... اپنے طور پر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔''

''ہاں ٹریسا تم ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتی ہو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ٹریسا مسکرانے لگی۔

پھر اس نے مسکراتے ہوئے رمیش کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر رمیش آپ کی دوست ساتھ نہیں آئی۔''

''کونسی دوست؟'' رمیش نے چونک کر پوچھا۔

''میری مراد ایلی سے ہے۔''

''اوہو ایلی اسٹیمر پر نہیں ہے؟۔''

''نہیں' اسے کسی دوسرے کام سے روانہ کردیا گیا ہے۔''

''بہرحال کوئی ہرج نہیں ہے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' رمیش نے لاپرواہی سے کہا۔

''اوہو' کیوں؟''

''بس کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''کیا آپ کو پسند نہیں آئی تھی؟''

''یہ بات نہیں ہے مس ٹریسا لیکن ہر پسندیدہ چیز ساتھ نہیں رکھی جاسکتی ویسے بھی میں رنجیت بھیا کی طرح خوش نصیب نہیں ہوں۔'' رمیش نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور ٹریسا پھر غلط فہمی کا شکار ہوگئی۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی' سرخی میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ جو بے پناہ آسودہ محسوس ہو رہی تھی اور میں نے بھی اسے غلط فہمی ہی میں رہنے دیا تھا کیونکہ بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں غلط فہمی میں رکھ بڑے مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔

''بہرصورت اسٹیمر کی ضروری کام ختم ہو چکے ہیں اور ہم کھلے سمندر میں نکل آئے ہیں' چنانچہ آزادی سے اپنی مشغولیات جاری رکھیں۔ مسٹر بیرن بے حد نفیس انسان ہیں۔ جب تک تمہارے سپرد کوئی کام نہ کیا جائے تم اپنے طور پر مکمل آزادی کے حقدار ہو۔''

''اوہو، یہ بات آپ مجھ سے کہیں مس ثریا۔'' رمیش نے جلدی سے کہا۔

''میں نہیں سمجھی۔''

''میرا مطلب ہے ہر کام، ہر کام ہم آزادی سے کر سکتے ہیں؟''

''ہاں ہر کام، لیکن میں واقعی اب بھی نہیں سمجھی۔'' ثریا نے تعجب سے کہا۔ حالانکہ میں رمیش کی بدمعاشی سمجھ گیا تھا۔

''دراصل میں نے ایلی سے جو لاتعلقی کا اظہار کیا تھا مس ثریا۔ اس سے مراد یہی تھی کہ ایلی کی دوسری بہنیں میرا دل بہلا سکتی ہیں۔''

''اوہ، تو تمہاری مراد یہ تھی۔''

''ہاں۔'' رمیش نے آنکھ ماری۔

''ارے ہاں ثریا، یہ شخص انتہائی بدمعاش ہے۔'' میں نے کہا۔

''نہیں ہم انہیں بدمعاش تو نہیں کہہ سکتے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسٹر رمیش بہت ہی زندہ دل انسان ہیں۔''

''ہاں اور میرے بھیا کے بارے میں کیا خیال ہے۔'' رمیش نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ثریا محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ ''مسٹر رنجیت! ایک انوکھے انسان ہیں اور بس...... ہاں تم لوگ کیا پیو گے؟''

''کیا مطلب؟''

''بھئی کچھ پیو گے نہیں۔''

''مثلاً؟''

''بھئی چائے، کافی یا پھر شراب یا......'' ثریا بولی۔

''اوہو شراب تو اس وقت نہیں ہاں اگر کافی پلوا دیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں اور یہ دیکھو یہ گھنٹی لگی ہوئی ہے جب کسی شے کی ضرورت محسوس ہو تو تم گھنٹی بجا کر اسے طلب کر سکتے ہو، تمہیں شاید اس بات کا اندازہ ہو کہ تمہاری حیثیت بہت سوں سے بڑی ہے۔'' ثریا نے کہا۔

''گویا اس گروہ میں؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے مس ثریا، بہت بہت شکریہ تو پھر کافی۔''

''ہاں میں بھی کافی پیوں گی، لیکن کیوں نہ یہاں سے باہر نکلیں۔ کیبن میں بیٹھے بیٹھے کیا فائدہ۔''

''باہر چلیں رمیش......؟'' میں نے رمیش سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے بادل چھا رہے ہیں بھیا؟''

''ہاں موسم خاصا خوشگوار ہو گیا ہے؟''

''تب پھر چلیں۔''

''ہاں چلیے۔'' ثریا نے کہا۔

''آؤ رمیش۔'' میں نے رمیش سے کہا۔

''بھیا میں؟'' رمیش نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟''

''میرا مقصد ہے میں' میں آپ دونوں کے درمیان' یعنی......یعنی......!''

''اوہ' تمہارا مطلب میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ لیکن ایک بار پھر میں وارننگ دیتا ہوں۔'' میں نے کہنا چاہا لیکن رمیش نے میری بات کاٹ دی۔

''دیکھو بھیا' وارننگ' وارننگ' یہ لفظ اس اسٹیمر پر قطعی نہیں چلے گا۔ ہاں وارننگ میں صرف اس صورت میں قبول کرسکتا ہوں' جب گروہ کی طرف سے میرے سپرد کوئی کام کیا گیا ہو اور میں اسے انجام دینے میں کوتاہی کروں' اس سے پہلے مس ٹریسا مجھے اجازت دے چکی ہیں کہ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں اور اس اسٹیمر پر مجھے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے' مکمل آزادی۔'' رمیش نے کہا۔

''مسٹر رمیش' مسٹر بیرن پہلے ہی یہ بات کہہ چکے ہیں کہ اسٹیمر پر آپ دونوں کو مکمل آزادی دی جائے۔''

''وہ سب ٹھیک ہے مس ٹریسا' لیکن عجیب سی بات ہے کہ آپ اب تک رنجیت بھیا کو نہ سمجھ سکیں۔''

''کیا مطلب' میں نہیں سمجھی۔'' ٹریسا ایک دم سیدھی ہوگئی تھی اور رمیش نے جو قہقہہ لگایا وہ بڑا ہی جاندار تھا۔

''واہ مجھے یقین تھا مس کہ آپ نہیں سمجھ سکیں گی۔''

''اوہو مسٹر رمیش' پلیز مقصد کیا ہے آپ کا' میں پریشان ہورہی ہوں۔'' ٹریسا ناز بھرے انداز سے بولی' پھر اس نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''رنجیت آپ ہی بتادیں آخر مسٹر رمیش کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔''

''اوہو ٹریسا' پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے' یہ گدھا ہے اور گدھے ہمیشہ الٹی سیدھی باتیں کیا کرتے ہیں' کبھی آپ نے دیکھا کہ گدھے نے کوئی اچھا کام کیا ہو۔'' میں نے کہا حالانکہ میں اس کا مطلب بہ خوبی سمجھ رہا تھا۔

لیکن شاید میرے الفاظ نے ٹریسا کے تجسس کو ختم نہ کیا تھا۔ اس لیے وہ دوبارہ براہ راست رمیش سے مخاطب ہوئی۔

''مسٹر رمیش پلیز بتائیں' دیکھیں نا......'' لیکن رمیش نے بات درمیان ہی میں سے کاٹ دی۔

''اوہ نہیں نہیں مس ٹریسا میں حسینوں کی اتنی التجائیں نہیں سہہ سکتا۔ دراصل میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرے رنجیت جیسا کہ اور اپنے پریمی کو سمجھنا ذرا مشکل ہی کام ہے۔''

''وہ تو ہے مسٹر رمیش لیکن آپ کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔''

''ہاں میں کہہ رہا تھا کہ یہ میرے بھیا ہیں نا' ہر وقت میرے پتا بننے کی کوشش فرماتے رہتے ہیں اور مجھے ہر معاملے میں ٹوکتے رہتے ہیں' اس لیے میں آپ سے درخواست کررہا ہوں کہ مسٹر بیرن سے کہہ دیجیے کہ وہ میرے بھیا بلکہ رنجیت بھیا کو ہدایت کردیں کہ وہ میرے معاملات میں مداخلت نہ کیا کریں' خاص طور سے ایسے مواقع ہوں تو......''

''مسٹر بیرن سے کہنے کی کیا ضرورت ہے' میں انہیں خود ہی سمجھادوں گی' آؤ۔''

ٹریسا نے کہا اور ہم سب باہر نکل آئے' تب ٹریسا نے اسٹیمر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہم اس طرف کرسیاں لگوالیتے ہیں وہاں بیٹھ کر کافی پیئیں گے' میں انتظامات کرنے کو کہہ دیتی ہوں۔''

''اوکے مس ٹریسا۔''

میں اور رمیش اسٹیمر سے جا ٹکے' پھر ہم سمندر کی لہروں کو دیکھتے رہے۔ ٹریسا شاید کرسیوں کا بندوبست کرنے چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی اور اس نے مجھے اشارہ کیا تھا۔

''آیئے مسٹر رنجیت۔''

''میں بھی مس ثریا؟'' رمیش جلدی سے بولا۔

''نہیں ضروری نہیں ہے' ویسے کافی تو آپ پی ہی لیں۔ اس کے بعد اگر آپ ہمارے پاس بیٹھنا چاہیں بیٹھیں' اٹھنا چاہیں تو اٹھ جائیں۔''

''چلیے' اگر میری قسمت میں کافی پینے کے بعد تنہائی لکھی ہوئی ہے تو کوئی حرج نہیں۔'' رمیش نے کہا اور ہم تینوں اسٹیمر کے اس حصے کی طرف پہنچ گئے' یہاں کینوس کی میز اور بیٹھنے کے لیے اسٹول ڈال دیئے گئے تھے۔

بادلوں کی چھاؤں میں ہم وہاں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ملازم نے کافی لا کر ہمارے سامنے رکھ دی۔

کافی کی ٹرے میں تین بڑے کپ رکھے ہوئے تھے' تب ثریا نے کافی بنائی اور کافی بنانے کے بعد ایک کپ میری طرف بڑھایا' دوسرا کپ رمیش کو اور تیسرا کپ بنا کر خود کافی کے ہلکے ہلکے سپ لینے لگی۔

ہم لوگ خاموش رہے اور کافی پینے لگے۔ اسٹیمر کے دوسرے لوگ بدستور اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

پھر تقریباً پندرہ منٹ کے بعد رمیش نے کافی ختم کرنے کے بعد ہم دونوں سے جانے کی اجازت چاہی۔

''مجھے اجازت ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

اور رمیش اٹھ کر چلا گیا۔

ثریا پیار بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی تھی۔ تب میں نے اس سے پوچھا۔

''ثریا کیا واقعی جو کچھ تم نے کہا ہے ٹھیک ہے۔''

''کس سلسلے میں رنجیت؟''

''میرا مطلب ہے اسٹیمر پر کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔''

''ہاں۔ تم یقین کرو اور اصل میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے افراد یہاں ہیں وہ سب کوئی نہ کوئی اچھی حیثیت رکھتے ہیں جو انہیں دوسروں سے ممتاز رکھتی ہے' ایسی شکل میں اگر ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دی جائیں تو وہ خلوص دل سے گروہ کے لیے کام نہیں کر سکیں گے' چنانچہ ان سب پر صرف اتنی پابندی عائد کی گئی ہیں جتنی کہ مناسب ہوں' ہاں ان دنوں میں ان کی ذمے داری کا انہیں پورا پورا احساس دلا دیا جاتا ہے جن دنوں کام ہو رہا ہوتا ہے۔ ہاں آج کل ظاہر ہے کوئی کام نہیں ہے' اس لیے اسٹیمر پر انہیں آزادی ہے یہاں پر کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے کہ ان کا خیال رکھا جائے یا پھر کوئی اور ایسی بات جو گروہ کے مفاد کے خلاف ہو اور جب کوئی ایسی بات نہیں ہے تو پھر گروہ کو ذاتی مشاغل میں دلچسپی لینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اس لیے گروہ کے ہر ممبر کو مکمل آزادی ہوتی ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے' اس کا مقصد ہے کہ ہم لوگ ساتھ راتیں گزار سکتے ہیں۔'' میں نے پوچھا۔

''اوہ' تم بہت شریر ہو۔''

ثریا نے شرمانے کی اداکاری کی جو بہر صورت میرے نزدیک ایک فضول اور بھونڈی پیش کش تھی۔

میں جانتا تھا کہ وہ اس قسم کی لڑکیوں میں سے نہیں ہے جو شرمایا کرتی ہیں' بہر حال میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ثریا کئی منٹ تک مجھے انہی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''رنجیت تمہاری شمولیت سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔''

''ہاں ثریا تم یقین کرو' میں بھی صرف تمہاری ہی وجہ سے گروہ میں شامل ہوا ہوں۔'' میں نے اسے بے وقوف بناتے ہوئے کہا ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ثریا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی' کیا میں اس کی خاطر گروہ میں بھی شامل ہوتا۔

کافی دیر تک میں اور ثریا باتیں کرتے رہے' رمیش کو میں نے دیکھا وہ ایک دراز قامت لڑکی سے محو گفتگو تھا۔ نہ جانے کیا بکواس کر رہا تھا۔

تب اس نے مجھے دیکھا اور رمیش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ثریا نے میری طرف دیکھا' اس کے بعد رمیش کی طرف پھر بولی۔

''اس کا نام میراں ہے' اچھی لڑکی ہے اور مجھے پتا نہیں تمہارے دوست نے اس سے کیا کچھ کہا ہے' بہر صورت وہ اس کے لیے ایک اچھی ساتھی ثابت ہوگی۔'' ثریا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

بہر حال مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہ تھا کہ رمیش کا رومانس کس سے چلتا ہے اور کیونکر چلتا ہے' میں اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتا تھا۔

پھر شام جھکنے لگی' میں اور ثریا اس جگہ سے اٹھ گئے تھے میرے سپرد کوئی کام تو تھا نہیں سو آوارہ گردی ہی کرنی تھی۔

میں اور ثریا گھومتے رہے' جب تھک گئے تو کیبن میں آ کر بیٹھ گئے۔ شام کا کھانا کھایا اور اس کے بعد رمیش نے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''پتا جی مجھے اجازت دو۔''

''کیوں خیریت؟''

''وہ دراصل میراں نے مجھے اپنے کیبن میں مدعو کیا ہے۔ اس کے پاس فرانس کی بہترین شراب موجود ہے۔''

''ہوں۔ شراب پی کر بدحواس نہ ہونا۔''

''ارے نہیں پتا جی' تمہارا رمیش اتنا کچا بھی نہیں ہے۔'' رمیش نے ہنستے ہوئے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

''پھر بھی غور سے سن لو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر سنجیدگی سے عمل کرنا۔''

''ہاں ہاں ضرور۔''

''تو رات کو تم اس کے کیبن میں رہو گے۔''

''یہ تو ضروری ہے پتا جی' حالانکہ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ تمہیں اور ہمیں الگ الگ کیبن دیتے' خاص طور سے ثریا کو تو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔'' رمیش نے آنکھ دباتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پیٹھ پر ایک گھونسہ جما دیا۔

''سور۔'' میں نے کہا اور رمیش ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

اور وہی ہوا' رات کو ثریا خود میرے کمرے میں آ گئی اور پھر اس نے رات میرے ساتھ ہی گزاری۔

اور اس کے بعد وہی دن کا معمول' کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی اور دوران سفر بھی ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا جسے ہم یاد رکھنے کی کوشش کرتے۔ البتہ میں گروہ کا طریقہ کار دیکھنا چاہتا تھا۔

دو دن اور ایک رات کے طویل سفر کے بعد بالآخر ہم مطلوبہ ریاست تک پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹی سی ریگستانی ریاست تھی جس کے قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آ رہے تھے لیکن آبادی کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کتنی ہوگی۔ بظاہر مکانوں کی بیرونی شکل کوئی خاص محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

اسٹیمر جہاں تک پہنچ سکتا تھا پہنچ گیا پھر اسے لنگر انداز کر دیا گیا اور اس کے بعد ساحل تک کا سفر چھوٹی کشتیوں سے طے کیا گیا۔

کشتیوں نے ہم سب کو ساحل پر اتار دیا' جہاں ہمارا استقبال کرنے والے موجود تھے۔

استقبال کرنے والے عربوں کے مخصوص لباس میں ملبوس تھے' ان کے درمیان کوئی عورت نہ تھی' ایک مخصوص انداز کے لوگ جو بہر صورت ہمارے لیے اجنبی تھے۔ انہوں نے بڑے پر جوش انداز میں ہمارا استقبال کیا۔

ہم میں سے کچھ یعنی ہمارے گروہ کے بعض افراد شاید ان کی زبان سے بھی واقف تھے' خاص طور سے بیرن ان لوگوں سے گفتگو کرنے میں پیش پیش تھا اور پھر نہایت احترام سے جھک کر ہمیں کچھ کہا اور بیرن نے سامنے کی طرف دیکھا۔

تھوڑی فاصلے پر چند گھوڑے سوار چلے آرہے تھے۔ وہ عربی طرز کے مخصوص لبادوں میں ملبوس تھے' چند افراد ان کے ساتھ ادب سے چل رہے تھے' پھر وہ بیرن کے نزدیک پہنچ گئے' ان میں سب سے آگے ایک طویل القامت شخص تھا۔

یہ شخص بھی یہاں کے مخصوص لبادے میں تھا۔ اس کی داڑھی بالکل ہلکی سی تھی' سامنے آیا اور اسے بیرن نے بڑے ادب سے گھوڑے سے اترنے میں مدد دی' وہ شخص نیچے اترا اور اترنے کے بعد بیرن سے گلے ملا۔

بیرن سے گلے ملنے کے بعد اس شخص نے ہم سب کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں ثریا کی طرف اٹھ گئیں۔

وہ چند ساعت ثریا کو دیکھتا رہا' پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی' تب اس نے بیرن سے اپنی زبان میں کچھ کہا' بیرن نے بھی عربی زبان میں جواب دیا تھا اور پھر اس کے بعد بیرن نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

''شیخ' تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔''

''شکریہ!'' ان سب نے گردن جھکا کر جواب دیا' ان میں ثریا بھی شامل تھی۔ میں نے بھی ان کی پیروی کی تھی۔

ظاہر ہے اب میں ان میں سے ایک تھا اور وہی سب کچھ کر رہا تھا جو وہ کرتے تھے اور مجھے کرنا بھی چاہیے تھا۔

بیرن کچھ دیر تک شیخ سے باتیں کرتا رہا اور پھر اس نے چند افراد کو ساتھ لیا اور پھر واپس کشتی کی طرف پلٹ پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر کا سامان کشتی میں منتقل ہو رہا تھا اور اس سلسلے میں مقامی باشندے پیش پیش تھے' ہم لوگ جو کہ بیرن کے ساتھ آئے تھے' ایک جانب کھڑے تھے ویسے بیرن سمیت ہم سب ایک جگہ کھڑے تھے۔

کشتیوں کا سامان ساحل تک پہنچ گیا' یہ بڑے بڑے پیکٹ تھے جو غالباً ریاست کے لیے لائے گئے تھے' ان کی تعداد کافی تھی۔

کشتیوں سے ان پیٹیوں کو اتار کر ساحل پر رکھ دیا گیا اور پھر شیخ خود ہمارے ساتھ پیدل چلنے لگا' اس نے گھوڑے چھوڑ دیے تھے۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ساحل سے بستی تک پہنچنے کے لیے کسی معقول سڑک کا بندوبست نہیں تھا' اس لیے ہم سب کو پیدل ہی چلنا پڑا تھا' جہاں تک شیخ کی پوزیشن تھی وہ ازراہ اخلاق ہم لوگوں کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔

اور پھر ہم بستی میں داخل ہو گئے دور سے بھدے اور بدنما نظر آنے والے مکانات نزدیک سے دیکھنے میں کافی خوبصورت لگ رہے تھے حالانکہ ان کی بیرونی شکل اچھی نہیں تھی لیکن چند مکانوں کے کھلے دروازوں سے اندر جھانکنے کے بعد پتا چلا کہ اندر کی پوزیشن بہت ہی اچھی ہے۔

ہم سب کو ایک بڑے احاطے کے نزدیک لے جایا گیا' پھر شیخ نے قریب کھڑے دو آدمیوں کو احاطہ کھولنے کا حکم دیا۔

دروازہ کھل گیا اور ہم تمام افراد اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول دیکھ کر آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

دروازے سے ایک راہ داری دور تک گئی تھی اس پر سرخ پھولوں کا قالین بچھا ہوا تھا اور اس قالین پر سے گزرتے ہوئے ہم نے دو رُخی کمروں کی قطاریں دیکھیں' نہایت خوبصورت کمرے تھے۔ تقریباً تمام کمرے ایئر کنڈیشنڈ تھے' تب ہم سب ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے اور تب بیرن نے باقی لوگوں سے اجازت لی اور شیخ کے ساتھ کہیں چلا گیا۔

ہم لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چند خادمائیں ہمارے لیے کچھ پینے کو لائیں' یہ عربی قہوہ تھا' غالباً یہاں کی سب سے عمدہ مہمان نوازی کا یہی ذریعہ تھا۔

میں تو خیر اس سے اجنبی نہیں تھا' لیکن بیرن کے ساتھیوں نے بڑی دلچسپی سے قہوے کو دیکھا اور پھر پینے لگے۔

ان میں لڑکیاں تھیں اور لڑکے بھی' نوجوان بھی' خود رمیش میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔

تب رمیش نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ ''کیا خیال ہے پتا جی!''

''کس بارے میں؟''

''سفر کیسا رہا تھا۔''

''یہ بات تو تم بھی بتا سکتے ہو رمیش۔''

''میری بات نہ کرو پتا جی۔''

''کیوں۔''

''بس میں نے کہا نا کہ جب رمیش کی قسمت کھلتی ہے تو اس طرح سے کھلتی ہے کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔''

''کیا مطلب ہوا اس بات کا؟''

''تین تین، پتا جی تین تین۔'' رمیش نے سینہ اکڑاتے ہوئے کہا۔

''غالباً یہ قہوہ تمہارے لیے غلط ہو گیا ہے۔'' میں نے اسے گھورا۔

''کیا مطلب؟''

''کیوں فضول باتیں کرتے ہو۔''

''پتا جی سچ کہہ رہا ہوں ایک کا نام نارینہ ہے' کہتی ہے اس سے قبل اس نے کسی ہندوستانی شخص سے محبت نہیں کی تھی اور اب یہ اس ہندوستانی کو اپنی پہلی اور آخری محبت بنانا چاہتی ہے' بھلا تم سوچو پتا جی کہ کہیں ایک لڑکی سے بھی محبت کر کے زندگی گزاری جا سکتی ہے۔'' رمیش نہایت سنجیدگی سے بولا۔

''ہرگز نہیں' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر اب تم بتاؤ میں حسینہ کو کیا کہوں۔''

''یہ کون محترمہ ہیں۔''

''پتا جی میرا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ وہ دوسری......اور ابھی تو تیسری بھی باقی ہے۔''

''افوہ رمیش' تم نے یہ کیا چکر چلا رکھا ہے' بہرصورت تم اس بات کا خیال رکھو کہ ہم اجنبی لوگوں کے درمیان ہیں' کہیں کوئی حرکت کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔''

''پتا جی لڑکی اور مصیبت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں' جب لڑکی نزدیک ہو تو مصیبت سے دور رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔''

''لیکن تم اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ اگر تم نے کوئی مصیبت کھڑی کر دی تو میں تمہیں یہیں کے کسی سمندر میں پھینک دوں گا۔''

''پتا جی ایک درخواست ہے۔''

''بکو۔''

''جب آپ مجھے سمندر میں پھینکیں پتا جی تو میرے ساتھ کسی لڑکی کو بھی پھینک دیں' مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''پتا جی اکیلے تو مرنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔''

''اچھا خیر فضول باتیں مت کرو' دوسرے لوگ ہماری طرف متوجہ ہیں۔''

''ٹھیک ہے پتا جی' آپ کو لڑکیوں کی باتیں ہمیشہ فضول لگتی ہیں۔'' رمیش منہ پھلا کر بولا۔

''رمیش میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ خاموش ہو جاؤ۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا اور رمیش قہوے کو حلق سے اتارنے لگا۔

اسی وقت ٹریسا میرے نزدیک آ گئی۔

''رنجیت۔''اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

''کیا بات ہے مس ثریا۔''

''رنجیت کیا تمہیں اس سے پہلے کبھی ایسے حالات سے واسطہ پڑا ہے۔''

''نہیں' کیوں؟''

''بس مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔''

''کیوں' بات کیا ہے؟''میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس...... یہ لوگ' میری مراد ان عربوں سے ہے' کیا تم نے اس شخص پر غور نہیں کیا تھا۔''

''کس شخص پر؟''

''ارے وہی جو بیرن سے دوستی کا اظہار کر رہا تھا۔''

''ہاں' میرا خیال ہے وہ اس ریاست کا شیخ ہے۔''

''لیکن اس کی آنکھیں' کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا رنجیت؟''

''کس پر ثریا؟''میں پھر لاپرواہی سے بولا۔

''اس کی آنکھوں پر رنجیت' خدا کی پناہ کیسی خوفناک آنکھیں تھیں۔ جب تک کھڑا رہا مجھے ہی گھورتا رہا۔''

''اوہ ثریا' لڑکیوں کو ایسی غلط فہمی ہو ہی جاتی ہے' ان کا خیال ہوتا ہے کہ ہر شخص صرف انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔''

''نن نہیں' تم نے غور کیا ہی نہیں ہے رنجیت' میں سچ کہہ رہی ہوں وہ مجھے بڑی خوفناک آنکھوں سے دیکھ رہا تھا' ان لوگوں کے قصے تو تم نے سن ہی رکھے ہوں گے' کم بخت عورتوں کو تل کر کھا جانا چاہتے ہیں۔''

''اچھا' ممکن ہے لیکن کیا تمہارا اس سے پہلے کبھی ایسی کسی ریاست میں آنا نہیں ہوا۔''

''ہوا ہے' لیکن میں اسٹیمر تک ہی محدود رہی ہوں۔''

''تو پھر اس بار بیرن یہاں کیسے اتر گیا؟''

''میں نے اسے راستے میں یہ کہتے سنا تھا کہ اس ریاست کا شیخ اس کا گہرا دوست ہے اور وہ یہاں چند روز قیام بھی کرے گا۔''

''قیام کرنے کی کوئی خاص وجہ؟''میں نے پوچھا۔

''ہاں' یہاں سے وہ کچھ مال بھی لے جانا چاہتا ہے۔''

''مال۔''میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''لیکن اس ویرانے میں کیا مال ملنا ہوگا۔''

''ہیرے۔''ثریا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ ان ریاستوں میں ہیروں کی بہت سی کانیں موجود ہیں۔''

''ہاں یہاں ان چیزوں کی بہتات ہے۔ جس سے دوسری ریاستیں محروم ہیں۔''

''کیا یہ ہیرے اسمگل کیے جاتے ہیں؟''

''ہاں۔''

''اوہ تعجب ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں رنجیت' تعجب کی بات ہے' یہ تو ہمارا کام ہے۔''

''ٹھیک ہے ثریا' دراصل مجھے اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن ثریا اگر تمہارا خیال ہے کہ وہ شخص تمہیں گھور رہا تھا تو میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکوں گا' ظاہر ہے بیرن میرا باس ہے اور میں اس کے گروہ میں ایک معمولی کارکن کی حیثیت رکھتا ہوں۔''

''ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن نہ جانے کیوں مجھے تم پر اعتماد سا ہو گیا ہے۔'' ثریا لجاجت سے بولی۔

''اوہ' میں اس جملے کی وضاحت چاہتا ہوں ثریا۔''

''میرا مقصد ہے کہ...... کہ بس میں کیا بتاؤں۔؟'' ثریا اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''پھر بھی جو تمہارے ذہن میں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم مجھے بتا دو۔'' حالانکہ میں ثریا کا مطلب بہ خوبی سمجھ چکا تھا اور مجھے اس کی نادانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

''میں۔ میں چاہتی ہوں رنجیت تم...... تم میری حفاظت کرو۔''

''میں......؟۔''

''ہاں۔''

''تو کیا بیرن سے تمہیں خطرہ ہے۔''

''نہیں! بیرن ایک اچھا انسان ہے' وہ با اعتماد ہے لیکن دولت کی چمک اس کی آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے اور اس وقت وہ ہر اس بات پر عمل کرتا ہے جس سے اس کی خوب دولت حاصل ہو سکے اور ان ریاستوں میں جتنی دولت بکھری پڑی ہے' تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے شاید۔''

''ہاں اس کے قصے تو سنتا رہا ہوں' البتہ عملی طور پر مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔

''تم دیکھو گے' ان شیوخ کے محلوں میں عورتیں کتوں کی مانند زنجیروں سے بندھی رہتی ہیں' ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور یہ کم بخت ہمیشہ ایک نئی عورت کی تلاش میں رہتے ہیں۔'' ثریا نفرت سے بولی۔

''تب ثریا میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

''بس میری ایک خواہش ہے۔''

''ہاں' بتاؤ۔''

''تم میرے ساتھ رہنا۔''

''اوہو' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر بیرن مجھے حکم دے تو میں تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں۔''

''پلیز رنجیت' میں نے تم سے بڑی توقعات وابستہ کر لی ہیں۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں ثریا کہ شاید میں تمہاری ان توقعات پر پورا اتر سکوں جو تم چاہتی ہو۔''

''رنجیت! میں تو تم سے بڑی توقعات وابستہ کیے ہوئے تھی' لیکن کوئی بات نہیں قصور تمہارا بھی نہیں ہے' میں جانتی ہوں کہ اس گروہ میں تم اجنبی ہو لیکن رنجیت بس مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں اچانک تنہا رہ گئی ہوں۔''

''آخر کیوں ثریا؟''

''تم نہیں جانتے رنجیت' بیرن ایک لالچی شخص ہے اور بہر صورت وہ جو چاہے کر سکتا ہے' میرے اوپر اگر کوئی مصیبت آئی تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ گروہ کے مفاد میں ہے اور مجھے گروہ کے لیے قربانی دینی چاہیے۔''

''ٹھیک ہے ثریا' تم اگر کسی ایسے مسئلہ میں الجھ جاتی ہو تو میں صرف وہ کر سکتا ہوں۔ جو تم کہو گی' میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا ساتھ دوں گا۔''

''ٹھیک ہے رنجیت' میں بھی یہی چاہتی ہوں۔'' ثریا نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

چونکہ دوسرے کئی نوجوان اٹھ کر ہمارے نزدیک آ گئے تھے' وہ ہم سے اس ریاست کے بارے میں مختلف قسم کی گفتگو کرنے لگے۔

کئی گھنٹے ہمیں وہاں رہنا پڑا اور اس کے بعد کچھ افراد نے ہمیں مختلف مکانات میں تقسیم کر دیا۔

مجھے اور رمیش کو ایک ہی جگہ ملی تھی' ہمارے ساتھ چند دوسرے افراد بھی مقیم تھے لیکن یہ وہ تھے جن سے ہماری کوئی خاص شناسائی نہیں تھی۔ یعنی اسٹیمر کے عملے کے چند افراد' تب رمیش نے مجھ سے کہا۔

''پتاجی یہ صورت حال تو کچھ مناسب نہیں ہے۔''

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے دیکھو نا تینوں میں سے ایک بھی نہیں۔''

''کیا مطلب۔'' رمیش کی بات سن کر حیران رہ گیا۔

''ارے بھئی وہی حسینہ' نارینہ اور......اور......''

''بکواس بند کرو......'' میں نے رمیش کی بات کاٹ دی۔ ''کوئی اور بات کرو۔''

''ارے بکواس نہیں پتاجی میں سیریس ہوں' میرا خیال ہے کہ خواتین کو الگ ہی رکھا گیا ہے۔''

''ہاں رمیش' تم نے ثریا کی گفتگو سنی؟''

''ہاں تھوڑی بہت۔''

''تو تم نے اس جگہ کے بارے میں نتیجہ اخذ کر لیا ہو گا۔''

''ہاں بھیا مگر یہ تو بڑی ناانصافی ہے۔''

''بہر صورت تم اس ناانصافی کا کسی سے شکوہ نہ کرنا۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش خاموش ہو گیا۔

پورا دن گزر گیا' رات سر پر آ گئی اور بالآخر وہ رات ہم نے تنہا ہی گزاری۔

ثریا شاید کسی دوسری جگہ تھی اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا لیکن دوسری صبح ناشتا کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ کم از کم یہاں کے بارے میں حالات تو معلوم کروں چنانچہ میں ایک شخص مسٹر جیکسن سے ملا اور میں نے اس سے پوچھا۔

''مسٹر جیکسن کیا ہم لوگوں کو ریاست کی گلیاں اور بازار دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''نہیں مسٹر رنجیت آپ جب چاہیں گھر سے باہر جا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے دوسرے لوگ تو رات گئے تک باہر رہے ہیں اور اپنے طور پر سیر و تفریح کرتے رہے ہیں' یہاں پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے' مسٹر بیرن نے شاید آپ کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔''

''ہاں۔ تو کیا آپ جانتے ہیں کہ میں اس گروہ میں اجنبی ہوں۔''

''ہاں۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔''

''ٹھیک ہے' میں یہی پوچھ رہا تھا۔ گویا ہم باہر جا سکتے ہیں۔''

''جی ہاں مسٹر رنجیت' بڑی خوشی کے ساتھ' اس وقت تک جب تک کہ اسٹیمر کی روانگی کی تیاریاں نہیں ہو جاتیں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔''

''شکریہ'' میں نے کہا اور واپس پلٹ پڑا' رمیش مجھے جیکسن سے گفتگو کرتے دیکھ رہا تھا' چنانچہ یہ ناممکن تھا کہ وہ مجھ سے پوچھنے سے باز رہتا مجھے قریب پا کر بولا۔

''کیوں بھیا کیا کہہ رہا تھا یہ۔''

''کوئی خاص بات نہیں' ویسے میں اس سے پوچھ رہا تھا کہ کیا ضروری ہے کہ ہم مکان میں قید رہیں' لیکن اس شخص نے بتایا کہ ہم تفریح کر سکتے ہیں۔''

''یہ تو خوشی کی بات ہے بھیا۔'' رمیش نے کہا اور پھر ہم نے طے کیا کہ باہر چلیں ویسے بھی میرے ذہن میں ثریا تھی۔

ہم لوگ لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئے' بہت چھوٹا سا علاقہ تھا نہ جانے کہاں تک گیا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ لیکن اس علاقے کی گلیاں اور بازار بہت مختصر تھے جو کچھ ان بازاروں میں تھا اس سلسلے میں آپ یورپ کے بہت بڑے بڑے شہروں کا تصور کر سکتے ہیں' دنیا بھر کی چیزیں بھری پڑی تھیں۔

میں نے اور رمیش نے چند چیزیں خریدی جو ہمیں بہت پسند آئیں لیکن اس کے بعد احتیاط رکھی کیونکہ دوران سفر بہت ساری چیزوں کا بوجھ تو رکھا نہیں جا سکتا تھا' ممکن ہے بیرن کو اس بات پر اعتراض بھی ہوتا۔ پھر ایک بازار ہی میں ہمیں بیرن ٹکرا گیا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور مسکراتا ہوا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

''اوہ۔ بہت خوب۔ اتفاق تھا کہ آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

''ہاں مسٹر بیرن واقعی؟''

''کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ۔''

''کچھ نہیں' بس ابھی ہمیں حالات کا علم نہیں ہے اس لیے ذرا الجھے الجھے سے ہیں اور کوئی بات نہیں۔''

''اوہو میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔''

''کوئی خاص بات نہیں مسٹر بیرن' بس چند معلومات حاصل کرنا تھیں۔''

''ہاں ہاں ضرور۔''

''کیا ہم ان بازاروں سے کچھ خرید سکتے ہیں۔''

''کیوں نہیں' اس میں کسی کو کیا اعتراض' لیکن چیزیں ایسی ہونی چاہیے جو دوران سفر زیادہ وزنی نہ ہوں۔''

''ٹھیک ہے' اس کے علاوہ یہاں کی گلیوں اور بازاروں میں پھرنے میں کیا مشورہ ہے۔''

''بڑے شوق و آرام کے ساتھ' لیکن چند آداب ہیں یہاں کے جن کا خیال رکھنا آپ کا فرض ہوگا۔''

''ان آداب سے واقفیت کیسے حاصل کی جا سکتی ہے۔''

''بس موٹی موٹی چند باتیں ہیں جو میں کسی وقت تمہیں بتا دوں گا ویسے اگر تم چاہو تو میں کسی کو تمہارے ساتھ شامل کر سکتا ہوں۔''

''ہاں یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ کون ہمارے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''جسے تم پسند کرو۔''

''کیا مس ثریا ہماری مدد کر سکتی ہیں۔''

''ثریا۔'' بیرن نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ ''نہیں' ثریا تو نہیں۔'' اس نے کہا۔

''کیوں؟''

''بھئی وہ۔۔۔۔۔ دراصل ثریا کو ایک ضروری کام میں مصروف کر دیا گیا ہے۔'' اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ ضروری کام کیا ہے؟ میرے ذہن میں ایک خیال گونجا اور میں نے بیرن سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

''میں نہیں سمجھا مسٹر بیرن؟۔''

''دراصل ثریا کو کچھ عرصہ اسی ریاست میں رہنا ہوگا۔اس سلسلے میں شیخ صاحب نے مجھے حکم دیا ہے۔''

اور وہی ہوا جو بے چاری ثریا کو خطرہ تھا' میں چند لمحات کے لیے ساکت رہ گیا لیکن بہر صورت میں مداخلت کرنے کا مجاز نہیں تھا اس لیے میں نے خاموشی اختیار کی۔

چند ساعت بیرن خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔''ہاں اگر تم چاہو تو میں۔بینو کو تمہارے ساتھ بھیج سکتا ہوں۔''

''مناسب شخص ہے۔''میں نے کہا۔''ہاں مسٹر بیرن آپ تکلیف کریں اور اسے ہمارے ساتھ ہی رہنے کا موقع دیں۔''میں نے بہ دستور اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔''لیکن ثریا......''

''ہاں کیوں؟''

''نہیں کوئی بات نہیں' بس میں سوچ رہا تھا کہ وہ بے چاری یہیں پر رہ جائے گی۔''

''ہاں۔''بیرن نے کہا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔''ٹھیک ہے آپ یہاں سیر و تفریح کریں میں چلتا ہوں مجھے کچھ کام ہے۔''

''اوکے مسٹر بیرن۔''میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔میرے چہرے پر سنجیدگی طاری ہوگئی تھی۔تب رمیش نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیاں بھیا کیا بات ہے۔''

''یار وہ دیکھو نا' ثریا کے ساتھ وہی ہوا جس کا اسے خطرہ تھا۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں یا تم کیا کر سکتے ہیں۔''

''رمیش پتا نہیں کیوں مجھے دکھ سا ہو رہا ہے۔''

''کیوں بھیا۔''

''یار انسانی ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔''میں رمیش پر جھلا گیا۔''اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کی نگرانی کروں اس کے ساتھ رہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں یہاں اس کی مدد کر بھی کیسے سکتا ہوں۔یہ بالکل اجنبی جگہ ہے' ہم یہاں کے لوگوں سے واقف بھی نہیں ہیں' ایسی صورت میں' میں تو کچھ کر بھی نہیں سکتا' میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر یہاں میں نے ثریا کو رہا کرانے کی کوشش کی یا اسے لے جانا چاہا تو کس ذریعہ سے اسے نکالا جا سکتا ہے۔بڑی احمقانہ سی بات ہے۔رمیش' میں کس طرح اس کی مدد کر سکتا ہوں۔''

''بہر صورت بھیا میرا خیال ہے ان معاملات میں ٹانگ نہ اڑاؤ تو بہتر ہے۔''رمیش نے کہا۔

لیکن میں کچھ اس قدر مضمحل ہو گیا تھا کہ میں نے جلد ہی رمیش سے واپسی کے لیے کہا۔

''اوہ۔واپس جاؤ گے۔''

''رمیش تم ایک بات سنو۔''میں نے کہا۔

''جی بھیا؟''

''میری رائے ہے کہ تم ابھی بازاروں میں چہل قدمی کرو' اپنے طور پر خوش رہنے کی کوشش کرو' میرا خیال ہے تم مجھ سے بہتر انسان ہو' کم از کم ذہن پر ایسا کوئی بوجھ نہیں لادتے کہ جو تمہارے لیے تکلیف دہ ہو۔''

''کیا تم اس سے متاثر ہو گئے تھے رنجیت بھیا۔''

''نہیں رمیش میں اس سے قطعی متاثر نہیں تھا' لیکن اس نے مجھ سے مدد کی جو درخواست کی تھی وہ میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔''

''بھیا زندگی میں بے شمار چیزیں ذہن میں چبھتی رہتی ہیں' لیکن بھیا بعض معاملات میں ہم بالکل بے بس ہوتے ہیں' میری رائے ہے کہ تم بھی اس چیز کو ذہنی بار نہ بناؤ لیکن تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ میں بازاروں میں مٹرگشت کرتا پھروں۔''

''دراصل میں آرام کرنا چاہتا ہوں رمیش' اس کے بعد میں اپنے آپ کو درست کرلوں گا اور ضروری ہے کہ میں ثریا کو ذہن سے الگ کردوں۔''

''اچھا گویا تم تنہائی چاہتے ہو۔''

''ہاں' یہی سمجھ لو رمیش۔''

''ٹھیک ہے بھیا' میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔'' رمیش نے کہا اور میں واپس اپنی قیام گاہ کی جانب چل پڑا۔

اس مکان میں جس میں ہمیں ٹھہرایا گیا تھا' اس میں پانچ کمرے تھے' خاصے کشادہ اور ضروریات زندگی سے پوری طرح آراستہ' یہاں ہمیں کوئی تکلیف بھی نہ تھی' کمروں کے مکین باہر جاچکے تھے۔ میں واپس آکر اپنی مسہری پر لیٹ گیا۔

ذہن میں دھواں سا اٹھ رہا تھا' بس نہ جانے کیوں ثریا بار بار ذہن میں آرہی تھی' نہ جانے اس کی کیفیت کیا ہو' میں صرف اس بات سے افسردہ تھا کہ اس کے ساتھ وہی سب کچھ ہوا تھا جس کے لیے وہ خوفزدہ تھی' گویا بیرن نے اسے وہاں بھیج دیا تھا۔

میری ذہنی کیفیت جب ضرورت سے زیادہ الجھنے لگی تو اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

ایسا خیال جسے میں نے کافی دن سے فراموش کیا ہوا تھا اور یہ رُوپا تھی' رُوپا جسے کافی دن سے میں نے یاد نہ کیا تھا۔

وہ ہستی جو میرے ذہن و دل میں گھر کر چکی تھی اور اکثر جب میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے اپنے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں سوچتا تو وہ میرے لیے ایک بہت عجیب سی کیفیت لے کر میرے نزدیک آجاتی۔ کیا رُوپا اب بھی میرے پاس آسکتی ہے' میں نے سوچا۔

اور پھر میں نے آہستہ سے اسے آواز دی۔

''رُوپا' پیاری رُوپا کیا تم سمندروں کو عبور کر کے میرے نزدیک اب بھی آسکتی ہو۔''

تب وہی جانی پہچانی خوشبو میرے نتھنوں میں آنے لگی۔ خوشبو نے میرے جسم کے گرد ہالا قائم کرلیا تھا اور میں اچھل پڑا۔

میں اس ہستی کو تو بھول ہی گیا تھا جو میری تکلیف کے ہر لمحے کی ساتھی ہے' میری اذیتوں کو ختم کر دینے پر قادر ہے' کیا اس نے بھی میرے ساتھ یہ طویل سمندر عبور کیا ہے۔ میں نے سوچا۔

اور میرے چاروں طرف نقرئی گھنٹیاں سی گونجنے لگیں۔ ان کی آوازیں میرے ذہن و دل کو سرور بخش رہی تھیں اور وہ پراسرار خوشبو میرے ذہن تک جا پہنچی تھی' تب میں نے اسے عجیب سے لہجے میں آواز دی۔

''رُوپا۔''

''سندر شیام۔'' یہ اس کی مہین آواز سنائی دی اور میرا دل خوشی و مسرت سے بھر گیا' میں شانت ہوگیا تھا۔

''آہ رُوپا۔ کیا تم نے میرے لیے میرے ساتھ سمندروں کا اتنا طویل سفر کیا ہے۔''

''ناتھ میرے سندر ناتھ' سوچو تمہیں چھوڑ کر کہاں جاسکتی ہوں بھگوان کی سوگند میں تو تمہارا سایہ ہوں' روح ہوں تمہاری' جہاں تم ہوگے وہیں میں ہوں گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم مجھے یاد نہ رکھو اور میں بھی تمہیں اس لیے پریشان نہیں کرتی کہ نہ جانے اس وقت تمہارا من کیا سوچ رہا ہو' پرنت جب تم مجھے یاد کرو تو کیا ممکن ہے کہ میں تمہارے پاس نہ پہنچوں۔''

''اوہ رُوپا' جب بھی تمہاری محبت کے بارے میں سوچتا ہوں' خود کو انتہائی حقیر محسوس کرنے لگتا ہوں' تم کتنی پارسا ہو اور میں غلاظتوں سے لتھڑا ہوا ایک انسان جو خود کو اچھا انسان کہلانے کی جرات بھی نہیں کرسکتا۔ آہ رُوپا' آخر میں تمہاری توجہ کا مرکز کیوں بن گیا ہوں۔ میں نہیں جانتا رُوپا کہ میں تمہارے قابل ہوں بھی یا نہیں' لیکن تمہاری مہربانیاں مجھے پریشان کرتی ہیں۔''

''شیام من کے بھید الگ ہی ہوتے ہیں' منش ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا جو اپرن سنسار ہیں' ہم صرف وہ کچھ دیکھ سکتے ہیں جو دنیا میں موجود ہیں' ہم جسم دیکھ سکتے ہیں روح نہیں دیکھ سکتے اور ظاہر و باطن کا یہ چکر سندر شیام منش کو کٹھناؤں میں ڈال دیتا ہے' وہ منش جو خود کو بھگوان کے لیے تج دیتے ہیں ان کے گردان کے سامنے ظاہر و باطن کا چکر نہیں رہتا وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں' لیکن عام منش یہ نہیں جانتے کہ روح کیا ہوتی ہے۔ شیام روحوں کی لمبی دنیا سے دور ہوتی ہے اور روحیں جو کچھ سوچتی ہیں وہ اس سنسار کے منش نہیں سوچ سکتے۔

کیونکہ روحوں کا ناطہ اس سنسار کی مٹی سے بنے ہوئے ان بدنوں سے نہیں ہوتا جن میں سرایت کرنے کے بعد منش روحوں کے بیری بن جاتے ہیں۔ گندے بدن اور پاک روح کا ناطہ جب ٹوٹ جاتا ہے تو پھر سوچنے کے انداز بھی بدل جاتے ہیں۔''

''یہ تو تم نے ٹھیک کہا رُوپا' میں جانتا ہوں تم ایک پاک روح ہو' گندے بدن کی گندی غلاظتوں سے دور۔ سنسار کی گندی مٹی سے دور اور میں اسی سنسار کا ایک منش' لیکن رُوپا ہمیں بھی قدم قدم پر اپنی مرضی کے خلاف وہ کچھ کرنا پڑتا ہے جو میں یا مجھ جیسے بہت سارے دوسرے لوگ کرنا نہیں چاہتے' میں تمہاری محبت کا مستحق ہوں؟'' میں نے کہا

''بھگوان کی سوگند رنجیت' ان باتوں کو تم نہیں سمجھ سکو گے' میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جب تمہیں ان باتوں کو سمجھانے کا وقت آئے گا تو میں تم سے کچھ نہ چھپاؤں گی لیکن اس سے تم اس بارے میں نہ سوچو بلکہ یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے اتنے پریم سے کیوں یاد کیا ہے؟''

''رُوپا میں الجھن میں پھنس گیا ہوں۔''

''کس الجھن میں رنجیت؟'' اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

''جب تم میرے ساتھ ساتھ ہو بقول تمہارے' تم میرے سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہتی ہو تو کیا تم میری الجھن نہیں سمجھتیں۔''

''دیکھو شیام تم نے یہ الجھن خواہ مخواہ اپنے ذہن میں ڈال رکھی ہے آخر اس میں الجھن کی کیا بات ہے' تم یہاں آئے ہو' رہو لیکن دوسروں کے مہمان بن کر' کیونکہ تم دوسروں کے بس میں ہو' اپنی مرضی نہ کرو' کیونکہ تم یہاں اپنی مرضی چلا بھی نہیں سکتے' اسی لیے کہ ابھی تمہیں اس جگہ آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا' تو پھر ان الجھنوں کا شکار کیوں ہوتے ہو' میں نے خود تمہیں اس بات کی آ گیا دی تھی کہ تم ہر اس لڑکی کے ساتھ رہ سکتے ہو جو تمہیں پسند ہو پرنت یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم ان کے لیے اپنے جیون پر بھی کوئی کشٹ ڈال لو۔''

''ٹھیک ہے رُوپا' لیکن وہ لڑکی مظلوم تھی۔''

''دیکھو ناتھ اس سنسار میں بے پناہ دکھی لوگ ہیں' بہت سے مظلوم انسان ہیں تم صرف ان کے بارے میں سوچو جن کے لیے کچھ کر سکتے ہو اور جہاں خود کو بے بس پاؤ تو سوچ لو کہ ان کا وجود ہی تمہارے وجود سے وابستہ نہیں ہے۔''

''ہاں یہ تو تم نے ٹھیک کہا' تو کیا اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے۔''

''ہاں ناتھ' اب اسے من سے نکال دو۔''

''رُوپا میں نے تمہارے کہنے سے اسے قریب کیا تھا۔ اب تم کہتی ہو میں اسے بھول جاؤں تو ٹھیک ہے۔''

''نہیں ناتھ ایسے نہیں' تم خوش تو ہو جاؤ۔''

''بس تم نے کہہ دیا اور میں خوش ہو گیا' اب میرے ذہن پر کوئی کرب نہیں ہے لیکن مجھے بتاؤ کیا میں ان لوگوں کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔''

''ہاں جو کچھ چل رہا ہے ٹھیک ہے اسے اسی انداز میں چلنے دو۔ اس کے بعد جب سمے آئے گا تو میں تمہیں دوسری بات بتاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے رُوپا تم نے سچ مچ میرے ذہن سے الجھن دور کر دی ہے۔'' میں نے کہا اور رُوپا کی ہنسی کی سرسراہٹ فضا میں گونجنے لگی۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی' تب میں نے رُوپا کو دوبارہ آواز دی۔

''رُوپا کیا تم موجود ہو؟''

''ہاں ناتھ جب تک آ گیا نہ دو گے...... کیا میں جا سکتی ہوں؟'' رُوپا نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں رُوپا مجھے تم پر وشواش ہے؟'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں ناتھ اب بتاؤ' تم خوش تو ہو؟''

''ہاں رُوپا' تم قریب آ گئیں' میں بھول گیا تھا کہ میں تمہیں یہاں بھی آواز دے سکتا ہوں' اب تم آ گئی ہو تو مجھے کوئی پریشانی کی کوئی فکر نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں اپنے شیام ناتھ کی سیوا میں جس وقت بھی وہ مجھے آ گیا دے گا آ جاؤں گی ناتھ جب تم چاہو مجھے پکار لیا کرو' میں رکنے والی کون۔''

''رُوپا میں تمہاری محبت کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو تمہارے سامنے بے بس پاتا ہوں۔''

''شیام ناتھ' تمہارا پریم میرے من کا آگنا ہے' میں اس پریم پر پھولی نہیں سماتی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ اگر تمہاری پریم ڈور اگر سنسار میں یونہی چلتی رہی تو میں تمہارے پاس ضرور پہنچ جاؤں گی' تم میرا انتظار کرنا شیام' تم میرا انتظار کرنا۔'' آہستہ آہستہ اس کی آواز فضاؤں میں معدوم ہوتی چلی گئی۔

اور میں نے محسوس کیا کہ میرے ذہن سے وہ تمام بوجھ اتر گیا ہے جن نے میرے ذہن کو خراب کر رکھا تھا۔

آہ۔ رُوپا میرے لیے کتنی بڑی حیثیت رکھتی تھی کتنی انوکھی شخصیت تھی اس کی' لیکن افسوس میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا' چھو نہیں سکتا تھا۔ تاہم' میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور سوچا کہ رُوپا کا کہنا صحیح ہے' ثریا کا تعلق اس گروہ سے تھا اور اگر میں اس کے ساتھ شامل نہ بھی ہوتا تب بھی اس کے ساتھ وہی سب کچھ ہوتا جو ہوا ہے۔

پھر میں کیوں کسی سے جھگڑا مول لوں' بہتر یہی ہے کہ میں بھی خاموش ہو رہوں' اور اس تصور کے بعد میں کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔

تقریباً سات دن ہم نے اس ریاست میں قیام کیا۔ اس دوران میرے سپرد کچھ کام بھی کیے گئے تھے لیکن وہ کوئی خاص نوعیت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی وہ کوئی اہمیت رکھتے تھے' میں نے انہیں بآسانی انجام دے لیا اور مسٹر ہیرن کو اس سلسلے میں رپورٹ بھی دے دی' یہاں سے جو مال لے جانا تھا اسے لاد لیا گیا تھا اور بعد میں جو پروگرام ترتیب دیا گیا تھا وہ یوں تھا کہ اس کے بعد ہمیں ایک ویران سے جزیرے پر جانا تھا جو بظاہر آبی راستوں سے ہٹ کر ہے۔

اس ویران جزیرے پر بھی مسٹر ہیرن کو شاید کوئی کام ہی تھا سو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ ثریا کو میں نے اب ذہن سے نکال پھینکا تھا البتہ رمیش کا مسئلہ دوسرا تھا۔

رمیش شاید خوش بخت تھا یا پھر وہ ذہن میں شاید کسی کو اتنی جگہ ہی نہ دیتا تھا کہ کسی کے لیے پریشان ہوتا۔

البتہ بینو اب ہمارے ساتھ ہی آ گیا تھا اور اس کا قیام ہمارے ساتھ ہی تھا' ثریا کے لیے وہ بھی رنجیدہ تھا۔

اور جب اسٹیمر نے ریاست کی بندرگاہ کو چھوڑا تو شیخ کی طرف سے ہمیں بہت سے انعامات سے نوازا گیا تھا جن میں بہت سے انعامات مجھے اور رمیش کو بھی ملے تھے۔

تب ہم وہاں سے چل پڑے' اسٹیمر نے ساحل چھوڑ دیا۔ بینو اب ہمارے ساتھ ہی لگا رہتا تھا اور میں نے اس کے چہرے پر رنج کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی۔

اسٹیمر کو بندرگاہ چھوڑے ہوئے تقریباً پانچ چھ گھنٹے ہو چکے تھے کہ بینو ہمارے پاس پہنچا اور افسردہ سا ریلنگ سے ٹک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

رمیش اور میں گفتگو کر رہے تھے تب چند ساعت خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا۔

''اوہو آپ لوگ کوئی ایسی گفتگو تو نہیں کر رہے تھے جس میں مخل ہوا ہوں۔''

''نہیں بینو ہمارے درمیان تم ایک بہت اچھے انسان ہو اس لیے ہم کوئی ایسی بات تم سے چھپانا بھی نہیں چاہتے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے باس لیکن ہم میں سے ایک کم ہو گیا۔''

''ہاں بینو ہمیں احساس ہے۔''

''باس مادام ثریا آپ سے بہت محبت کرتی تھیں۔اس بارے میں مجھے علم ہے۔''

''ہاں بینو لیکن کیا ہم بیرن کے خلاف کوئی کام کر سکتے تھے اور پھر ایسے حالات میں جب کہ ہم کوئی انفرادی حیثیت نہیں رکھتے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے باس لیکن میں مادام کے لیے رنجیدہ ہوں۔''

''ہمیں خود بھی افسوس ہے بینو لیکن جب ہم نے مسٹر بیرن سے معلوم کیا تو ہمیں یہی کہا گیا کہ گروہ کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے جو کام بھی ہوتا ہے گروہ کے مفاد کے لیے ہی ہوتا ہے اور ظاہر ہے ثریا کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کچھ عرصہ وہ شیخ کے ساتھ رہے گی اس کے بعد واپس پہنچ جائے گی۔''

بینو خاموش ہو گیا' ہم لوگ بھی خاموش کھڑے رہے تھے اور پھر بینو تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چلا گیا' اس نے جاتے جاتے کہا تھا۔

''بہر حال باس میں اب بھی آپ لوگوں کا دوست ہوں اور بینو کے لائق جب بھی کوئی خدمت ہو آپ اسے بتا دیں۔''

''تم فکر نہ کرو بینو سب ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور بینو چلا گیا۔ تب میں نے رمیش کی طرف دیکھا۔

''یہ آدمی بے حد سیدھا ہے۔'' رمیش نے ہمدردی کی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں سادہ اور بے غرض۔''

''بہر صورت ثریا کے لیے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے پتا جی۔ اب اس کا خیال چھوڑ دو۔''

''ہاں رمیش ہم اس کے لیے کچھ نہ کر سکے' اس کا مجھے شدید افسوس ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو کیا تم واقعی اس کے لیے رنجیدہ ہو گئے پتا جی۔''

''اوہ نہیں رمیش تم جانتے ہو میں نے اب ان سارے معاملات کو اپنے ذہن سے کھرچ پھینکا ہے۔''

''ٹھیک ہے مگر اب پروگرام کیا ہے۔''

''صرف ایک۔''

''وہ کیا بھیا؟''

''دیکھو رمیش ابھی ہمیں ان لوگوں کے معاملات سے واقف ہونا ہے اور اس کے بعد جب ہم کوئی کارروائی کریں گے تو اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے بعد۔ اب ہمیں جو بھی کام کرنا ہے نہایت سنبھل کے اور ہوشیاری کے ساتھ۔''

''اب ہم لوگ جس جزیرے پر جا رہے ہیں بھیا' وہاں یہ لوگ کیا کرنے جا رہے ہیں۔''

''یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو گا رمیش۔''

''کیوں بھیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟''

''نہیں رمیش' میں نے بیرن سے یہ سوال نہیں کیا اور نہ ہی میں کر سکتا ہوں۔''

''اوہ اچھا ٹھیک ہے۔'' رمیش نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا اور اس کے بعد ہم لوگ اس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ سورج کا آتشیں بگولہ سمندر میں غرق نہ ہو گیا۔

رات ہو گئی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا' اسٹیمر پر روشنیاں روشن کر لی گئی تھیں اور ہم کھانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

رات کو تقریب' گیارہ بجے' ہمیں اس جزیرے پر پہنچ جانا تھا' اس کی اطلاع اسٹیمر کے کپتان نے دی تھی۔

کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ کھانے کے دوران ایک لڑکی ہماری طرف بڑھی تو رمیش نے اسے اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔ یہ رمیش کی شناسا تھی یعنی ان تینوں میں سے ایک جو رمیش کو پسند کرنے لگی تھیں۔

رمیش اس سلسلے میں خوش نصیب تھا کیونکہ ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی ان شیخ صاحب نے پسند نہیں کیا تھا اور اگر شیخ صاحب پسند کر لیتے تو ان میں سے بھی کوئی نہ کوئی کم ہو ہی جاتی۔

وہ لڑکی ہمارے ساتھ بیٹھ گئی اور پھر رمیش اس سے بکواس کرنے لگا' میں تھوڑی دیر تک ان لوگوں کے ساتھ رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

میں کسی پرسکون جگہ جا کر چند لمحات گزارنا چاہتا تھا' گو میرے ذہن میں اس وقت کوئی خاص خیال نہیں تھا۔

میں عرشے کی جانب چلا گیا اور رات کی تاریکی میں ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا' لیکن جب میں سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا تو میرے ذہن میں بے شمار چہرے آ گئے' بہت سی یادا بھر آئیں۔

ان میں پتاجی بھی تھے ثریا بھی اور رُوپا بھی۔ اس کے علاوہ نہ جانے کون کون تھا۔

میں اپنے اگلے اقدامات کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں نے پتاجی کو جو چیلنج دیا تھا اس پر عمل بھی چاہتا تھا چاہے اس کے لیے میری جان ہی کیوں نہ چلی جاتی۔

اپنے طور پر میں کچھ ایسا قدم اٹھانا چاہتا تھا جس سے پتاجی کو سخت سے سخت تکلیف پہنچے۔ میرے ذہن میں جب ان کا تصور ابھرتا تھا تو لاوا سا کھولنے لگتا تھا' کیسا باپ تھا وہ جس نے اپنی اولاد کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔

''افسوس افسوس!'' میں پتاجی کی ذہنیت پر ماتم کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکتا تھا جو کچھ ہو رہا تھا اور جو کچھ ہو چکا تھا اب وہی زندگی کا مقصد بن گیا تھا۔

نہ جانے کب تک میں ریلنگ سے لگا یہی سب کچھ سوچتا رہا۔ تب مجھے کچھ سردی سی محسوس ہوئی اور میں کیبن میں جانے کے خیال سے گہری سانس لے کر پلٹا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک خوبصورت سی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔

وہ مجھے ہی دیکھ رہی تھی' میں بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ گئی۔

''ہیلو'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ہیلو'' میں سپاٹ آواز میں بولا۔

''آپ بہت دیر سے یہاں کھڑے ہوئے ہیں مسٹر رنجیت۔''

''ہاں لیکن آپ میرا نام کیسے جانتی ہیں''

''نام نہ جاننے کی کیا بات ہے' آپ خود ہی ہم لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئے' ورنہ ہم سب ساتھی ہیں اور ویسے بھی مسٹر بیرن نے مجھے بتا دیا ہے کہ آپ بھی ہم میں سے ایک ہیں۔'' لڑکی نے کہا۔

''اوہ' میں ابھی کافی لوگوں سے متعارف نہ ہو سکا۔''

''اس کی کوشش کرنی چاہیے' بلکہ میرا خیال ہے کہ اسٹیمر پر موجود لوگوں کو خود ہی آپ سے متعارف ہونا چاہیے' کیونکہ بہرصورت ہم سب کو مل جل کر ہی کام کرنا ہے ویسے میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ کسی قدر بجھے بجھے سے ہیں۔ اس کی وجہ کیا گروہ میں نئی نئی شمولیت ہے' کچھ یادیں ہیں جو آپ ماضی میں چھوڑ آئے ہیں' یا کوئی اور بات ہے۔'' لڑکی نہایت شائستہ لہجے میں بول رہی تھی' تب میں نے کہا۔

''مس میں آپ کا نام نہیں جان سکا۔''

''میرا نام ویلینا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''اوہ مس ویلینا آپ تو میرا نام جانتی ہیں۔''

''ہاں مسٹر رنجیت اور...... مسٹر مہیش آپ لوگ ہندوستانی ہیں۔''

''جی ہاں۔ بالکل ٹھیک' مس ویلینا ہر انسان کے ساتھ اس کا ماضی ضرور ہوتا ہے۔ ماضی میں بہت ساری یادیں ہوتی ہیں جو کسی طور ساتھ نہیں چھوڑتیں اس لیے تنہائی میں میرا سب سے دلچسپ مشغلہ یہی ہے کہ ماضی میں گم ہو جایا جائے اور بس ایسی ہی کچھ کیفیت میرے ساتھ تھی۔''

''دلچسپ مشغلہ ہے لیکن مجھے آپ سے اختلاف ہے مسٹر رنجیت۔''

''کیوں مس ویلینا! کس بات پر۔''

''ماضی کبھی واپس نہیں آتا۔ گزرے ہوئے لمحات ہم سے جو کچھ لے جاتے ہیں اس کا خراج کوئی ادا نہیں کرتا' پھر کیوں ہم ان ناحاصل لمحات کے لیے اپنے قیمتی لمحات ضائع کریں۔''

''ہاں ٹھیک ہے لیکن کچھ خوشگوار یادیں ایسی ہوتی ہیں' کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم گنوانے پر افسوس کرتے ہیں۔''

''مثلاً مسٹر رنجیت۔''

''ماضی کے کچھ نقوش جو حسین ہوتے ہیں اور ہمارے لیے پسندیدہ ہوتے ہیں لیکن وہ حالات کے ساتھ معدوم ہو چکے ہوتے ہیں حالانکہ ہماری انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ ہم ان حالات کو واپس لے آئیں لیکن انہیں لے جانے والی کبھی واپس نہیں لوٹتی اور ہم ان یادوں کو ہی اپنے سینے سے لگا کر ماضی کے خوشگوار جزیروں پر واپس لوٹ جاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے مسٹر رنجیت لیکن جو لمحے واپس نہ آسکیں انہیں یاد کرنا بے معنی ہوتا ہے۔''

''اچھا خیر مس ویلینا' چھوڑیئے ان باتوں کو اور اصل آپ نہیں تھیں اس لیے ماضی میرے ساتھ تھا اور اب آپ میرے ساتھ موجود ہیں تو ماضی کو یاد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔''

''یقیناً؟''

''آیئے بیٹھیں۔'' میں نے کہا اور ہم لوگ ریلنگ کے کنارے پڑے ہوئے دو اسٹولوں پر بیٹھ گئے۔

ویلینا اچھی خاصی نرم و نازک' خوبصورت و گداز سی لڑکی تھی۔ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا اس کے چہرے پر بڑی سنجیدگی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ زندگی' میں نے اسے دیکھا تھا لیکن پہلے اس پر توجہ نہیں دی تھی' کیونکہ یہ میری عادت نہیں تھی کہ جس ہستی سے کوئی واسطہ نہ ہو اسے گھورتا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کھانا کیا معنی رکھتا ہے لیکن اس وقت وہ خود میرے قریب آئی تھی تو میں نے اس پر پوری پوری توجہ دی تھی اور وہ مجھے کافی دلکش محسوس ہوئی تھی۔

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ایک دلکش انداز میں بیٹھی مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے مجھے آہستہ سے کہا۔

''آپ کے ساتھی مسٹر مہیش آپ کو بہت چاہتے ہیں۔''

''اوہ۔ تمہاری اس سے گفتگو ہوئی تھی۔''

''ہاں۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔''

''کیا مطلب؟''

''بس مسٹر مہیش نے مجھے بتایا تھا کہ آپ ٹریسا کو چاہنے لگے تھے۔''

''اوہ تو یہ بات ہے' اس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔''

''نہیں' یہ بات نہیں ہے' ان سے تو میں نے آپ کے متعلق پوچھا تھا۔ وہ در حقیقت بڑے دلکش اور دلچسپ انسان ہیں' ہنسنے ہنسانے والے ہم سب ان سے اتفاقیہ طور پر بے حد بے تکلف ہو گئے ہیں۔ میں نے انہی سے سوال کیا تھا کہ مسٹر میش آپ کے برعکس آپ کے ساتھی نہایت خاموش اور سنجیدہ طبیعت کے ہیں۔

تو تب انہوں نے بتایا کہ میرے ساتھی بے حد حساس ہیں مس ٹریسا سے ان کا حالانکہ کوئی خاص رابطہ نہیں تھا لیکن وہ مس ٹریسا کی اسی طرح جدائی کو برداشت نہیں کر سکے ہیں اور انہیں افسوس ہے کہ ٹریسا کو ان کی مرضی کے خلاف اس طرح جزیرے پر چھوڑ دیا گیا۔ اس نے مجھے بتایا اور میں خاموش ہو گئی۔''

''اچھا پھر؟''

''بس یونہی انہوں نے صرف یہی بتایا تھا کہ آپ اداس ہیں۔ پھر میں آپ کی طرف چلی آئی۔''

''اوہ۔ گویا مس ٹریسا کی جگہ پوری کرنے کے لیے۔''

''نہیں جناب یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔''

''کیوں؟''

''مس ٹریسا بذات خود کچھ بھی ہوں' میں خود الگ شخصیت کی مالک ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

اور میں اس کے ان الفاظ سے کافی محظوظ ہوا۔ یہ تو خیر درست تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے پاس کسی جذبے یا مقصد کے تحت نہیں آئی تھی۔ اپنی مرضی کے تحت آئی تھی لہذا اس کی شخصیت الگ تھی۔ چنانچہ میں نے اس سے معذرت کی۔

''یہ آپ نے بالکل درست کہا مس ویلینا۔ آئی ایم سوری۔''

''اور نہیں' کوئی بات نہیں' ویسے کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ ٹریسا کو چاہنے لگے تھے۔''

''ارے نہیں چاہنے کا لفظ دوسرا ہے' بس یوں سمجھیے کہ وہ اس گروہ میں میری پہلی شناسا تھی' اس لحاظ سے مجھ سے اس کی قربت ہو گئی تھی۔''

''اوہو تو اس کا مقصد ہے کہ آپ امریکیوں کے اپنی طرف بڑھنے کے منتظر رہتے ہیں۔'' ویلینا ہنستے ہوئے بولی۔

''نہیں منتظر تو نہیں رہتا' دوست بنانے کی خواہش میرے دل میں بھی ہوتی ہے لیکن اس کے لیے میں شدید جدوجہد کا قائل نہیں ہوں اور اگر میری طرف کوئی دوستی کا قدم بڑھائے تو بہرصورت میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ دوسرے معنوں میں یہ سمجھئے کہ مجھ میں یہ جرات نہیں ہے کہ کسی کی طرف بڑھ سکوں۔''

''اچھا۔ ویسے آپ بے حد پرکشش انسان ہیں' آپ کی باتوں میں بڑی دلکشی ہے۔ میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ مس ویلینا' آپ یوں سمجھیں کہ آپ کی یہ خوشی میرے اوپر ایک احسان ہے۔''

''ارے نہیں۔ اس میں احسان کی کیا بات ہے مسٹر رنجیت' بہرصورت یوں سمجھیں کہ ہم ایک تار سے بندھے ہوئے ہیں اس لیے ہمیں ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف ہونا چاہیے۔ آپ خاموش بیٹھے تھے آپ کے انداز میں دکھ بھرا سا احساس تھا جو مجھے پسند نہ آیا اور میں آپ کے نزدیک آ گئی۔ ہاں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو آپ مجھے فوراً بتائیں اور بتاتے رہا کریں' میں ہر ممکن طور سے آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گی۔''

''بہت بہتر۔'' میں نے کہا۔

درحقیقت اس کی گفتگو سے میرا ذہن بٹ گیا تھا' نیند تو یوں بھی نہیں آ رہی تھی اور چونکہ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اپنی منزل پر پہنچ جانا تھا اور اس کے بعد نہ جانے کیا حالات پیش آتے۔ بہرحال اس لڑکی سے شناسائی اور اس سے گفتگو بھی غنیمت تھی' میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ ضروری تو نہیں

ہے کہ ثریا ہی میری پسند ہو۔

ظاہر ہے اس سفر میں مجھے بے پناہ لوگ ملیں گے، نہ جانے کیسی کیسی شخصیتوں کے مالک اور ہم جس گروہ سے تعلق رکھتے تھے اس کے لیے یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اس میں عشق و محبت کی چاشنی بھی ہو۔

ظاہر ہے قدم قدم پر حالات بدلتے رہتے تھے اور پھر میری زندگی تو ایک خاص مشن تھا جسے انجام دینے کے لیے میں اس گروہ میں شامل ہوا تھا' اب کسی ایک مرحلے پر رک جانا انتہائی حماقت کی بات تھی۔

اب ثریا نہ سہی ویلینا سہی' اور ویلینا نہ سہی تو کوئی اور۔ کوئی اور ویلینا فی الوقت میری ساتھی تھی اور اسٹیمر اپنی منزل کی طرف رواں دواں۔

رمیش کا کوئی پتا نہیں تھا' یقیناً وہ ان تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مصروف راضی ہوگا۔ میں اسے ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے زندہ تھا اور اسے زندہ ہی رہنا چاہیے تھا۔

میرے جیسا کوئی روگ اس کے ذہن کے ساتھ نہیں تھا اور یہ اچھی بات تھی۔

دیر تک میں ویلینا سے گفتگو کرتا رہا۔ اس کے باتیں کرنے کا انداز بے حد دلکش تھا۔ تب میں نے ویلینا سے کہا۔

''ویلینا ایک بات بتاؤ۔''

''جی۔''

''اگر تمہیں وہاں روک لیا جاتا۔''

''اوہ۔ خدا کی پناہ۔ میں اپنی صورت بگاڑ لینا پسند کروں گی' لیکن وہاں......توبہ توبہ۔'' اس نے دونوں کان پکڑ لیے۔

''ثریا کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی ویلینا۔''

''میں نہیں کہہ سکتی رنجیت' لیکن وہ اس مصیبت میں پھنس گئی ہے اور مجھے اس کے لیے افسوس ہے۔''

''بہر صورت یہ تو زیادہ ہے' میرا مطلب یہ ہے کہ کیا گروہ میں لڑکیوں کی صرف یہی حیثیت ہے کہ سربراہان جس طرح چاہیں استعمال کریں۔''

''نہیں یہ بات نہیں ہے' ثریا سے درخواست کی گئی ہوگی کہ وہ گروہ کے مفاد میں یہ بات تسلیم کر لے۔''

''فرض کرو ان میں سے کسی شخص کو اگر غلام بنانے کی کوشش کی جاتی تو وہ تیار ہو جاتا۔''

''ہاں یقیناً' کیوں نہیں۔''

''ہوں تو یوں کہو کہ صورت حال ہی مختلف ہے۔''

''ہاں' بہر صورت ہمیں بعض اوقات ایسے معاملات ذہن میں رکھنا ہوتے ہیں جو ہمارے لیے غیر متوقع ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ان سے گزرنا تو ہوتا ہی ہے۔''

ہم دونوں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے تب میں نے رمیش کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جسے اس نے خدا حافظ کہا اور میرے پاس آ گیا۔

''ہیلو پتا جی کیا ہو رہا ہے۔''

''کچھ نہیں۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا اور آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔

بقول ویلینا کے ہندوستانی شخص پرکاش کمار ورما کا مال جو اس جزیرے پر موجود ہے جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں سے لے جا کر اسپین پہنچانا ہے' میرے پتا جی کا مال......اور میرے ذہن میں خطرناک منصوبے بننے لگے۔ ظاہر ہے پتا جی کا مال' اور پتا جی اس طرح میرے شکنجے میں آ رہے تھے اور اس موقع کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میرا ذہن کافی دیر انہی معاملات میں الجھا رہا۔ میں نے نہ تو ویلینا کی طرف توجہ دی اور نہ ہی رمیش کی طرف۔ پتا جی کو

گہری چوٹ دینے کا ایک خوبصورت موقع نصیب ہوا تھا اور اتنی جلد کہ میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

ویلینا مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گئی اور میں دوبارہ اپنے خیالات میں گم ہو گیا' اسٹیمر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

☆☆☆

اسٹیمر کے کیبن میں' میں نے رمیش سے گفتگو کی' رمیش پر خیال انداز میں میری جانب دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

''کوئی خاص بات ہے پتا جی؟''

''ہاں رمیش' میرا خیال ہے ہماری یہ پہلی منزل' ہمیں کامیابی کی جانب سے جاری ہے؟''

''میں سمجھا نہیں پتا جی۔'' رمیش نے کہا۔

''رمیش......! ویلینا سے مجھے ایک خاص بات معلوم ہوئی ہے۔''

''وہ کیا پتا جی......؟ ویسے لڑکیوں سے تو ہمیشہ ہی خاص باتیں معلوم ہوتی ہیں۔'' رمیش نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

''سنجیدگی اختیار کرو رمیش۔'' میں نے کہا۔

''ہاں ہاں بالکل سنجیدہ ہوں پر پتا جی' لیکن بات کیا ہے۔'' رمیش نے کہا۔

اور میں رمیش کو ویلینا کی بتائی ہوئی تفصیل بتانے لگا۔ وہ بڑے غور سے میری باتیں سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی تجسس اور جوش کے آثار تھے پھر وہ بولا۔

''تو کیا سوچا ہے تم نے بھیا؟''

''رمیش بہت کچھ کرنا ہے ہم لوگوں کو؟''

''مثلاً کیا؟''

''اس بار اسٹیمر جب جزیرے پر رکے گا تو تمہیں ہمارے درمیان میں سے غائب ہو جانا ہے......!''

''مجھے............؟''

''ہاں؟''

''ٹھیک ہے مگر مجھے کرنا کیا ہوگا۔'' رمیش نے پوچھا۔

''تم انٹرپول سے رابطہ قائم کرو گے۔'' میں نے جواب دیا اور رمیش کے چہرے پر سرخی نظر آنے لگی۔

''اوہ......اس کا مقصد ہے' لیکن بھیا' اس دوران تم کیا کرو گے۔ میرا مطلب ہے میری گمشدگی کے بارے میں۔''

''رمیش کوئی نہ کوئی ترکیب تو سوچنی ہی چاہیے' ویسے میرا خیال ہے یہ کام مشکل نہیں ہے؟''

''مگر انٹرپول سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہمیں کیا کرنا ہے؟''

''انتہائی ہوشیاری سے اس وقت کا انتظار' جب مال اسٹیشن سے باہر ہو جائے اور ہم اسپین کی جانب چل پڑیں' جس انداز میں بھی ہم لوگ سفر کریں' تم ہمارے پیچھے رہنا میرا خیال ہے فوری طور سے تم انٹرپول سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہمارے پیچھے لگ جانا۔ پھر جب مال وصول کیا جائے تم اپنا کام دکھا دینا۔''

''میں سمجھ رہا ہوں بھیا......'' رمیش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''مگر بھیا بڑی خطرناک سچویشن ہو جائے گی' کیا تم میری غیر موجودگی کو سنبھال سکتے ہو؟''

''ہاں......''میں نے جواب دیا۔''اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کریں گے؟''

''ٹھیک ہے بھیا.............!''

اور میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

یہ صورت حال میرے لیے کافی دلکش تھی اور میرے بدن میں سستی اور اینٹھن ہو رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح اپنی اس اسکیم میں کامیاب ہو جاؤں اور اس کے بعد اپنے پتاجی کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاؤں اور کہوں۔

دیکھا پتاجی یہ تھا میرا انتقام......میرے دل کی عجیب حالت تھی۔ شدید سنسناہٹ تھی اور میں اس بارے میں سوچ رہا تھا۔

بہر حال میں اپنی تنہائیوں میں واپس آ گیا' مجھے شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ یہاں سے رُوپا سے رابطہ قائم کروں' چنانچہ میں نے اسے پکارا۔

''رُوپا۔''

''رُوپا۔''

''رُوپا کیا تم میری آواز پر میرے نزدیک آ سکتی ہو؟''

''کیوں نہیں پران ناتھ......'' مجھے رُوپا کی آواز سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ میرا دل مسرت سے بھر گیا تھا۔ اوہ۔ کتنے سہارے کتنی آسانیاں حاصل تھیں مجھے۔

''رُوپا کیا تم اس صورت حال سے واقف ہو؟''

''تمہارے ساتھ جو بھی واقعہ پیش آتا ہے سندر ناتھ میں کیا اس سے ناواقف رہتی ہوں۔''

''پھر تم مجھے مشورہ دو۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''تم نے جو فیصلہ کیا ٹھیک کیا۔''

''یعنی......؟''

''تم اپنے پتاجی کا کال مال پکڑوانا چاہتے ہو نا؟''

''ہاں' رُوپا...... یہ میرا انتقام ہوگا۔''

''ٹھیک ہے مجھے۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے' ہاں ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ تم اس میں کامیاب ضرور ہو جاؤ گے۔''

''اوہ رُوپا...... کیا یہ حقیقت ہے؟''

''ہاں پران ناتھ۔''

''تو کیا جو کچھ میں نے سوچا ہے اس پر عمل کر لوں۔''

''ہاں بے دھڑک......''رُوپا نے جواب دیا۔

''لیکن رُوپا میری ایک مہم ختم ہونے کے بعد دوسری مہم اب تک جاری رہے گی؟''

''میں نہیں سمجھی میرے سندر شیام؟''

''تم مجھے کب حاصل ہو گی؟''

''میں تو تمہارے من مندر میں ہوں۔ جب پکارو گے آ جاؤں گی۔''

''میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کر لینا چاہتا ہوں۔''

''یہ باتیں بعد کی ہیں پران ناتھ' میں تم سے دور کب ہوں۔ رہا میرے قریب آنے کا سوال تو اس کے لیے میں تمہیں اس وقت بتاؤں گی۔ جب تم اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ گے...... ''رُوپا نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے رُوپا' اس کام کے خاتمے کے بعد سارے سنسار میں صرف مجھے تمہاری ضرورت رہ جاتی ہے۔ اگر تم مجھے نہ ملی تو میں بھی جی کر کیا کروں گا۔ رُوپا...... میرا رہے گا ہی کون......؟''

''تمہاری میں ہوں پران ناتھ...... تم چنتا کیوں کرتے ہو۔''رُوپا نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

''اب میں جاؤں؟''اس نے پوچھا۔

''رُوپا میری باتوں پر غور ضرور کرنا۔''

''کیوں نہیں...... کیوں نہیں...... اچھا......''رُوپا نے کہا اور پھر مجھے اس کے لباس کی سرسراہٹ دور ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی' رُوپا نے مجھے کامیابی کی خوشخبری سنائی تھی اور یہ خوشخبری میرے لیے بہت دلکش اور بہت دلچسپ تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ میں نے سوچا ہے اس پر عمل کروں گا۔ اسٹیمر اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ میں اپنے مسکن سے باہر نکل آیا اور اسٹیمر کی ایک ریلنگ سے آ لگا۔

بینو نظر آ گیا۔ وہ میری طرف ہی آ رہا تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔''ہیلو ماسٹر تنہا کھڑے ہو؟''

''ہاں بینو۔''

''کیسا لگ رہا ہے سفر؟''

''بس ٹھیک ہے۔''

''ہم لوگوں کی تو زندگی یہی ہے۔ سفر اور ہنگامے......''بینو نے کہا۔

''کبھی اکتاتے نہیں ہو بینو؟''میں نے سوال کیا۔

''اکتائیں تو کریں کیا ماسٹر اس لیے اس میں خوش رہتے ہیں۔ تم بھی عادی ہو جاؤ گے۔ زیادہ دن نہیں لگیں۔ ویسے ایک بات ہے۔''

''کیا؟''میں نے پوچھا۔

''تھوڑے دن کے بعد جب تم اس زندگی کے عادی ہو جاؤ گے تو' یہ زندگی ہمیں عام زندگی سے دلکش معلوم ہو گی۔ کیونکہ اس میں تبدیلی ہے' تیزی ہے۔'' بینو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ بینو آگے بڑھ گیا تھا۔ جزیرہ نہ جانے کتنی دور تھا ابھی اس کے بارے میں کوئی معلومات بھی نہیں تھیں اور میں جلد بازی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ رمیش نے اور میں نے اس موضوع پر کوئی گفتگو بھی نہیں کی۔ البتہ میں کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا تھا جس سے کام عمدگی سے بن جائے اور ان لوگوں کو شبہ بھی نہ ہو سکے۔

اور پھر ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔ میں رمیش سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہو گیا اور پھر میں نے اسے جا لیا۔

''رمیش؟''

''مہاشری پتا جی۔''رمیش کھلنڈر موڈ میں تھا۔

''کیا بات ہے' بہت خوش ہو۔''

''مراد ہے شیام۔ داد ہے شیام۔ بھگوان ہماری بھی سنتا ہی رہتا ہے۔''رمیش نے جواب دیا۔

''اوہ۔ پھر سن لی ہے کیا؟''

''ہاں پتا جی۔ اور خوب سنی ہے۔''

''کون......؟''

''سوشیلا......دی گریٹ......یار پتاجی......کیا شے ہے۔ ارے مرتی ہے اپن پر۔''

''بس بس۔ اب تم تفصیل بتانے نہ بیٹھ جانا۔ صرف آج عیش کرلو۔ کل سے تمہیں مصروف ہوجانا ہے۔''

''اوہ۔ بس۔ اس سے کس کافر کوانکار ہے سارے کام بعد میں اور پتاجی کا حکم سب سے پہلے۔'' رمیش مستعدی سے بولا۔

''میں نے ایک ترکیب سوچ لی ہے۔''

''ارشاد......ارشاد......''

''رمیش۔ میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو ذرا برابر بھی شک ہوسکے۔''

''کس سلسلہ میں بھیا؟''

''تم اسٹیمر سے غائب ہوگئے تو کیا انہیں شبہ نہ ہوگا۔''

''یقیناً''

''میں اسی سلسلہ میں سوچ رہا تھا۔ بالآخر ایک ترکیب میری سمجھ میں آرہی تھی۔''

''کیا؟'' رمیش نے پوری دلچسپی سے پوچھا۔

''تم بیمار ہوجاؤ''

''واہ رے شیام......'' رمیش نے دونوں گال پھلالیے۔

''جزیرے میں پہنچ کر اگر اچانک بیمار ہوگئے تب بھی کسی کو شک ہوسکتا ہے۔ اس لیے پہلے ہم یم مارو۔''

''اچھی ترکیب ہے!'' رمیش نے گردن ہلائی۔ ''لیکن بیماری کون سی ہوگی بھیا میرا مطلب ہے ان پر اظہار کس طرح کیا جائے۔''

''کوئی ہو......اور یہ ایسی چیز ہے کہ کسی کو نظر تو آسکتی نہیں۔''

''آہاہا......پھیپھڑوں کا درد......یا اس کے آس پاس۔ لیکن بھیا۔ اسٹیمر میں ڈاکٹر موجود ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''کڑوی کسیلی دوائیں اور انجکشن۔'' رمیش برا سا منہ بنا کر بولا۔

''لیکن یہ ضروری ہے رمیش۔''

''ٹھیک ہے بھیا کروں گا؟''

''تم شدید تکلیف کا اظہار کرتے رہوگے۔ ویسے بھی میرا خیال ہے کہ سامان لینے کی وجہ سے اسٹیمر کافی دن رکے گا۔ اس دوران تم اپنا کام انجام دے سکتے ہو؟''

''لیکن وہاں پہنچ کر۔ میرا مطلب ہے جزیرے پر کوئی اسپتال تو ہوگا ہی۔''

''اوہ۔ تو پھر؟''

''تمہیں اسپتال پہنچانا میرا کام ہے۔''

''اور اگر اسپتال ہی نہ ہوا تو۔''

''تب بھی تم اسٹیمر پر نہ رہوگے۔ کیونکہ تمہیں وہاں جھٹکے لگیں گے اور پھر یہ ممکن نہیں کہ یہاں اسپتال ہی نہ ہو۔ وہاں سے نکل جانا تمہارا کام ہوگا۔''

''اوکے باس۔'' رمیش نے گردن ہلادی۔

اس پروگرام کے بعد میں کافی حد تک مطمئن ہوگیا۔ بہر حال اس کے بعد تمام وقت میں نے اسی غور وخوض میں گزارا۔ میں نے اس اسکیم کے ہر پہلو پر غور کرلیا تھا اور اس کے تانے بانے درست کر رہا تھا۔

پتاجی پر ایک ضرب کاری لگ جائے۔ اس کے بعد دوسرا کوئی پروگرام ترتیب دیا جائے گا۔

بالآخر رمیش نے اپنا کام شروع کر دیا۔ رات اس نے نہ جانے کہاں گزاری تھی۔ لیکن صبح سورج ٹھیک سے نکلا بھی نہیں تھا کہ ایک آدمی گھبرایا ہوا میرے کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا اور اس نے زور زور سے دستک دی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''اوہ......وہ جناب......مسٹر رمیش آپ کے دوست۔''

''کیا ہوا رمیش کو؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''اچانک سخت بیمار ہوگئے ہیں۔''

''ارے کب سے؟''

''ان کی بہت بری حالت ہے۔ مسٹر بیرن نے آپ کو طلب کیا ہے۔'' اس شخص نے گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیا اور میں بھی اسی طرح اس کے ساتھ چل پڑا۔ بیرن اور دوسرے کئی افراد اس کے گرد جمع تھے۔

اور رمیش۔ وہ تو کمینے پن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا لہٰذا ایسا ڈرامہ کیا تھا کہ بس۔ میں نے بھی تشویش زدہ شکل بنالی۔

''اوہ مسٹر رنجیت، انہیں کیا ہوگیا؟''

''معلوم نہیں کیا بتا رہا ہے؟''

''کہتے ہیں سخت درد ہے کیا اس سے قبل بھی یہ کسی مرض میں مبتلا رہ چکے ہیں؟'' بیرن نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

''میرے علم میں نہیں ہے حالانکہ میں طویل عرصے سے اس کا دوست ہوں۔''

''اوہ۔ ڈاکٹر آ گیا۔ براہ کرم لیٹ جائیں۔'' کسی نے کہا۔ اسٹیمر پر موجود ڈاکٹر رمیش کی دیکھ بھال کر رہا تھا اور پھر رمیش بے چارے کو دو انجکشن برداشت کرنا پڑے۔

''میں نے انہیں سلانے کا انجکشن دے دیا ہے بس انہیں آرام کرنے دیں۔''

''لیکن چکر کیا ہے ڈاکٹر؟''

''ابھی تشخیص نہیں ہو سکی۔ اچانک دورہ اٹھا ہے بہر حال میں کوشش کروں گا کہ انہیں دوبارہ تکلیف نہ ہونے پائے۔''

میں نے رمیش کی شکل دیکھی۔

''ہائے پتاجی......مروادیا نہ......اب میں سوتا رہوں گا'' رمیش نے اردو میں کہا تھا اور یہاں اُردو داں کوئی نہیں تھا۔

''کوئی حرج نہیں ہے میری جان۔ اس طرح چیخنے چلانے سے بھی بچوگے'' میں نے ہمدردانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''ہائے جلدی ہوگئی۔ یہ کام دوپہر کے بعد بھی شروع ہو سکتا تھا اگر کھانا بند ہوگیا تو کیا ہوگا؟''

''رمیش ڈیئر۔ وقفہ زیادہ طویل نہ ہوگا۔''

''ہائے میری لوسی......'' رمیش پھر کراہا۔

''کیوں اسے کیا ہوا؟''

''سو رہی تھی سینے میں منہ چھپائے۔ میں نے دھاڑ ماری تو بستر سے چھلانگ لگادی۔ دوسری دھاڑ ماری تو باتھ روم میں جا گھسی تیسری بار تو باتھ روم سے بھی نکل بھاگی۔ وہ سمجھی میں پاگل ہو گیا۔''

ضبط کرنے کی کوشش میں پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔ واقعی کم بخت ہے۔ بہرحال پھر اس کی آنکھوں میں غنودگی ابھر آئی اور گہری نیند سو گیا۔

لیکن پورے سفر میں جب بھی اسے ہوش آیا چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ ''ہائے کھانا مروا دیا پتا جی۔''

رات کو میں نے اسے چھپا کر کچھ کھلا دیا۔

پھر بیرن نے بھی کہا...... ''صبح آٹھ بجے تک ہم جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔ میں مسٹر رمیش کو...... اسپتال میں داخل کرا دوں گا۔''

''کیا یہاں کوئی اچھا اسپتال ہے؟''

''بہترین ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔''

''میں اس کے لیے، بہت پریشان ہوں۔ اس طرح آپ کو بھی تکلیف ہوئی ہے۔''

''اوہ نہیں۔ مسٹر رمیش کو آرام آ جائے۔ آخر اب وہ ہم میں سے ایک ہیں۔'' بیرن نے ہمدردی سے کہا۔

''مجھے خطرہ ہے اس کی وجہ سے آپ کو دیر نہ ہو جائے۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ آپ کا پروگرام ڈسٹرب نہ ہو۔''

''اوہ۔ یوں بھی یہاں کئی روز لگیں گے۔ میرا خیال ہے کم از کم دس بارہ دن اور اس دوران مسٹر رمیش ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''ہاں یقیناً۔'' میں نے کہا۔ اور پھر بیرن مجھے تسلیاں دے کر چلا گیا۔ ویلینا میرے ساتھ تھی۔ وہ بھی اظہار ہمدردی کرتی رہی تھی۔

رات گزری اور صبح ہو گئی۔ دور سے میں نے بھی جزیرے کی بندرگاہ دیکھ لی تھی۔ اچھا خاصا شہر تھا۔ بہت عمدہ عمارتیں تھیں۔ اسٹیمر کو بندرگاہ کے ایک خاص حصے میں لنگر انداز کیا گیا تھا۔

اور پھر ضروری کارروائیاں ہونے لگیں۔ درحقیقت ان لوگوں کے یہاں بھی کافی اثرات تھے۔ کوئی ایسی بات نہ ہوئی جس سے ان کو الجھن ہوتی۔ بے چارے بیرن نے فوری طور پر اسپتال سے ایمبولینس طلب کر لی تھی اور رمیش کو ایمبولینس میں اسپتال لے جایا گیا۔ میں بھی اسی کے ساتھ گیا تھا۔

''اب کیا ہوگا پتا جی!'' رمیش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''بس تمہارا کام شروع میں تمہارے ساتھ نہیں رکوں گا۔'' میں نے کہا اور رمیش کو کرنسی کی اچھی خاصی تعداد دی تاکہ وہ اپنا کام جاری رکھ سکے۔

''پھر کب اور کہاں ملیں گے پتا جی؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں رمیش اب یہ تمہاری ذہانت پر ہی ہے کہ تم کس طرح کام سرانجام دینے کے بعد مجھ سے ملو گے۔''

''اچھا پتا جی۔ پھر رمیش کو چھوڑ کر دیکھو۔'' رمیش نے طویل سانس لے کر کہا۔ ڈاکٹروں نے اس پر فوری توجہ دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں یہاں سے واپس چل پڑا اور بندرگاہ پہنچ گیا۔ یہاں ویلینا میری منتظر تھی۔

''میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی مسٹر رنجیت' ہمارے لیے ہوٹل اسپائرو میں انتظام کیا گیا ہے۔'' ویلینا نے کہا۔

''اوہ بقیہ لوگ جا چکے ہیں۔''

''ہاں میں آپ کا انتظار کرنے کے لیے رہ گئی تھی۔''

''چلیں!'' میں نے پوچھا۔

''چلیے۔'' ویلینا بولی اور ہم پیدل ہی چل پڑے۔ مجھے تعجب ہو رہا تھا لیکن اسپا رُوز زیادہ دور نہیں تھا' اس لیے میری حیرت رفع ہوگئی۔ خوبصورت ہوٹل تھا اور اس جزیرے کی تو بات ہی نرالی تھی اچھا خاصا بڑا تھا لیکن اس کے باوجود یہاں اتنی خوبصورت عمارتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر یہ ہوٹل دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پیرس یا نیویارک کی کسی عمارت میں داخل ہو گئے ہوں۔

یہاں تنہا ہم ہی نہیں تھے۔ اسٹیمر کے عملے کے دوسرے افراد بھی تھے۔ ویسے مجھے ان لوگوں کی پہنچ پر تعجب ہو رہا تھا' کتنی شان سے کام کرتے تھے۔

ویلینا میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی۔

''کیا مطلب ویلینا۔'' میں نے تعجب سے کہا اور ویلینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں نہیں سمجھی!'' ویلینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے تم......؟''

''آپ کے ساتھی تو بیمار ہیں۔''

''ہاں......پھر......''

''آپ تنہا رہیں گے؟۔''

''اوہ تو تم میرے ساتھ رہو گی؟۔''

''ہاں۔ میں نے مسٹر بیرن سے اجازت لے لی ہے۔'' ویلینا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

ایک لمحے کے لیے تو دل چاہا کہ کہہ دوں بیرن کی نصیحت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مجھ سے بھی پوچھا۔ لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ ممکن ہے اب بھی میری نگرانی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہو......اور ویلینا کی یہاں موجودگی اسی سلسلہ کی کڑی ہو۔ اس لیے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے ان لوگوں کو شبہ کا موقع مل سکے' چنانچہ اس نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

ویلینا مجھ سے چپک گئی تھی۔ جہاں جاتا ساتھ جاتی۔ ویسے مجھے بھی کوئی خاص کام نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ اسپتال چلے جانا پڑتا تھا۔ رمیش ابھی نہیں نکل سکا تھا۔

ویلینا کی موجودگی میں اردو میں گفتگو ہوتی تھی۔ یہاں آئے ہوئے تیسرا دن تھا۔

''کیا صورت حال ہے رمیش؟''

''بالکل ٹھیک۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''ہم کب شروع کر رہے ہو؟''

''کام شروع ہو چکا ہے پتا جی۔''

''کیا مطلب؟'' میں چونک پڑا۔

''رمیش نے صورت حال میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی ہے۔''

''ارے یار کیا بکواس کر رہا ہے۔ مجھے بتا تو سہی۔''

''سچ بتاؤں پتا جی۔ اگر میں اسپتال سے غائب ہو جاؤں تو کیا اس بارے میں انہیں......پتا نہیں چلے گا؟''

''ظاہر ہے یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''تشویش ہو گی انہیں۔''

''ہو گی؟''

''بس تو میں نے حل نکال لیا ہے۔''

''کیا رمیش؟''

''ارے تم نے دیکھا۔ یہ لڑکی ہمیشہ تمہارے ساتھ آتی ہے۔ میں کبھی اسے دیکھ کر جلا' ورنہ دوسری صورت میں تو میں جل بھن کر کباب ہو چکا ہوتا۔''

''اس کی وجہ کیا ہے؟''

''زبیں۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''بہت خوب۔ لیکن تم بہت گول مول باتیں کر رہے ہو رمیش۔''

''بات ہی ایسی ہے پتاجی۔ آپ نے...... جس راستے پر کھڑا کیا تھا۔ یہاں میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوں۔''

''تیر کیا مارا ہے۔ اب منہ سے تو پھوٹو۔''

''بس ان سے یاری گانٹھ لی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں مقامی ایک بھی نہیں ہے۔ چنانچہ انہیں مقامی معاملات سے دلچسپی بھی نہیں ہے میں جب چاہتا ہوں' یہاں سے نکل جاتا ہوں۔ چنانچہ باہر نکل کر کئی کام کر آیا ہوں۔ اس سے زیادہ تفصیل مناسب نہیں ہو گی۔''

''صورت حال امید افزا ہے؟''

''سو فیصد۔''

''کس طرح؟''

''ایک جواب موصول ہوا ہے۔ کوئی آ رہا ہے اور میں اس سے ''لنگو'' میں ملاقات کروں گا؟''

''اوہ گڈ رمیش۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے واقعی کام کیا ہے۔''

''ہاں پتاجی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بیکار ہوتے جا رہے ہو۔''

''کیوں؟''

''یہ لڑکی جونک کی طرف تم سے چمٹ گئی ہے۔''

''میں خود بھی بور ہو گیا ہوں یار...... مگر بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اب کب ملاقات کریں گے۔''

''کل آؤں گا؟''

''او کے......'' رمیش نے کہا اور پھر میں یہاں سے اٹھ آیا۔ ویلینا ہماری گفتگو سے خاصی بور ہو رہی تھی۔ باہر نکل کر ہم اسپائروکی طرف چل پڑے۔ راستے میں اس نے مجھ سے کہا۔

''تم لوگ اپنی مادری زبان میں گفتگو کرتے ہو۔''

''ہاں۔''

''میری سمجھ میں تو بالکل نہیں آتی۔''

''ضروری تو نہیں ہے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' ویلینا بولی۔

''ہماری گفتگو سننا ضروری ہے کیا؟۔''

''اوہ نہیں لیکن......!۔''

''براہ کرم حدیں عبور کرنے کی کوشش نہ کیا کرو۔'' میں نے بدستور خشک لہجے میں کہا اور ویلینا سنجیدہ ہوگئی...... میں نے کام شروع کر دیا تھا۔ رات کو بھی میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ یہاں بہت سے غیر ملکی تھے۔ ان میں لڑکیاں بھی تھیں اور ایک لڑکی سے دوستی کرنے میں ذرا بھی دقت پیش نہیں آئی۔ میں نے کھانا بھی اس کے ساتھ ہی کھایا اور رات بھی اسی کے ساتھ گزاری' دوسرے دن میں دوپہر تک اپنے کمرے میں نہیں گیا۔

پھر دوپہر کے بعد کمرے میں پہنچا تو ویلینا سامان سمیت غائب تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پہلی ہی کوشش کامیاب ہوئی تھی۔ میں نے سکون کی سانس لی اور پھر رمیش سے ملنے گیا۔

رمیش حسب معمول تھا۔ آج اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''سارے کام آسانی ہو رہے ہیں...... انٹرپول کے نزدیک کے ملک کے سربراہ ہیڈلک سے میری فون پر بات ہوئی تھی اور میں نے گول مول انداز میں اسے اشارے دیئے ہیں۔ آج رات کو وہ پہنچ رہا ہے۔ اس نے بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔''

''خوب...... رمیش تم بہت پھرتیلے نکلے۔ مجھے تم سے اتنی توقع نہیں تھی۔'' میں نے اس کی کوشش کو سراہتے ہوئے کہا۔

''بس پتا جی کی دعائیں چاہئیں' تمہیں سول رہی ہیں۔ اب باقی رپورٹ کل دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''ادھر کیا ہو رہا ہے۔''

''خاموشی ہے۔ رمیش۔ میں دیکھ رہا ہوں کوئی سرگرمی نہیں ہے۔''

''کیا ان لوگوں نے ہمیں نظر انداز کر دیا ہے۔''

''میرا خیال ہے ایسی بات تو نہیں ہے۔''

''کیسے اندازہ لگایا؟'' رمیش نے پوچھا۔

''اسپائرو میں تنہا میں ہی نہیں ہوں۔ دوسرے لوگ بھی ہیں اور سب کے سب مست ہیں' عیش کر رہے ہیں۔''

''اوہ تب تو ٹھیک ہے۔'' رمیش نے جواب دیا۔ پھر بولا۔

''ایک بات بتاؤ بھیا۔''

''ہوں۔''

''رات کو ہیڈلک سے ملاقات میں اگر تم بھی ساتھ رہو تو کیا حرج ہے۔'' رمیش نے کہا اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ رمیش یہ مناسب نہ ہوگا۔''

''کیوں؟''

''رمیش ہمیں پوری صورت حال پر نگاہ رکھنا ہوگی۔ کبھی بھی کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ انٹرپول کا کردار بھی دیکھنا پڑے گا۔ اس کو یہ بھی اندازہ نہیں ہے کہ مقامی لوگ اس سلسلہ کو کہاں تک جانتے ہیں۔''

''اوہ۔ میں سمجھ رہا ہوں بھیا۔''

''ایسی صورت میں ہم سب سے ایک کو ضرور آزاد رہنا چاہیے۔''

''بالکل ٹھیک۔ ویسے میرا خیال ہے......'' رمیش پر خیال انداز میں خاموش ہو گیا۔

''ہاں کہو۔''

''انٹرپول اس سلسلہ میں صاف ہو گی۔''

''ہاں۔ مجھے بھی یہی امید ہے......لیکن بات انٹرپول کی نہیں ہے۔ انفرادی طور پر کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔''

''او کے بھیا۔''

''اچھا اب میں چلتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر رمیش کے پاس سے اٹھ کر آیا۔ میرا رخ ہوٹل ہی کی طرف تھا۔ لیکن نہ جانے میرے دل میں کیا خیال آیا کہ میں نے بندرگاہ کی طرف رخ کر لیا۔ اب ویلینا تو ساتھ تھی نہیں کہ کسی الجھن کا سامنا کرنا پڑتا۔ چنانچہ میں آزادی سے یہاں پہنچ گیا۔

لیکن یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ ہمارا اسٹیمر یہاں موجود نہیں تھا۔ میں الجھن میں پڑ گیا۔ سیکڑوں خیالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔

لیکن اس وقت ایک ایسے چہرے پر نگاہ پڑی جسے دیکھ کر میں خوش ہو گیا۔

یہ بینو تھا......میرا مرید۔ بینو نے بھی مجھے دیکھ لیا اور لپکتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

''اوہ۔ ماسٹر......اوہ ماسٹر خیرت سے ہو؟''

''ہاں بینو......تم سناؤ؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں ماسٹر' خوش ہوں۔''

''بہت خوب۔ آؤ کہیں چل کر بیٹھیں۔ تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو۔''

''ایک پرائیویٹ رہائش گاہ پر ہوں۔ ویسے اس جزیرے پر بوریت کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' بینو نے کہا۔

ہم نے ایک چھوٹے سے اوپن ایئر ریستوران کا رخ کیا تھا۔ میں نے بینو کے لیے شراب کا آرڈر دے دیا اور ہم دونوں شغل کرنے لگے۔

''سناؤ بینو......کیا حالات ہیں؟''

''بس ٹھیک ہیں ماسٹر......بینو ہمیشہ ہی تمہیں یاد کرتا ہے۔''

''اچھا؟''

''ہاں ماسٹر۔ گریٹ فائٹر مجھے یاد ہمیشہ یاد رہتے ہیں اور تمہاری فائٹ......اسے تو میں کبھی نہ بھول سکوں گا۔''

''ابھی تو نے کیا دیکھا ہے بینو۔ ایک آدھ کی پٹائی کر دینا کوئی بڑی بات ہے لطف تو جب ہے کہ پورے گروہ کی مرمت کی جائے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ ماسٹر......ایک آدمی نہیں تھا۔ وہ تو پورا گروہ تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دس دس کو لٹاتے دیکھا ہے تم نے......ہاں تم ایسے ہی ہو......تم واقعی پورے گروہ کی مرمت کر سکتے ہو۔''

بینو نے مشروب کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ایک گھونٹ لے کر کہا۔ ''بینو تم بور ہو گئے ہو یہاں سے۔''

''ہاں ماسٹر......! مزا نہیں آیا۔''

''لیکن کب تک یہاں رہنا پڑے گا؟''

''اب تو کچھ زیادہ ہی وقت لگ جائے گا۔''

''اوہ کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں ماسٹر۔''

''کیا بات ہے؟''

''اسٹیمر واپس چلا گیا ہے۔''

''کہاں؟''

''یہ تو معلوم نہیں ماسٹر لیکن اس کی جگہ دوسرا بڑا جہاز آ گیا ہے جو خالی رہے گا۔'' بینو نے بتایا۔

''اوہ' کیوں؟''

''یہاں سے جو مال جاتا تھا۔ اس میں اچانک اضافہ ہونے والا ہے۔''

''اوہ۔ کب تک؟''

''بہت جلد دوسرا مال...... یہاں پہنچ رہا ہے۔''

''یہ مال تو کسی ہندوستانی اسٹور کا تھا؟'' میں نے کہا۔

''ہاں پرکاش کمار ورما گروہ کا ایک اہم ستون ہے وہ مال لے کر یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے کہنے پر پروگرام میں تبدیلی ہوئی ہے۔''

میرے بدن میں سناٹا آ گیا۔ کیا تقدیر ایک دم مہربان ہوگئی ہے۔ یہ جو حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں ان کا مقصد کیا ہے۔ کامیابی کے امکانات تو یہی نظر آ رہے ہیں۔

''آؤ...... آؤ پتاجی' ممکن ہے فیصلے کا وقت آ گیا ہو۔ ممکن ہے ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے۔'' میں نے دل ہی دل میں کہا۔

''پرکاش کمار ورما کب تک آ جائیں گے بینو؟'' میں نے پوچھا۔

''اس بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''ہوں......'' میں نے کچھ دیر تک سوچا۔ پھر بولا۔ ''بینو ملاقات کرتے رہا کرو۔ میں بھی تنہا ہوں۔ میرا ساتھی اسپتال میں پڑا ہے بے چارہ۔''

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے وہ بیمار ہو گیا تھا۔ اب کیسا ہے؟''

''پہلے سے تو ٹھیک ہے لیکن ابھی اسے کئی دن تک اسپتال میں رہنا پڑے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں ملتا رہوں گا ماسٹر۔ تمہارے قرب سے تو مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔'' بینو نے جواب دیا اور کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ بینو مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا تھا۔

بینو سے جو گفتگو ہوئی تھی' اس نے میرے بدن میں سنسنی دوڑا دی تھی۔ حالات کا یہ موڑ میرے لیے بڑا ہی حیرت انگیز تھا۔ میں تو ایک طویل جدوجہد کا ارادہ رکھتا تھا لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے تقدیر میرے ساتھ تعاون کر رہی ہو...... اور...... بہت جلد میرے لیے کوئی حل نکلنے والا ہو۔

بہرحال میں ہوٹل واپس آ گیا۔ ویلینا نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ میں حالات پر غور کرتا رہا...... یہاں سے جانے کے تو کوئی آثار نہیں تھے۔ اس لیے وقت کافی تھا۔ ہاں جو کچھ ریہش کر رہا تھا۔ بس اس کی اہمیت تھی۔ بہ ظاہر ان لوگوں کو ہماری طرف سے کوئی تشویش نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ویلینا کے بارے میں بھی اب بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ہی میرے ساتھ رکی تھی۔ ورنہ اس طرح نہ چلی جاتی۔ یا پھر اس کے نعم البدل کی کوششیں کی جاتی۔

میں ہوٹل کے کمرے میں آرام سے لیٹ گیا۔ تنہائی اور خیالات کے سوا کچھ نہیں تھا' تب میں نے ایک ترکیب سوچی' پتاجی آنے والے تھے۔

ممکن ہے گروہ کے ایک فرد کی حیثیت سے کبھی ان کے ساتھ ملوں گا۔ اس لیے کیوں نہ غیر محسوس طریقے سے ملنے میں کچھ تبدیلی کی جائے اور یہ فیصلہ بہت عمدہ تھا' جس پر میں نے عمل شروع کر دیا۔ شیو صرف اتفاق سے نہیں بنائی تھی اور کافی بڑھ گئی تھی۔ میں نے بالوں کا اسٹائل بھی بدل لیا اور خود مجھے اپنی شکل میں کافی تبدیلی محسوس ہوئی' لیکن یہ تبدیلی ایسی تھی کہ کسی کو اپنے طور سے احساس بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں مطمئن ہو گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ بینو دوسری صبح پھر موجود تھا۔ سادہ لوح انسان تھا۔ میں نے اس کی پذیرائی کی' بہر حال اس سے اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

دیر تک وہ میرے ساتھ رہا۔ پھر میں نے اس سے رخصت لے لی اور پھر میں برق رفتاری سے اسپتال کی طرف چل پڑا۔

رمیش میرے انتظار میں زرد ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر دانت پیستے ہوئے بولا۔

''بڑا انتظار کرایا پتاجی۔ کانٹوں پر کروٹیں بدل رہا تھا۔ تمہارے انتظار میں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور کہا۔

''کیوں میری جان۔''

''پیٹ کی حالت دیکھو ذرا۔'' رمیش نے پیٹ کھولتے ہوئے کہا۔

''ارے کیا ہوا؟''

''پھول کر کپا ہو گیا ہے۔''

''اوہ کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔ خیر مائی ڈیئر چھوڑو بتاؤ کیا بات ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہیڈ لک آ گیا ہے۔ عمدہ آدمی ہے۔ رات کو میں نے اس سے ملاقات کی ہے۔''

''ونڈرفل۔ کوئی اندازہ لگایا؟''

'مجھے تو صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس سلسلہ میں بڑا گرمجوش تھا۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''کیا کہہ رہا تھا؟''

''کہنے لگا۔ ورلڈ پیس کے سلسلہ میں انہیں معلوم ہوا تھا اور اس پر اپنے طور پر کام ہو رہا ہے انٹر پول اور دوسرے انتظامی محکمے شدید حرکت میں آ گئے ہیں۔ ساری دنیا کو خصوصی ہدایات دی گئی ہیں کہ ورلڈ پیس کے لیے سرگرمی سے کام کیا جائے۔ ہیڈ لک نے کہا کہ اگر اس سلسلہ میں پہلا کارنامہ وہ انجام دے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔''

''وری گڈ؟''

''وہ تو ساری تفصیلات جان لینے کے لیے بے چین تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو تمہارا بھی تذکرہ کر دیا۔''

''اوہ......اپنے بارے میں تم نے کیا بتایا؟''

''اس نے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں۔''

''ہاں۔ لیکن جب میں نے تمہارے بارے میں بتایا تو پھر یہ بھی سوچا کہ اب تمہاری موجودگی میں ہی گفتگو ہونی چاہیے۔''

''ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے جب ہم نے یہ خطرہ مول لیا ہے تو پھر تکلف کیسا۔ ویسے ہیڈ لک سے دوسری ملاقات کے لیے کیا بات ہوئی؟''

''آج رات کو۔''

''کس وقت؟''

''گیارہ بجے۔''

''وہ کہاں قیام پذیر ہے۔''

''ایک انگریز سیاح کی حیثیت سے آیا ہے اور رپن میں قیام پذیر ہے۔''

''ملاقات کی کیا ٹھہری۔''

''رپن ایک پر سکون ہوٹل ہے۔اس کے کمرے میں پہنچنا ہو گا۔''

''تم آسانی سے پہنچ سکو گے۔''

''بالکل......رات کی ڈیوٹی والی مس فلورنس میری حالت سے واقف ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''اسے معلوم ہے کہ میں عورت کے بغیر رات نہیں گزار سکتا۔''

''اوہ۔اس نے خود کو پیش نہیں کیا؟''

''ارے پتاجی۔ کیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''کیوں؟''

''اس کی عمر پینتالیس سال کے قریب ہے۔'' رمیش نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''چلو ٹھیک ہے۔''

''ویسے پتاجی......تم چکر کے لیے نظر آ رہے ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''نہ تو ویلینا نظر آئی ہے نہ تمہارے چہرے پر زندگی......شیو بھی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہ چار دن میں داڑھی کہلائے گی۔''

''اوہ اس کی ایک خاص وجہ ہے لیکن اس کا انکشاف میں ہیڈلک کے سامنے ہی کروں گا۔''

''اوہو کوئی بہت ہی خاص بات ہے؟''

''ہاں۔''

''میرا پیٹ پھر پھول جائے گا۔'' رمیش پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

''بس تھوڑی دیر صبر کر لو۔ویسے میں اپنے حلیے میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ایسی غیر محسوس تبدیلی کہ ان لوگوں کو اندازہ نہ ہونے پائے۔''

''اوہ......'' رمیش نے گردن ہلائی۔ویسے وہ کچھ سمجھا نہیں تھا۔بہر حال رات کا پروگرام طے ہو گیا اور میں رمیش کے پاس سے ہوٹل واپس چلا آیا اور یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ میرے ہوٹل پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد بیرن میرے پاس آیا تھا۔

وہ بڑی گرمجوشی سے مجھ سے ملا۔انداز بے حد دوستانہ تھا۔

''ہیلو رنجیت کیسے ہو؟''

''ٹھیک ہوں مسٹر بیرن۔''

''مجھے معاف کرنا رنجیت۔ اتنا مصروف رہا کہ ملاقات ہی نہ ہو سکی۔''

''اوہ مجھے آپ کی مصروفیات کا احساس تھا مسٹر بیرن۔'' میں نے کہا۔

''کچھ بجھے بجھے نظر آ رہے ہو؟''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔''

''تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟''

''میرا خیال ہے۔ٹھیک ہے۔ایک آدھ دن بعد اسپتال سے واپس آرہا ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''کسی قسم کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پروگرام میں کس قدر تبدیلی ہوگئی ہے۔اس میں ہمیں کچھ وقت لگ جائے گا۔کرنسی کی جتنی ضرورت ہو مطلب کی بات کی جاسکتی ہے اور ہاں......میرا خیال ہے اسپائرو کے ڈریسنگ ہال میں ہی تمہیں بے شمار حسین ساتھی مل سکتے ہیں یہ یہاں عام بات ہے سب کے سب غیر ملکی......خود تمہارے ملک کی بھی بے شمار عورتیں یہاں دولت کمار ہی ہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے۔''

''میرا مطلب یہی ہے کہ تم وہاں جاؤ اور عیش کرو جیسا کہ دوسرے کر رہے ہیں۔''

''میرے لیے کوئی کام تو نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں۔ہم سب بھی آرام کر رہے ہیں۔''

''شکریہ مسٹر بیرن......''میں نے جواب دیا۔بیرن نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر چلا گیا۔

میں جو عیش کر رہا ہوں مسٹر بیرن۔وہ تمہارے بھی عیش کرا دے گا۔بس تھوڑا سا انتظار کرلو۔میں نے دل ہی دل میں کہا اور مسکرانے لگا۔

پروگرام کے مطابق میں ٹھیک گیارہ بجے رپن کے روم نمبر چوبیس پر پہنچ گیا۔گو خود بیرن نے کہا تھا کہ میں عیش کروں اور یہاں کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں نے تعاقب وغیرہ پر نگاہ رکھی تھی۔

کوئی ایسی بات نہیں تھی۔میں نے دروازے پر دستک دی اور اندر سے رمیش کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

''دروازہ کھولو رمیش۔میں ہوں۔''میں نے جواب دیا اور چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔

رمیش کے پیچھے ہیڈلک موجود تھا۔ایک طویل اقامت اور پر رعب......لیکن خوش اخلاق آدمی تھا۔

''میں ہیڈلک ہوں۔''اس نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''میرے بارے میں میرے ساتھی نے بتایا ہوگا۔میرا نام رنجیت پرکاش ہے۔''میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔صرف آپ کا نام معلوم ہوسکا ہے۔''

''باقی باتیں پھر کبھی معلوم ہوجائیں گی۔''میں نے کہا۔

''آیئے تشریف رکھیے......کیا پئیں گے۔''

''میرا خیال ہے تکلف مناسب نہیں ہوگا۔ہم یہاں دوسری کی نگاہوں میں نہ آئیں تو بہتر ہے۔''

''لیکن یہ بد اخلاقی ہوگی۔''

''پھر کبھی کسر پوری کرلی جائے گی۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔''

''کیوں نہ مطلب کی بات شروع کردی جائے۔''

''بہترین ہوگا۔''ہیڈلک نے کہا۔

''رمیش نے آپ کو مختصر تفصیل بتادی ہوگی۔کیا آپ کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ ہمارا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے۔''

''ہاں صرف اس حد تک۔''

''تفصیل میں بتاتا ہوں۔آج سے کچھ عرصہ قبل ہم دونوں پائلٹ' انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ کے طالب علم تھے۔کچھ ذاتی حالات مجھے اس گروہ

کے خلاف لے آئے۔ معاف کیجیے گا۔ کیا آپ کو اس کے بارے میں تفصیلات کا علم ہے؟''

''کافی حد تک۔''

''اس کے سربراہ کا نام جانتے ہیں۔''

''ہاں ہنری تھامس۔''

''مجھے اس سے بھی خلش ہے اور اس گروہ کے ایک بڑے فرد پرکاش کمار ورما سے بھی۔''

''خوب۔''

''شاید آپ کو تعجب ہو کہ وہ شخص میرا باپ ہے۔''

''اوہ۔'' ہیڈلک حیرت سے بولا۔

''جی ہاں بہر حال وہ ذاتی معاملہ ہے۔ میں اور میرا ساتھی اسی نظریے کے تحت اس گروہ میں شامل ہوئے تھے کہ گروہ کو نقصان پہنچائیں گے اور ہم اپنا فرض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔''

''نہ صرف اپنا فرض انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ آپ کی اس کاوش سے میری قسمت بھی چمک جائے گی۔'' ہیڈلک نے کہا۔

''یہ عزت کی بات ہوگی۔''

''لیکن آپ کیا پروگرام رکھتے ہیں۔'' ہیڈلک نے پوچھا۔

''ہم چند روز قبل یہاں پہنچے ہیں۔ پہلے پروگرام تھا کہ ایک اسٹیمر پر یہاں سے مال لادا جائے گا اور اسپین لے جایا جائے گا۔ یہ مال پرکاش کمار ورما کا ہوگا لیکن اب پروگرام بدل گیا ہے۔''

''اوہ۔'' ہیڈلک نے کہا۔ رمیش بھی چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔

''جی ہاں مال کی تعداد اچانک بڑھ گئی ہے اب وہ ایک چھوٹے جہاز پر بار کیا جائے گا مزید مال لے کر مسٹر پرکاش کمار ورما یہاں پہنچ رہے ہیں اس کے بعد یہ مال اسپین جائے گا۔''

''وہ کب تک یہاں پہنچ رہے ہیں۔'' ہیڈلک نے پوچھا

''اس بارے میں صحیح وقت نہیں معلوم۔ لیکن بہت جلد میرا خیال ہے ایک ہفتے سے زیادہ نہیں لگے گا۔''

''ویری گڈ...... بلاشبہ بے حد قیمتی اطلاع ہے اور میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔'' ہیڈلک نے کہا۔

''تو پھر مسٹر ہیڈلک پروگرام کیا رہے گا۔''

''پروگرام...... ٹھیک۔'' وہ تھوڑا رکا۔ پھر بولا۔ ''پوشیدہ طور پر ہمیں کام کرنا ہوگا۔''

''میں نہیں سمجھا؟''

''اس چھوٹی ریاست کے سربراہ سے میرے ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ ان معاملات سے قطعی ناواقف ہوگا۔ لوگ ان لوگوں کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور خود اسے پتا چل جائے کہ اس کی ریاست کو کس طرح بدنام کیا جا رہا ہے تو وہ ان سب کو سولی پر لٹکا دے لیکن ابھی میں اس کی مدد نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے غصے پر قابو نہ پا سکے گا اور بات وقت سے پہلے باہر نکل جائے گی۔''

''ہاں یہ تو ہے۔''

''خیر...... فکر نہ کرو میں ایک بالکل نزدیکی جزیرے پر بندوبست کیے لیتا ہوں۔ بہترین فورس جہاں مستعد رہے گی۔ ہمارے ایک اشارے کی منتظر۔''

''گڈ......'' میں نے کہا۔

''اس کے علاوہ یہاں میں ایک برانچ آفس بنائے لیتا ہوں۔ چند افراد تمہاری مدد کے لیے یہاں موجود رہیں گے۔ دو تین دن تک مجھے بھی باہر رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد میں خود بھی یہاں آجاؤں گا اور تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔ ہاں ایک کام ہو سکے تو کریں......بہتر ہے۔''

''کیا؟''

''ٹھہرو......'' ہیڈ لک اپنے سامان کی طرف بڑھ گیا۔ پھر ایک بریف کیس سے اس نے دو چھوٹے ٹرانسمیٹر نکالے اور ہمارے سامنے رکھ دیے۔

''یہ ٹرانسمیٹر ہیں آپ لوگ انہیں اپنے پاس رکھیں۔ مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہیں۔ یہ بہت چھوٹے ہیں' اس لیے آپ لوگوں کو رکھنے میں بھی دقت نہ ہو گی لیکن ان کی پہنچ کافی ہے اور آپ مجھ سے ہر وقت رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔'' ہیڈ لک نے کہا۔

''شکریہ......بہت اچھا ہوا۔''

''میں آپ کے تعاون کی قیمت نہیں ادا کر سکتا۔ بہر حال یہ میری مدد ہے اور اس کے لیے میں بے حد شکر گزار ہوں۔''

ہیڈ لک نے ٹرانسمیٹر استعمال کرنے کا طریقہ بتایا اور ہم دونوں نے اسے ذہن نشین کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر جیبوں میں ڈال لیے۔

''اب اجازت۔''

''ہاں مجبوری ہے۔ آپ لوگوں کی خاطر نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر ہمیں ابھی تو ہم ساتھ رہیں گے۔''

''یقیناً۔'' میں نے کہا۔ اور پھر ایک ایک کر کے میں اور رمیش ہیڈ لک سے مصافحہ کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ رمیش کے چہرے پہ عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ پیدل میرے ساتھ چلتا رہا۔ اس دوران خاموشی رہی تھی۔ ہم دونوں کچھ سوچ رہے تھے۔ پھر یہ خاموشی طویل ہو گئی۔ تو میں نے رمیش کو کہا۔

''کیا بات ہے رمیش بہت خاموش ہو۔''

''سخت حیرت کا شکار ہو گیا ہوں بھیا؟''

''کیوں؟''

''حالات کس طرح ہمارے حق میں مڑ رہے ہیں۔ پرکاش کمار ورما بھی یہاں آرہے ہیں اور یہاں......ان کے لیے جال تیار ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''ہاں رمیش۔ یہ بھگوان کی کرپا ہے کہ......میں نے ان سے جو کچھ کہا تھا اسے اتنی جلدی عملی جامہ پہنا رہا ہوں۔''

''لیکن رنجیت بھیا۔'' رمیش ہچکچا کر بولا۔

''کیوں......کیا بات ہے؟''

''کیا آپ۔ کیا آپ پرکاش کمار ورما جی سے سارے ناطے توڑ لیں گے۔ کیا آپ کے من کو دکھ نہیں ہوا ہے۔''

''نہیں رمیش۔ ان سے سارے ناطے تو بہت پہلے ٹوٹ چکے ہیں۔ اب تو وہ صرف ایک حیثیت رکھتے ہیں۔''

''کیا؟''

''میری ماں کے قاتل ہیں......اور اپنی ماں کے قاتل سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں ہو گی۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''مگر بھیا۔ آپ کی معلومات بھی لاجواب ہیں۔''

''تقدیر مہربان ہے رمیش۔''

''پھر اب میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''میرا خیال ہے کل تم اسپتال سے واپس آ جاؤ۔ اب ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

اور ریمیش نے گردن ہلا دی۔

پھر میں اپنے ہوٹل واپس آ گیا۔ یہاں بینو میرا منتظر تھا' اس کے چہرے پر تجسس کے آثار تھے۔ جیسے وہ کچھ کہنے کے لیے بے چین ہو۔ مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگا۔

''کہاں چلے گئے تھے ماسٹر؟''

''بس ایسے ہی بینو۔ تنہا ہوں' آوارہ گردی کرنے نکل جاتا ہوں' مگر تم اتنی رات گئے یہاں کیسے؟''

''اگر کوئی اہم اطلاع نہ ہوتی تو تمہیں اس وقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔'' بینو نے کہا۔

''اوہو کوئی خاص بات ہے۔''

''ہاں۔''

''کیا؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''کیا تم ورلڈ پیس کے باس کو جانتے ہو؟''

''ہنری تھامس کو۔''

''ہاں۔'' بینو نے جواب دیا۔

''صرف نام سنا ہے بینو۔''

''باس آیا ہوا ہے۔''

اور میرے بدن میں ایک بار پھر تھرتھری سی دوڑنے لگی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ ہو رہا تھا جس کی میں نے توقع نہیں رکھتا تھا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب ہنری تھامس بھی یہاں آ گیا تھا اور یوں سمجھنا چاہیے کہ میری تقدیر بے پناہ عروج پر تھی اور وہ سب کچھ خود بخود ہوتا جا رہا ہے' جو میں خود چاہتا ہوں' چند ساعت میں خود پر قابو پاتا رہا۔ پھر بینو سے بولا۔

''بڑی دلچسپ اور عجیب بات ہے بینو۔ لیکن یہ بتاؤ باس کب آیا اور وہ کہاں ٹھہرا ہے؟''

''میرا خیال ہے ماسٹر' باس آج ہی آیا ہے' میں نے اسے تھوڑی دیر قبل دیکھا ہے۔''

''اوہو کہاں؟''

''وہ مسٹر جیوش کے مکان پر ٹھہرا ہوا ہے۔''

''خوب...... تمہیں یقین ہے؟''

''یقین نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ماسٹر۔ مسٹر پیرن اور دوسرے تمام لوگ ان کے پاس موجود ہیں۔''

''بہت خوب...... بہر صورت بینو تو واقعی شاندار انسان ہے' تو نے مجھے اطلاع دے کر بڑا اچھا کیا۔ میری بھی خواہش ہے کہ باس کو دیکھوں۔''

''مشکل ہے ماسٹر۔ کیونکہ باس عام لوگوں کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے بینو۔ مجھے باس کی توجہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں تو صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہ بات مشکل نہیں ہے ماسٹر۔''

''مسٹر جیوش کا مکان کہاں ہے؟'' میں نے بینو سے پوچھا۔

''میں تمہیں دکھا سکتا ہوں ماسٹر' تم وہیں پر باس کو دیکھ لیناوہ یہاں آزادی سے گھومتا پھرتا ہے۔''

''ہاں یہ ٹھیک ہے......تو پھر یہ بتا بینو' تجھے کہیں جانا ہے۔''

''کوئی خاص نہیں......کیوں......؟''

''تو پھر کیوں نہ ہم ابھی چلیں؟''

''ابھی......اس وقت......نہیں اس وقت تو ٹھیک نہیں رہے گا ماسٹر کیونکہ جزیرے پر تقریباً سناٹا پھیل چکا ہے ہم لوگ تنہائی میں نکلیں گے تو اچھا نہیں لگے گا کیوں نہ صبح چلیں۔''

''ٹھیک ہے لیکن کیا تو صبح تک میرے ساتھ ہی رہے گا۔''

''ہاں کیا حرج ہے۔تمہارے پاس ہی سو جاؤں گا ماسٹر۔'' بینو نے جواب دیا۔

''او کے بینو۔تب پھر تو آرام کر......صبح کو ساتھ ساتھ چلیں گے۔'' میں نے کہا اور بینو نے گردن ہلا دی۔

رات کو بستر پر لیٹے ہوئے بھی میں اسی بارے میں سوچ رہا تھا بڑی عجیب و غریب کیفیت تھی۔ یہ سب یہاں جمع ہو رہے تھے جن کا میں دشمن تھا اور جنہیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا تھا۔لطف کی بات یہ تھی کہ معاملات میرے لیے بالکل ہموار ہو گئے تھے۔ ہیڈ لک پوری طرح تعاون پر آمادہ تھا اور میرا تجربہ کہتا تھا کہ وہ بالکل صحیح انسان ہے اور غلط کام نہیں کر رہا۔ بہرصورت اس سلسلے میں اب کوئی بہتر قدم اٹھا ہی لینا تھا اور اچھا ہی ہوتا کہ پر کاش کمار ورما بھی آ جاتے۔ کیونکہ ان کا انتظار تو کرنا ہی تھا اور ان کا انتظار کیے بغیر معاملہ مکمل نہیں ہوتا تھا۔ بہرحال بہت سارے خیالات تھے' جو میرے ذہن میں چکرا رہے تھے۔

بمشکل تمام رات کے آخری پہر سو سکا اور صبح کو تقریباً سات بجے بینو نے ہی جگایا تھا۔طبیعت پر بوجھ تھا لیکن بینو کو دیکھ کر سب کچھ یاد آ جاتا۔ ساری کسل دور ہو گئی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ طلب کیا اور پھر بینو کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا۔ بینو بھی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ پیدل ہی نکل گیا تھا۔ میں نے چلتے وقت بالوں کا اسٹائل بدل لیا تھا۔ یہ امکان بھی تھا کہ ہنری تھامس مجھے پہچان لے لیکن اس کے باوجود ضروری تھا۔

راستے سے میں نے ایک خوبصورت چشمہ بھی خرید لیا' اسے آنکھوں پر لگا کر میں نے آئینہ دیکھا اور خود حیران رہ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔

''یہ مسٹر جیوش کا مکان ہے۔''

''خوب......عمدہ مکان ہے۔''

''مسٹر جیوش ہی تو یہاں کے چیف ہیں۔''

''اوہ بات یہ ہے۔''

''ہاں۔''

''لیکن بینو۔ہم باس کو کیسے دیکھیں گے؟''

''انتظار کرنا پڑے گا ماسٹر۔'' بینو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔لیکن یہ انتظار بھی زیادہ دیر نہیں کرنا پڑا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک کھلی کار اس عمارت سے باہر نکلی تھی اور اس میں ایک بھاری بدن کے شخص کے ساتھ تھامس بھی تھا۔ میری آنکھیں اسے پہچان سکتی تھیں۔ اس کے چہرے پر بھی مجھے اپنی ماں کے خون کی جھلک نظر آتی تھی۔

''ماسٹر۔'' اچانک بینو بولا۔

''ہوں۔''

''دیکھا۔''اس نے سرگوشی کی۔

''ہاں بینو۔''میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ویسے اپنا باس اچھا آدمی ہے۔''بینو نے کہا۔میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔طبیعت بھاری ہوگئی تھی۔

ہوٹل پہنچا تو رمیش موجود تھا۔''اوہ رمیش۔خیریت؟''

''ہاں پتا جی۔لڑکیوں سے بچھڑنے کا بہت دکھ ہے۔وہ بے چاریاں بھی اداس ہوگئی تھیں۔''رمیش نے اداس لہجے میں کہا۔

''رمیش ایک ایسی خوشخبری ہے کہ برداشت سے باہر ہورہی ہے۔''

کون سی بھیا۔''

''ہنری تھامس بھی آیا ہوا ہے۔''

''واہ رے۔کہاں ہے۔''

''اس جزیرے پر...... جزیرے پر گروہ کا کاروبار ایک شخص جیوش کے ہاتھ میں ہے وہی تھامس کے اس کاروبار کو کنٹرول کرتا ہے۔''

''غضب کی بات ہے۔میرا خیال مسٹر ہیڈلک کو اطلاع دی جائے۔''

''ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن کہیں ہیڈلک چلا نہ گیا ہو۔''

''اوکے۔''دروازہ رمیش نے بند کردیا اور میں ہیڈلک کے بتائے ہوئے طریقے پر اس سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ہیڈلک کی آواز سنائی دی۔

''ہیڈلک۔''

''اوہ مسٹر ہیڈلک ایک نئی خوشخبری اور سنیں۔''

''کہیے مسٹر رنجیت۔''

''میرا خیال ہے آپ کے سر پر تاج ہی رکھا جائے گا۔ورلڈ پیس کا سربراہ ہنری تھامس بھی یہاں آچکا ہے۔ایک شخص مسٹر جیوش ہے جو خاص طور پر اسمگلروں کا کام سنبھالتا ہے۔تھامس اس کے ساتھ مقیم ہے۔اس سے شاندار موقع نہیں ملے گا مسٹر ہیڈلک۔''

''بیشک...... یہ درست ہے۔ خود میری حالت عجیب ہورہی ہے۔بہر حال اگر ہم اس سلسلہ میں کامیاب ہوگئے تو مسٹر رنجیت۔ آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہ ہوں گے۔''

''کوئی بات نہیں مسٹر ہیڈلک۔اب آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''میں نے اہم جگہوں پر اپنے آدمی بھیج دیے ہیں۔جیوش کے مکان کو بھی ایکسپوز کرلوں گا۔آپ بے فکر رہیں۔''

''باقی اقدامات کی کیا پوزیشن ہے۔''

''آپ کو علم ہے میں کہاں سے بول رہا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں جزیرے پر نہیں ہوں۔''

''ارے پھر کہاں ہیں؟''

''اپنے ہیڈکوارٹر میں......اور آج ہی سارے انتظامات مکمل کر کے اس جزیرے پر آیا ہوں۔''

''اوہ۔تعجب ہے۔''

''میں نے جو انتظامات کیے ہیں، انہیں آپ پسند کریں گے۔''

''مجھے یقین ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ رمیش میرے ساتھ ملا بیٹھا تھا۔ اس نے گردن ہلائی اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

بینو بلاشبہ ایک نعمت ثابت ہوا تھا۔ اتنی اہم خبریں ملی تھیں، اس سے جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ جہاز آ گیا۔

''اور مسٹر رنجیت۔ اس کے ساتھ ہی پرکاش کمار ورماہی بھی آ گئے ہیں۔ جیوش کی خصوصی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہوا ہے۔''

''اوہو تو جیوش کی کوئی خاص بندرگاہ بھی ہے۔''

''ہاں، جہاز تمہیں یہیں سے نظر آ جائے گا۔ جیوش خاص حیثیت رکھتا ہے یہاں پر۔''

''ٹھیک ہے بینو، بڑی اچھی بات ہے۔ بینو۔ ایک بات بتاؤ گے تم؟'' میں نے پوچھا۔

''پوچھو باس۔''

''تمہیں اس گروہ میں کتنا عرصہ ہو گیا؟''

''طویل عرصہ۔''

''یقیناً تمہیں اس سے محبت ہو گی۔''

''محبت...... محبت۔'' بینو ٹھوڑی کھجاتا ہوا بولا۔ ''محبت تو نہیں کہہ سکتے تو رنجیت بس یوں سمجھ لو ایک گزارے والی بات ہے۔ بینو جس قسم کا آدمی ہے اس کے لیے یہ جگہ ہی مناسب ہے۔ یہ نہ ہو گی تو کہیں اور چلا جائے گا، جہاں تک محبت کا مسئلہ ہے تو بینو کو اس قسم کی کوئی محبت نہیں ہے؟''

''ہوں...... اچھا بینو...... تمہارا بہت بہت شکریہ۔'' میں نے جواب دیا اور بینو تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔

رمیش بھی موجود تھا۔ وہ آنکھوں میں عجیب سے تاثرات لیے بیٹھا تھا پھر میں نے ہی اس سے پوچھا۔

''اب کیا پروگرام ہے رمیش جی۔''

''بس رنجیت بھیا۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ میری تو سمجھ ہی کام نہیں کر رہی۔'' رمیش نے کہا۔

''کیوں؟''

''بس میں اس سلسلہ میں بات نہیں کروں گا۔''

''آخر کیوں رمیش؟''

''بھیا معاملہ تمہارے پتاجی کا ہے، اچھا بھی نہیں کہہ سکتا اور برا بھی نہیں کہہ سکتا۔''

''اوہ رمیش اس بات کو ذہن سے نکال دو، معاملہ میری ماتاجی کے قاتل کا بھی ہے، اس ماں کے قاتل کا...... جسے معمولی سی بات پر قتل کر دیا گیا تھا اور اگر قتل کرنے والا میرا باپ ہے تو ایک باپ کو مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی اور نہ مجھے۔'' میں نے کہا اور رمیش گردن ہلانے لگا۔

''ہاں یہ تو تمہارا کہنا ٹھیک ہے پتاجی۔ بہرصورت اب کیا کرو گے؟''

''میرا خیال ہے اب میں ہیڈ لک سے گفتگو کر لوں گا۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا۔''

اور پھر ہم نے ہیڈ لک سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا۔ ہم نے اسے اطلاع دی کہ مسٹر پرکاش کمار ورما بھی پہنچ گئے۔

''بالکل ٹھیک مسٹر رنجیت...... بہرصورت اب ہم نے بھی یہاں پورا پورا انتظام سنبھال لیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ بندرگاہ جس پر جیوش کا چھوٹا جہاز لنگر انداز ہوا ہے اور آج اس میں سامان لادا جا رہا ہے بڑے زور و شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں اور ہمارے آدمی مکمل تیاریاں کر چکے ہیں

اور فوری ایکشن کے لیے فوری طور پر تیار ہیں۔''

''گڈ۔ ہمارا کوئی کام......؟''

''میرا خیال ہے آپ آرام کریں۔ رہے باقی معاملات تو وہ ہم خود دیکھ لیں گے۔''

پھر میں نے رمیش کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''رمیش تم کسی طرح بینو کو اپنے پاس لے آؤ۔''

''بینو کو۔'' رمیش نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں رمیش۔ بینو کو اپنے ساتھ ہی رکھنا اسے بچانا ہے۔''

''اوہ ٹھیک ہے۔'' رالیش نے کہا اور گردن ہلا دی۔ پھر بولا۔ ''تو اسے اسی ہوٹل میں لے آتے ہیں۔''

''ہاں۔''

''تم کہاں جا رہے ہو؟''

''مجھے تھوڑا سا کام ہے رمیش۔'' میں نے جواب اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔

میرے ذہن میں بہت سارے خیالات تھے اور میں ان پر عمل کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں مسٹر جیوش کی رہائش گاہ کے سامنے پناہ گزین ہو گیا۔ میری نگاہیں رہائش گاہ کے گیٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ لمبی سفید کار موجود ہے جس پر بیٹھ کر مسٹر ہنری تھامس کو جانا تھا۔ آج اس عمارت میں خاص گہما گہمی تھی۔ کئی ٹرک جن پر کینوس چڑھا ہوا تھا' سامان سے بھر کر بندرگاہ کی طرف گئے تھے۔

پھر تقریباً شام کو ساڑھے پانچ بجے میں نے ہنری تھامس کو باہر نکلتے دیکھا۔ اس وقت جیوش اس کے ساتھ نہیں تھا' جیوش یقینی طور پر بندرگاہ پر نگرانی کر رہا ہوگا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا۔ ڈرائیور گاڑی کو کوٹھی سے باہر لا رہا تھا اور ہنری تھامس پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ تب میں گاڑی کے سامنے آ گیا اور میں نے ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور نے کار روک دی تھی۔

''اوہ مسٹر تم رہنے دو۔ باس کو میں لے جاؤں گا۔'' میں نے جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟''

''یہ مسٹر جیوش کا حکم ہے۔'' میں نے فوراً جواب دیا اور ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

ہنری تھامس نے منہ سے پائپ نکال کر ایک بار میری جانب دیکھا اور پھر پائپ پینے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی' پھر میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نہایت چالاکی سے اپنا کام کر رہا تھا۔

تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں نے ایک سڑک کا دوشاخہ دیکھا' اس میں سے ایک شاخ بندرگاہ کی جانب جاتی تھی اور دوسری نہ جانے کس طرف مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں نے شاخ کے دوسری جانب گاڑی موڑ دی۔

''ڈرائیور۔'' ہنری تھامس نے چونک کر کہا۔

''یس باس۔''

''اس طرف کہاں جا رہے ہو؟''

''باس مسٹر جیوش نے ہی کہا ہے۔''

''کیوں؟''

''یہ بات مجھے نہیں معلوم باس۔ لیکن انہوں نے ایک مخصوص جگہ پر آپ کو بلایا ہے۔''

ہنری تھامس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں آئینے سے عقب میں دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے ہنری تھامس نے جیب سے پستول نکالا

اور ابھی اس نے پستول سیدھا بھی نہ کیا تھا کہ میں نے اسٹیئرنگ کو ایک جانب سے کاٹ دیا۔ ہنری تھامس بری طرح لڑھک گیا تھا اور یہی موقع میرے لیے کافی تھا۔ میں نے بریک دبائے اور گیئر نیوٹرل کرنے کے بعد ہنری تھامس پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے اس کے پستول والے ہاتھ کو دبوچ لیا تھا۔ مجھ پر شدید درندگی طاری تھی' میں نے سر کی ٹکر اس کے چہرے پر ماری اور وہ بے جان ہو گیا۔

اس طرح میں پستول اس کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا' پستول میں نے قبضے میں کر لیا تھا اور پھر میں نے کار کا دروازہ کھول کر اسے نیچے کھینچ لیا اور گھسیٹتا ہوا دور لے گیا۔ ہنری تھامس اتنا کمزور بھی نہیں تھا لیکن میری ٹکر نے اس کے حواس بگاڑ دیئے تھے اور اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

تب میں نے اسے ایک زوردار دھکا دیا اور وہ نیچے گر پڑا۔

''تھامس مجھے پہچانو۔ مجھے غور سے دیکھو۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔ اور وہ گردن جھٹکنے لگا۔ پھر بولا۔

''تم کون ہو؟''

''تم بتاؤ تھامس تم بتاؤ۔'' میں نے کہا۔

''میں تمہیں نہیں پہچانتا۔''

''میرا نام رنجیت پرکاش ہے۔ پرکاش کمار ورما کا بیٹا۔ مجھے صرف ایک بار بتا دو تھامس۔ کیا تم نے میری ماں کو قتل کیا تھا؟''

''میں نے...... میں اسے کیوں قتل کرتا۔ اسے تمہارے باپ نے قتل کیا تھا۔ وہ جھگڑالو عورت تھی اور پرکاش کمار ورما کو شراب پینے سے منع کرتی تھی۔'' تھامس نے جواب دیا۔

''اور اسے پرکاش کمار ورما نے قتل کر دیا۔''

''ہاں۔''

''لیکن اس کی بنیادوں میں تم بھی تھے تھامس؟ میں کسی بھی شبہ کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔'' میں نے کہا اور پھر میں نے اس کے پستول کی چھ گولیاں اس کے سینے میں اتار دیں۔ مجھے ایک انوکھے سکون کا احساس ہوا تھا۔

تب ہی جانی پہچانی خوشبو مجھے اپنے نتھنوں میں اترتی محسوس ہوئی۔ سر پر رُوپا کی آواز سنائی دی۔

''تمہاری اس کامیابی پر مبارک باد دینے چلی آئی سندر شیام۔ مجھ سے زیادہ آج کون خوش ہوگا۔''

''رُوپا۔ میری زندگی کا ایک اہم کام آج ختم ہو رہا ہے۔ رُوپا اس کے بعد میں اس گندگی میں نہ رہ سکوں گا۔ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہوگی۔''

''جب اپنے کام ختم کر لو۔ تو شملہ کے رام ناتھ کھٹ میں آ جانا میں تمہاری راہ تکوں گی۔''

''رام ناتھ کھٹ؟''

''ہاں میرے من موہن۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔'' رُوپا نے کہا اور پھر خوشبو دار سرسراہٹ دور ہوتی گئی۔ میں خاموشی سے خلاء میں گھور رہا تھا اور شام جھکتی آ رہی تھی۔

رمیش ہوٹل میں میرا منتظر تھا اور اس کے ساتھ بینو بھی تھا۔ بینو نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

''اوہ۔ مسٹر رنجیت آپ آ گئے۔ میں شدت سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ باس بیرن نے مجھے بندرگاہ پہنچنے کے لیے کہا تھا لیکن مسٹر رمیش نے کہا کہ آپ چند ساعت کے لیے بلا رہے ہیں۔ مجھے آئے ہوئے بہت دیر ہو گئی۔ اب براہ کرم جلدی سے چلیے۔ باس بیرن سخت ناراض ہوگا۔''

''اوہ چلتے ہیں بینو۔ تم بے فکر رہو۔ بیرن تم سے کچھ نہیں کہے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رمیش چونک کر دیکھنے لگا۔ اسے شاید میرے

انداز میں کوئی خاص بات محسوس ہوئی تھی۔

''آپ ذمے دار ہیں مسٹر رنجیت؟''

''ہاں۔ میں ذمے دار ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں باتھ روم میں چلا گیا۔ دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا اور پھر ہیڈ لک کو کال کرنے لگا۔ دوسری طرف سے ہیڈ لک کی آواز ابھری۔

''لیس ہیڈ لک۔''

''رنجیت۔''

''اوہ۔ ہیلو مسٹر رنجیت۔ کیسے ہو؟''

''بالکل ٹھیک۔ کیا ہو رہا ہے؟''

''صرف چند منٹ انتظار کرو اور کیا پوزیشن ہے؟''

''مال لوڈ ہو رہا ہے۔ پرکاش کمار ورما بھی موجود ہیں۔''

''اور تھامس۔ مسٹر رنجیت اسے نہیں نکلنا چاہیے۔ وہ زندہ یا مردہ ہاتھ لگ جائے تو میری لائن بن جائے گی۔''

''کیا۔ میں اسے قتل کر دوں؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر ضرورت پیش آئے' ہمیں صرف اس کا وجود درکار ہے۔ آپ کو اجازت ہے۔''

''تب میری طرف سے ہنری تھامس کی لاش بطور تحفہ قبول کریں مسٹر ہیڈ لک وہ حاضر ہے۔''

''اوہ تو کیا......؟''

''ہاں۔ ضرورت پیش آ گئی تھی۔''

''ڈیئر رنجیت۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ ابھی نہیں...... آپریشن مکمل ہو جائے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد اچھا ڈیئر۔ بائی۔'' اس نے ٹرانسمیٹر بند کر لیا اور میں باہر نکل آیا۔

''چلو رمیش۔'' میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں بندرگاہ پہنچ گئے لیکن ہم ان سے بہت دور تھے۔ حالانکہ رات کا وقت تھا۔ لیکن پتا جی میری نگاہ میں تھے۔ وہ بڑے سرگرم تھے۔ اور ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔

آسمان پر ہیلی کاپٹروں کا شور اچانک ہی گونجا تھا اور پھر وہ ان کی آن میں چاروں طرف پھیل گئے۔ ان کی تعداد تیس کے قریب تھی۔ بے شمار چھاتہ برداران سے کود پڑے تھے۔

صورت حال اتنی غیر متوقع تھی کہ نیچے لوگ سنبھل ہی نہ سکے۔ پھر ان میں سے چند نے گولیاں چلانے کی کوشش کی۔ لیکن مال لوڈ کرانے کے لیے اسلحے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ پستول بھلا کیا کام دے سکتے تھے۔

لیکن ان چند گولیوں نے ہی تباہی مچا دی تھی۔ انٹرپول کی طرف سے ایک گولا مارا گیا اور دونوں ہی آدمی لمبے ہو گئے۔ پھر کسی نے جرات نہیں کی تھی۔

گرفتاریاں ہونے لگیں۔ تب میں نے پرکاش کمار ورما کو بھاگتے دیکھا۔ وہ اس طرف دوڑ رہے تھے۔ دور میں کھڑا ہوا تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔

''رمیش۔'' میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔

''بھیا۔''

''پرکاش کمار ورما جی بھاگ رہے ہیں لیکن یہ نہیں ہوگا۔'' میں نے پستول نکال لیا۔ یہ ہنری تھامس کا پستول تھا۔

بینو بے چارے کی تو الگ بات تھی۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''نہیں بینو۔ کھڑے رہو۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''رنجیت۔ گولی مت چلانا۔'' رمیش سرسراتی آواز میں بولا۔ اس وقت پرکاش کمار ورما قریب پہنچ گئے اور میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال ان کی کنپٹی پر رکھ دی۔

''کہاں جا رہے ہیں پرکاش کمار ورما جی۔ اس سارے دھوم دھڑ کے کا سہرا تو آپ کے سر ہی ہے۔'' میں نے ان کے کوٹ کی جیب سے پستول نکال لیا۔

''تم۔'' وہ غرائے۔

''ہاں پرکاش کمار ورما تمہارا سپوت...... میں نے تمہیں چیلنج کیا تھا۔''

''بکواس مت کر...... میں تیرا پتا ہوں۔''

''کاش۔ یہ صورت ایک باپ کی ہوتی۔ میں آپ کی عزت پر آنچ آتے دیکھ کر اپنی جان قربان کر دیتا مگر پرکاش کمار ورما تم میری ماں کے قاتل ہو اور میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بدلہ ضرور لوں گا۔ سو پتا جی۔ یہ سب میں نے بڑی مشکل سے کیا ہے۔ میں اگر چاہتا تو آپ کو کسی بھی سے نرکھ میں جھونک سکتا تھا۔ لیکن پتا جی اگر آپ کے خون نے مجھے روکا ہے تو صرف اس حد تک کہ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن اب اب میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا...... کسی قیمت پر بھی۔''

''رنجیت...... رنجیت میں تیرے ٹکڑے کر دوں گا۔''

''نہیں پتا جی آپ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ آپ کو اپنے آپ پر بڑا مان تھا...... سو آج میں آپ کا مان توڑ رہا ہوں۔ ماں تیرا قاتل اپنی زندگی کے آخری دور سے گزر رہا ہے۔''

''رنجیت......'' پرکاش کمار ورما نے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن میں نے صرف ان کے حملے کو روکا تھا۔ پھر میں نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اسے آن کرتے ہوئے بولا۔

''مسٹر ہیڈ لک' مسٹر ہیڈ لک۔''

اور دوسری طرف سے فوراً ہی جواب مل گیا تھا۔

پتا جی مجھے مارنے کی کوشش کر رہے تھے' وہ اچھل اچھل کر مجھ پر حملے کر رہے تھے اور میں انہیں جھکائیاں دے دے کر تھکا رہا تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال دیتے۔

''ہیلو...... ہیلو مسٹر رنجیت۔'' مجھے ہیڈ لاک کی آواز سنائی دی۔

''پرکاش کمار ورما بھاگ رہا ہے' میں نے اسے گھیر رکھا ہے' آپ اپنے چند آدمی اس سمت روانہ کر دیں۔''

''اوہ نشان دہی کریں۔''

اور میں نے اس جگہ کی نشاندہی کر دی' جہاں ہم موجود تھے۔ پتا جی مجھے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتے دیکھ کر رک گئے تھے۔

''اوہ...... اوہ کتے تو نے انٹر پول کو ہمارے راستے پر لگایا ہے۔''

''بڑی محنت کی ہے میں نے پرکاش کمار ورما جی۔ آپ کو نرکھ میں پہنچانے کے لیے' کیا سمجھتے تھے آپ...... آپ نے چیلنج کیا تھا اور آپ اس چیلنج کا نتیجہ بھی دیکھ لیجیے۔''

پرکاش کمار ورما کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔اس وقت چند آدمی دوڑتے ہوئے ہماری طرف پہنچ گئے ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں اور چند ساعت کے بعد انہوں نے پرکاش کمار ورما کو قابو میں کرلیا...... میرے چہرے پر خون ہی خون تھا۔

''کچھ بھی ہو بھیا مجھے افسوس ہے پرکاش کمار ورما جی کی یہ درگت مجھ سے دیکھی نہیں گئی۔ میں نے تمہارے پتا کی حیثیت سے انہیں اپنے پتا...... سمجھا ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''ٹھیک ہے رمیش۔ مگر انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی تمہیں معلوم ہے اور میں ان کے لیے ذرا بھی افسردہ نہیں ہوں۔''

''اب کیا ارادے ہیں بھیا؟''

''تم بتاؤ رمیش۔''

''میرا تو وطن واپس جانے کا ارادہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو میں یہاں کیا کروں گا۔ میں بھی چلتا ہوں۔''

''چلو......'' میں نے کہا اور پھر کچھ دن کے بعد ہم مسٹر ہیڈلک سے اجازت لے کر واپس چل پڑے۔ بینو ہمارے ساتھ تھا۔ ہم دہلی پہنچ گئے۔ دہلی پہنچ کر رمیش نے مجھ سے کہا۔

''اب کیا پروگرام ہے...... کیوں نہ بھیا۔ اپنی تعلیم پوری کریں۔'' رمیش نے کہا۔

''ٹھیک ہے رمیش۔ لیکن افسوس میں ایسا نہ کرسکوں گا۔''

''کیوں بھیا؟''

''بس ایسے ہی میرے ذہن پر کچھ اثر ہے' تم اپنی تعلیم جاری کرو۔ جس وقت ذہنی طور پر درست ہو جاؤں گا تو تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

''اوہو...... تو تم کہیں جا رہے ہو؟''

''کہیں نہیں...... کوئی پروگرام نہیں ہے لیکن میں تعلیمی مشاغل میں حصہ نہیں لے سکوں گا۔''

''اس میں کوئی ہرج نہیں بھیا' جب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ تب دونوں ہی داخلہ لے لیں گے۔''

''نہیں رمیش' میری خواہش ہے کہ تم اپنا وقت بالکل برباد نہیں کرو۔'' اور رمیش میرے کہنے پر مجبور ہوگیا۔

اس نے دوبارہ انسٹی ٹیوٹ جانا شروع کردیا تھا۔ لیکن میں دوسرے ہی چکر میں تھا اور ایک رات خاموشی سے میں بینو اور رمیش کو چھوڑ کر نکل آیا۔ میں شملہ جا رہا تھا۔

شملہ میں رام ناتھ کھٹ میری دلچسپی کا باعث تھا' ایک سرد رات جب کے باہر برف پڑ رہی تھی اور مقامی لوگ اپنے گھروں میں آگ تاپ رہے تھے۔ میں رام ناتھ کھٹ کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کر کے اس طرف جا رہا تھا۔ رام ناتھ کھٹ ایک پہاڑی پر تھا' ایک چھوٹا سا کھٹ جسے نجانے کس نے بنوایا تھا۔ تب میں رام ناتھ کھٹ پہنچ گیا۔

میں نے دیکھا کہ ویران کھٹ میں ایک تھال رکھا ہوا ہے' جس میں چھوٹے چھوٹے چراغ روشن تھے۔ ممکن ہے کوئی پوجا کرنے آیا ہو۔ میں نے سوچا' اور اندر داخل ہوگیا سامنے ہی ایک پجارن نظر آگئی۔

اوہ! وہی جانی پہچانی خوشبو' وہی حسین آواز۔ لیکن اس وقت وہ ایک روپ میں تھی' ایک انسانی روپ میں۔ وہ آہستہ سے مسکرائی۔

''سندر شیام' تم میرے دوار آ ہی گئے۔ بھگوان کی سوگند آج میں کتنی خوش ہوں۔ ہاں ناتھ میں تمہیں نہیں بتا سکتی کہ میرا جیون تمام ہوگیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''روپا تم......؟''

''ہاں ناتھ۔من کی آنکھوں سے مجھے دیکھو‘پہچان جاؤ گے۔'' وہ پیار سے بولی۔

''میں سمجھا نہیں رُوپا؟''

''تم اس گھٹ کو پہچانتے ہو رنجیت؟''

''نہیں رُوپا...... میں یہاں کبھی نہیں آیا۔''

''نہیں ناتھ‘ تمہاری آنکھوں پر سنسار کے پردے پڑے ہیں‘ پرنت ہمارا پریم سویکار نہیں کیا گیا اور دنیا والوں نے ہمیں کشٹ دے کر مار ڈالا۔ ناتھ...... میں تو اس کے بعد جنم نہ لے سکی لیکن تم انسانی روپ میں آ گئے۔اور بھلا میں تمہیں کہاں چھوڑ سکتی تھی۔''

''اور تم رُوپا۔تم اب بھی صرف آتما ہو۔''

''ہاں ناتھ میں آتما ہوں‘ پرنت میں جانتی ہوں کہ اب ہمارا ملن بہت قریب ہے۔''

''کیسے رُوپا‘ کیسے...... میں تمہارے بناء جیتا نہ رہ سکوں گا تمہارے بنا مر جاؤں گا‘ مجھے بتاؤ رُوپا۔''

''ناتھ تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔''

''کب تک؟''

''میں نہیں کہہ سکتی ناتھ‘ لیکن یہ بات اٹل ہے کہ میں جلد ہی تمہارے جیون میں آ جاؤں گی۔''

''اوہ اس وقت تک میں کیا کروں گا؟''

''تم جیتے رہو گے۔ میں نے انسانی روپ دھارن کر لیا ہے۔بس اب میں تم تک پہنچنے والی ہوں۔'' اور پھر رُوپا نے مجھے کچھ پتے بتائے۔

''تم میرے دوار آ جانا‘ میں تمہیں مل جاؤں گی۔اچھا ناتھ اب اس وقت تک کے لیے بھگوان کے سپرد کرتی ہوں جب تک میں تم سے انسانی روپ میں نہ آ ملوں۔''

''رُوپا......رُوپا...... میں تمہارے بنا جیتا نہ رہوں گا رُوپا...... میں انتظار نہیں کر سکتا۔میرا کوئی نہیں ہے رُوپا۔''

''ناتھ تھوڑا سا انتظار‘ تھوڑا سا۔'' اس نے جواب دیا اور فضاؤں میں تحلیل ہو گئی۔میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اور میری عمر اس وقت پینسٹھ سال ہے‘ رُوپا اس کے بعد میرے جیون میں کبھی نہیں آئی لیکن اس کی آواز کی پرچھائیاں آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں۔تھوڑ سا انتظار...... تھوڑا سا انتظار...... ‘ہے بھگوان یہ انتظار کب تک ہوگا؟

میں بوڑھا ہو چکا ہوں‘ جانتا ہوں‘ آتما کی باتیں آتماؤں تک ہوتی ہیں۔ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا...... نجانے کتنا طویل سفر ہے۔

رمیش اور بینو نے مجھے تلاش کر لیا تھا۔

لیکن میری خوشیاں اس سنسار میں نہیں ہیں‘ نہ جانے کب تک مجھے زندگی کا یہ بوجھ اٹھائے پھرنا ہے۔میں نے جو کچھ کیا ہے‘ آج بھی اس پر شرمندہ نہیں ہوں۔میرے خیال میں وہ سپوت سپوت نہیں ہوتا جو ماں کے قاتل سے بدلہ نہ لے۔باپ کا وشواش میں نے اسی حد تک قائم رکھا کہ اپنے ہاتھ سے اسے کیفر کردار تک نہیں پہنچایا لیکن بعد میں پرکاش کمار و رماجی کو اسمگلنگ کے الزام میں موت کی سزا دے دی گئی تھی۔

ختم شد